

تَذَكِيرَةٌ سَرِيجُون

مع

حَلْلَاتُ الْعَدْوَنِيَّةِ

از:

مولانا فضل حسین بن احمد صنایعی هر دو را دریافت کرد

استاذ دارالعلوم دیوبند

تشريح

لغات

ترکیب

اجراء

ترجمہ



ذِلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

[بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ]

درستِ قرآن

مع حل اعماق و ترکیب

جس خل کی ترقی تھی اے بلبل تھے ۰ خوبی قسم سے آخر گیا وہ کل تھے

پارہ عمد یَسَاءَ لُونَ ۲۰

محقق و مدل علماء کبار کی پسند فرمودہ۔ طلبہ عزیز کی ہر دل عزیز
ضعیف اقوال و آراء سے پاک۔ عوام و خواص ہر ایک کے لیے عام فہم
ذہین طلبہ کے لیے قیمتی مواد اور حمسہ نکات پر مشتمل، مختصر بے نظر تغیر

تألیف

مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہردواری

استاذ دارالعلوم دیوبند ۰۹۴۱۲۸۷۳۹۷۴

نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند
ناشر

مکتبۃ الاطھر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اقتباسات از تقاریب اکابر

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رشیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مجھے بے حد خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب ہر دو اوری زید مجدد ہم نے ایک سلسلہ مصوب تفسیر مرتبا کی، جس سے امت کی ضرورت بخوبی پوری ہو سکتی ہے۔ آپ نے کام آخری پارہ سے شروع کیا ہے، کیوں کہ اس کے لغات اہم ہیں، اور جملے منظہم ہیں، جن کی ترکیب آسان ہے جب قارئین کرام یہ حصہ حفظ کر لیں گے تو طویل آیات کی ترکیب آسان ہو جائے گی۔

مولانا موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے آیات کا ایک حصہ لیا، پہلے اس کی عام فہم تفسیر کی ہے، پھر حل لغات اور ترکیب دی ہے اور آپ نے اس تفسیر کا نام: ”تدریس قرآن، مع حل لغات و ترکیب“ رکھا ہے، یہ نہایت موزوں نام ہے، اس سے تفسیر کی تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے، مجھے امید ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح یہ تفسیر بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور امت اس سے خوب خوب استفادہ کریں گی۔
سعید احمد عفاف اللہ رخادم دارالعلوم دیوبند
و ماذ لک علی اللہ بعزیز

حضرت مولانا سید ارشد مدینی صاحب راستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

موجودہ دور میں طلبہ کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت شتی کہ محقر آسان زبان میں ایسی کتاب مرتب کی جائے، جو ترجیح قرآن کریم کی تعلیم میں طلبہ کے لیے پریشانیوں کو دور کرنے والی ہو، اللہ تعالیٰ مولانا حسین احمد صاحب کو جزاً خیر عطا فرمائے انہوں نے پیش کی قدمی فرمائی اور مناسب انداز میں طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجیح تفسیر حل لغات اور تجویی و صرفی ضرورت کو پورا کیا، زبان بھی آسان ہے، جس سے امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب طلبہ عزیز کے لیے مفید ثابت ہو گی چوں کہ مولانا اشنا درس طلبہ کی ضرورتوں اور پریشانیوں سے واقف ہیں، اسیے ان کا یہ عمل ضرور انشاء اللہ طلبہ کی ضرورت و احتیاج کے مطابق ثابت ہو گا۔ رقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

حضرت مولانا ریاست علی صاحب راستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس جناب مولانا حسین احمد صاحب قائم ہر دو اوری زید مجدد ہم نے تدریس قرآن کے نام سے قرآن کی ایک مبارک خدمت انجام دی ہے، پارہ عم کے کچھ اور اراق کا رقم المحروف نے مطالعہ کیا، موصوف محترم نے ترجیح اور تفسیر کے ساتھ حل لغات اور آیت کی ترکیب بخوبی کا تبریز کیا ہے، اس لیے امید ہے کہ موصوف محترم کی یہ کاؤش طلبہ کے لیے بہت فائدہ بخش ہو گی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے اس عمل صالح کو شرفی قبول عطا کرے اور علمی طبقوں میں اسکو قبول عام حاصل ہو۔ والحمد للہ اولاً و آخرًا۔ ریاست علی غفرانہ

عرض مولف

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين اما بعد: چند سال قبل احرزني قرآن کریم کی تفسیر مع حل لغات و ترکیب بیان ”تدریس قرآن“، لکھنا شروع کیا تھا جس کے قلیل مدت میں تقریباً پہیں ایڈیشن طبع ہو کر ہندو ہیرانی ہند کے چھپ پرچمیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے تدریس قرآن کو دوہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے زبان قاصر اور الفاظ ندارد ہیں، اب جو تدریس قرآن آپ کے سامنے ہے اس میں ترجیح تحت اللفظ کر دیا گیا ہے، اور ذہن طلبہ کے لیے ”اختیاری مطالعہ“ کا عنوان بڑھا کر تحقیقی مواد اور عمده تحقیقات کو شامل کتاب کر دیا گیا، بهم دست کتاب پہلے ہی بالغ انتظار علماء کرام اور تحقیق کے طالب طلبہ عزیز کی نظرؤں میں محبوبیت اور بارگاوا الہ میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے اب مزید افادیت کی وجہ سے اس میں اور چار چاند لگ گئے۔ اور اس میں میرا ذرہ برابر بھی کوئی کمال نہیں ہے بلکہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔

ایں سعادت بزر بآذونیست هزار تانہ بخشد خدائے بخشنده
حسین احمد ہر دو اوری مردرس دارالعلوم دیوبند
۳۰۱۷ء م ۳۳

فہرست مضمون

• نکتہ: مضارع کے بجائے ماضی، ماضی کے بجائے	2
مضارع (حاشیہ) —————— ۲۵	8
• فا کی چند قسمیں (حاشیہ) —————— ۲۶	8
• تحقیق مفید: النساء مؤنث کس طرح، ذکر	8
کس طرح —————— ۲۶	9
• تحقیق مفید جاریج و رفاعل و نائب بن جاتا ہے	9
۲۶	9
• اعتراض جواب، خُبُّ کی مقدار —————— ۲۷	10
۲۸	10
• لا تین جگہ زائد ہوتا ہے بضم لغات —————— ۲۸	11
• الا کے چند معانی بضم لغات —————— ۲۸	11
• نکتہ: قصر کی قسمیں (حاشیہ) —————— ۲۹	11
• نکتہ: حال کی اقسام (حاشیہ) —————— ۲۹	11
• لانا فیہ پانچ قسم کا —————— ۳۰	11
• قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں (اختیاری مطالعہ) —————— ۳۲	11
• مردوں کو حور میں گی، عورت کو کیا	11
ملے گا (اختیاری مطالعہ) —————— ۳۲	15
• کیا جنت میں جماع ہو گا (اختیاری مطالعہ) —————— ۳۲	15
• تقویٰ کے تین درجے (حاشیہ) —————— ۳۲	16
• آخرت میں رویت اعمال کس طرح؟ —————— ۳۹	16
• تحقیق مفید: ایک عام غلطی —————— ۴۱	17
سورۃ النباء	
• اعتراض و جواب —————— ۱۵	15
• قادہ: ما استفہامیہ کے الف کا حذف —————— ۱۵	15
• کلأ کے چار معانی (بضم لغات) —————— ۱۶	16
• جملہ مستانہ کی دو قسمیں ہیں (حاشیہ) —————— ۱۶	16
• تحقیق مفید: افعال قلوب کا ایک مفعول پر اکتفا	17
• صفت اور فعل کے صیغوں میں ضمیر مستتر کی تفصیل —————— ۱۷	17
• لطیفہ: نکاح دن میں بہتریات میں —————— ۱۹	19
• بارش بادل سے برستی ہے یا آسمان سے	20
(اختیاری مطالعہ) —————— ۲۰	20
• اہم قادہ —————— ۲۲	22
• جعل کے تین استعمال (اختیاری مطالعہ) —————— ۲۲	22
• شبیہ، شبیہ بیخ (حاشیہ) —————— ۲۲	22
• تحقیق مفید: بضم اختیاری مطالعہ —————— ۲۳	23
سورۃ النازعات	
• ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ —————— ۳۲	32
• نزع روح میں سختی و آسانی سے مراد —————— ۳۲	32
• قادہ: عطف معطوف علیہ قریب پر یا بعید پر —————— ۳۵	35
• تحقیق لطیفہ: حرف عطف کہیں واو، کہیں فا —————— ۳۵	35
• تحقیق مفید: اذ کے چند معانی —————— ۵۱	51
• لام مفردة کی تین قسمیں (حاشیہ) —————— ۵۲	52
• لام غیر عالمہ کی اقسام (حاشیہ) —————— ۵۲	52

• نقطہ: زمین کی تخلیق مقدم یا آسمان کی	۵۶
• خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف (حاشیہ)	۵۶
• تحقیق مفید: قیامت کے متعدد نام	۵۸
• ان میادا اور لؤکا استعمال (حاشیہ)	۶۰
• شرط، وجہ میں مقصود کون؟ (حاشیہ)	۶۱
• ظافہ: إذا کا عامل ناصب کون؟ (حاشیہ)	۶۱
• تحقیق مفید: لفظ دنیا و آخرت اسم یا صیغہ صفت	۶۲
سورة عبس	
• تحقیق مفید: لَعَلَّهُ يَرَكُّ اور بَذَّگر کی صحیح تفسیر۔	۶۶
• التفات اور اسکی صورتیں (حاشیہ)	۶۶
• لَقَلْ کا استعمال	۶۸
• آن چار قسم کا (اختیاری مطالعہ)	۶۸
• اشکال: اللہ کے کلام میں بد دعا کا مطلب	۷۳
• اهم اشکال: اللہ کے کلام میں تجب کا مطلب	۷۳
• انسان کو انسان کیوں کہتے ہیں (حاشیہ)	۷۳
• آئی کے پانچ معانی (لشمن لغات)	۷۳
• لِمَاتِین قسم پر (حاشیہ)	۷۳
سورة التکویر	
• باپ کے بجائے زندہ درگورڑ کی سے سوال کیوں؟۔۔۔	۸۳
• زندہ درگورڑ کی کی کیا خصوصیت ہے	۸۳
• استھان حمل بحکم قتل کب (اختیاری مطالعہ)	۸۳
• ایک اشکال (اختیاری مطالعہ)	۸۳
• لاؤفیس کے لائکی وضاحت (حاشیہ)	۸۸
• ظافہ: اللہ کے قسم کھانے کا مطلب (حاشیہ)	۸۸
• تحقیق: بازائدہ ہونے کی صورتیں	۹۱
• عالمین کو جمع مذکر سالم کیوں لا یا گیا (حاشیہ)	۹۲
• ان چار قسم کا ہوتا ہے (حاشیہ)	۹۲
سورة الانفطار	
• دُخْتَه: نارا کے بعد حامیں کی قید کیوں؟	۹۶

نحوۃ المطففين

• پہلی آیت میں صرف کیل، دوسرا میں	
کیل اور وزن دونوں کیوں؟	۱۰۲
علی کی دو قسمیں اسکی اور حرفاً (حاشیہ)	۱۰۳
علی حرفاً کے آٹھ معانی ہیں (حاشیہ)	۱۰۳
سبین کیا چیز ہے	۱۰۳
فائدہ: مقام لقین میں ظن کا استعمال	۱۰۳
موال: سبین کو مفرد، علیمین کو جمع کیوں لا یا گیا	۱۰۵
جملہ مترضد کے چند موقع استعمال (حاشیہ)	۱۰۶
کیا کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق ہو گا	۱۰۸
دیدارِ خداوندی کس دن ہو گا	۱۰۸
ایک شب اور اسکا جواب	۱۱۳

نحوۃ الانشقاق

• دنیا کے اندر ہر انسان مشقت میں ہے (حاشیہ)	۱۲۱
• ایک شب اور اسکا جواب خوشی کی دو قسمیں	۱۲۲
عن کے تین معنی، عن جارہ کے دس معنی (حاشیہ)	۱۲۷
تحقیق: بسلسلہ لفظ الیم (اختیاری مطالعہ)	۱۳۱

نحوۃ البروج

سوال و جواب	۱۳۹
-------------	-----

نحوۃ الطارق

ما را فرق کی مراد	۱۴۵
بارش کا نام برجمع کیوں (حاشیہ)	۱۵۰

نحوۃ الاعلیٰ

اللہ کو کرم کہہ سکتے ہیں سُنی نہیں	۱۵۲
دُخْتَه: جہنم میں مسلمانوں کو موت آجائے گی	۱۵۶

نحوۃ الغاشیة

دُخْتَه: نارا کے بعد حامیں کی قید کیوں؟	۱۶۱
---	-----

<p>سورۃ اللیل</p> <ul style="list-style-type: none"> خلق الذکر والانثی میں ختنی مشکل نہیں آیا — ۲۰۶ نکتہ: توحید کے چار درجے — ۲۰۶ زمانہ رسالت کے مومنین جہنم میں نہ جائیں گے — ۲۰۹ (اختیاری مطالعہ) فائدہ: بسلسلہ نون تاکید — ۲۱۱ <p>سورۃ الضھی</p> <ul style="list-style-type: none"> مسئلہ: سائل کو جھپڑ کنا کب جائز ہے — ۲۱۶ <p>سورۃ الانشراح</p> <ul style="list-style-type: none"> ان مع العسریسراً: چار قواعد — ۲۱۹ <p>سورۃ التین</p> <ul style="list-style-type: none"> انجیرو زیتون کے فوائد (اختیاری مطالعہ) — ۲۲۳ اعتراف و جواب (اختیاری مطالعہ) — ۲۲۳ <p>سورۃ العلق</p> <ul style="list-style-type: none"> آب کے امی ہونے کی وضاحت — ۲۲۷ چند علمی نکات (اختیاری مطالعہ) — ۲۲۸ قلم تین ہیں، فضیلست قلم — ۲۲۹ خاطلی و غلطی میں فرق (اختیاری مطالعہ) — ۲۳۲ <p>سورۃ القدر</p> <ul style="list-style-type: none"> لیلۃ القدر کی تعین، مخصوص دعا — ۲۳۷ اہم اشکال — ۲۳۷ نکتہ: انزال و تنزیل کے معنی — ۲۳۷ <p>سورۃ البینہ</p> <ul style="list-style-type: none"> سوال و جواب: سب سے بدتر کفار یا شیطان ... — ۲۳۵ <p>سورۃ الزلزال</p> <ul style="list-style-type: none"> مرتد و کافر کے نیک عمل کا ثواب؟ — ۲۳۹ تیز کے بعض احکام (حاشیہ) — ۲۵۱ <p>سورۃ العادیات</p>	<ul style="list-style-type: none"> جہنم میں درخت جلیں گئے نہیں؟ — ۱۶۲ ایک شبہ اور اس کا جواب — ۱۶۲ محمد، تحقیق: بسلسلہ لفظ لاغیۃ — ۱۶۲ کیف کا استعمال (بضم لغات) — ۱۶۷ تحقیق لطیف: (اختیاری مطالعہ) — ۱۷۰ <p>سورۃ الفجر</p> <ul style="list-style-type: none"> نکتہ: عذاب کو سوط سے کیوں تعبیر کیا — ۱۷۵ علم چھ مقامات میں غیر منصرف جاتا ہے (حاشیہ) ... — ۱۷۶ صف تین مقام میں غیر منصرف (حاشیہ) — ۱۷۶ خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے — ۱۸۰ جہنم کہاں ہے؟ (بضم تشریع) — ۱۸۳ آنی کا استعمال (بضم لغات) — ۱۸۳ سوال: کافر کو سخت سزا کیوں ملے گی — ۱۸۶ <p>سورۃ البلد</p> <ul style="list-style-type: none"> وانٹ جل کی متعدد راویں — ۱۸۹ نکتہ: مشقت میں تو جانور بھی انسان کی تخصیص کیوں — ۱۸۹ فائدہ: کس کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہے — ۱۹۲ نکتہ: آنکھیں دو، زبان ایک کیوں — ۱۹۳ ماضی پر دخول لا کی شرط (حاشیہ) — ۱۹۵ <p>سورۃ الشمس</p> <ul style="list-style-type: none"> لفظ تقویٰ کی اصل کیا تھی (حاشیہ) — ۱۹۹ نافتا اللہ کی اضافت کس طرح کی ہے (اختیاری مطالعہ) — ۲۰۲ کیفیت عذاب — ۲۰۳ قاعدہ مفیدہ نویس — ۲۰۳ اونٹ کا پچ کہاں کیا؟ — ۲۰۳ فائدہ: بسلسلہ تخفیی — ۲۰۳
---	--

<ul style="list-style-type: none"> • اولاً رسول ہاشمی ۲۸۱ • اعطینا و آتینا میں فرق ۲۸۱ <p style="text-align: center;">سورۃ الكافرون</p> <ul style="list-style-type: none"> • فضیلت سورت ۲۸۳ <p style="text-align: center;">سورۃ النصر</p> <ul style="list-style-type: none"> • انه کان توابا: غفارًا کیوں نہیں کہا؟ ۲۸۶ <p style="text-align: center;">سورۃ الٹھب</p> <ul style="list-style-type: none"> • فاللہ: الٹھب کا اصل نام ۲۸۷ • اچھے بڑے نام، غلط نسبت ۲۸۹ <p style="text-align: center;">سورۃ الاخلاص</p> <ul style="list-style-type: none"> • لفظ واحد اور واحد میں فرق (حاشیہ) ۲۹۱ • ایک اعتراض اور جواب (اختیاری مطالعہ) ۲۹۲ <p style="text-align: center;">سورۃ الفلق</p> <ul style="list-style-type: none"> • جادو سے انبواء مستغنى نہیں ہوتے (بسم تشريع) - ۲۹۲ • اہم بات: حسد کی تعریف ۲۹۳ • دسکتھ: حاسد و غاسق کگرہ مالنفاثات معرفہ کیوں؟ ۲۹۳ <p style="text-align: center;">سورۃ الناس</p> <ul style="list-style-type: none"> • انسان و شیطان و نونوں و شمنوں کا علاج ۲۹۶ • دشمن کی نگاہ سے بچنے کی دعا ۲۹۶ • دسکتھ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں لا یا گیا ۲۹۶ • امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ ۷ 	<ul style="list-style-type: none"> • اصل ہاٹکر اکافر انسان ہے (اختیاری مطالعہ) — ۲۵۳ • ما فی القبور میں ما کا استعمال کیوں؟ — ۲۵۶ <p style="text-align: center;">سورۃ القارعة</p> <ul style="list-style-type: none"> • مواعیل: اعمال کو تو لا کس طرح جائے گا ۲۵۹ • موازین جمع کیوں؟ ۲۵۹ • بعض کے اعمال تو نہیں جائیں گے ۲۶۰ <p style="text-align: center;">سورۃ التکاثر</p> <ul style="list-style-type: none"> • علم اليقین کے تین درجے (اختیاری مطالعہ) ۲۶۳ • انسان سے چار سوال (اختیاری مطالعہ) ۲۶۳ <p style="text-align: center;">سورۃ العصر</p> <ul style="list-style-type: none"> • تو اسی باحق، تو اسی بالصبر ۲۶۶ <p style="text-align: center;">سورۃ الہمزة</p> <ul style="list-style-type: none"> • تین خطرناک گناہ بضم تشریع ۲۶۷ <p style="text-align: center;">سورۃ الفیل</p> <ul style="list-style-type: none"> • ابرہہ کا کنیہ ۲۷۲ • فاللہ: شاہ جہش نے کتنے ہاتھی بیسے تھے ۲۷۳ <p style="text-align: center;">سورۃ القریش</p> <ul style="list-style-type: none"> • فاللہ: حضور ﷺ کا تعلق کس خاندان سے تھا ۲۷۵ <p style="text-align: center;">سورۃ الماعون</p> <ul style="list-style-type: none"> • عن صلاتہم میں عن کا مفہوم (اختیاری مطالعہ) -- ۲۷۹ <p style="text-align: center;">سورۃ الكوثر</p> <ul style="list-style-type: none"> • فاللہ: کوثر کا معنی ۲۸۰
---	--

مؤلف کی دیگر تالیفات

نجموم الحواشی شرح اصول الشاشی: بقول حضرت مفتی سید احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، میں نے اس شرح کا ۱۴ جلدی کام کیا ہے، اس شرح کا ایک اختیاری بھی ہے کہ اس میں اختیاری مطالعہ کے عنوان سے طلبہ کے لیے نہایت مفیدہ تکمیل ہیاں کی گئی ہے۔

مشکل ترکیبیوں کا حل: علم حکیم مختار ایک، پریشان کن سوالات کے جوابات اور بیک ذریب علمی ثناں پر مشکل مشہور و معرفہ کتاب ہے۔

دریں نحو مہمیروں: سچ تعریفات پیش کر کے قابل سلطہ اور ناص تعریفات کی بخواہ "مخالطا" تباہ دہی کی گئی ہے، جسکے جملہ مومیر کی بجد دلیل نہیں ہے۔

تدریس قرآن: پارہ: ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰۔ قواعد الصرف، مصطلحات المنحو اور ترکیب نحوی کتبیں کریں۔

امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ تاکہ بصیرت فی الامتحان حاصل ہو۔

السؤال: وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُحْسَرَاتِ مَا وَجَاهَهُ لِنُخْرِجَهُ مِنْ أَوْتَارِهِ وَجَثَثُ الْفَاقَافِي إِنْ يَوْمَ الْقُضَى كَانَ مِنْقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا آیات کا مطلب ترجمہ کر کے آپنے جو اس کا مطلب سمجھا ہے، تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کے معانی، سینے ابواب بیان کریں۔

السؤال: إِذْ تَأْذَدُ رَبَّهُ بِالْوَادِ الْمُقْدَسِ طَوَّى ۝ إِذْ هَبَتِ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝ فَقُلْ هَلْ لَكِ إِلَى أَنْ تَزَمَّلِ ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَعْشِي ۝ فَأَرَأَهُ الْأَيْةُ الْكُبْرَى ۝ آیات کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق بیان کریں، اس آیت کریمہ میں بڑی نشانی سے کیا مراد ہے؟

السؤال: إِنَّمَا أَشَدُ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءَ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوْهَا ۝ وَأَنْطَلَقَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ طَهَرَهَا وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَهَا ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَهَا ترجمہ تحریر کریں، والارض بعد ذلك دھھا میں الارض کے منسوب ہونے کی وجہ لکھیں، سمات، اغطش، دھھا کے لغوی معنی اور صینے تحریر کریں۔

السؤال: فَلَيَمْتَظِرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبَنَا الْمَاءَ صَبَابًا ۝ ثُمَّ شَقَقَنَا الْأَرْضَ شَقَابًا ۝ فَأَنْبَثْنَا فِيهَا حَبَابًا وَعِنْبًا وَقَضْبَابًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَّ أُبَقَّ غُلْبَابًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبْجَابًا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا نَعِمْكُمْ ۝ آیات مبارکہ کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ صبابا، شفابا، مٹابا، گیوں منسوب ہیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

السؤال: إِذَا الشَّمْسُ كَوَرَ ۝ وَإِذَا النَّجُومُ انْكَدَرَ ۝ وَإِذَا الْجَبَالُ سُبِّرَ ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ عُظِّلَ ۝ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِّرَ ۝ وَإِذَا الْبَخَارُ شُجِّرَ ۝ وَإِذَا النَّفُوسُ زُوْجَتْ ۝ آیات کا ترجمہ کریں، مطلب بیان کریں، اور خط کشیدہ الفاظ کے صینے، ابواب لکھیں اگرچہ ہے تو اس کا مفرد لکھیں، نیز آیات میں ذکر کی ہوئی شرطوں کی جزا کیا ہے؟

السؤال: فَلَا أَقِيمُ بِالْأَخْنَسِ ۝ الْجَوَارِ الْكَنْسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَسَ ۝ وَالصَّبَاحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذَلِقَ قَوْمٌ عِنْدَ ذِي الْعَزِيزِ مَكِينِ ۝ مَطَاعِعُ ثَمَّ أَمِينِ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تفریغ کریں، ان آیتوں میں جواب قسم کیا ہے؟ اور رسول کریم سے کون مراد ہیں۔

السؤال: إِذَا السَّمَاءُ اُنْفَطَرَ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبَخَارُ بُعْرِرَ ۝ وَإِذَا الْقَبُورُ بُعْرِرَ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخْرَتْ ۝ مذکورہ آیات کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں، خط کشیدہ انفال کے صینے اور ابواب لکھیں، اور یہ بھی لکھیں کہ اس میں جواب شرط کیا ہے؟

السؤال: وَيَنْلِي لِلْمُظْفِفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا كُتَلُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَلُوْهُمْ أَوْ وَزَوْهُمْ يُخْبِرُونَ ۝ أَلَا يَظْلِمُ أَوْلَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْخُوتُونَ ۝ يَوْمَ عَظِيمٍ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ و تحریر کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق بھی کریں، یوم عظیم سے کیا مراد ہے، اور شروع آیت سے بخیروں بھک ترکیب لکھیں۔

السؤال: إِذَا السَّمَاءُ اُنْسَقَتْ ۝ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۝ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَثَّ ۝ وَالْقَثْ مَا يَنْهَا وَنَخْلَتْ ۝ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۝ يَأْتِيهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَذَّابًا فَلْقِيْهِ ۝ قَائِمًا مِنْ أُوْتِيْ كِتَبِهِ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يَمْحَاسِبَ حِسَابًا يُسَيِّرًا ۝ ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کے صینے، اور ابواب، اور مادے لکھیں، آخری دو آیتوں کی ترکیب کریں۔

السؤال: فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ وَمَدْ خُلْقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ مَاءِ ذَافِقٍ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ ثَبَلَ الشَّرَابِ ۝ فَتَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا كَاوِرٌ ۝ وَالسَّمَاءُ دَأْبُ الرَّاجِعِ ۝ وَالْأَرْضُ دَأْبُ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لِقَوْلِ فَضْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْفَهْلٍ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ مطلب تفصیل کے ساتھ لکھیں، قسم اور جواب قسم کی تسبیح کر کے خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق لکھیے۔

چند بنیادی باتیں

قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف: لفظ قرآن لغت کے اعتبار سے مصدر ہے، فرءُ الکتاب (ف) قراءة و قرآن: پڑھنا، یعنی اسم مفعول یعنی وہ شی جو پڑھی جائے۔ (یہ کتاب چونکہ بکثرت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں)

اصطلاحی تعریف: القرآن المنزل علی الرسول ﷺ المكتوب فی المصاحف المنسقون عنه نقلًا متواترًا بلا شبہة (قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی ہے، جو بغیر شبہ کے حضور ﷺ سے منقول ہو کر نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) فوائد قید اور مزید تفصیل احقر کی کتاب مجموع الحواشی شرح اصول الشافعی میں مذکور ہے۔

قرآن کی مزید نام: صحیح معنی میں قرآن کے کل پانچ نام ہیں (۱) القرآن (۲) الذکر (۳) الکتاب (۴) التزیل۔

وہی کی معنی: وہی کے معنی لغت میں ہے جلدی سے اشارہ کر دینا، وہی کے معنی دل میں کوئی بات ذائقے کے بھی آتے ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے واو خی ریکالی التحل اصطلاح میں وہی اس الہام کو کہتے ہیں جو انہیاں پر نازل ہو۔

حضور پر وہی کی طریقی: حضور ﷺ پر مختلف طریقوں سے وہی نازل کی جاتی تھی، ایک حدیث میں دو طریقوں سے وہی نازل ہونے کا ذکر ہے (۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کہنی کی آواز سنائی دیتی ہے، اور وہی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو آواز نے جو کچھ کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، (۲) کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں آ جاتا ہے دیگر احادیث سے نزول وہی کے اور بھی طریقے ثابت ہیں مثلاً فرشتہ کا اصلی محل میں آ جائیں ایسا آپ کی عمر میں صرف تین دفعہ ہوا (۱) جب آپ نے خود حضرت جبریلؑ کو ان کی اصلی محل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی (۲) سوران میں (۳) نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں، مگر یہ تیرا طریقہ سند اکمزور ہے (تفصیل دریغ الباری ج ۱، ص ۱۹/۱۸) وہی کی چوتھی صورت روایاتے صادق ہے ایک طریقہ یہ تھا کہ حضرت موئی کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے براد راست ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہی کا چھٹا طریقہ یہ تھا کہ حضرت جبریلؑ کی محل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب سوارک میں کوئی بات اقامہ فرمادیتے تھے۔

مکی اور مدینی ایات: کمی آیات وہ ہیں جو قبل بھرت مدینہ نازل ہو گئیں اور مدنی آیات وہ ہیں جو بعد بھرت نازل ہو گئیں، کمی سورت کا کمی یادنی ہو، عموماً اس کی آیات کی اکثریت کے اعتبار سے ہوتا ہے چنانچہ بعض سورتیں تو پری کی پوری کمی ہیں جیسے سورہ مڑا، اور بعض پوری مدنی ہیں جیسے سورہ آل عمران، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پوری سورت کی ہے لیکن اس میں ایک با جدراً ایات مدنی آگئی جیسے سورہ هارف کی ہے مگر اس میں واسألہم عن القریۃ النی کانت حاضرۃ البحر سے لے کر واذا خذ رسک من نی آدم الغمک کی آیات مدنی ہیں، با مثلاً سورہ حج مدنی ہے لیکن اس کی پاراً تیس یعنی و ما ارسلنا من قبلکم من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک کی ہیں۔

شان نزول کا مطلب: ایسی آیات کے جن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی سوال کے جواب میں ہوا ہو جس کو ان آجou کا میں منظر کہنا چاہئے مفسرین کی اصطلاح میں شان نزول یا سبب نزول کہلاتا ہے۔

شان نزول کا معنی و خصوصی: بعض آیات وہ ہیں کہ جو کسی خاص شخص کا نام لے کر نازل ہو گئیں، جنہیں مطہر کا انتخاب ہے کہ اس آیت کا مضمون اسی شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا، جیسے بتیا ابی لہب آنجلوں کی ہو مری فہم وہ ہے کہ جس میں کسی شخص کا نام تھا نہیں لیا گیا مگر اس کے کچھ اوصاف بیان کر کے ان پر حکم حرمت کر دیا گیا، اور بعد سے دلائل سے یہ بات ہو گیا کہ اس سے مراد قلائل شخص ہے لہذا تمام مطہر اس پر تنقیح ہے کہ اس کا مضمون اسی شخص کیلئے خصوصی ہے گا، جیسے وسیع جنہا الافت

الذی یوتی مالہ یتزر کی (سورۃ اللیل) یہ آیت بالاتفاق حضرت ابو بکرؓ کے ہارے میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مغلس غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے (اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ آیت میں مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں)

تیسرا قسم وہ آیات ہیں کہ جو نازل تو کسی خاص واقعہ کے تحت ہو گیں لیکن الفاظ عام ہیں، اور کسی خارجی یا صرف الفاظ قرآن سے پہنچی معلوم ہو گیا کہ آیت کا حکم صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو علماء تشقق ہیں کہ اس صورت میں آیت کا حکم اس کے الفاظ کے تابع ہو کر عام رہے گا جیسے سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات ظہار حضرت خولہ زوجہ حضرت اوس بن الصامتؓ کے ہارے میں نازل ہو گیں مگر ان کا حکم عام ہے، لہذا حضرت خولہ کے شوہر کے علاوہ بھی اگر کوئی اپنی یہی کوانت علی کاظمہ اسی کہہ دے تو ظہار ہو گا، اور شوہر کو جماعت سے پہلے کفارہ دینا ہو گا۔ **چوتھی قسم یہ ہے کہ آیت تو کسی خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے، اور کسی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے، یا اس نوعیت کے ہر واقعہ کے لئے عام ہے، تو اس صورت میں تصور اس اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں آیت کو صرف سبب نزول کے واقعہ کے ساتھ مخصوص رکھا جائے گا لیکن جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا، جیسا کہ مشہور جملہ ہے العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اس چوتھی قسم کی مثال سورۃ البقرۃ کی آیت و ان کان ذو عسرۃ فنظر الی میسرہ ہے۔ (اگر قرض دار تنگست ہو تو اسے کشادگی تک مہلت دو)**

مورۃ: سورا البلد سے مأخوذه ہے کہ جس طرح شہر کی چهار دیواری بلند، اور شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح قرآن کی سورت بھی بلند مرتبہ اور اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: قرآن کا اول و آخر ہوا اس کو اس کے مخصوص تو قیفی نام کے ساتھ جانا جاتا ہو۔ (صاوی)
آیت: اس کی اصل آئینہ ہے، بروز شجرازہ یا متحرک ماقبل مفتوح یا کوالف سے بدل دیا، بمعنی نشانی کیونکہ یہ اپنے ماقبل کلام کے اپنے مابعد کلام سے جدا ہونے پر نشانی ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: ۱۳)

اصطلاحی تعریف: عرف میں کلمات قرآن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو فصل کر کے در برے حصہ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ (صاوی)
تفسیر: لفظ تفسیر در اصل لفظ فشنو سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا، اور اس علم میں چونکہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے علم تفسیر کہتے ہیں۔

ظالہ: قدیم زمانہ میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریع ہی پر ہوتا تھا، لیکن جب اس نے ایک مدفن علم کی صورت اختیار کر لی اور مختلف پہلوؤں (حل لفاظ و ترکیب نبوی وغیرہ) سے اس کی خدمت کی گئی تو یہ ایک نہایت وسیع علم بن گیا، اب اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:
علم تفسیر کی اصطلاحی تعریف: علم تفسیر و علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقوں ہم الفاظ کے مفہوم اور ان کے انفرادی اور ترجمی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا مکملہ یعنی تاسع و منسوبہ بیان نزول اور مبہم تصویں کو توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

علم تفسیر کا موضع: علم تفسیر کا موضوع نظم قرآن کریم ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ مراد خداوندی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ہے۔

علم تفسیر کی فوائد و فایدہ: علم تفسیر کی غرض قرآن کریم کی صحیح فہم حاصل کرنا اور مراد خداوندی کو واضح کرنا ہے، اور اس کی غایت قدیم مرتبی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قراءتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے، درستی بات یہ ہے کہ تعریف میں بیان کردہ ”الفاظ کے مفہوم“ سے مراد الفاظ کے لغوی معنی ہیں، اور انفرادی احکام سے مراد لغوی حقیقی یعنی ماذہ، باب وغیرہ ہے، اور ترجمی احکام سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ کو در برے لفظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے، اس کی نبوی ترکیب کیا ہے؟

صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور سعادت دارین حاصل کرنا ہے۔

اسم مصدر: وہ اسم ہے جو معنی پر دلالت کرنے میں مصدر کے مساوی ہو، لیکن اس اعتبار سے وہ مصدر کے خلاف ہو کہ اس مصدر میں مصدر کے حروف میں سے بعض حروف لفظاً و تقدیراً کم ہوں، اور حرف کم ہونے کے بدلے میں اس مصدر کے اندر اس کا کوئی عوض بھی نہ لایا گیا ہو، جیسے اُغْطیٰ باب افعال کا مصدر اعطاء ہے اور اسم مصدر اعطاء ہے (دیکھئے اعطاء کے اندر جو ہمڑہ ہے وہ عطا، اسم مصدر میں کم ہو گیا، اور اس ہمڑہ کا لفظاً و تقدیراً کوئی عوض بھی نہیں لایا گیا۔)

مصنو: هو الاسم الذي يدل على حدث دون تقييد بزمان مثل الصدق، والكذب۔ مصدر وہ اسم ہے کہ جو معنی حدث پر دلالت کرنے کی زمانہ کے ساتھ مقید ہوئے بغیر جیسے صدق مصدر ہے۔

مصدر مبین: هو الذي يكون مبيناً بميم زاندة ولا يكون منتهياً بـ زاندة مصدر مبین وہ مصدر ہے جو معنی حدث پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کا ہو کہ اس کے شروع میں میم زاندہ ہو (مفاعلہ کے میم کے علاوہ) اور آخر میں تائے زاندہ نہ ہو، جیسے مزمتی، متلقبہ۔

مصدر صناعی: هو الذي ينتهي بـ ماضٍ مشدّدٍ بـ بعدها تاءً تانيةً مربوطةً مثل انسان، انسانيةً مصدر صناعی وہ مصدر ہے جو ایسی یامشدده پر ختم ہو جس کے بعد گول تاء تانية ہو، جیسے انسان۔ سے انسانيةً۔

لام فز خلقة: وَ لَامُ غَيْرِ عَالِمٍ ہے جس کو اس کے مقام سے پھسلا دیا گیا ہو، جیسے ان فی ذلکَ لَعْبَرَةٍ لِّقَنْيَخْشِي دیکھئے شروع میں ان خود تاکید کلام کے لئے ہے تو اگر اس لام کو بھی شروع کلام میں رکھیں تو ابتدائے کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے اس لئے اس لام کو تھوڑا سا آگے کو پھسلا دیا گیا۔

لام مؤظنه و مهؤذنه: وَ لَامُ ہے جو اداة شرط پر داخل ہو کہ اس بات کا فائدہ دے کہ بعد میں آنے والا جواب، جواب قسم ہے نہ کہ جواب شرط، جیسے لَإِنْ أَخْرِجُوا إِلَيْهِمْ مَعْهُمْ (لایخرجون معمهم جواب قسم ہے اور قسم لَإِنْ أَخْرِجُوا سے پہلے محفوظ ہے، اور جواب شرط محفوظ ہے اور وہ جواب قسم جیسا جملہ ہے۔)

لام تبليغ: وَ لَامُ ہے جس کا ما بعد مفعول بے کے درجہ میں ہو اگرچہ جاری و جزوی ہی ہو جسے اللہ تعالیٰ کا قول اَبِي يَدْعُوكَ لِيَجِزِّيَ أَخْرِ ما ساقَيْتَ لَنَا تقدیر عبارت ماسقیتتا ہے۔ (اس کو لام تقدیری بھی کہتے ہیں) (المجمع المفصل)

۱۔ یاد رکھئے جس طرح مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا اسی طرح اسم مصدر کے اندر بھی کوئی زمانہ نہیں ہوتا، مرتبی کی تعریف ملاحظہ ہو، اسم المصدر ہو اسم مساوٰ للمصدر فی الدلالة علی المعنی المجرد دون تقييد بزمان و لكنه بحالفة بـ بـ بعض حروف لفظاً و تقدیراً دون تعویض مثل الفعل اُغْطیٰ مصدر الاصلى "اعطاء" فاذاقلنا "اعطاً" کان مساراً لللفظ "اعطاء" و بـ بعض عنده الهمزة فی اوله دون آن تعویض منها بشـ لفظاً و تقدیراً (المعجم المفصل فی النحو: ۱۲۷، ج: ۱))

۲۔ اگر حرف کی لفظاً ہے تو وہ مصدر کہلائے گا۔ لام مصدر میں فائق فنا لاکل میں قیساً لاکل ہے، لہذا لاکل مصدر میں یا کی کی قیداً لفظاً ہے کیوں کہ یا تقدیر ہے، اور اگر حرف کی لفظاً ہے اور اس کا کوئی عوض لایا گیا ہے تو وہ مصدر ہو گا اس کا اسم مصدر میں ہے: وَ عَذَيْدُهُ غَذَا وَ عَذَّهُ دِيكَمَیْتے، عده میں شروع کا واد محفوظ ہے اور اس کے عوض آخر میں تالا یا گیا ہے۔ دوسرا بات یہ یاد رکھئے کہ اسم مصدر بـ اصل پر محفوظ ہے اور اصل مصدر بـ ای وقایی و مفہوم طرح کا ہوتا ہے۔ (اخواتی: ۱۶۵)

۳۔ موزونہ کے معنی ہے خبر و اطلاع دینے والا، یہ لام پھول کیس بات کی خبر و اطلاع دیتا ہے کہ آنے والا جملہ اس قسم کا جواب ہے جو قسم لفظاً یا تقدیر ہے حرف شرط سے مقدم ہے اور شرط کا جواب نہیں ہے، اور موظمه کے معنی ہے تیار کرنے والا، پھول کہ یہ لام اپنے ما بعد آنے والے جواب کو قسم کے لئے تیار کرتا ہے اس لیے اس کو لام موظمه کہتے ہیں۔

لام تقویہ: وہ لام ہے جو ایسے عالی کی تقویت کے لئے آئے جو اپنے معمول سے موخر ہو، جیسے: إِنْ كَنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ.

لام جھد: وہ لام ہے جو کان صفتی کی خبر پر داخل ہو، اس کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور مشتق کی تاویل میں ہو کر کان کی خبر بنتا ہے، جیسے وَمَا كَانَ اللَّهُ يَنْظَمُ لَهُمْ أَمَّا مَا كَانَ لِلَّهِ طَالِقًا (ابن المفضل)

لام تدرییف: وہ لام ہے جو عنڈ کے معنی میں ہو جیسے قول باری تعالیٰ هُو الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لَا لَوْ
الْحَشْرَ إِذْ عِنْدَ الْأَوْلَ الحشر۔

رمایت فوائل: رعایت فوائل کا مطلب یہ ہے کہ وقرے آخری حرف میں موافق ہوں، جیسے والشمس و ضخها والقراء
تلہا اس کو سچ بھی کہتے ہیں۔ (سجع کی تین قسمیں ہیں: دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۱۸)

استفہام: کسی شئی کی حقیقت یا نام یا عدد یا صفت کے بارے میں سوال کرنا جیسے ازید قائم۔

فائدہ: کبھی ہمزہ، استفہام حقیقی سے نکل جاتا ہے تو پھر آنھے معانی کے لئے آتا ہے جن میں زیادہ مشہور تین ہیں: (۱) انکار ابطال کے
لئے (۲) انکار تو نجی کے لئے (۳) استفہام تقریری کے لئے۔

استفہام حقيقی: وہ استفہام ہے کہ جس میں اسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے کہ جو متكلم کو معلوم نہ ہو، جیسے ازید قائم۔

انکار ابطالی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ ثابت اور واقع نہیں ہے، اور اس کامدی کاذب ہے،
اور یہ ہمزہ چونکہ اپنے مابعد کا ابطال و انکار کرتا ہے تو اگر اس ہمزہ کا مابعد ثبت ہو گا تو منفی بن جائے گا، جیسے الرِّئَكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ
(دیکھئے اللہ کے لئے کوئی بھی وغیرہ نہیں ہے، اور اس کامدی کاذب ہے) اور اگر ہمزہ کا مابعد منفی ہو گا تو ثبت بن جائے گا کیونکہ یہ ہمزہ
انکاری ہے اور نجی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے جیسے أَلَمْ يَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا أَيَّ جَعَلْنَا الْأَرْضَ مِهَادًا، اسی طرح أَلَمْ يَشْرُحْ لَكَ
صَدْرَكَ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْتَيْنَقَا فَأَوْزِيَ (انکار ابطالی کو استفہام انکاری بھی کہتے ہیں)

انکار توبیعی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ واقع تو ہے البتہ اس کا قابل ملامت ہے، جیسے
آغَيْرُ اللَّهِ تَدْعُونَ، أَتَأْتُونَ الذِّكْرَانَ (انکار تو نجی کو استفہام تو نجی بھی کہتے ہیں)

استفہام تقویری: وہ استفہام ہے کہ جس میں مخاطب کو کسی اسی چیز کے اقرار پر ابھارنا ہوتا ہے کہ جس کا اس کے زد یک ثبوت ہے یا
نجی جیسے آصرَتْشِرِيدَا، آنتَضْرِتْشِرِيدَا (اول مثال میں فعل کی تقریر ہے اور ثالثی میں فاعل کی)

استفہام کی دو قسمیں ہیں: (۱) استفہام لفظی (۲) استفہام مقدر۔

استفہام لفظی: وہ استفہام ہے کہ جس میں کسی چیز کے بارے میں سوال اداۃ استفہام میں سے کسی ایک اداۃ کے واسطے ہو
جیسے این انش (آپ کہاں ہیں)

استفہام مقدر: وہ استفہام ہے کہ جس میں بغیر اداۃ استفہام کے سوال ہو یعنی محض لمحہ اور انداز آواز سے جیسے قدم اخوک فی
السفر؟ (کیا تیرا بھائی سفر سے آگیا)

ظافری: وہ فا ہے جو عبارت مقدارہ پر دلالت کرے خواہ وہ عبارت مقدارہ معطوف علیہ ہو، یا شرط ہو، عبارت مقدارہ مخطوط علیہ ہو
جیسے وَاذَا اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقَلَنَا اخْرِبَ بِعِصَمِ الْحِجْرِ فَانْجَرَتْ مِنْهَا ثَاعْشَرَةً عَيْنًا (اپ) دیکھئے فانجرت کی
قانے معطوف علیہ مقدارہ کا انصار و اظہار کر دیا ای فَأَمْتَثَلَ الْأَمْرَ بِالضَّرْبِ فَضَرَبَ خواہ وہ عبارت مقدارہ شرط ہو، اب سمجھی قا جزا یہ
کہلائے گی جیسے فَمِنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَيْهِ مَبَاتِي، ای اذا كان الامر كما ذکر من تحقق الامور المذکورة (روح)

بسم اللہ الرحمن الرحيم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لغات: با، مصاجت، استعانت اور تبرک تینوں کے لئے ہو سکتا ہے، مصاجت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہو گا، میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اور استعانت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہو گا، میں اللہ کے نام کی مد سے اخْ وَ تبرک کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہو گا، میں اللہ کے نام کی برکت سے اخْ - اسم اَسْمَ ہے بمعنی نام، بصریین کہتے ہیں کہ یہ شُمُوْسے مشتق ہے، بمعنى العلق جمع اسماء اصلہ آسماؤ تَقْسِيرَ شَمَّى او رکوفین کہتے ہیں کہ یہ شُتَقْ مِن السِّمَّةٍ ہے بمعنی العلامۃ اور یہ دونوں باتیں معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ اللہ (سچا معبود) یہ علم ہے اور اکثر حضرات کے نزدیک غیر مشتق ہے اور سیبوبیہ کے دو قولوں میں سے ایک قول بھی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے اس کی اصل الاء ہے بروزن فعال، آلة (س) الْإِلَهَ أَنِي عَبْدُ عِبَادَةً: کثرت استعمال کی بناء پر الاء کے ہمزة کو حذف کر دیا گیا اور شروع میں الف لام داخل کر کے لام کالام میں ادغام کر دیا گیا۔ (اعراب القرآن: ص ۲۳، ج ۱، القاموس الوحید) **فائدہ:** واضح رہے کہ لفظ اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا تشذیب و جمع نہیں آتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ شانہ کا نام غایت احترام اور نہایت ادب کے ساتھ لینا چاہئے:-

اس زبان سے تیرا نام پاک لوں، سخت میں گستاخ ہوں بے باک ہوں
آپ کوثر سے اگر دھوؤں اُسے، تو بھی وہ لائق نہ ہو اس کام کے

الرحمن بروزن فعلان (اسم مبالغہ، قاموس القرآن، لغات القرآن) وہ ذات جس کی رحمت عام ہو چونکہ اللہ کے سوا ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی رحمت عام ہو اس لئے اس کا تشذیب و جمع نہیں آئے گا، قرآن شریف میں یہ لفظ ۵۳ چکر نہ کوئی ہے۔ **الرحیم** (مبالغہ کا صیغہ) لغات القرآن صفحہ ۲۶، ج ۲ (اعراب القرآن و صرفہ) وہ ذات جس کی رحمت ل۔ **فائدہ:** الرحمن میں رحیم کی بُنیت زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ بعض ملکاء کا قول ہے کہ رحیم میں وہ رحمت خود ہے جو آخرت میں ہو گی یعنی صرف مومن کے لئے، اور ممن میں وہ رحمت خود ہے جو دنیا میں ہے یعنی مومن و کافر کے لئے۔

فائدہ: صاحب تسلیم نے تصریح کی ہے کہ حسن صفت مہبہ نہیں اس لئے کہ اس کا فعل متعدد ہے، اسی طرز صاحب کشاف نے بھی مفصل میں تصریح کی ہے کہ رحمن الدنیا و رحیم الآخرۃ سلف سے متقول ہے جس میں مفعول کی طرف اضافت ہے اور فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ حسن صفت مہبہ نہیں کیونکہ صفت مہبہ فعل لازم سے آتا ہے، سیبوبیہ کے نزدیک رحم صفت مہبہ ہے لیکن رحیم ام فاعل ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، دونوں الحالی میں ہے مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں صفت مہبہ ہیں، جو مبالغہ کا فائدہ دیتے ہیں مگر اس پر اتفاق کیا گیا ہے، علامہ آلوی نے تحقیق و تقدیم کے بعد فرمایا کہ فالاصح انہما من ابنتیۃ المبالغۃ الملحقة باسم الفاعل و اخذہ من فعل متعدد سمجھ یہ ہے کہ یہ دونوں مبالغہ کے سینے ہیں جو اس فاعل کے ساتھ میں ہیں اور فعل جمعی سے مشتق ہیں نہ کہ لازم ہے۔ (امداد الہاری ج ۲ ص ۲۸۷ ارج ۲)

تام ہو، اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی آتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دوسرے پر پورا پورا رحم کرے، چنانچہ خصوصی ممکن ہے کہ قرآن میں فرمایا گیا بالمعذنین رؤوف رحیم (رحم رقت قلب کا نام ہے لہذا جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد احسان اور فضل کرنا ہو گا)

فائدہ: بسم اللہ میں جاری ہجرو کا عامل مخدوٰف ہے جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ بوقت شروع صرف اللہ کا نام زبان پر آئے۔

ترکیب: با حرف جر اسم مضاف اللہ موصوف، الرحمن صفت اول الرحیم صفت ثانی، موصوف با صفت مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ہجرو، جاریا ہجرو متعلق اشروع یا ابتدیہ کے اور وہ پھر جملہ فعلیہ خبریہ، معنی انشائیہ، یا جاری ہجرو ملخص یا مستعار مقدر کے متعلق ہو کر خبر مقدم اور ابتدائی مخدوٰف مرکب اضافی ہو کر مبتداء موخر، پھر صورۃ جملہ خبریہ اور معنی انشائیہ۔ (اعراب القرآن) یا جاری ہجرو متعلق متبرکا کے، اور وہ اشروع کی ضمیر سے حال (زینی زادہ)

ایک اہم بحث

جملہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب نہ ہو یعنی وہ کسی کا معمول نہ ہو۔ (۲) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب ہو، یعنی وہ حالتِ فوجی یا حالتِ نصیٰ یا حالتِ جری یا حالتِ جزی میں ہو، پہلے جملہ کی ۹ قسمیں ہیں اور دوسرے کی ۱۸۔ (۱) جملہ متناقض یعنی جو شروع کلام میں ہو یا اگر وسط کلام میں ہو تو ماقبل سے تعلق نہ ہو۔ (۲) جملہ معترض، جو دو متنازم چیزوں کے درمیان میں آئے مثلاً مبتداء خبر کے درمیان، قسم و جواب قسم کے درمیان، شرط و جزا کے درمیان۔ کمل تعریف ص ۱۴۶ پر (۳) جملہ مبنیہ (جملہ تفسیریہ) (۴) جملہ معلّله یعنی جو پہلے کلام کی علت ہو (۵) جملہ جواب قسم (۶) وہ جملہ جو شرط غیر جازم کا جواب ہو مثلاً اذا، لو، لولا، کلما، کیف وغیرہ کا۔ (۷) وہ جملہ جو پہلے کلام کا نتیجہ ہو جیسے الخفض من خواص الاسماء فليس في الافعال خفض (۸) وہ جملہ جو پہلے جملہ پر معطوف ہو اور معطوف علیہ کا کوئی محل اعراب نہ ہو (۹) وہ جملہ جو موصول کا صلہ ہو۔

جملہ کی دوسری قسم کی ۱۸ قسمیں: (۱) وہ جملہ جو مبتداء کی خبر ہو۔ (۲) وہ جملہ جو حروف مشہد بالفعل کی خبر ہو۔ (۳) وہ جملہ جو مبتداء بنے۔ (۴) وہ جملہ جو مفعول مالم یسم فعلہ ہو۔ (۵) وہ جملہ جو افعالی ناقصہ کی خبر ہو۔ (۶) وہ جملہ جو افعال مقابہ کی خبر ہو۔ (۷) وہ جملہ جو ماؤ لا المشبهتین کی خبر ہو۔ (۸) وہ جملہ جو قول محققی ہو۔ (۹) وہ جملہ جو باب علمت کا مفعول ثالی ہو۔ (۱۰) وہ جملہ جو باب اعلمت کا تیرامفعول ہو۔ (۱۱) وہ جملہ جو حال واقع ہو۔ (۱۲) وہ جملہ جو مشتبیہ ہو، جیسے لست عليهم بمصیطرا الامن تولی و کفران (۱۳) وہ جملہ جو مضاف الیہ ہو۔ (۱۴) وہ جملہ جو نکره کی صفت بنے۔ (۱۵) وہ جملہ جو ایسے معطوف علیہ پر معطوف ہو جو محل اعراب رکھتا ہو۔ (۱۶) وہ جملہ جو بدلت ہو (۱۷) وہ جملہ جو شرط جازم یعنی ان وغیرہ کا جواب ہو (یہ محل محل جسم میں ہو گا) جبکہ جواب شرط مختار عجزوم بحرف شرط نہ ہو۔ (۱۸) وہ جملہ جو جواب یہ شرط ہو جازم مضارع عجزوم کا (تمام جملوں کی مثالیں مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۰۳، پر مذکور ہیں)




سُورَةُ النَّبَأٌ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَأِ الْعَظِيمِ ۚ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۚ كَلَّا
يَوْمَ كُسْرَى حَالٍ درِیافت کرتے ہیں۔ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں۔ جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں

سَيَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ

انکو بھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ پھر ہرگز ایسا نہیں انکو بھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

ربط سابقہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا امکان، وقوع اور جزو اوسرا کا بیان مذکور ہے۔

تشریح ان آیات میں کفار مکہ کا ذکر ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کو قیامت کی خبر دی تو یہ لوگ بطور انکار و مذاق دریافت کرنے لگے کہ جناب وہ قیامت جس کی آپ خبر دیتے ہیں کب آئے گی، دیر کیوں ہو رہی ہے اور اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی چرمی گوئیاں کرتے، کوئی قیامت کا قطعی طور سے انکار کرتا اور کوئی شک کرتا، مذکورہ آیات میں ان کے اسی سوال کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ“ یہ لوگ (یعنی کفار مکہ) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں (لفظ عَمَّ کی اصل معنی مَا ہے اور ما استفہام میہے، مگر یہاں استفہام حقیقی نہیں ہے کیوں کہ استفہام حقیقی کے لیے مُسْتَفِعُهُ کا ناداواقف ہونا ضروری ہے، اور یہ خداۓ عالم الغیب کے لیے محال ہے۔ بلکہ استفہام تفہیم شان کے لیے ہے یعنی جس چیز کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے اس کی عظمت شان اور اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، اور دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی استفہام کا یہ اسلوب نہایت پوشکت سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ مذکورہ ترجمہ کے اعتبار سے یَتَسَاءَلُونَ بمعنی یَسْأَلُونَ ہے، اور دریافت کرنے لیے سوال کرنے سے مراد بطور انکار و مذاق سوال کرنا ہے، اور اگر یَتَسَاءَلُونَ کو یَسْأَلُونَ کے معنی میں نہ لیں بلکہ باب تقاضہ کی میں رکھیں تو چوں کہ باب تقاضہ کی ایک خاصیت تشارک ہے تو اب ترجمہ ہو گا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

یَتَسَاءَلُونَ کی ضمیر کا مرجع یہ ضمیر کفار مکہ کی طرف راجح ہے اور ماقبل میں لفظ امر جمع کے مذکور ہونے سے بے نیاز ہے کیوں کہ کفار مکہ حشائش موجود و مشاہد تھے۔

اگے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے سوال کی وضاحت فرمائی یعنی ”عَنِ النَّبَأِ الْعَظِيمِ ۚ الَّذِي هُمْ فِيهِ

ۖ تشارک باب تقاضہ کی خاصیت ہے جیسا کہ مشارکت باب تقاضہ کی خاصیت ہے، تشارک اور مشارکت میں فرق یہ ہے کہ تشارک یعنی باب تقاضہ میں دونوں شریک لفظ تقاضہ بنتے ہیں جب کہ باب تقاضہ میں ایک شریک قابل بنتے ہیں گا اور دوسرا مغلول ہے۔

مُخْتَلِفُونَ ۚ ”یہاں ایک یہتسام لون مخدوف ہے اور اس کو جاری مجرور کے بعد مخدوف مانا جائے تاکہ ترتیب سوال کی رعایت باقی رہے، یہ لوگ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق یعنی پیغمبر خدا اور مومنین سے) اختلاف کر رہے ہیں اب اعظم سے مراد قیامت ہے، گویا یہ لوگ قیامت کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، اور وہ اختلاف اس طرح کہ اہل حق تو اس پر ایمان رکھتے تھے اور یہ لوگ اس کا انکار اور استہزاء کرتے تھے۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ **ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ** ”ہرگز ایسا نہیں، ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اس آیت میں ان اختلاف کرنے والوں کو سخت دھمکی اور عید سالی گئی کہ اہل حق کے ساتھ ان کا اختلاف یعنی قیامت کا انکار کرنا اور اس کو محل سمجھنا بے وجہ اور باطل ہے، اور محل سمجھنے والوں کے جواب میں ایک حق جملہ کو بطور مبالغہ و مرتبہ فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ کفار و مشرکین کا خیال ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور یہ چیز مخفی سوال و جواب اور بحث و مباحثہ سے سمجھ میں آنے والی نہیں، بلکہ وہ عنقریب جان لیں گے یعنی جب ان کو دنیا سے جدا ہو کر عذاب قبر اور عذاب آخرت اور اس کے ہولناک مناظر کا سامنا کرنا پڑے گا تب ان کی آنکھ کھلے گی اور قیامت کی حقیقت ان پر خود ہی مکشف ہو جائے گی۔ (سَيَعْلَمُونَ کا مفعول پہ مخدوف ہے آئی ما یَحْلِلُ بِهِمْ، یعنی وہ عذاب جوان پر نازل ہونے والا ہے)

اختیاری مطالعہ

لفظ یہتسام لون کا تکرار کیوں؟ | ایک یہتسام لون تو آیت کے اندر مذکور ہے اور دوسرا مخدوف ہے اور یہ تکرار بایس وجہ ہے کہ جوش کے موقعہ پر جملوں کا تکرار بلاught کی جان ہوتی ہے۔

اعتراض: **كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ** **ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ** ”کے اندر جو مفہوم معطوف عليه کا ہے وہی مفہوم بعضہ معطوف کا بھی ہے اور یہ عطف اشیٰ علیٰ نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں، بلکہ معطوف و معطوف عليه میں تغایر ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہاں تغایر بایس طور ملحوظ ہے کہ عید ثانی اشد اور سخت ہے و عید اول یعنی معطوف عليه سے، اللہ اعطاف اشیٰ علیٰ نفسہ کا اعتراض لازم نہ آئے گا (وقیل الاول فی القبور والثانی فی النشور روح المعانی)۔

ضوٹ واضح رہے کہ ہم باب نصر کے لئے (ن) اور باب ضرب کے لئے، (ض) اور باب سمع کے لئے (س) اور باب فتح کے لئے (ف) اور باب کوئم کے لئے (ک) استعمال کریں گے۔

فتحات **عَنْ** دراصل ”عن ما“ تھا، عن حرف جار اور ما اسم استفہام بمعنی آئی شیئی، عن کے نون کو میم سے بدل کر میم کا نیم میں ادغام کر دیا، پھر ما استفہامیہ کے الف کو آخر سے حذف کر دیا۔

قواعدہ: سات حروف جارہ ایسے ہیں کہ جن کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو کثرت استعمال اور ما استفہامیہ و خبریہ میں فرق کرنے کی وجہ سے وجہ سے وجوہ تاحدف کر دیا جاتا ہے اور وہ حروف یہ ہیں عن، حثی، لام، علی، فی، الی، یاء جیسے فیم

لے۔ نہ فن بلاught کے اعتبار سے ”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ لَا ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ“ کا تکرار از قبل اٹاٹا ہے جو بغرض اذار ہے۔

آنٹمنڈگھا (۳)

یَتَسَاءَلُونَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، ایک دوسرے سے پوچھنا، مجرد میں باب فتح سے ہے
سَأَلَهُ عَنْ كَذَّا وَبِكَذَّا (ف) سُؤالٌ وَمَسَأَلَةٌ: پوچھنا، مانگنا (ما ذہس اُل ہے) الْتَّبَاءُ، اسم بمعنی اہم خبر، جمع آئینہ
(مراد قیامت ہے) الْعَظِيمُ (ک) صیغہ صفت، عَظَمٌ (ک) عَظِيمًا وَعَظَامَةً بڑا ہونا، عَظِيمٌ کی جمع عِظَامٌ
وَعِظَامَةً وَعِظَامٍ، مُخْتَلِفُونَ، (افتual) اسم فاعل جمع مذکر، اِختَلَفَ اِخْتِلَافًا: اختلاف کرنا (ما ذہ خلف ہے)
كُلًا چار معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے ردع یعنی زجر اور ڈانت ڈپٹ کے لئے، جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے نفع
 واشہات ہی آخر جیسے کوئی مریض کہے جس نے اپنے طبیب کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو شریعت ماء، طبیب کہے کلائل
 بیعت لبنا اور اکلث خبزا (۳) بمعنی الابرائے تعبیر جیسے کلا ائم الانسان لیطغی آن را استغثی کے اندر عند
 ابھل (جبکہ اس سے پہلے زجر اور نفع کا قول نہ ہو) (۴) بمعنی حقا جیسے وماہی الا ذکری للبشر کلا والقمر۔ **كُلًا**
 قرآن شریف میں ۳۳ مقامات میں آیا ہے اور اس میں بڑا اختلاف ہے۔ (انات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانی)۔ **يَعْلَمُونَ**
 (س) مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ الشَّيْءَ وَبِهِ (س) عِلْمَا: جاننا۔

تَرْكِيبٌ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ... عَمَّ جار جر و متعلق مقدم یَتَسَاءَلُونَ کے، (اور وجہ تقديم ما استفهامیہ کا صدر کلام
 کا مخفی ہوتا ہے) یَتَسَاءَلُونَ فعل، و او ضمیر فاعل اور مفعول بہ مخدوف ہے ای الرسول والمؤمنین، فعل ایسے
 فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشایہ ابتدائیہ ہوا۔ (روح العانی) (لام محل لها من الاعراب) ۳۷ عن
 النَّبِيِّ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ... عَنْ حِرْفِ جَارِ النَّبِيِّ موصوف **الْعَظِيمُ**. صیغہ صفت، ضمیر هو مستتر
 فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر صفت اول الْذِي اسم موصول، هُمْ مبتدافیہ جار جر و متعلق مقدم مُخْتَلِفُونَ
 کے، (اهتمام اور رعایت فوائل کی بناء پر اس کو مقدم کیا گیا ہے اور رعایت فوائل کا مطلب یہ ہے کہ دونقرے آخری

۱۔ مزید مثالیں، فنظر قبده بوجع المرسلون (پ ۱۹) لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (پ ۲۸) مزید امثلہ در مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۸۰):
 کبھی ضرورت شعری کی وجہ سے مذکورہ حروف کے بعد ما استفهامیہ کے الف کو باقی رکھنا بھی جائز ہے جیسے عل ماقامہ یَشْتَهِنَ لَنِيَّمْ تَحْزِيرٌ تَمَرَّغَنِی
 زَمَادْ اور اگر ما استفهامیہ ۱۳ کے ساتھ استعمال ہو تو پھر الف کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے لَنَا ذَاجِهَتْ لَأَنَّ إِلَهَهَا قَدْ صَارَتْ حَسْنَوْ (اعراب القرآن) ما
 خبریہ کا الف ساق تھیں ہوتا جیسے یومدون بما أَنْزلَ اللَّهُ.

۲۔ مجرد میں باب فصر سے ہے خلف خلفا پیچے رہنا، خلف خلفا و خلافہ: جانشی ہونا۔

۳۔ فاکہہ جملہ ابتدائیہ کو جملہ متناہیہ بھی کہتے ہیں جملہ ابتدائیہ کے بارے میں مخفی المدرب کی عبارت ہے ”وَسْنَى إِيَّاهُ الْمَسْتَانِفَهُ وَهُوَ اَضْعَفُ
 لَأَنَّ الْجَمْلَةَ الْإِبْتِدَائِيَّةُ تُطْلُو اِيَّاهُ عَلَى الْجَمْلَةِ الْمُسْتَنِفَةِ بِالْمُبْتَدَأِ“ اور جملہ متناہیہ کی دو تسمیں ہیں ((۱)) جس سے نقط اور گفتگو شروع کی جائے
 جیسے ابتداء (۲) کی تذبذب قائم (۳) وہ جملہ جو اپنے مائل سے منقطع ہو جیسے ماث فلاح رحمہ اللہ، میں رحمہ اللہ اسی طرح قل سائلو علیکم منه ذکر ا
 الامکنۃ الغیر الارضیہ میں رائنا مسکنا۔ (الی یا ان اس بحیف کو سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص فرماتے ہیں مگر دوسرے عذرات جملہ متناہیہ کو
 سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص نہیں فرماتے اور جملہ متناہیہ اس کو جملہ متناہیہ بیانیہ کہتے ہیں)

حرف میں موافق ہوں جیسے والشیں و ضھا و القمر اذَا نَلَهَا اس کو سچ بھی کہتے ہیں، تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل، ص ۳۱۸) مخالفون، شہزاد اپنے فاعل (هم ضمیر مستتر) اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صد، (لام محل لها من الاعراب) اسم موصول اپنے صد سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہو افعال مخدوف یتسائلون کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متنافہ بیانیہ ہوا (کانہ قیل عن ای شی یتسائلون هل اخبار کم بہ ثم قیل بطريق الجواب عن النبا العظيم، روح المعان) کلاؤ سیعَلَمُونَ لَمْ كَلَّا سِيَعْلَمُونَ... کلاؤ حرف ردع، دونوں جگہ (آئی لیس الامر کما زعَمَ المشرِّکون مِنْ إِنْكَارِ الْبَعْث) سین، برائے استقبال قریب دونوں جگہ یَعْلَمُونَ فعل، واو ضمیر فاعل (والضمیر للمسائلين) اور مفعول بہ مخدوف ہے۔ آئی ما یحیل بهم پھر مکمل جملہ معطوف علیہ، لَمْ حرف عطف کلاؤ سیعَلَمُونَ حسب سابق مکمل جملہ معطوف (عطف صرف سیعلمون پر نہیں بلکہ کلا سیعلمون پر ہے اور عطف برائے زیادت و عید و تہذیب ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متنافہ ہوا (الحال لها)

تحقیق مضید کلاؤ سیعَلَمُونَ میں یَعْلَمُونَ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے و مفعول بہ آتے ہیں جب کہ کلا سیعلمون میں صرف ایک مفعول بہ مخدوف کلا لگایا ہے تو یاد رکھئے کہ بعض افعال قلوب کبھی دوسرے افعال کے معنی میں ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے: زاید بمعنی آبصڑت، ظنت بمعنی اٹھمت، غلیشت بمعنی عزفت، وجدت بمعنی اصطہت دریں صورت ان افعال کے لئے صرف ایک مفعول بہ ہو گانہ کہ دو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم، یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے اور صرف ایک مفعول پر اکتفا کر لیا جاتا ہے (رضی) الہذا کلا سیعلمون میں ایک مفعول بہ آیا ہے اور وہ بھی مخدوف، کیوں کہ مفعول بہ کو حسب موقعہ مقام حذف کرنا جائز ہے۔

اجزاء ہم فیہ الح عزیز طلبہ! ابرا کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم معرفہ ہے کیوں کہ معرفہ کی سات اقسام میں سے یہ ایک قسم ہے، یعنی ضمیر مرفاع منفصل ہے، مگر آنکہ بند کر کے ہر ضمیر کو معرفہ کہنا صحیح نہ ہو گا، کیوں کہ وہ ضمیر کہ جو فعل مدح کے اندر ہوتی ہے اسی طرح وہ ضمیر جو مدخل زب ہو وہ کہہ بہم ہوتی ہے، جن کا بہام ان کے مابعد کی تمیز دو رکرتی ہے۔ (کافیہ)

دوسری بات یاد رکھئے کہ مختلفون اسم فاعل ہے اور اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشہد اور اسم تفصیل کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے خواہ واحد کا صیغہ ہو یا مشینیہ و جمع کا جب کہ یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مند نہ ہوں اور ضمیر ہمیشہ غائب ہی کی مستتر ہو گی اور ان صفت کے صیغوں سے پہلے موصوف مخدوف ہو گا مثلاً انت عالم کی اصل انت رجل عالم ہے۔ اور ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہو گی، واحد ذکر غائب، واحد مؤنث غائب، اور مفارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہو گی، واحد ذکر غائب، واحد مؤنث غائب واحد ذکر حاضر، واحد مشکم اور جمع مشکم اور امر حاضر کے صرف واحد ذکر حاضر میں ضمیر مستتر ہو گی، باقی میں ضمیر بارز ہو گی۔

الَّمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مَهْدًا ۚ وَ الْجِبَالَ أَوَّلَادًا ۚ وَ خَلَقْنَاكُمْ أَرْوَاحًا ۚ وَ جَعَلْنَا

کہا ہم نے زمین کو فرش ۚ اور پہاڑوں کو بیخیں نہیں بنایا ۚ اور ہم ہی نے تم کو جزو ا جوڑا بنایا ۚ اور ہم ہی نے تمہارے

نَوْمَكُمْ سَبَّاتٌ۝ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا۝ وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۝ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

سونے کو راحت کی چیز بنایا ۔ اور ہم ہی نے رات کو پردوہ کی چیز بنایا ۔ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا ۔ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات

سَبَّعًا شِدَادًا۝ وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَ هَاجَا۝ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُغْصِرَاتِ مَاءً ثَجَاجًا۝

مضبوط آسمان بنائے ۔ اور ہم ہی نے ایک رہن چراغ بنایا ۔ اور ہم ہی نے پانی بھرے بالوں سے کثرت سے پانی برسایا ۔

لِنُخْرِجَ إِلَيْهِ حَبَّاً وَ نَبَاتًا۝ وَ جَنَّتِ الْفَافًَا۝

تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور بیزی اور گنجان باعث پیدا کریں ۔

شرح کفار مکہ چوں کہ قیامت کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے حالاں کہ اس کو محال و ناممکن سمجھنا گویا قدرت خداوندی

کا انکار کرنا ہے، لہذا مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت و صنعت کے چند مناظر کا ذکر فرمایا ہے

جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے لیے یہ بات کوئی مشکل اور محال نہیں ہے کہ وہ تمام عالم کو فنا کرنے کے بعد

بعینہ اس کو دوبارہ پیدا کر دے، لہذا فرمایا: "أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا۝ وَ الْجِبَالَ أَوْتَادًا۝" کیا ہم نے

زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔ اللہ نجععل کا ہمڑہ، استفہام حقیقی کے لیے نہیں ہے کہ حقیقت ہی میں اللہ تعالیٰ

سوال کر رہے ہوں، بلکہ ہمڑہ انکار فی کے لیے ہے اور فی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے، لہذا اللہ نجععل الارض مهادا کے معنی

ہوں گے جعلنا الارض مهادا یعنی ہم نے زمین کو بچھونا بنادیا، یعنی تمام مخلوق کے لیے اس کو مطیع کر کے ایسا بنادیا کہ وہ

خاموشی کے ساتھ قدموں کے نیچے جمی ہوئی پڑی ہے، اور ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنادیا جس سے زمین کی

حرکت اور کپکپاہٹ دور ہو گئی، یعنی جس طرح کسی چیز میں اگر میخیں گاڑ دیں تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی تو اسی طرح ہم نے

زمین کو پہاڑوں سے مستقر کر دیا تاکہ وہ پہلے کی طرح بلے نہیں، اب یہ پہاڑ اپنے ٹقل اور بوجھ سے زمین کو ڈالوادوں

ہونے سے محفوظ رکھے ہیں جس سے زمین پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا، مکان بنانا، ہیئت باڑی کرنا، سب آسان ہو گیا۔

حدیث: آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے اور لزنے لگی چنان چہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کی حرکت اور اس کی کپکپی کو دور کر دیا۔

وَخَلَقْنَاكُمْ أَذْوَاجًا۝ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنا یا یعنی مرد و عورت بنایا، تاکہ بذریعہ تو الدو تسلسل

انسانی کا سلسلہ قائم رہے، اور یوں بھی کہ مرد اپنی بیوی سے سکون حاصل کرے کافی قوله تعالیٰ: لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا (۱۲)

دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ مرد و عورت کی روح ایک جیسی مگر بدن اور شکل و صورت جدا جدات۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سَبَّاتًا۝ اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔ سبّاتاً سبّت سے مشتق ہے جس کے معنی باب نصر و ضرب سے منڈنے اور قطع کرنے کے ہیں، نیند کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنایا ہے کہ اس کے

ذریعہ دون بھر کی تھکن اور تمام ہموم و غموم قطع ہو کر راحت میسر ہوتی ہے اور آئندہ کام دھام کے لیے بدن تازہ دم ہو جاتا ہے، اور یہ نعمت امیر و غریب، باادشاہ اور فقیر سب کے لیے عام کردی گئی، اس کی قدر ان لوگوں سے پوچھئے جو بے خوابی کے شکار ہیں اور نیند حاصل کرنے کے لیے خواب آور گولیاں کھاتے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی فیل ہو جاتی ہیں اور ان کی راتیں بے قراری سے کروٹیں بدلتے بدلتے گز رجاتی ہیں۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا⑩ اور ہم ہی نے رات کو پرده کی چیز بنایا مطلب یہ ہے کہ ہم نے صرف نیند کی کیفیت ہی عطا نہیں کی بلکہ سارے عالم میں ایسے حالات بھی پیدا کر دیے کہ جو نیند کے لیے سازگار ہوں لہذا جس طرح لباس بدن کو چھپا لیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی مخلوق کی پرده داری کرتی ہے اور اس میں ہر کام چھپا رہتا ہے اور رچاروں طرف سنائی چھا جاتا ہے تاکہ آدمی راحت و آرام سے سو جائے کیوں کہ نیند عموماً اسی وقت اچھی آتی ہے جب کہ شب تاریک ہو یا کم از کم روشنی زیادہ نہ ہو۔

الظیفۃ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں، فرمایا رات میں اس لیے کہ رات کو بھی قرآن نے لباس فرمایا ہے اور زوجین کو بھی ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، کقولہ تعالیٰ: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا⑪ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ معاش مصدر میں ہے اور موعیشہ کے معنی میں ہے اور معيشت کے معنی ہے "سامان زندگی" یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا معاش سے پہلے مضاف مخدوف ہے آئی وقت معاشر سامان زندگی کا وقت، یعنی کمائی کرنے کا وقت، اب مطلب واضح ہو گیا کہ ہم ہی نے دن کو کمائی کرنے کا وقت بنایا کہ دن کے اجائے اور روشنی میں آدمی کا روابر کرے اور روزی کما کراپنی اور اپنی اولاد کی ضرورت پوری کرے۔

وَبَنَيْنَا فَوَّقَ كُمْ سَبْعًا شِدَّادًا⑫ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے سبقاً سے پہلے یا تو موصوف مخدوف ہے ای سطحیت سبقاً یا سبقاً کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے آئی سبع سطحیت، واقعی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ بغیر کسی ستون اور سہارے کے ہمارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے جن میں مدت دراز گزر جانے کے بعد بھی نہ کوئی جھول آیا نہ شکاف، لہذا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی کاریگری کو دیکھ کر اور سمجھ کر اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ **وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجَانًا⑬** اور ہم ہی نے ایک روشن چماغ بنایا (سراج کے معنی ہے چماغ، یہاں اس سے ملا اسورج مراد ہے کقولہ تعالیٰ: وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مخلوق کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لیے آفتاب بنایا) **وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُغَصِّرَاتِ مَاءً شَجَاجًا⑭ لِنُخْرِجَ بِهِ جَنَّاتَ** نیتاں اور **وَجَنَّتِ الْفَاقَافِ⑮** اور ہم ہی نے پالی بھرے بادلوں سے کثرت سے پالی بر سایا تاکہ ہم اس پالی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ المغصیرات سے پہلے السحابی موصوف مخدوف ہے، لفظی ترجمہ ہوا

ایسے بادل جو نجٹنے کے قریب ہوں اور نجٹنے کے قریب وہی بادل ہوں گے جن میں پانی بھرا ہوا ہو، لہذا ترجمہ ہوا پانی بھرے بادل۔ الغرض مذکورہ تمام چیزوں سے ہماز اکمال قدرت ظاہر ہے تو پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے لہذا جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ کے بعد آخرت کا وجود ہو گا۔ (بلاشبہ وہ ایسا قادر ہے کہ کائنات کے پورے نظام کو حشم زدن میں درہم برہم کر سکتا ہے)

اختیاری مطالعہ

قوله وانزلنا من المعصرات اس سے معلوم ہوا کہ بارش بادل سے نازل ہوتی ہے اور جن آیات میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے تو یا تو ان میں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے یعنی بادل، یا یہ کہا جائے کہ کسی وقت براہ راست آسمان سے بھی بارش آسکتی ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (معارف)

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ☆ کیسی زمین بنائی کیا آسمان بنایا
 پسیروں تلے بچایا کیا خوب فرشی خاکی ☆ اور سرپہ لا جور دی اک سائیاں بنایا
 سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی ☆ کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا
 سورج بنایا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی ☆ رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکان بنایا
 پیاسی زمیں کے منہ میں مینھ کا چوایا پانی ☆ اور بادلوں کو تو نے مینھ کا نشاں بنایا
 ہر چیز سے ہے تیری کاریگری شپکتی ☆ یہ کارخانہ تو نے کب رائیاں بنایا

لغات لَمْ تَجْعَلْ (ف) نفی، حجر بلم در فعل مضارع معروف جمع متکلم، جَعَلَ اللَّهُ الشَّيْءَ (ف) جعلًا: پیدا کرنا، بنانا، الْأَرْضَ، زمین (مؤنث سماعی ہے) جمع أَرْضُونَ، أَرْاضِينَ، أَرْوَضُ، مَهَادًّا، اسم بروزن فعل، بچونا، فرش، جمع مَهَدًّا و أَمْهَدًّا۔ الْجَبَلَ، الجبل کی جمع، پہاڑ، او تادا، وَتَدْوَتِيدْ، کی جمع، سیخ، (تاء کا کسرہ زیادہ مشہور ہے) خَلَقَنَا، (ن) ماضی جمع متکلم، خلق الشیع (ن) خلقنا، پیدا کرنا أَرْأَوْاجَأْ، زوج کی جمع، جوزا (مراد مرد و عورت) نوم، باب سمع کا مصدر، بمعنی سونا، نام (س) نوما و نیاما: سونا سبایا، اسم بمعنی راحت و آرام۔ یعنی سبات سبت سے مشتق ہے جس کے معنی مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں اور نیند چوں کہ تمام ہموم و غموم کو قطع کر کے انسان کو راحت بخشتی ہے اس لیے سبات کا ترجمہ بعض حضرات نے راحت سے بھی کیا ہے (معارف) اعراب القرآن و صرفہ پارہ ۱۹، میں لکھا ہے کہ سبات باب نصر کا مصدر ہے بمعنی کاشنا۔

اللَّيْلَ، رات، اللیلہ، ایک رات، جمع لَيَالٍ-لَيَالِيَا، پوشک جمیعۃ الیستہ، لیس الشوب (س) لبسا: پہننا۔ اللہار، دن، جمع آنہڑ، وئہڑ۔ معاشا، مصدر میکی بمعنی الْمَعِيشَةَ (سامان زندگی، روزی) یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا مضارف مخدوف مانا جائے گا، ای و قت معاشر، (کمائی کرنے کا وقت) عاش (ض) عیشا و عیشہ و معاشا: زندہ رہنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) بکتیںنا (ض) ماضی جمع متکلم، بٹی، (ض) بنا و نیشا نا: بنانا،

تعمیر کرنا۔ فوچ، ظرف مکان (ضدِ تخت) بلند و ارتفاع کے بیان کے لئے۔ سُبْعَةً سُمُوتٍ، شدَّادًا: شدید و شدیدہ صفت مشہد کی جمع، مضبوط و مستحکم، شدَّ الشیع (ض) شدیدہ: سخت ہونا، مضبوط ہونا۔ سَرَاجًا، چماغ، مجاز اس کا استعمال سورج اور ہر روش چیز کے لئے بھی ہوتا ہے جمیعہ سُرچ۔ یہاں سورج مراد ہے۔ وَهَاجَا، (روشن) صفت مشہد، وقد یُقصَدُ به المبالغہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) وَهَجَ الشَّمْسُ (ض) وَهَجَ: آفتاب روشن ہونا۔ آنَّزلَنَا، (افعال) ماضی جمع متکلم، آنَّزَ الشَّیْعَ اِنْزَالًا: اتارنا، نَزَلَ (ض) نَزُولًا: اترنا۔ الْمُغَصِّرَاتُ، الْمُغَصِّرَةُ کی جمع (لفظی معنی ہے نچوڑنے والیاں یعنی بارش برسانے والے بادل) باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اور مجرد میں ہے عصر الشیع (ض) عَصْرًا: نچوڑنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) ما، ایام جامد پانی، جمیعہ میاء، وآمواء۔ (در اصل صفة تھا، قاعدہ نمبرے سے تعلیل ہوئی پھر آخر کی ہاء کو ہمز سے بدلا دیا) تغیر موتیہ نسبت کے لیے مانع و ماوی نجاحا، ایام مبالغہ (موساد حاربر نے والا) شَجَعَ الماءُ (ض) شَجُوْجًا: پانی کا بہنا، شَجَعَ الماءَ (ن) بہانا۔ (لازم و متعدد) نجیر ج (افعال) مضارع جمع متکلم آخر اخراجا: نکالنا خرج (ن) خُرُوجًا: لکنا۔

حَبَّا ایام جامد دانہ، غله، جمیعہ حبوب (ایک دانہ کے لئے جبکہ استعمال ہوتا ہے) بَاتاً، گھاس، سبزی، جمع نباتات نبت الزرع (ن) نَبَاتاً وَنَبَاتاً: اگنا جھٹت، جنہ کی جمع، باغ (جنہ کے مادہ میں ستر کے معنی پائے جاتے ہیں و منہ الجِنْ وَالجَنْوُنُ) الْفَاقِي (گنجان) قیل لا واحد لہ (۲) لِف کی جمع ہے جیسے سر کی جمع اسرار یا الفیف کی جمع ہے (بعنی ملفووف) جیسے شریف کی جمع اشراف (کلہ من روح المعانی) لَفَ (ن) لَفًا: گنجان ہونا۔

ترکیب الَّذِي نَجَعَلُ الْأَرْضَ مِهْدًا... ہمزہ حرف استفهام برائے انکار لفی (وانکار التفی) اثبات آئی جعلنا الأرض مِهْدًا او الاستفهام للتقریر (ای حمل المخاطب على الاقرار) تفسیر مظہری)۔^۱

لَهُ نَجَعَلُ فعل، ضمیر نحن مسٹر فاعل الأرض مفعول باول میہدا مفعول بثانی (اگر جعل بجائے ضمیر کے بمعنی خلق ہو تو اب متعدد بد مفعول نہ ہو گا بلکہ میہدا حال ہو گا الأرض سے، اور اب ترجمہ دوسرا ہو گا) وَالْجَهَالُ آؤتادا، الأرض میہدا، پر عطف ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، بعد کی چند آیتیں یعنی وَخَلَقْنَا كُمْ آزْوَاجًا وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَّادًا وَجَعَلْنَا سَرَاجًا وَهَاجَا وَانَّزَلْنَا مِنَ الْمُغَصِّرَاتِ مَاءً نَجَاجًا، معطوفات، (و خلقنا کم آزواجا میں آزواجا حال ہے کم ضمیر مفعول بے اور آزواجا بمعنی متجانسین ہے یا بمعنی مژد و چین ذکرا وانشی۔ اور وَجَعَلْنَا نو مکم سُبَاتًا میں، نَوْمَكُمْ، مرکب اضافی ہو کر مفعول باول، اور سُبَاتًا، مفعول بثانی،

۱۔ بنیتنا میں رَفَقَتَا کے معنی کی تضمین ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲۔ استفهام انکاری و ابطالی وغیرہ کی تعریف صفحہ ۱۱ پر طالظہ فرمائیں۔

اسی طرح وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا مِّنَ الظُّلَلِ مفعول بے اول، لِبَاسًا مفعول بے ثانی، اسی طرح وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مفعول بے اول، مَعَاشًا مفعول بے ثانی اور وَتَبَتَّهَا فَوْقَكُمْ أَنْتُمْ مفعول نیہ (وتقديم الظرف على المفعول للتشويق اليه مع رعاية الفواصل) اور سنبغاً شداداً مرکب تصیفی ہو کر مفعول بے، اور وَجَعَلْنَا سَرَاجًا وَهَاجًَا میں سرَاجًا وَهَاجًَا مرکب تصیفی ہو کر جَعَلْنَا بمعنی خلقنا کا مفعول بے اور آئُنَّا میں المعصرات ماءٌ ثجاجاً میں وَمِنَ الْمُعْصَرَات متعلق آئُنَّا کے اور ماءٌ ثجاجاً مرکب تصیفی ہو کر مفعول بے، اور لِنُخْرِجَ بِهِ حَبَّا وَبَاتًا وَجَثَتِ الْفَاقَافِيَّ میں لام کی کے بعد آنے مقدر ہے اور جملہ بتاویں مفرد مجرور ہے اور جار مجرور متعلق ہے آئُنَّا کے بہ متعلق بخراج کے، حبَّا وَبَاتًا وَجَثَتِ الْفَاقَافِيَّ، باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بے بخراج کا، اور الْفَاقَافِيَّ صفت ہے جثتیٰ کی، (ای بستاتین مُلْتَقَةً) الغرض معطوف علیہ اول یعنی الہم نجعل الارض اپنے جملہ معطوفات سے مل کر جملہ متناہی ہوا (ان سب جملوں کا کوئی محل اعراب نہیں ہے) (استیناف مسوق لیتحقیق النبأ ببعض الشواهد)

اہم قاعدة: الہم نجعل الارض مهاداً والجبال آؤتاداً میں الجبال کا الارض پر عطف ہے اور آؤتادا کا مهادا پر، اور حرف عطف صرف ایک لایا گیا ہے چنانچہ قاعدة یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعہ ایک عامل کے دو معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے۔ مخفی المسبی ص: ۲۸۶۷

البلاغہ: قوله وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا، وَجْهَ السَّبِيلِ السُّرُّ لَانَّ كُلًا مِنَ الْلَّبَاسِ وَاللَّيْلِ يَسْلُوُ الْمُلْتَبَسَ بِهِ
اس آیت میں تشبیہ بلیغ ہے، تفصیل در حاشیہ ۲

اختیاری مطالعہ

عقل کے تین استعمال ہیں (۱) افعال قلوب میں سے ہو، (۲) افعال شروع میں سے ہو، (۳) جقل بمعنی خلق و اوجاد ہو، جو جقل افعال قلوب میں سے ہو وہ دو معنی کے لیے آتا ہے: (۱) برائے رجحان: جیسے قول باری تعالیٰ: وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ أَنَّا. جَعَلُوا يَهُا بِمَعْنَى اعْتَقَدُوا ہے، یہ جقل مبتدأ وخبر کو نصب دیتا ہے جو اس کے دو مفعول بے ہوتے ہیں (۲) برائے یہی درست ہے کہ مفعول بے اول مخدف، ما جائے اور جقل نا ہو ای جَعَلْنَا الشَّمْسَ سَرَاجًا وَهَاجًَا۔

۳ تشبیہ کرنے ہیں ایک چیز کو درستی چیز کے ساتھ کسی وصف میں کسی غرض کے لئے اداۃ تشبیہ کے ذریعہ لاحق کرنا، جس کو لاحق کریں اس کو مہرہ کہتے ہیں اور جس کے ساتھ لاحق کریں اس کو معبہ ہے کہتے ہیں جیسے زید کا لاسداں میں زید شہر ہے اور اسد (شیر) شہر ہے، اور وجہ شہر یعنی وہ وصف جو دونوں میں مشترک ہے وہ شجاعت ہے اور اداۃ تشبیہ کاف ہے، اگر اداۃ تشبیہ اور وجہ شہر کو مخدف کر دیا جائے جیسے زید اس تو اس کو تشبیہ بلیغ کرنے ہیں کیونکہ اس تشبیہ میں ملاحتہ زیادہ ہے، وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا میں کاف حرف تشبیہ اور فی المتر (وَجْه تشبیہ) دونوں کو مخدف کر دیا، تشبیہ کے لئے عموماً کاف اور کاف آن استعمال ہوتے ہیں جبکہ کافی گلی خبر اسم جادہ ہو، اور اگر کافی گلی خبر فعل، حرف، جار مجرور یا اسم مشتق ہو تو کافی گلک کے لئے ہوگا، جیسے کانکفاظم (شاید کہ تو کھدار ہے) حروف تشبیہ اور بھی ہیں خلامثیل، شبیہ، نحو، مماثلة، مشابہہ وغیرہ، بھی فعل ہی تشبیہ کا معنی دیتا ہے، جیسے واذار ایتھم حسبتہم اولوا منثروا (جب تو ان غلاب جن جت کو کیجئے گا تو انہیں بھرے ہوئے موئی خیال کرے گا)

تمیر یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تحویل ہیے: فَجَعَلْنَا هُبَا مِنْ شُورَأَيْ بھی متعدد بد مفعول ہوگا اور جو جعل افعال شروع میں سے ہو وہ کیا کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر آئے کے ہوتی ہے اور یہ نہ متعدد ہوتا ہے اور نہ بد مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے جیسے: جَعَلَ زَيْدًا يَقُولُ (زید کہنے لگا) اور جب جعل بمعنی خلق و او جَدَ ہواں وقت متعدد بیک مفعول ہو گا جیسے: وَجَعَلَ الظُّلْمَتِ وَالنُّورَ (اعجم)

تحقیق مفتیت قوله معاشاً: امام راغب فرماتے ہیں کہ عیش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیات سے انھیں ہے کیوں کہ حیات کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور ملائکہ سب کے لیے ہوتا ہے (لغات القرآن) قوله من المعصرات: انقضاض میں ہزارہ صینونت کا ہے اور صین کے معنی وقت کے ہیں یعنی فاعل کا مأخذ کے وقت کو پہنچنا، لہذا معنی ہوئے پھر نے کے وقت کو پہنچنا، (روح بالفاظ دیگر پھر نے کے قریب ہونا، اور پھر نے کے قریب وہی ہوگا جو پانی سے بھرا ہوا ہولہا ترجمہ کرو یا گیا "پانی بھرے پادلوں سے" وَفِی بیان القرآن المعاصرات مِنْ أَغْصَرَتِ الْجَارِيَةِ إِذَا دُنَتَ أَنْتَ تَحِیضَ یعنی وہ عورت جس کا جیسیں کا زمانہ قریب آگیا ہو سُقْمَتِ السَّحَابَ بِذَلِكَ بمعنی خان آن تغصر۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا^{۱۵} . يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا^{۱۶} وَ فُتَحَتِ
بے شک فیملہ کاون ایک میعنی وقت ہے ۔ یعنی جس دن صور پھونک جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے ۔ اور آسمان کھل جائے گا
السَّيَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا^{۱۷} وَ سُرِّيَّتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا^{۱۸}

پھر اس میں دروازے ہو جائیں گے ۔ اور پھر اڑاٹے جاویں کے سودہ ریت کی طرح ہو جاویں کے ۔

تشریح ماقبل میں دلائل قدرت اور قیامت کے ممکن ہونے کا بیان تھا، اب یہاں سے وقوع قیامت اور اس کے احوال کا ذکر ہے، یعنی قیامت صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہو گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا^{۱۵}" بے شک فیملہ کاون ایک میعنی وقت ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہم نے بیکار پیدا نہیں کیا کہ یوں ہی اس کو چھوڑ دیا جائے گا بلکہ حق اور باطل کے درمیان فیملہ کا ایک وقت معین ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اور جس میں تقدیم و تاخیر نہ ہو گی، "يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا^{۱۶}" یہ یوم الفصل سے بدل ہے، یعنی وہ دن وہ ہے جس دن صور پھونک جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے ۔ صور کو اردو میں زنگھا کہتے ہیں، یعنی سینگ کے مانند ایک چیز جس کو پھونک مار کر بجا یا جائے یعنی اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے تو پہلی مرتبہ پھونک مارنے سے جس کوئی اولیٰ کہتے ہیں سارا عالم فتا ہو جائے گا، اور پھر چالیس سال بعد جب دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے جس کوئی ثانیہ کہتے ہیں سب زندہ ہو جائیں گے، یہاں اسی نفحہ ثانیہ کا ذکر ہے کہ جس دن صور پھونک جائے گا یعنی اس میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ رب العالمین کی بارگاہ میں یعنی میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے اور سب لوگ گروہ گروہ یعنی جماعت جماعت بن کر

آئیں گے، یعنی ہرامت جدا، پھر مومن جدا اور کافر جدا، نیک لوگ جدا اور گناہگار جدا اور اتنا بڑا ہجوم ہو گا کہ دنیا کے اندر آنکھوں نے کبھی اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا ہو گا، اللہ اکبر اس کے تصور سے دل کا نپ اٹھتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ ہو گا کہ ”وَفُتُحَتِ السَّيَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا“^{۱۰} اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے، مطلب یہ ہے کہ آسمان جسے آج تک کسی نے نہ کھلتے دیکھا نہ بند ہوتے دیکھا مگر اس روز اتنا زیادہ کھل جائے گا اور پھر جائے گا جیسے بہت سے دروازے کھل کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے اور یہ کھلانا زوال ملائکہ کے لیے ہو گا۔ (بیان القرآن)

سوال: ابھی آسمان کھلانا نہیں بلکہ آنکھ کھلے گا تو پھر فتحتِ ماضی کا صند کیوں لا یا گیا؟ جواب یہ ہے کہ آسمان کا کھلانا چوں کہ حقیقی و تینی بات ہے اور ماضی تحقیق و قوع پر دلالت کرتی ہے اس لیے ماضی کا صند لا یا گیا اور ترجمہ مستقبل ہی کا کیا جائے گا۔

فائدہ: فَكَانَتْ أَبْوَابًا إِذَا بَوَابَ أَسْمَانَ مِنْ جُوْنَ مَكْثُرٌ دَرَوازَةٌ ہے اور پھر اس کے لیے بطورِ مبالغہ آسمان ہی کو ابوابِ قرار دے دیا گیا اور یہ کلام حقیقت پر محمول نہیں کہ یہ مطلب ہو کہ اسی دن آسمان میں دروازے بنیں گے بلکہ تشبیہ پر محمول ہے کہ گویا آسمان کھل جانے کی وجہ سے ایسا معلوم ہو گا جیسے بہت سے دروازے بن گئے ہوں۔ لہذا اب یہ اعتراض نہ ہو گا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اس دن دروازے ہونے کے کیا معنی۔

”وَسُبْرِتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا“^{۱۱} اور پہاڑ ہٹادیئے جائیں گے سودہ ریت کی طرح ہو جائیں گے یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹادیئے اور چلا دیئے جائیں گے، سودہ نہایت مضبوط و مُخْلَم ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سراب اسم جامد ہے یعنی چمکدار ریت یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو، یہاں مجاز اُمقید بول کر مطلق مراد ہے یعنی چمکدار ریت بولکر مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن حاشیہ) لہذا جب ایسے ایسے احوال اور ہولنا کیاں سامنے آنے والی ہیں تو اس بات کا تلقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کا دن آنے والا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقیقِ دنبیت یہاں جن واقعات کا ذکر ہے مثلاً لوگوں کا گردہ گزوہ بن کر میدان قیامت میں آتا، اور آسمان کا کھلانا تو یہ تجویز ٹانیہ کے وقت ہو گا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہو گا اور یہ حساب و کتاب شروع ہونے کا وقت ہو گا یہ دو پھٹنا نہیں جو نہ ٹو اولیٰ کے وقت اس کو فنا کرنے کے لیے ہو گا، کیوں کہ نزولِ غمام یعنی بدلی کا اتر نا جس میں حق تعالیٰ کی جگی ہو گی بعد نفع، ٹانیہ کے ہے جس وقت سب زمین و آسمان دوبارہ درست ہو چکے ہوں گے، اور رہا پہاڑ کا چلانا اور ہٹانا تو یہاں بھی اور جہاں جہاں بھی اس کا ذکر کر آیا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں یا تو نفع، ٹانیہ کے بعد کہ اگر چنانچہ اولیٰ سے سب چیزیں فنا ہو گئی تھیں مگر نفع، ٹانیہ کے بعد کل عالم اپنی بیت پر معود کر آئے گا لہذا پہاڑ بھی دوبارہ اپنی بیت پر آ جائیں گے تو اب جب حساب کا وقت آئے گا تو پہاڑوں کو ہٹا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا۔ صور کی مظلہ و صورت کسی ہو گی اور اس میں پہنچ کس طرح ماری جائے گی اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں اور ان تمام احوال سے واقف ہوں کوئی ضروری بھی نہیں ہے۔

تکہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ نہ رہے سب ایک ہی میدان میں نظر آئیں، دوسرا احتال یہ ہے کہ پہاڑ کا ہٹانے کی وجہ سے خوفناک را مقصود بالذات ہوا۔ واللہ عالم (بیان القرآن پارہ: ۱۹، آیت: ۳۰)

لفظ **یوْمَ**، دن جمع آیام، الفضل، بمعنی فیصلہ، مصدر، فصل الشیع (ض) فضلاً جھگڑوں کا فیصلہ کرنا، کران، فعل ناقص واحد مذکر غائب، کان الشیع (ان) کُونَا وَ كَيْنُونَةً: وجود میں آنا، ہونا، واقع ہونا، میقائتاً، بروز ان اسم آله، مگر یہاں برائے ظرف زمان ہے (کسی کام کا معین وقت) جمع متواقیت، وقت (ض) وَقْتًا: کسی کام کا مقررہ وقت پر کرنا۔ **يُنْفَخُ** (ان) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نفع (ان) نَفْخًا: منہ سے پھونک مارنا۔

الصور، ترتیبیت کی مجووف شیع جس میں حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے، صور کو اردو میں زر سنجھا کہتے ہیں۔ جمع أصوات - **ثَائُونَ** (ض) مضارع جمع مذکر حاضر، آٹی، (ض) إِثْيَانًا وَأَثْيَانًا: آنا أَفْوَاجًا، فوج کی جمع، (گروہ، جماعت) جمع الجمع آفاؤج وَأَفَاوِيْج - **فُتَحَتْ** (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فتح (ف) فُتْحًا: کھولنا۔ السمااء آسمان، جمع سموت۔ (وراصل سَمَاءٌ وَّ تَحَابَ، الف ساکنہ کے بعد واو کنارہ میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل گئی) آباؤا، بات کی جمع، دروازہ۔ **سُيْرَتْ** (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی چلانا، اور ساز (ض) سیئرا: چلتا۔ الجبالُ الْجَبَلُ کی جمع، پہاڑ۔ سرائیا، اسم جامد بمعنی چکداریت (یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو) مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن)

البلاغة: قول فتحت، ماضی کا صیغہ تحقق پر دلالت کرنے کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ (باتی تفصیل حاشیہ ۳ میں)

ترکیب ائمَّةُ يَوْمِ الْفَضْلِ کانَ مِيقَاتًا..... ائمَّةُ حَرْفِ مُشَبَّهٍ بِالْفَعْلِ، يَوْمَ الْفَضْلِ مركب اضافی ہو کر ان کا اسم، کان میقائتاً، جملہ ہو کر خرف مشبه بالفعل کی خبر، (فی محلِ رفع) يَوْمَ يُنْفَخُ فی الصور فتاتون أَفْوَاجًا..... (یوْمَ الْفَضْلِ سے بدل ہے مگر پہلے ضمی ترکیب ملاحظہ فرمائیں۔ يَوْمَ مضاف يُنْفَخُ فعل مجہول، فی الصور جاری ہو رینفع کے لئے بمنزلہ نائب فاعل (والنَّافِعُ اسْرَافِيْلُ) فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محلِ جز) فاعاطفہ، تائون

۱۔ سراب کے لفظی معنی ذہاب یعنی چلنے کے ہیں جگل کا دریت جو دور سے چلتا ہوا پانی کی طرح نظر آتا ہے اسکو بھی اسی منابت سے سراب کہتے ہیں۔ کوہ قریب و نیچے ہی نظروں سے اوپل ہو جاتا ہے والمراد بہنہ اصارت العجال شیئا لاحقيقة لہ التفتت اجزانہا (مظہری)

۲۔ نکتہ: کبھی کلام کو ظاہر کے نقائے کے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً کبھی آیا ہوتا ہے کہ کسی ہی کے موقع اور تحقیق کو تین طور سے بتلانے کے لئے بجائے مضاف کے ماضی کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی نیک فالی کی غرض سے بجائے مضاف کے ماضی استعمال کرتے ہیں، جیسے ائمَّةَ اللَّهِ الْيَوْمِ تذهب معنی غذا (اگر اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو شفاذیدی تو آپ کل میرے ساتھ ملیں گے، دیکھئے یہاں شنی کے بجائے شفا ک استعمال ہوا، اور مقدمہ نیک قال یہاں ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے شفاذے ہی دی، اور کبھی ماضی کی جگہ مضاف کو استعمال کرتے ہیں، کبھی اس غرض سے کہ سایہ کے ذہن میں کسی عیوب غریب منظر کی تصویر کشی اور عکاسی کرنا ہوتی ہے، جیسے والله الذی ارسل الرباخ فتشیر سحابتاً، ائمَّةَ فَاتَّارَثُ (اور اللہ ایسا ہے جس نے ہوا میں چلا گیں، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور کبھی ماضی کی جگہ مضاف لانے کی غرض اوقات ماضیہ میں استرار کو جلانا ہوتی ہے، جیسے اللہ کا قول لَوْ تُطِيعُكُمْ فی كِيفِيْنِ وَنِ الْأَمْرِ لِغَنِيْمَةً (اگر وہ رسول بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی صورت پہنچے)

آفواجًا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فِي مَحْلِ جَزِّ) (اور آفواجًا حال ہے تائون کی ضمیر فاعل سے، معنی مقتضیہ من، اقتیاحاً (افتقال) بھوم کرنا) وَفُتَحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَاةٌ واد، عاطفہ فُتَحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَاةً باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ ہو کر پھر معطوف علیہ معطوف (فِي مَحْلِ جَزِّ) (کائن کے اندر ضمیر اسم، اور آبوا ایسا خبر، اور آبوا ایسا کا حمل مبانثہ ہے یا پھر تقدیر عبارت ذا آبوا ایسا ہے اور فکانت کا فاتع قیسیہ ہے) وَسُيُّرَتِ الْجَبَالُ فَكَانَتْ سَرَّاً واد عاطفہ سُيُّرَتِ الْجَبَالُ فَکانت سرًّا ایسا معطوف و معطوف علیہ ہو کر پھر ما قبل کے لئے معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر یُنْفَخُ پر عطف اور وہ یَوْمَ کا مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی یَوْمَ الفصل سے بدل ہے اور وہ اسم ایشان، ان حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (جلالین میں ہے ائمہ کلام مستانف واقع فی جواب سوال مقدر تقدیرہ ما وقت البعث ف قال لاذیوم الفصل الخ و اکدہ بیان لتردِ الدکفار فیه (جلالین حاشیہ)

(فائدہ) فا کی چند قسمیں حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید قوله: وفتحت السماء الخ و ساء جوز میں کا مقابل ہے موٹ ہے وقد یہ کرد پستھل للواحد والجمع لقوله تعالیٰ ثم استوى الى السماء فسوّه، وقال السماء منقطوبه او وہ سماء جس کے معنی بارش کے ہیں مذکور ہے، جمع آشیۃ (ابعجم)

تحقیق مفید يوم نفخ في الصور میں فی الصور جاری جو روکنائب قابل بنا یا کیا تو یاد رکھئے کہ بھی جاری جو روکنائب فائل بن جاتا ہے، لیکن اب متعلق نہیں کیا جائے گا اسی طرح جاری جو روکنائب فائل بھی جاتا ہے جیسے: كفی بالله میں بالله - ما اصاب من مصیبة. میں من مصیبة.

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلظَّاغِينَ مَا بَأَنَّهُ لَبِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَا يَدْرُوْقُونَ

بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے ۰ سرکشوں کا شکانا ۰ جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے ۰ اس میں وہ کسی

فِيهَا بَرْدًا وَ لَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَ غَسَاقًا ۝

ٹھنڈک کا مزہ چکیں گے اور نہ پینے کی چیز کا ہے بجز گرم پانی اور پیپ کے ۰

۱۔ قوله فتانون، یہ فصیحہ بھی ہو سکتا ہے ائی فتحیون فتبیثون میں قبور کم فتاتون آفواجا (روح العانی) فائدہ: فا کی تین حصیں ہیں (۱) فاعاظہ (۲) فارابط (۳) فازاکہ۔

فاؤ عاطفہ: تمین چیزوں کا فائدہ دیتی ہے، نہیں ایک ترتیب کا، ترتیب منوی ہو جیسے قام زید فخری یا ترتیب ذکری ہو اور وہ مفصل کا جمل پر عطف کرنا ہے جیسے تو صاف غسل وجہہ و بیدیہ و مسخ راسد و رجایہ نہ بردا و تعمیق کا فائدہ دیتی ہے لیکن فاء کے بعد تحقیق مائل کے بعد مصلحت ہے جیسے دخلت البصرة ببغداد اور ہر چیز میں تعمیق اسی کے اعتبار سے ہو گی لہذا ترجمہ زید فولیذہ میں فاتحیہ ہے نہیں تمین فا کی سیست کا فائدہ دیتی ہے وذلک غالباً فی العاطفة جملہ او صدہ جیسے "فتلقی آدم من رتبہ کلمات فتاب علیہ" لا کلون من شجر من زقوم فصالنون منها البطنون فشاریون علیہ من الحیم وقد تجیش فی ذلک لمجرد الترتیب جیسے فراغ عالی اهل بقیاء بعجلی سعین فتلقیا لیهم

فاء دابطہ: ائمہ تکون قرابطہ نہیں جواب، لیکن جو شرط کے جواب میں ہو، خدا جواب جملہ اسیہ ہو یا جملہ فعلیہ

فاء زاندہ: کبھی فاء زاندہ ہوتی ہے ای دخول ہافی ان کلام کھرو جہا جیسے آخر ک فوجہ (فاؤ کبھی اسخنا قیہ، فعلیہ، فصی، اور تفریجی بھی ہوتی ہے)

تشریح ماقبل میں یوم الفصل کا ذکر تھا اب یہاں سے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہو گا اس کا بیان ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا⑥“ بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے مرصاد بروز مفعال اسم ظرف مکان ہے بمعنی ”گھات کی جگہ“ یعنی جہنم کے پل پر جو عذاب کے فرشتے مقرر ہیں وہ انتظار اور گھات میں ہیں کہ کافر آؤں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب دینے لگیں۔ ”لِلظَّاغِينَ مَأْبَانٌ“ سرکشوں کا مٹھکانا (اللطاغین، مآبنا) کا متعلق مقدم ہے اور مآبنا، کائنات کی خبر ثانی ہے، مطلب یہ ہے کہ دوزخ گھات کی جگہ ہے اور سرکشوں کا مٹھکانا ہے، طاغی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سرکش اور نافرمانی میں حد سے گزر جائے اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جب کہ وہ ایمان سے نکل جائے اس لیے طاغین سے مراد یہاں کفار ہوں گے (معارف) ”لِبِيَّنَ فِيهَا أَخْقَابٌ“ ”جِرٌ“ میں وہ بے انتہاز مانوں رہیں گے (لابیین اخ حوال ہے ماقبل الطاغین کی ضمیر سے، اور اخقاہا، حُقُّب و حُقُّب کی جمع ہے جس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک حقب چالیس سال کا ہوتا ہے، بعض نے کہا ستر سال کا، بعض نے کہا اتنی سال کا، بعض نے کہا ستر ہزار سال کا، بعض نے کہا کہ خُقُبہ مان غیر محدود کو کہتے ہیں یعنی بے انتہاز ماہہ کو (روح) مطلب یہ ہے کہ زمانوں پر زمانے گزرتے چلے جائیں گے، مگر ان کافروں، سرکشوں کی مصیبت کا کبھی خاتمه نہ ہو گا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اعتراض: حُقُّب کی مقدار ستر سال ہو یا اتنی یا کم و بیش اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت طولیہ کے بعد کفار جہنم سے نکل جائیں گے حالاں کہ یہ قرآن کی دوسری واضح آیتوں کے خلاف ہے مثلاً قرآن میں ہے خالدینَ فِيهَا أَبْدًا، وفی العذاب هم خالدون۔

جواب: بہت سے محققین و مفسرین نے حُقُّب کے معنی زمان غیر محدود مراد یہ ہیں یعنی ایسا زمان جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو، لہذا آیت کے اندر کفار کے جہنم سے نکلنے اور عدم خلوٰہ پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ نیز اخقاہا کو جمع کے ساتھ استعمال کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جہنم کفار کے لیے شروع ہو کر پھر کبھی ختم نہ ہو گا۔

”لَا يَدْعُونَ فِيهَا يَرِدًا وَ لَا شَرَابًا⑦“ اس میں نہ وہ کسی شمنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے (بیڑدا) کے معنی ہے شمنڈک یعنی ایسی چیز جس سے کلیچ کو شمنڈک دراحت میسرا ہو، لہذا اس سے زبریر کی نفی نہیں ہوتی یعنی جہنم کا وہ حصہ جس میں بہت سرد ہواں کے ذریعہ شمنڈک اور جاذبے کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اور شراب بمعنی مشروب ہے یعنی پینے کی چیز، مطلب یہ ہے کہ جہنم کے ۱۔ جہنم کے پل پر شراب کے فرشتے بھی انکار کرتے ہیں اور وہ الٰ جنت کو ان کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں، اس تسلیم سے معلوم ہوا کہ دوزخ سب لوگوں کی گزگاہ ہو گی جیسا کہ دوسری آیت ہے وَ إِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُكُمْ۔

۲۔ آہزاز کے بارے میں فرمایا گیا مثبت یہ ہے نہ فتنہ اعلیٰ الارادت لا یوون فیدا همسا ولا زمہریو (ترجمہ: نیک لوگ جنت میں مسموں پر بکھر لائے ہوں گے نہ ہاں تھیں پا گئیں گے اور نہ جاذب)

اندر جہنمیوں کو پینے کی ایسی کوئی خوشگوار چیز نہیں ملے گی جو پیاس بھائے ہاں حیم و غساق پینا پڑے گا۔ حجیم کے معنی ہے کھولتا ہوا گرم پانی جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو، اور غساق کے معنی ہے جہنمی لوگوں کے بدن سے بننے والا خون پیپ، حال یہ ہو گا کہ حیم کے بے انتہا گرم اور غساق کے نہایت بد بودار ہونے کی وجہ سے جہنمی لوگ اس کو پینا نہیں چاہیں گے مگر فرشتے لو ہے کہ گزر پر مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے، جس وقت اس گرم پانی کو منہ کے قریب کریں گے تو شدتِ حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی، پھر وہ منہ میں پکنچ کر گلے میں پکنے گا، بڑی مصیبت و کراہت سے ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتارے گا۔ اور جوں ہی وہ پیٹ میں پکنچے گا تو آنسیں کش کر اتنچے کی راہ سے باہر آ جائیں گی، کماں قولة تعالیٰ: وَسُقُّوا مَا ءَحْمِيْقَا فَقَطَّعَ أَمْقَاءَهُمْ۔

لغات جَهَنَّمُ، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بر بنائے علیت و تائیث غیر منصرف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل فارسی لفظ تھا تَسْنِيْجَهَنَّمَ معزز ب کریا گیا۔ (بجم) (ابن جریر سے مروی ہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں، جہنم، لطفی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ) میزضاداً، اسم ظرف مکان، گھات کی جگہ، مفعاں کا وزن جس طرح اسم الہ کے لئے آتا ہے اسی طرف اسم ظرف کے لئے بھی آتا ہے جیسے مضمار (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو دوڑ کے لئے سدا ہاجائے) رضد (ن) رضداً و رضداً: گھات میں بیٹھنا۔ الظُّفَرِيْنَ (ف) اسم فاعل جمع مذکر الطاغی کی جمع (سرکش) طاغی یطغی (ف) طغیتاً و طغیاناً: ظلم اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانا۔ مآبًا، اسم ظرف، لوٹنے کی جگہ یعنی ٹھکانا، جمع ماؤب، دراصل ماؤب ہے، واو کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی اور چونکہ واو دراصل متحرک تھا اور ما قبل اب مفتوح ہے اس لئے واو کو الف سے بدل دیا، آب (ن) آؤتا و ماتبا و ایبا: لوٹا، (مہموز الفاء واجوف واوی ہے) لَبِثِيْنَ (س) اسم فاعل جمع مذکر، لبیث (س) لبنتا و لبنتا: ٹھہرنا، (فیہا کی ضمیر کا مرجع جہنم ہے اور وہ مؤنث سمائی ہے) آخفاً، خفت (بضمتيين) و خفت کی جمع، بے انتہاء زمانے (بیان القرآن) لا یَنْلُوْقُونَ وہ نہیں چکھیں گے، (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، ذائق (ن) ذوقاً، و مذاقاً: چکھنا۔ بیزداً، اسم بمعنی مصنک، مراد راحت (بیان القرآن) لَا، لاشرابا میں لا زائد ہے، حروف زیادت آٹھ ہیں: یعنی جن کو کلام کے اندر رزینت کے لئے لایا جاتا ہے، وہ یہ ہیں لان آن ممالین کی بدل واضح رہے کہ لا تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) واو عاطفہ کے بعد، جب کہ وہ لفی کے بعد آیا ہو جیسے آیت مذکورہ میں، (۲) آن مصدر یہ کے بعد جیسے ما منعك آن لاتسجد اذ امرئی؟ (۳) قسم سے پہلے جیسے لا اقسم بہذا البلد مزید تفصیل اختیاری مطالعہ میں شرکاً، بمعنی مشروب، پینے کی چیز، شرب، شراب وغیرہ، جمع آشریہ، شرب (س) میسراً و مشرباً: پینا۔ إِلَّا چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے استثناء (۲) برائے حصر، جب کہ لفی کے بعد استثناء ہو، اور اس کے بعد اعراب حسب استعمال ہوتا ہے، (۳) اسمیہ بمعنی غیر جب کہ موصوف جمع منکر ہو یا مشابہ جمع منکر ہو جیسے تو کان فیہما

۱۔ قوله مرصاداً، جاز لأن يكون صيغة مبالغة، اي هي راصدة للكافرين بمعنى بخافر بمحابي (روح العانى، قاموس)
۲۔ ببرة (ن) ببرذا و ببردة (ک) ببرودة الصندا بربرہ۔

اللہ الا اللہ لفسدتا اور مشابہ جمع منکر کی مثال میں مفہیں اللہیب کے اندر ص ۲۷ پر ایک شعر ذکور ہے اس میں لفظ الاصوات کو پیش کیا ہے و قال فیا تعریف "الاصوات" تعریف الحبس (۳) ای اور لاء سے مرکب جب کہ اس کے بعد فعل مضارع مجروم ہو جیسے الاتتصروه فقد نصره اللہ (اعجم المفصل) مفہیں اللہیب میں ہے کہ الا کو فیوں کے بیہاں حرفاً عطف ہے بمنزلہ لاء کے اور بعض کے بیہاں الا زائدہ بھی ہوتا ہے۔ حمیماً، صفت مشہہ (قاموں القرآن) کھولتا ہوا گرم یا نی، جمع حمائم، حم الماء و نحوة (ن) حمماً: پانی وغیرہ گرم کرنا حمائم الماء و نحوة، (س) حمماً: پانی وغیرہ گرم ہونا۔ غساقاً، اسم بمعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا پیپ۔ و قیل الحمیم بحر و الغساقی بحر ببرد۔

ترکیب ائم جہنم کائنٰ مِرْضَادا لِلظَّاغِيْنَ مَا بِالاَيْتِيْنَ فِيهَا اَحْقَاباً... ائم حرف مشہہ بالفعل جہنم اسی ائم کائنٰ فعل ناقص ضمیر مستتر اس کا اسم، مِرْضَادا خراول، لِلظَّاغِيْنَ متعلق مقدم ما بیا کے اور وہ کائنٰ کی خبر ثانی (روح العالی) لا یتین فیها آحقاباً، الطاغین کی ضمیر سے حال مقدارہ (فیها) متعلق لا بشین کے اور آحقاباً اظرف لا بشین کا) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر حرف مشہہ بالفعل کی خبر، (فی محل رفع) حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنافہ ہوا، (لام محل لها) (کلام مستانف متسوق للشروع فی وصف احوال جہنم...) لا یذُوقُونَ فیها بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيْمًا وَغَساقًا..... لا یذوقون فعل، واو ضمیر فاعل فیها متعلق بَرْدًا ولا شراباً مركب عطفی مفعول بہ، (اور لاس کے اندر زائدہ ہے برائے تاکیدی) إِلَّا ادَة حسرتہ حمیماً وغساقاً، معطوف و معطوف تعلیہ ہو کر شراباً سے بدل یا مستثنی منقطع، پھریم کمل جملہ، جملہ متنافہ۔ (جلالین، روح العالی)

۱۔ قوله لِلظَّاغِيْنَ کائنٰ کے متعلق ہو کر ما بیا سے حال بھی ہو سکتا ہے و قدر لکونہ نکرہ۔ نیز کائنٰ کے متعلق ہو کر مِرْضَادا کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ نکته: حرف کے معنی ہیں ایک چیز کو دری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے محصر کرنا، جیسے ما فہمہ الازیڈ (صرف زید ہی سمجھا) اس مثال میں ایک مخصوص طریقہ یعنی ما اور الا کے ذریعہ قصر کیا گیا ہے قصر کی دو قسمیں ہیں، (۱) قصر حقیقی (۲) قصر اضافی، قصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں ایک ہی کو دری ہی کے ساتھ حقیقت حال کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو، جیسے لا کاتب فی المدینۃ الاعلیٰ اس شہر میں سوائے علی کے کوئی کاتب نہیں، (یہ جب درست ہو گا جب کہ حقیقت حال ایسی ہی ہو) اور قصر اضافی وہ ہے کہ جس میں ایک ہی کو دری ہی کے ساتھ کسی میں چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کیا ہو جیسے ما علی الا قائم، علی تو کھڑا ہی ہے، اس میں صفت قیام کو صفت قعود کی بحسب خاص کیا گیا ہے، علی سے دیگر تمام صفات کی فہری مقصودیں ہیں، مزید تفصیل دروس البلاغہ میں۔ ۳۔ لایذوقون اخی یہ آحقاباً کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور لا بشین کی ضمیر سے حال متداخلہ بھی، اور حمیماً وغساقاً مستثنی متعلق بھی ما جا سکتا ہے ولا شراباً کے عموم سے، والا حسن آنہ بدل میں شراباً (جلالین) اور غساقاً کے حمیماً سے مؤخر ہونے کی وجہ رعایت فوامل ہے۔

نکته: حال کی دو قسمیں ہیں: محققہ و مقدرہ۔ حال مصدقہ ہے کہ فعل کے صدور و قوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک نہ ہو جیسے فادخلوہا فالدین کریمۃ دخول غلوٹ نامکن ہے۔ حال متحققہ ہے کہ فعل کے صدور و قوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک ہو، اس کی ساتھیں ہیں، حال منتحققہ۔ ہنچ جوانپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے، حال موکدہ وہ حال ہے جو کثر اوقات ذوالحال سے جدا ہو جیسے زید ابوک عطوفاً۔ حال و المحمدہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کلی بالله شہیداً۔ حال متحقہ اتفکہ وہ حال ہے کہ جو حال اول کے مسحول سے واقع ہو جیسے جانئی زید را کتبہ ضاحکاً (ضاحکاً مال ہے را کبائی کی ضمیر سے) حال متواہ فہ ایک ذوالحال سے چند حال آجائیں جیسے جاءی زید را کتبہ ضاحکاً۔ حال مطلوبہ جس کے ذوال الحال کی طلب مقصود ہو جیسے پارید ضاحکاً۔ حال معنوی وہ حال ہے جس کا ذوال الحال معنوی ہو جیسے هذا زید قائمًا (مشکل ترکیبیں کامل، ص ۲۸۱)

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید لا کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم: لا کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ نافیہ ہو اور نافیہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) لائے لئے جس، یہ ان جیسا عمل کرتا ہے، مگر یہ صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، نیز اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہوتی، اگرچہ ظرف دجار مجرور ہی کیوں نہ ہو، نیز اس کی خبر عموماً محدود رہتی ہے۔ (۲) لامشابہ بیس۔ (۳) لاعاظف، اور اس کی تین شرطیں ہیں، شرط اول یہ ہے کہ اس سے پہلے اثبات ہو جیسے جاء زید لاعمر، شرط ثانی یہ ہے کہ یہ حرف عطف کے ساتھ ملا ہوانہ ہو جیسے جاء نی زید لابل عمر، پس اس میں حرف عطف بدل ہوگا۔ شرط ثالث یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ دونوں معاند ہوں یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دوسرے پر صادق آجائے جیسے جاء نی رجل لازید، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔ (۴) لاجوابی، جو تم کے برخلاف ہوتا ہے اس کے بعد جملہ اکثر محدود رہتا ہے جیسے کوئی کہے جاء کے زید، جواب میں کہا جائے۔ لای لم بجنی۔ (۵) وہ لا جونڈ کو رہ اقسام کے علاوہ ہو، لہذا لا کے بعد اگر جملہ اسیہ ہو تو خواہ اس کا شروع معرفہ ہو جیسے: لا الشمس ينبعی لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار يانکرہ ہو، یافعل ماضی ہو لفظاً یا تقدیر، اس میں یہ لام نہیں کرے گا، اور تکرار و اجب ہوگا۔ نکرہ کی مثال لافیها غول و لاثم عنہا ینزفون فعل ماضی کی مثال فلاصدق ولا صدق اسی طرح اگر مفرد پر بھی داخل ہوگا خواہ وہ مفرد خبر ہو یا صفت ہو یا حال ہو تکرار و اجب ہوگا جیسے: زید لاشاعر، ولا کاتب اور اگر مضارع پر داخل ہوگا تو تکرار و اجب نہ ہوگا۔

دوسری قسم: لا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ طلب ترک کے لیے موضوع ہو، اس کا دخول مضارع پر ہوگا اور وہ مضارع مجروم ہوگا اور معنی مستقبل کے ہوں گے، خواہ طلب مخاطب سے ہو یا غائب سے یا مشکم سے جیسے یا ایسا الذین آمنوا لاتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔

تیسرا قسم: لا کی تیسرا قسم یہ ہے کہ وہ زائدہ ہو اور اس کے تین مقامات ہیں جو تحت اللغات آپکے ہیں۔

جزء آءَ وَفَاقَاتٌ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۚ وَ كَذَّبُوا بِأَيْتِنَا كِذَابًا ۚ
پڑا بدلہ ملے گا ۰ ۰ لوگ حلب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے ۰ اور ہماری آئیوں کو خوب جھلاتے تھے ۰
وَ كُلَّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَاهُ كِتْبَاتٌ فَذُوقُوا فَلَنْ تَزِيدَ كُمْ إِلَّا عَذَابًا ۚ

اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر کھا ہے ۰ سوزہ، چکموکھ، تم کو زادی بڑھاتے چلے جائیں گے ۰

تشریح ماقبل میں کفار کے جہنم رسید ہونے اور وہاں کی کچھ سزاوں کا ذکر تھا، اب یہاں سے یہ فرماتے ہیں کہ کفار کو جہنم کے اندر جو سزادی جائے گی وہ بغیر کسی کمی و زیادتی کے ان کے عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کا پورا پورا بدلہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پررتی برابر ظلم نہیں کرتے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”جزء آءَ وَفَاقَاتٌ“ یہ (ان کو) پورا بدلہ ملے گا یعنی ایسا بدلہ جو ان کے اعمال کے موافق ہوگا، وَفَاق مصدر بمعنی اسم فعل ہے آئی موافقاً لآعمالہم کسی نے بیع کہا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھسرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ ☆ جنت دوزخ حق پر ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں: ”إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا“، وہ لوگ حساب یعنی قیامت کا اندر یشہ نہ رکھتے تھے۔ ”وَكَذَبُوا بِأَيْتَنَا كَذَّابًا“ اور وہ لوگ ہماری آئیوں کو خوب جھلاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی کے قسمی لمحات کو یوں ہی بیکار اور ضائع کر دیا، ”وَكُلَّ شَيْءٍ عَلَى أَخْصَاصِنَاهُ كَتُبْتَ“ اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے یعنی ہم نے ان کے اعمال میں سے ہر چھوٹی بڑی چیز کو ان کے نامہ اعمال میں لکھ کر ضبط و محفوظ کر رکھا ہے، ”فَذُوقُوا فَلَنْ تَرْزِيقَ كُمْ إِلَّا عَذَابًا“ سو (ان اعمال پر ان کو مطلع کر کے کہا جائے گا کہ اب ان اعمال کا) مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے یعنی جس طرح تم تکذیب و انکار میں بڑھتے ہی چلے گئے اسی طرح ہم بھی تمہارے اوپر عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے، (یہاں صیغہ امر برائے اہانت و تحقیر ہے، (روح) یا رب میسری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشنے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

لغات جزاء مصدر، جزئی (ض) جزاً: بدلہ دینا۔ وفاقاً: مصدر از مفاعلات، یعنی اسم فاعل، وافق الشیع مُوافَقَةً وِوَفَاقَاً: موافق و مطابق ہونا، وفق (حرب) وفقاً: موافق ہونا۔ لا تَرْجُونَ، مضارع جمع مذکر غائب، رجاء (ن) رجاءً: امید رکھنا، اندر یشہ رکھنا، (اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر واو بعد ضمہ واقع ہو، اور اس کے بعد واو ہو، یا یاء بعد کسرہ واقع ہو اور اس کے بعد یاء ہو تو یہ واو اور یاء ساکن ہو جاتی ہے اور پھر بوجہ اجتماع ساکنین گرجاتی ہے) حسابتاً، یعنی حساب و محاسبہ، مصدر از باب نصر، حساب (ن) حساباتاً و حساباتاً: حساب کرنا، شمار کرنا، قرآن میں ہے وکھنی بنا ہائین باب مفاعلات سے ماننا بھی درست ہے قرآن میں ہے فحسابناها حساباً شدیداً (باب صحیح و حیثیت و کرم سے دوسرے معنی آتے ہیں) كَذَبُوا، (تفعیل) ماضی جمع مذکر غائب، کذب بالامر تکذیبنا و کذبنا: کسی بات کا انکار کرنا، کذب (ض) کذبنا و کذبنا: جھوٹ بولنا، آیات واحد آیہ، آیت، حکم، نشانی، کذبنا، باب تفعیل کا مصدر شیع باب فتح کا مصدر، حاصل مصدر کے معنی میں مستعمل ہے، بالفاظ دیگر ہر وہ چیز جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ (عرب المقرآن ص ۳۶) أَخْصَاصِنَا، (فعال) ماضی جمع متکلم، أَخْصَى الشَّيْءِ إِخْصَاءً: شمار کرنا، حفظ کرنا، مادہ خصی، خصی (ض) خصیتاً: کنکری مارنا۔ کشاً، مصدر از نصر، کشت (ن) کشتا و کشاتا و کشاتة: لکھنا۔ ذُوقُوا (ن) امر جمع مذکر حاضر، ذائق (ن) ذوقاً و مذاقاً، چکھنا، (اس میں قولوا کی طرح تعلیل ہوئی ہے) لَنْ تَرْزِيقَ (ض) ثقہ تاکید بلن در فعل مضارع، جمع متکلم، زاد الشیع (ض) زَيْدًا وزِيَادَةً وَمَزِيدًا: زیادہ کرنا، زاد الشیع: زیادہ ہونا (لازم و متعدد) (ترزید میں قاعدة نمبر ۸ جاری ہوا ہے) عَذَابًا، تعذیب (تفعیل) سے اسم مصدر، یعنی سر، دُکھ وغیرہ، جمع آغذیہ۔

ترکیب جزاء وفاقاً... مرکب توصیفی ہو کر فعل مخدوف یجزوں کا مفعول مطلق اور پھر جملہ متناہ (لا محل لہا) (وفاقاً، مصدر یا تو، یعنی اسم فاعل ہے آئی مُوافِقًا لِأَعْمَالِهِمْ، یا بتقدیر مضاف صفت ہے آئی ذَا وفاق، اُو حِمَلَ نَسَاء کتاب کا لفظ جو مرد ہے یعنی یعنی رساں وہ بروزن فعل ہے یعنی مفعول "لکھا ہوا"۔

على المبالغة) إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا (هذه الجملة تعلييل لقوله جزاء) إِنَّ حرف مشبه بالفعل، هم ضمير اسم إِنَّ، كانوا فعل ناقص مع اسم، لا يرجون حساباً، جمله هو كخبر (محل نصب میں) فعل ناقص مع اسم خبر کے جملہ ہو کر معطوف عليه (محل رفع میں) و كَلَّبُوا هَا يَأْتَنَا كِذَابًا جملہ ہو کر معطوف (محل رفع میں) (کیذاباً مفعول مطلق) معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبه بالفعل کی خبر، اور وہ جملہ اسمیہ خبر یہ تعليیلیہ ہو کر معطوف عليه، وكل شئٰ أَخْصَيْنَاكُمْ وَأَوْعَاطَنَّهُمْ مَا أَضْرَمْ عَالِمَهُ عَلَى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ سے ہے اور مفعول بہ ہے فعل مخدوف أَخْصَيْنَا کا، (لام محل لها من الاعراب) اور أَخْصَيْنَا کی تفسیر (ضمیر منصوب متصل مفعول به كِتابًا، مكتوبًا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر أَخْصَيْنَا کی ضمیر مفعول سے حال) مفسراً بینی تفسیر سے مل کر إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ پر معطوف فَذُوقُوا فَلَمْ يُرِيدُنَّ كُمْ إِلَّا عَذَابًا فَأَتَعْلِيَهُ (مستبیث عنْ کفرهم بالحساب و تکذیبہم بالآیات ذُوقُوا، فعل، وَأَوْ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف عليه، فَأَوْعَاطَنَّهُمْ القرآن) لَنْ نَزِدْكُمْ إِلَّا عَذَابًا جملہ ہو کر معطوف، (کم مفعول بہ لَنْ نَزِدْ کا، إِلَّا اداة حصر، عذاباً مفعول بہ ثانی) معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یہ جملہ، ما قبل إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ الخ کا مستبیث ہے تدریس القرآن اور بیان القرآن کی تشرع کے اعتبار سے فذوقوا سے پہلے یقائی مخدوف نکالا جائے گا اور جملہ ذوقوا الخ اس کا نائب فاعل ہو گا ای فیقال لهم في الآخرة عند وقوع العذاب عليهم ذوقوا) (جلالین) (فحذف القول وانتقلت الفاء الى المقول، مخفی اللہیب: ص ۵۶)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَلَّ آتِقٌ وَّ أَعْنَابًا ۝ وَ كَوَاعِبَ أَثْرَابًا ۝ وَ كَاسَاتِ دِهَاقًا ۝

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے نک کامیابی ہے ۔ یعنی باغ اور انگور ۔ اور نو خاستہ ہم عمر عورتیں ۔ اور بیال بھرے ہوئے جام شراب ۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَ لَا كِذْبًا ۝

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ ۔

۱۔ قوله وکل شیع اخصیناہ کتابا، کتابا کو بعض نے مفعول مطلق ماننا بھی صحیح قرار دیا ہے لأن الاحصاء والكتابية يتشرکان فی معنی الضبط، أو لأن أَخْصَيْنَا بمعنى كتبناه، أو كتابا بمعنى إحصاء: (جلالین) بعض نے وکل شیعی الخ کو سبب و مسبب کے درمیان جملہ مترضہ مانا ہے سبب ہے انہم کانوا لایرجون حساباً اور مسبب ہے فذوقوا (اعراب القرآن) (ما ضمر عاملہ علی شریطة التفسیر، یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر بالبعد فعل یا شہر فعل کر رہا ہو۔

۲۔ قوله فذوقوا الخ بعض نے کہا کہ یہ فاجزاییہ ہے ایذان کذبتم فی الدنیا فذوقوا العذاب فی الآخرة، اور یہ جملہ قول کا مقولہ ہو گا ای فیقال لهم ذوقوا الخ (اعراب القرآن و صرفہ موسیانہ)

ثالثہ عطف الخبر على الملاشأء کو اہل بیان منع فرماتے ہیں مگر دیگر حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں مخفی اللہیب ص: ۳۸۲ ج ۲ مزید تفصیل در تجویم الحوائی، اور عطفاً لاسعیۃ علی الفعلیۃ تو بالعكس کی بھی مخفی اللہیب کی عمارت سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

تشریح ماقبل میں کفار کے لیے عذاب کا ذکر تھا، اب یہاں سے مومنین کے لیے ثواب کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّ لِلْمُتَقِينَ مَفَازًا ۚ حَدَّ أَيْقَنَ وَ أَعْنَابًا ۚ“ خدا سے ڈرنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی باش اور انکور، متقویوں یعنی خدا سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والوں اور اطاعت پر پابند رہنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی کھانے اور سیر و تفریخ کے لیے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے، مثلاً کھجور، انار، انگور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فیہَا فِي كِهْنَةٍ وَنَخْلٌ وَرِمانٌ بلکہ ہر وہ چیز ملے گی جس کو طبیعت چاہے گی، حدائق میں انگور بھی داخل ہیں، مگر بوجہ اہتمام اس کو علیحدہ بیان کیا، اس کو تخصیص بعد التعمیم کہتے ہیں، کیوں کہ انکور میں فرحت اور لطف زیادہ ہے، مگر یاد رکھئے کہ جنت کی نعمتوں اور پھلوں کا دنیوی نعمتوں اور پھلوں کے ساتھ صرف اسی اشتراک ہے یعنی فقط نام میں شرکت ہے لطف اور ذائقہ میں نہیں، چنانچہ آقائے مدینی ملی الشَّانِیْرَتِنَ نے فرمایا کہ جنت میں ایسی نعمتوں ہوں گی کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔

”وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۚ“ اور نو خاستہ ہم عمر عورتیں یعنی جنت کے اندر دل بہلانے اور مزید راحت کا سامان بننے کے لیے نو خاستہ عورتیں ہوں گی، یعنی جنت کی حوریں جن کو جنت کے اندر کسی عورت سے ولادت کے بغیر ہی پیدا کیا جائے گا، کواعب کواعب کی جمع ہے یعنی نو خاستہ اور نو خاستہ کا مطلب ہے نوجوان کہ جن کی اٹھتی اور ابھرتی ہوئی جوانی ہوگی اور ان کی پستان قدرے ابھری ہوئی اور گول ہوں گی، اتراب ترب کی جمع ہے یعنی ہم عمر عورتیں، اور ہم عمری کے سلسلہ میں دوقول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ شوہر کے ہم عمر، تاکہ ہم عمری کے باعث عیش و تحریر کا لطف کامل نصیب ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور ایک شوہر کے ساتھ چوں کہ کئی کئی ہوں گی۔ اس لیے جب ان کی عمریں مساوی ہوں گی اور اونچی نیچی نہ ہوگی تو ان میں باہم محبت ہوگی اور یہ بات دماغ میں نہ رہے گی کہ شوہر کو مجھ سے رغبت زیادہ ہو کہ میری عمر کم ہے اور فلاں کی زیادہ ہے، ”وَكَاسِا دَهَاقًا ۚ“ اور بالب بھرے ہوئے جام شراب یعنی اوپر تک بھرے ہوئے شراب کے پیالے پیش کیے جائیں گے کاس کے معنی پیالہ مگر عموماً خالی پیالہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ ایسے پیالہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں شربت یا شراب بھری ہوئی ہو، اور دهاق صفت مشہہ بمعنی مَدْهُوقِ اَسْمَ مفعول ہے یعنی بھرا ہوا، ”لَا يَسْتَعْوَنَ فِي هَذَا الْغُوَّا وَ لَا كَذَبًا ۚ“ وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ یعنی جنت کی شراب چوں کہ پاکیزہ ہوگی جیسا کہ اس کو دوسری آیت میں شراب طہور فرمایا گیا اس لیے اس کوئی کر کوئی برائش دماغ پر نہ ہو گا اس لیے جنت کے اندر جنتی لوگ نہ بیہودہ اور لغو گفتگو نہیں گے اور نہ جھوٹ و فریب بلکہ سراپا امن و سلامتی کا ماحول ہو گا، برخلاف دنیوی ناپاک شراب کے کہ اس کو پی کر گالی گلوچ اور لغو بکواس سنی جاتی ہے۔ (روح، مظہری)

فیہا کی ضمیر کا مرجع: لا یسمعون فیہا میں ہا ضمیر کا مرجع جنت ہے یا کاس (روح) جنت کا مرجع ہونا بایس طور ہو گا کہ مرجع نہیں مَفَازًا اور مَفَازًا سے مراد حدائق ہے اور حدائق کے معنی ہے باغات و جنات (مظہری) یا مرجع کاس ہے اور وہ مؤنث سماں ہے (مظہری)

اختیاری مطالعہ

قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں؟ جتنی جس چیز کی تمنا کرے گا وہ اس کو ملے گی قرآن میں ہے وفیہا مانتشمیہ الانفس و تلذذا العین، رہی وہ نعمتیں اور پھل فروٹ جو قرآن بیان کرتا ہے تو وہ خاطبین کے انداز فکر اور انکی چند پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ عرب جن پھلوں کے خواستھے ان کا ذکر کر دیا، احصا و تحدید مقصود نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو کہ شاید جنت میں آمنہ ملے گا ان شاء اللہ ملے گا۔

قولہ و کواعب: عورتوں کا ذکر کیوں؟ حدائق و اعماق کے بعد عورتوں کا ذکر کر اس لیے کیا کہ یہ مقام خوشی کے ذکر کا ہے اور خوشی بغیر عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لیے یہ سئی عورتوں کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔

مردوں کو حور میں ملیں گی، عورتوں کو کیا ملے گا جنت کے اندر مونہ عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے، اگر کسی عورت نے دنیا میں نکاح کیا ہی نہ تھا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس آدمی کو چاہے پسند کر لے اس سے ہی اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر وہ کسی مرد کو پسند نہ کرے تو خوزہ عینہ میں سے ایک مرد پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے نکاح کر دے گا، اور جس نے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شوہر کے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کو پسند کرے گی وہ مل جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر دا لے شوہر کو ملے گی، اور جس مرد نے دنیا میں کئی عورتوں سے نکاح کیا وہ سب اس کو ملیں گی، اور اگر عورت نیک تھی کہ وہ شروع سے ہی جنت میں گئی اور شوہر جہنم میں گیا تو شوہر جہنم سے مزاج بھگت کر جب واپس آجائے گا تو اب دونوں ساتھ رہیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ: جلد سوم)

کیا جنت میں جماعت ہوگا؟ ہاں ہو گا مگر وہاں جماعت کرنے سے نہ منی خارج ہو گی اور نہ عسل واجب ہو گا اور نہ ناپاکی ہو گی اور غلامان و خدام خدمت کے لیے ہوں گے جماعت کے لیے نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

لغات المثقبین (افتقال) اسم فاعل جمع مذكر، المثقبی کی جمع ہے (تفقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے) اتفقی الشیء اتفقاء: بچنا، ڈرنا، وثی (ض) وقیا و وقایہ: بچانٹ۔ مثقبی دراصل موتقیع تھا، واد کوتا سے بدل کرتا کاتا میں ادغام کر دیا۔

قاعدہ: اگر باب افتقال کے فاکلمہ میں واد یا یا اصلی ہو تو اس کوتا سے بدل کرتا کاتا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ **مفارزا** مصدری (کامیابی) فائز (ن) فوزًا و مفارزاً و مفارزة: کامیاب ہونا۔ (یا اسم مکان بمعنی موضع فوز) حدائقی حدیقۃ کی جمع، وہ باغ جس کی چہار دیواری ہو۔ آعماً، عنب کی جمع، انگور، (انگور کی بیل کو بھی عنب کہتے ہیں، روح المعانی) ایک دانہ کو عنبۃ کہتے ہیں۔ کواعب کی جمع، تو خاستہ یعنی وہ لڑکی جس کی پستان قدرے ابھری ہوئی ہوں اور گول ہوں۔ **کَعْبَةُ النَّدَى** (ن) **کعوبتا:** پستان ابھرنا۔ **كَعْبَةُ الْفَتَأَةِ** (ن) **کعوبتا:** لڑکی کا ابھری ہوئی

تفوی کے تین درجے ہیں (۱) ادنیٰ یعنی جس کے ذریعہ خلود فی النار سے نجی جائے یعنی کفر و شرک سے اجتناب، (۲) اوسط یعنی کبارے بالکلی اجتناب اور صفات پر عدم اصرار (۳) اعلیٰ یعنی ماسوی اللہ سے کلی انقطاع اور کبارہ و صفات سے احتراز۔

۲ خذقۃ العین سے تشبیہ مقصود ہے کہ جس طرح آنکھ کی پتلی پر نم اور گھری ہوئی ہوتی ہے اسی طرح حدیقة سے وہ باغچہ مراد ہے جس میں پانی بھی ہو اور شجر بھی اور وہ مثل آنکھ کے چاروں طرف سے گمراہ ہوا ہو (روح المعانی میں ہے وہی بستان فیہا انواع الشجر المشمر) تو سعی استعمال کے بعد اس باغ پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جس کی چار دیواری نہ ہو۔

پستان والی ہونا (لازم) کعبۃ الاناء (ف) گھٹا: برتن وغیرہ بھرنا۔ (متعدد) آثراً، تیزٹ کی جمع، ہم عمر عورتیں، ہم جولیاں۔ یعنی جو بچپن میں مٹی میں ساتھ کھیلا ہو، جنت میں مرد و عورت سب ہم عمر کر دئے جائیں گے، بعض روایات حدیث میں ہے کہ سب کی عمر تینتیس (۳۳) سال کی ہوگی۔ (مظہری) کائسا، جام شراب جمع اکوش و گُوش (مونث سماں ہے) دھاقا، قاموس القرآن میں ہے کہ فعال معنی مفعول ہے، بھرا ہوا، چھلکتا ہوا، ذہق الکاس (ف) ذہقا و دھاقا: پیالہ یا گلاس کو بھرنا، جام کو چھلکانا لغوا، مصدر، بیہودہ بات، لغا (ن) لغوا: ولغی (س) لغا: فی القول۔ کلام میں غلطی کرنا۔ کذباً مصدر از باب تفعیل: جھلانا۔

ترکیب ان للمتقین مفازاً حدائق واعناباً وكواكب اثراً و كأساً دهاقاً... إن حرف مشبه بالفعل، للمتقين جار مجرور کائن مخدوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم، مفازاً، مبدل منه، حدائق واعناباً وكواكب اثراً و كأساً دهاقاً..... باہم معطوف ومعطوف عليه ہو کر بدل اشتمال تک (اثراً) صفت ہے کو اعیب کی، اور دھاقا صفت ہے کاسا کی) مبدل منه اپنے بدل سے مل کر ان کا اسم مؤخر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم فجر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ مستانفہ ہوا (المحل لها) (کلام مستانف مسوق لبيان احوال اهل الجنۃ، اعراب القرآن) لا يسمعون فيهم لغوا ولا كذاً... لا يسمعون فعل، وا ضمیر فعل، فیها، جار مجرور متعلق، لغوا ولا کذا بآ، معطوف ومعطوف عليه ہو کر مفعول بہ (دوسرالازمکہ ہے برائے تاکیدی) پھر یہ تکمل جملہ المتقین کی ضمیر سے حال ہے یا جملہ مستانفہ تک (المحل لها)

جز آئٰ مِنْ رِزْكِ عَطَاءٍ حِسَابًا رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنِ

یہ بدل لے گا جو کہ کافی انعام ہو گا آپ کے رب کی طرف سے جو ماں ہے آہانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں، رحم ہے،

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خَطَابًا يَوْمَ يَقُومُ الرُّؤْخُ وَالْمَلِئَكَةُ صَفَّاً إِلَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ

کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہو گا کہ عرض مروض کر سکے۔ جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صفت بستہ کھڑے ہوں گے۔ کوئی بول نہ سکے گا بھروسے

أَذْنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ حَسَابًا

کے جس کو رحم اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی تھیک کہے۔

۱۔ کاس کا اطلاق ظرف پر بھی ہوتا ہے اور مظروف پر بھی یعنی گلاس اور شراب دونوں پر مگر عموماً جام یعنی وہ پیالہ مراد ہوتا ہے جو شراب یا شرب سے لبریز ہو۔ خالی پیالہ کو کوبہ اور قدح کہتے ہیں۔ (لغات القرآن)

۲۔ دھاقا، اعراب القرآن وصرف و بیان میں ہے کہ دھاقا روزانہ فعال، صفت مشبه ہے۔

۳۔ اگر مفاز کو مصدر تسلی مانیں تو حدائق واعنابا اس بدل اشتمال ہے گا اور اگر ظرف مکان مانیں تو بدل بعض ہے گا، اور ابظہ مقدر ہو گا، ای حدائق فیها یا پھر حدائق سے پہلے آغنى فعل مقدر ہے (روح العالی)

۴۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ جملہ کاسا مفت بھی بن سکتا ہے اور اس صورت میں فیہا کی ضمیر کا مرجع کاسا ہو گا ای لایستنفورڈ فی شریہ۔

تشریح ماقبل میں جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ مومنین کو ان کے اعمال صالحہ اور مسامیٰ جیلہ کا بدلہ ملے گا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**هَجَزَ آمَّ قِنْ رَتِيقَ عَطَاءً حِسَابًا**“ یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہو گا آپ کے رب کی طرف سے عطاً حساباً بدل ہے جزاً سے، عطاً کا معنی ہے انعام، اور حساباً بمعنی کافیتی ہے، اور دونوں کو ملا کر ترجمہ ہوا کافی انعام۔

فور طلب بات: ان نعمتوں کو اولاد جزا کہا پھر عطا بمعنی انعام، بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے کیوں کہ جزا اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے عوض میں ہوا اور عطا وہ چیز کہلاتی ہے جو بلا عوض بطور انعام و احسان ہو، دونوں میں تضاد بایس طور ہے کہ جنت کی نعمتیں صرف صورۃ مومنین کے اعمال صالحہ کی جزا ہے اور درحقیقت وہ خالص عطا ہے ربانی اور اس کا انعام ہے، کیوں کہ انسانی اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں بن سکتے جو نعمتیں دنیا میں میری ہیں چہ جائیکہ آخرت کی نعمتیں انسانی اعمال کے بعوض ہوں۔ ”**رَتِيقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا يَنْتَهِي إِلَيْهَا الرَّحْمَنُ**“ یہ آیت ریک سے بدل ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں، رحمن ہے۔ ”**لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا**“ کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہو گا کہ عرض معرض کر سکے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ایسا ہے کہ کسی کو اس کی جانب سے مستقل طور پر یہ اختیار نہ ہو گا کہ اس کے سامنے لب کشائی کی جرأت اور عرض و معرض کرے۔ مستقل اختیار کا مطلب یہ ہے کہ ہر کس وہاں کس آکر خدا کے سامنے بولنے لگے، اور جو جی میں آئے اس کو بولے ایسا نہ ہو گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے، ”**يَوْمَ يَقُومُ الرُّؤْحُ وَالْمَلِكَةُ صَفَا إِلَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا**“ جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صفاتیہ کھڑے ہوں گے، کوئی بول نہ سکے گا بھر اس کے جس کو رحمن اجازت دے دے، اور وہ شخص بات بھی شکیں کہے، لا یَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا میں جو مضمون تھا یہاں سے اسی کی تاکید اور مزید وضاحت ہے کہ جس روز تمام ذی ارواح یعنی تمام جاندار اور فرشتے خدا کے سامنے صفاتیہ کھڑے ہوں گے اس روز اس کے سامنے کوئی لب بھی نہیں ہلا سکے گا بلکہ صرف وہی شخص بولے گا جس کو رحمن بولنے کی اجازت دے اور وہ شخص بات بھی شکیں کہے، ای قال قول اصواتاً، یعنی صرف وہ بات بولے جس کی اجازت دی گئی، یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے، لہذا اگر کوئی شخص اپنے کافر والدین یا دوست احباب کی سفارش کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

تفصیل بعد التعمیم: یوم یقوم الروح میں الروح سے مراد جاندار ہیں تو اس میں ملائکہ بھی آگئے، پھر بوجہ اہتمام شان ان کو علیحدہ سے بھی بیان کیا اور فرمایا جو الملائکہ کہ۔

دستکتہ: من آذن لہ الرحمن میں ضمیر کی جگہ لفظ الرحمن کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکلم کی اجازت دے دینا محض اس کا حرم و کرم ہے۔

جزاء، باب ضرب کا مصدر، بدلہ دینا۔ رت، مالک، پروردگار، حاجت رو، جمعہ آر بات، دراصل باب نصر کا مصدر ہے بمعنی التربیۃ اور تربیت کے معنی ہیں کسی چیز کو دھیرے دھیرے درجہ کمال تک پہنچانا، پھر بطور مبالغہ،

مصدر (رب) کو بطور صفت استعمال کیا جانے لگا جیسے زید عذل آئی عادل لـ عطا، اعطای کا اسم مصدر، عطیہ، بخشش، انعام، جمع اغطیہ، عطا الشیع والیه (ن) عطوا: لیتاً اغطی اغطا (افعال) دینا۔ جستا، باب نصر کا مصدر بقد ماضی تشریح، یہاں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) کافیتا کے معنی میں یعنی ایسا انعام جوان کو کافی ہو گا، ماخوذ ہے عربوں کے قول احسبہ الشیع سے، جب کہ وہ میں اس کو کافی ہو جائے حتی کہ وہ کہنے لگے حسبی (یعنی بس یہ میرے لئے بہت ہے) (روح المعانی) (۲) بمعنی حساب و شمار یعنی ایسا انعام جوان کے اعمال کے خلوص کے اعتبار سے شمار کر کے دیا جائے گا۔ السموات، السماء کی جمع، آسمان (دوسرے معنی السماء کے باطل اور بارش کے بھی آتے ہیں قرآن میں ہے، یوسیل السماء علیکم مدرارا) الْرَّحْمَن بِرَاحِمِ وَالْأَصْيَغَ مبالغہ ہے رحیم فلاٹا (س) رحمة و مرتاحمة: رحم کرنا۔ لا يَهْلُكُون (ض) مضارع جمع مذکر غائب، ملک (ض) ملکا: مالک ہونا، با اختیار ہونا۔ خطاباً مصدر از مفاسد، خطاب مخاطبہ و خطابا: بات کرنا۔ یوم، (۱) دن (۲) مطلق وقت، جمع آیام۔ یقؤم، مضارع واحد مذکر غائب، قام (ن) قوئما، وقیاما، وقومة: کھڑا ہونا۔ الرُّوح بحذف المضاف آئی ذو الروح مراد آزاد و اخ الناس، (بیان القرآن) الْمَلَکَةِ الملک کی جمع، فرشتہ، اللہ تعالیٰ شانہ کی ایک نورانی مخلوق جو مخصوص ہے۔ لفظ ملک و راصل مالک تھا اور وہ بقول کسانی صفت مشبہ ہے، همزہ اور لام میں قلب مکانی کیا گیا ملک

ہو گیا پھر همزہ کی حرکت ماقبل کو دی اور همزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (روح) صَفَّا، باب نصر کا مصدر، قطار باندھنا، جمع صفوہ دل لا یَتَكَبَّرُون (تفعل) مضارع جمع مذکر غائب، بات چیت کرنا۔ آذن، (س) اذنا: اجازت دینا، ماضی واحد مذکر غائب قال، ماضی واحد مذکر غائب، قال له (ن) قوْلًا و مقالاً و مقالة: کہنا، بولنا، صَوَّاباً، اسم بمعنی ٹھیک بات، درست، خطاء کی ضد ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ صواب اسم مصدر ہے از اصابت ربائی مجرد)

۱۔ فاشہ: لفظ رث ب بلا اضافت، اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے رب المال، قرآن میں ہے قال معاذ اللہ انہریں، مراد عزیز مصر ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رب مفت مشہ کا صیغہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اس کا الف حذف کر دیا گیا ماقبل بار و پر (اعراب القرآن)

۲۔ عطا: دراصل عطا و تھا، الہی عرب کا دستور یہ ہے کہ جب الف کے بعد او ایا او آئے تو اس کو همزہ سے بدلتے ہیں کیونکہ همزہ ان دونوں کے بال مقابل حرکت کو زیادہ قبول کرتا ہے۔

۳۔ قوله خطابا: خطبہ الناس (ن) خطبہ و خطبۃ: خطبہ دینا، تقریر کرنا، خطب خطبہ و خطبۃ: پیغام نکاح دینا۔

۴۔ بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک روح سے مراد حضرت جرجیل ہیں اور ان کا ذکر عام ملائکہ سے پہلے ان کی عنیت شان کے اعلیاء کے لئے ہے (کبھی اس کا بر عکس کرتے ہیں یعنی عام کے بعد لاتی ہیں، گویا وہ خاص اہمیار فعت کی وجہ سے اپنے ماقبل کی جنس سے علیحدہ ہے جیسے اجتنہدوا فی دروسکم والله الفرعیہ، اسی طرح تنزل الملائکہ والروح کے اندر روح سے حضرت جرجیل مراد ہیں تو ان کو علیحدہ سے ذکر کرنا ان کی فضیلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ بعض روایات مرفوہ میں ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان لشکر ہے ان کے سر اور ہاتھ پاؤں ہیں گویا دو صیغیں ہوں گی ایک صرف روح کی اور دوسری ملائکہ کی، قرآن پاک میں روح مختلف معانی کے لئے آیا ہے، جان (جیسے یسنلونک عن الروح قل الروح من امرربی) قرآن (جیسے و كذلك او حینا الیک در حام من امرنا اسی طرح فرشتہ اور حضرت یحیی ابن مریم کے لئے بھی آیا ہے)

ترکیب جزاً و مِنْ رَبِّكَ عَطَاهُ حِسَابًا رَّبَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ جزاً، موصوف من ربک، کائنات کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مبدل منه۔ عطا، حساباً، مرکب تو صرفی ہو کر جزاً سے بدل (حساباً نَفْتُ لِعْطَاءٍ وَالْمَعْنَى كافیاً فهو مصدر أقيمت مقام التوضیف او باقی علی مصدر ریته مبالغة) (اعرب القرآن) رَبَّ مضاف السموات والارض وما بينهما معطوف و معطوف عليه ہو کر مضاف اليه (بینہما کسی فعل کا ظرف ہو کر ما کا صلہ ہے) مضاف اپنے مضاف اليہ سے مل کر موصوف یا مبدل منه الرحمن اس کی صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منه اپنے بدل سے مل کر رتک سے بدل، الغرض! جزاً من ربک عطا، اخ بدل منه اپنے بدل سے مل کر بیچزون فعل مخدوف کا مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا (المحل آیہ مملکوں منه خطاباً یہ جملہ مستانفہ ہے (منہ ای من الرحمن متعلق لا یملکوں کے اور خطاباً مفعول بہ) يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفَا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَّابًا یوم مضاف، يَقُومُ فعل، الروح والملائكة موصوف و معطوف عليه ہو کر ذوالحال صفاً بمعنی صافین (اسم فاعل) ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر مضاف اليہ، (فی محل جر) مضاف اپنے مضاف اليہ سے مل کر ظرف مقدم لا یتكلّمُون کا، لا یتكلّمُون فعل، ضمیر مستثنی منه الا حرفاً استثناءً من اسم موصول آذین له الرحمن جملہ ہو کر معطوف عليه واو حرف عطف قال صواباً جملہ ہو کر معطوف (صواباً، ای قول اصواباً، مفعول پا اور قال کی ضمیر کا مرجع من ہے) معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر من کا صلہ، (المحل ایہ) موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنی (یا بدل بعض از ضمیر لا یتكلّمُون، اعرب القرآن) مستثنی منه مع مستثنی کے لا یتكلّمُون کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر ماقبل جملہ لا یملکوں الخ کی تاکید و تقریر، یا پھر جملہ مستانفہ (المحل ایہ) (اعرب القرآن)

ذلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ مَا بَأْتَهُ ۝ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۝

یہ یقینی دن ہے ۰ سوجس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے ۰ ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے ۰

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَهُ وَيَقُولُ الْكُفَّارُ يَلْيَئُنَّنِي كُنْثُ تُرْبَأَ ۝

جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کیے ہوں گے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا ۰

تشریح ”ذلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ“ یہ یقینی دن ہے۔ ذلیک کا مشاراً اليہ یوم یقوم الروح ہے یعنی وہ دن جس کا اوپر ذکر ہوا اس کا آنا یقینی ہے، ”فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ مَا بَأْتَهُ ۝“ سوجس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنار کھے فمن شاء کے اندر فاصحہ ہے ای اذا کان الامر کماد کر من تحقق الامر المذکور یعنی جب معاملہ ایسا ہے کہ اس دن کا آنا یقینی ہے تو جس کا جی چاہے اس کے حالات سن کر منے سے پہلے پہلے اچھے اعمال کر لے اور اپنے رب

کے پاس اچھا نہ کانا بنالے، اسی میں آدمی کی فلاج ونجات ہے، آگے اتمام جنت کے لیے فرمایا: ”اَنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا“ یہ تومر پینظیر المزء مَاقْدَمَتْ يَدَهُ“ ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے۔ دیکھئے کس قدر کرم ہے کہ اس نے ہمیں آنے والے عذاب سے پہلے ہی مطلع کر دیا تاکہ انسان سنبھل جائے، اور اپنا طرز زندگی بدل دے، اور نزدیک آنے والے عذاب سے مراد عذاب آخرت ہے۔ اس کا آنا چوں کہ یقینی ہے اس لیے اس کو نزدیک فرمایا، نیز آخرت اتنی قریب ہے کہ ایک آیت میں اس کو لفظ نہل ”یعنی آئندہ کل“ سے تعبیر فرمایا، اور وہ عذاب اس دن میں واقع ہونے والا ہے جس دن ہر شخص خواہ مومن ہو خواہ کافر اپنے کئے ہوئے اچھے برے اعمال کو اپنے سامنے دیکھ لے گا۔

رویت اعمال اپنے اعمال کو یا تو اس طرح دیکھ لے گا کہ نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں آجائے گا، یا اس طرح کہ محشر میں اعمال مجسم و متشکل ہو کر سامنے آ جائیں گے، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مثلاً جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی تھی وہ ایک زہر لیے اخذ ہے کی شکل میں اس پر سلط کر دیا جائے گا۔

”وَيَقُولُ الْكُفَّارُ يَلِيئُنَّى كُنْتُ ثُرَبًا فَ“ اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ جب ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا تو اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں مٹی ہوتا، پیدا ہی نہ کیا جاتا کہ پیدا ہو کر اور آدمی بن کر ہی اس حساب کتاب کی مصیبت میں بٹلا ہونا پڑا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہو گا اور ان کے آپس کے قصاص دلوائے جائیں گے حتیٰ کہ اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہو گا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چنان چہ وہ سب جانور مٹی ہو جائیں گے، اس وقت یہ کافر بھی کہے گا کہ ہائے ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی ہو جاتا، اور حساب کتاب اور جہنم کی سزا سے نجیج جاتا۔ (ابن کثیر)

ثبات الیوم (گذر چکا) الحق بطور صفت کے مستعمل ہے بمعنی بحق، سچا، ثابت۔ (۲) مصدر رای حق الامر (ض) حقاً، وحقة وحقوقاً: صحیح ہونا، ثابت ہونا، حق الامر، (ن) حقاً: ثابت کرنا، یقین کرنا۔ (لازم ومتعدد) شاء، (ف) ماضی واحد مذکر غائب، شاء (ف) شئیئاً، ومشیئه: چاہنا۔ اتَخَذَ (افتual) ماضی واحد مذکر غائب (در اصل اتَتَخَذَ تھا، ہمزة ثانیہ بقاعدہ ایمان یا ہو گیا، پھر خلاف قیاس تا سے بدل کرتا تاء کا تاء میں ادغام ہو گیا، مادہ آخذ ہے، آخذ، (ن) آخذًا و مأخذًا: لینا، یانا) (بصرین کے نزدیک اسکا مادہ تَخْذِیل ہے لہذا اصل اتَتَخَذَ ہے تا کا تا میں ادغام کر دیا) مَآتِی، (گذر چکا) آنڈرنا۔ (افعال) ماضی جمع متكلم، آنڈرہ الشیع انڈازا: ڈرانا۔ عَذَاباً (مَرْتَحِيقَة) قَرِيباً، صفت مشہہ بمعنی نزدیک، قرب الشیع (س) فرتا و فرباتا: کسی چیز سے قریب ہونا، قرآن

۱۔ اس عذاب کو یاں وجہ بھی قریب فرمایا کہ لانہ قریب بالنسبة الیہ عزوجل اور قال البر ذخ داخل فی الآخرة وبدا الموت وهو قریب حقیقتہ کمالاً بخفی على من عرف القرب والبعيد۔

میں ہے ولا تَقْرُبُوا الْزَّنَا، قَوْبَ الشَّيْءِ (ک) قُرْتَأ وَقَرَابَةً وَقُرْنَى وَمَقْرِيَةً: قریب، ہونا۔ ینظر (ن) مضارع واحد ذکر غائب، نَظَرَ إلَيْهِ (ن) نظرًا: دیکھنا، نظر فیہ غور و فکر کرنا۔ الْمَرْءُ اسٹم بمعنی انسان، آدمی، جمع رجال، (من غیر لفظہ) قَدَّمَتْ، (تفعیل) ماضی واحد موصوف غائب، آگے بھیجننا، قَدَمَ (ن) قَدْمًا، وَقَدْوَمًا، آگے آگے ہونا، قرآن میں ہے یَقُدُّمُ قومَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةَ یَدَا، تثنیہ، بوجا اضافت نوں تثنیہ ساقط ہو گیا۔ (باتح) الْكَافِرُ (بے ایمان) جمعة کُفَّارٌ، كَفَرَ الرَّجُلُ (ن) كَفَرَا وَكَفَرَا نَا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ تُرَاثًا، مُثْنَى، جمع آثارِہ و تیریمان۔

تركيب ذلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ... ذلِكَ مبتدأ (والإشارة إلی يوم قوم الروح) الْيَوْمُ الْحَقُّ مرکب توصلی ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ متناہی ہوا (الْمُكَلَّلُ لَهَا) فَمَنْ شاءَ اتَّخَذَ إلی رِتْهِ مَا يَشَاءَ... فَإِنْصِحَّ (شرط مقدر ہے ای اذا کان الامر کما ذکر میں تحقق الامر المذکور) (روح المعانی) مَنْ اسْمَ شَرْطَ مبتدأ شاءَ فعل، ضمیر مستتر فاعل، (مفعول به محدود ہے، ای اذیتَتْ خذَالی رِتْهَ مَرْجِعَهَا) فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط میں اتَّخَذَ ای رِتْهِ مَا يَشَاءَ، جزا (المُكَلَّلُ لَهَا) (الی رِتْهِ) (الی رِتْهِ متعلق ماباہا کے اور ماباہا، اتَّخَذَ کا مفعول ہے، اور رعایت فو اصل کی بنا پر جاری مجرور کو مقدمہ کیا گیا ہے) شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر شرط مقدر کی جزا، (مُكَلَّلُ جَزْمٍ میں) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ ہوا۔ إِنَّا أَنَذَّنَا كُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلْمِسُنَی کُثُرَ تُرَاثًا إِنْ حَرْفَ مُشَهَّدَ بِالْفَعْلِ نَا ضَمِيرَ مُتَّلَمِّمَ اسْمَ کا اسْم، أَنَذَّنَا، فعل بِالْفَعْلِ كُمْ، ضمیر مفعول بِالْفَعْلِ، عذاباً، موصوف قَرِيبًا صفت اول يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ اخْ يَوْمَ مِضَافٍ يَنْظُرُ فعل، الْمَرْءُ فاعل (الف لام استراتی ای کل امرہ) ما اسْم موصول قَدَّمَتْ يَدَاهُ، فعل فاعل ہو کر صد (المُكَلَّلُ لَهَا) (والعائد محدود) موصول اپنے مدل سے مل کر يَنْظُرُ کا مفعول ہے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بِسے مل کر معطوف علیہ (مُكَلَّل جرمیں) وَأَوْ حرف عطف یَقُولُ فُلَّ الْكَافِرُ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، (فِي مُكَلَّل جَرْ) یا حرف تعبیر یا پھر اس کو حرف نہ مانا جائے اور مندرجہ مذکور مثائقوں، ایہا الحاضرون وغیرہ، لیہت حرف مشہد بالفعل یا ضمیر اس کا اسْم، کُثُرَ تُرَاثًا، جملہ ہو کر خبر، (فِي مُكَلَّل رفع) حرف مشہد بالفعل اپنے اسْم وخبر سے مل کر مقولہ (مفعول بِ) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (يَنْظُرُ اخْ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کانتَهُدَفَ کا عرف اور کانتَهُ مفت ثالثی عذابا کی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مفعول بِ ثالثی، فعل ذکور اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشہد بالفعل کی خبر، حرف مشہد بالفعل اپنے اسْم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ متناہی ہوا۔ (المُكَلَّلُ لَهَا)

۱۔ **فَوْلَهُ إلَى رِتْهِ، جَارِهُ وَعَرْفُ مُسْتَقْرَرٍ** ہو کر ماباہے مال گی ہو سکتا ہے، اور فصن شاءَ اخْ کی قسمیہ بھی ہو سکتی ہے فان کون ذلک الیوم خدا موجب لاتحاذ السبيل اللہ عز

۲۔ **فَوْلَهُ يَنْزَمُ يَنْظُرُ**، یہ عذابا کا عرف بھی ہو سکتا ہے فانہ بمعنی التحذیب (تغیر مطہری) **فَوْلَهُ لِيُشَدِّدَ** ای لیہت حرف مشہد بالفعل اپنے اسْم وخبر سے مل کر صورۃ جملہ اسیہ خبر یہ اور معنی جملہ اخْ یا ہے۔

تحقيق مفید کہت یا اس طرح کے واحد متكلم کے صیغہ مثلاً ضریث وغیرہ میں ترکیب کرتے ہوئے "ث" فاعل نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس ضمیر کو یا تو اس کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا اسم خاص کے ساتھ، اسیں عام کے ساتھ تو اس طرح کہنا، فاعل، یا ضمیر فاعل، اور اسم خاص کے ساتھ "تو" تاکے ضمہ اور واو کی تشدید کے ساتھ، زینی زادہ میں ۲۳ پر درج ہے ولا نقاول ث فاعلہ کما یقول بعض المعلمین من الجهلاء القاصرين فائنة خطأ فاحش كما في النبي اس سلسلہ میں قاعدة یہ ہے کہ حرف واحد تحرک جو کسی دوسرے کلمہ کا بعض حصہ نہ ہو توجہ اس کو کسی نام سے موسم کیا جائے تو اس کو اس کی حرکت کے ہم جنس حرف سے مضاuff کر کے پڑھا جائے گا لہذا اسے متكلم میں تو کہا جائے کیونکہ ضمہ کی حرکت کے ہم جنس حرف واو ہے، اور تاء، حماظہ کو "تی" یا کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا، اور تاء، حماظہ میں تاء کہا جائے گا، دوسرے الف کو ہمزہ سے بد لئے کے ساتھ، اسی طرح ہل اتا ک وغیرہ میں "ک" مفعول بہ نہیں کہا جائے گا بلکہ کاف مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا اسی طرح فاراہ میں ہام ضمیر مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا۔

مکیۃ سورة التزیعۃ

وَ التَّزِعَةِ غَرْقًا ۝ وَ التَّشِطِ نَشْطًا ۝ وَ السِّخْتِ سَبَحَا ۝ فَالشِّقْتِ سَبْقًا ۝

تم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکلتے ہیں ۰ اور جو بند کھول دیتے ہیں ۰ اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں ۰ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں ۰

فَالْمُدَبَّرَاتِ أَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتَبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں ۰ قیامت ضرور آؤے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا دلائی گی ۰ جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجائے گی ۰

﴿ سورت سابقہ میں قیامت کا مکان، اس کا وقوع، اور اس کے متعلق واقعات و احوال کا بیان تھا اس سورت کے اندر بھی تقریباً یہی مضامین ہیں، یعنی شروع سورت میں قیامت کا وقوع اور اس کے واقعات و احوال کا ذکر ہے پھر ھل آٹک میں مکذبین قیامت کی تکذیب پر آپ ﷺ کو تسلی دینا ذکور ہے، اور انتہم اشਡ خلقا میں امکان قیامت کا بیان ہے، اور چوں کہ اس کا ابتدائی لفظو الْتَّزِعَةِ ہے اس لیے اس کا نام سورۃ التزیعۃ رکھا گیا۔

تشريح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کے وقوع اور اس کے برق ہونے کو بیان کیا ہے چنانچہ جواب قسم مخدوف ہے یعنی "لَتُبَعِّدُنَّ" تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھانے کے ساتھ ساتھ ان کی پانچ صفات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔

پہلی صفت "وَ التَّزِعَةِ غَرْقًا ۝" تم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکلتے ہیں۔ التزیعۃ کا موصوف مخدوف ہے جو بقول جمہور مفسرین الملاک کہے، التزیع، التزیع سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو کھینچ کر نکلنے کے آتے ہیں، یعنی سختی سے نکالنا، اور غرقی امصدر مخدوف الزوال کا اس کی تائید ہے جو مفعول مطلق من غیر لفظی ہے، اور غرقی اور اغراق کا معنی ہے کسی کام میں پوری قوت خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم کھانی کے جو

کافروں کی جان سختی اور شدت سے جسم کی رگوں سے گھسیٹ کر نکالتے ہیں، بغولی نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت کافر کی جان ہر بال اور ناخن اور قدموں کے تکوں کے نیچے سے کھینچتا ہے، اور پھر جسم کے اندر اس کو لوٹا دیتا ہے، پھر کھینچتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نکلنے کے قریب آ جاتی ہے تو پھر بدن کے اندر لوٹا دیتا ہے، گویا خوب اور نیچے غوطہ دیتا ہے، اور کافر کی جان اور اس کی روح کے ساتھ اس کا یہ عمل کئی بار ہوتا ہے۔ (منظیری)

ملک الموت ایک ہے تو النازعات مجمع کیوں؟ | جان نکالنے والا فرشتہ یعنی ملک الموت ایک ہے مگر علماء نے لکھا ہے کہ ملک الموت کے اعوان و مددگار دوسرے پھر اور فرشتے بھی ہیں لہذا مابہت اور ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کی طرف بھی جان نکالنے کی اسناد کردی، واللہ اعلم (بیان القرآن، پے)

دوسری صفت: ”وَ النَّشِطٌ نَّشْطًا“ اور جو بندگوں دیتے ہیں (یہاں بھی الملائکۃ موصوف مخدوف ہے، اور ناشطات، نشط سے مشتق ہے جس کے معنی بندگوں کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں پانی یا ہوا اورغیرہ بھری ہوئی ہواں کا بندھن کھول دینے سے وہ پانی وغیرہ آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے، بس اسی طرح سمجھتے کہ جو فرشتے مومن کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں وہ آسانی سے اس کو قبض کرتے ہیں، سختی نہیں کرتے گویا بندھل گیا اور روح نکل گئی، یا جیسے پیشانی کے پیسے کا قطرہ پک گیا۔

سختی و آسانی سے مراد کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد روحانی سختی ہے جسمانی نہیں، لہذا یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یکھنے والوں کو بھی اس سختی کا احساس ہو اور مسلمان کی روح جو آسانی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد بھی روحانی آسانی ہے، اس لیے اگر کبھی ایسا ہو کہ مسلمان کی روح نکلنے میں دیر لگتا تو اس کو سختی پر محول نہ کرنا چاہیے (معارف) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح نکلنے کے وقت کافر کے سامنے بزرخ کا عذاب آ جاتا ہے اس لیے اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور مومن کی روح کے سامنے بزرخ کا ثواب اور نعمتیں آ جاتی ہیں اس لیے اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔

تیسرا صفت: ”وَ السَّبِحُتْ سَبْحًا“ اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں سببھ کے لغوی معنی تیرنے کے ہیں یہاں مراد ہے تیزی سے چلنا یعنی وہ فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح سرعت و سہولت سے چلتے ہیں جیسے کوئی دریا میں تیر رہا ہو کہ دریا میں کوئی آڑ یا پہاڑ نہیں ہوتا، تیرنے والا جلدی اور تیزی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ (گویا فرشتوں کا روحوں کو لے کر تیزی سے اڑنا دریا میں تیرنے کے مثل ہے)

چوتھی صفت: ”فَالشِّقْتِ سَبْقًا“ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ روح جن فرشتوں کے قبضہ میں ہے تو روحوں کے سلسلہ میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کو بجالانے کے لیے وہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے اور سبقت کرتے ہیں، اور روحوں کو اچھے یا بے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں۔

پانچویں صفت: ”فَالْمُدِّرِّزِ اَمْرًا“ پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یعنی وہ فرشتے امر الہی کی تدبیر

و تنفیذ کرتے ہیں یعنی جس روح کو راحت دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے راحت کا سامان جمع کر دیتے ہیں اور جس کو تکلیف دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے اسی کا انتظام کرتے ہیں، (یہ عذاب و ثواب برزخ میں ہوگا، حشر کا عذاب و ثواب اس کے بعد ہے) ان قسموں کے بعد اب جواب قسم مخدوف ہے یعنی الشیعشن ہتم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے یعنی قیامت ضرور آئے گی۔ **یَوْمَ تُرْجَفُ الرَّاجِفَةُ تَتَبَعَّهَا الرَّادِفَةُ** ۱ جس روز ہلا دینے والی چیز ہلاڈائی کی، جس کے بعد ایک چیچے آنے والی چیز آجائے کی۔ راجفة بمعنی ہلا دینے والی چیز مراد اس سے نہیں اولیٰ ہے جس سے ہر چیز اپنی جگہ سے ہل جائے گی اور ساری مخلوق ختم ہو جائے گی، پھر اس کے چیچے ایک آنے والی چیز آئے کی رادفہ کے معنی ہے چیچے یعنی بعد میں آنے والی، مراد اس سے ایک آواز ہے یعنی نفعی شناختی جو نفعی اولیٰ سے چالیس سال بعد ہوگا، جس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی، اور حشر اور حساب کتاب کا معاملہ شروع ہوگا۔

قسم و جواب قسم میں مناسبت افرشتوں کی قسم شاید اس لیے کھائی گئی کہ اگرچہ فرشتے اس وقت بھی تمام عالم کے نظام میں دخل رکھتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب کہ اسباب مادیہ کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو اس وقت فرشتے ہی تمام کام انجام دیں گے۔ (معارف)

فائدة اس سورت کو سورۃ الساہرۃ، اور سورۃ الطامة بھی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

لغات النازعات (کھینچنے والے، مراد فرشتے ہیں) (ض) اسم فاعل جمع مؤنث، نزع الشیع (ض) نزع عما: چینچ کرنکالنا۔ غرقاً، روح المعانی میں ہے کہ یہ مصدر ہے مخدوف الزواائد زباب افعال، آئی اغراقاً فی النزع، لہذا اغراق مصدر سے زائد حروف حذف کر کے غرق بنا دیا گیا۔ محاورہ ہے اغراق النازع فی القوس، کمان کھینچنے والے نے اس کے کھینچنے میں اپنی پوری قوت خرچ کر دی۔ غرق فی الماء (س) غرقاً: ذوبنا، یہاں مراد ہے غوطہ لگا کر کافروں کی جان سختی سے نکالنا۔ الناشطات (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (بند کھونے والے، مراد فرشتے ہیں) نشط (ن، ض) اور انشاط دونوں کے معنی ہیں کسی چیز کو اتنا کھینچنا کہ وہ کھل جائے، لہذا ترجمہ ہوگا کہ اتنا کھینچنے والے کہ روحون کے بند کھل جائیں۔ الشابحات (ف) اسم فاعل جمع مؤنث (تیرنے والے یعنی فرشتے کہ جور و حوش کو لے کر تیزی سے اڑتے ہیں) سبھا، مصدر از فتح بمعنی تیرنا، الشابقات (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (تیزی کے ساتھ دوزنے والے یعنی فرشتے سبھا: مصدر (ن، ض) الی کذا، آگے بڑھ جانا، المدبرات: (تفعیل) اسم فاعل جمع مؤنث (تدبر کرنے والے فرشتے) دبیر الامر و فیہ: کسی کام کی تدبیر کرنا، غور و فکر کرنا۔ امرہا: اسم بمعنی کام، جمعہ امور (لفظ امر تمام اقوال و افعال، معاملہ، حالت، حکم وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے) توجُّف: (ن) مضرار و واحد

۱۔ اعراب القرآن و صرف و بیان میں ہے کہ یہ مصدر سمائی ہے از باب فصر، یا اسم مصدر ہے از اغراق، اغراق و غرق، ذبیرنا، تدبیر مثہری میں ہے کہ یا ام ہے جس کو مصدر کی جگہ لکھ دیا گیا۔

۲۔ پہلے معنی عجازی ہیں اور غور و فکر کرنا معنی حقیقی ہیں، بعدهیں ہے ذبیر (ن) ذبیرا، و ذبیرا، چیچے آتا۔

مَوْنَثٌ غَاسِبٌ، رَجَفٌ (ن) رَجْفًا وَرْجُونَفًا: کان پنا، زور زور سے ہلنا، ہلا دینا (لازم و متعدی) الراجفة، (ن) اس فاعل (مراد نہیں اولیٰ ہے) تَتَبَعُ (س) مفارق و احد مَوْنَثٌ غَاسِبٌ تَبَعَ (س) تَتَبَعَا وَتَبَوْعَا: پیچھے چلنا، کسی کے بعد آنا۔ الرادفة، (ن، س) اس فاعل واحد مَوْنَثٌ (پیچھے آنے والی صور کی دوسرا آواز، مراد نہیں ثانیہ ہے) رَدْفَة (ن) وَرَدْفَلَه (س) رَدْفَنَا: پیچھے ہونا۔

ترکیب والنماز عاتٍ غرْفًا والنماز عاتٍ نَشْطًا والنماز عاتٍ سَبْقًا فالْمُدَبِّرات
 آمِرًا... واو جارہ قسمیہ النماز عات صیغہ اسم فاعل ضمیر هُنَّ اس کے اندر فاعل (موصوف مخدوف ہے ای الملائکہ یا طوائف الملائکہ الاتی تنزع الارواح من الاجساد) غَرْفًا، ای اغراقاً، مفعول مطلق من غیر لفظہ، جیسے: قعدت جلوسا۔ ما بعد آیات، فالْمُدَبِّرات آمِرًا تک باہم معطوف و معطوف علیہ ہیں اور واو اور قاء حروف عاطفہ ہیں^۱ اور نَشْطًا، سَبْقًا اور سَبْقَنَا اپنے عامل کے لئے مفعول مطلق ہیں اور آمِرًا مفعول بہ ہے، النماز عات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل مخدوف أَقْسِمُ کے، أَقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (المل لہا، ابتدائیہ) جواب قسم مخدوف ہے آئی لَتَبْعَثُنَّ (تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے^۲) يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَة تَتَبَعُهَا الرَّادِفَة... يَوْمَ مضاف، ترجف فعل الرجفة ذوالحال تَتَبَعُهَا الرادفة فعل، مفعول بہ، فاعل، علی الترتیب مکمل جملہ حال ہے الراجفة سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر ترجف کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، (فی محل جر) پھر مرکب اضافی ظرف ہے لتبعثن مخدوف جواب قسم کا، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔ (جواب قسم کو قسم کے ساتھ ملا کر ترکیب کرنا بچوں کی سہولت کے پیش نظر ہے، ورنہ جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا، اور نہ ہی جواب قسم کا انشاء سے کوئی تعلق ہے)

نکتہ: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یَوْمَ تَرْجُفُ کا عامل لَتَبْعَثُنَّ کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ یوم ترجف میں نہیں اولیٰ مراد ہے جب کہ بعث نہیں ثانیہ کے وقت ہو گا، تو جواب یہ ہے کہ وہ دن اتنا بڑا ہو گا کہ اس میں دونوں نقوش کی گنجائش ہو گی، لہذا یَوْمَ ترجف کا لَتَبْعَثُنَّ کے لئے ظرف بننا صحیح ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ غَرْفًا: غَرْفًا اغراقاً سے بنا ہے تو اغراقاً ہی کیوں نہ استعمال کر لیا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن صرف مفہوم ہی کو ادا نہیں کرتا بلکہ مفہوم کو اس کی لغوی و معنوی تمام تفصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا کرتا ہے لہذا جزو بیان غَرْفًا میں ہے وہ اغراقاً میں نہیں ہے جس کو اہل سان ہی محسوس کر سکتے ہیں

- ۱۔ والفاء في الآخرين للدلالة على ترتيبهم على ما قبلها بغير مهلة (روح الحال)
- ۲۔ يجب بحذف جواب بالقسم اذا اتقدم عليهما او اكتفى بما يغني عن الجواب بالاتول نحوز بذوق الله والثانى نحوز بذوق الله فان فهو يجوز في غير ذلك لكنه و النماز عاتٍ غرْفًا اي لتباعثن بدليل ما بعده (معنى الليبسن: ۲۶ ج: ۲)
- ۳۔ قوله الراجفة، الاسناد اليها مجاز لانها سبب الرجفة

فَاعْدُهُ والنماز عاتٍ غرّ قاًخ اگر کسی جگہ معطوف و معطوف علیہ متعدد ہوں اور حرف عطف برائے ترتیب نہ ہو بلکہ برائے جمع ہو تو بعد والے معطوف کا عطف قریب والے معطوف علیہ پر کیا جائے یا شروع والے معطوف علیہ پر دونوں باتیں درست ہیں، بعض نے شروع والے معطوف علیہ پر عطف کرنے کو سچ قرار دیا ہے، اور اگر حرف عطف فایاثم ہو جو کہ ترتیب کافا کندہ دینے ہیں تو عطف قریب کے معطوف علیہ پر ہو گا۔

تحقیق لطیف: الناشطات والسابعات میں وا و اور فالسابعات، فالmdbرات میں فالاستعمال ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ نماز عاتٍ اور ناشطات کے معنی روح نکالنے کے ہیں اور روح نکالنے کے بعد چوں کہ فوراً اس کو آسمان پر نہیں پہنچایا جاتا اس لیے السابعات میں وا و فالاستعمال ہوا جو معطوف و معطوف علیہ کے مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ مومن بندہ کی روح کو فرشتے جنت کے کپڑوں اور خوشبو میں پیشئے ہیں اور کافر کی روح کو گندی ٹاٹ میں پھراں کو لے کر آسمان کی طرف اڑتے ہیں، جب روح آسمان پر پہنچ گئی تو اب جو خدا کا حکم ہوتا ہے تو چوں کہ فرشتے اس میں کسی طرح کی تاخیر نہیں کرتے اس لیے فالسابعات اور فالmdbرات میں فالاستعمال ہوا جو ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے۔

قُلُوبٌ يَوْمَ مَيْدٍ وَّ أَجِفَةٌ ۖ أَبْصَارٌ هَاخَائِشَةٌ ۖ يَقُولُونَ عَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۗ

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے • ان کی آنکھیں جمک رہی ہوں گی • کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھرواپیں ہوں گے •

عَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةٌ ۖ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۖ فَإِنَّا هِيَ زَجَرَةٌ وَّ أَحِدَةٌ ۗ

کیا جب ہم بو سیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھرواپیں ہوں گے • کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ وہی بڑے خسارہ کی ہوگی • تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی •

فِإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۗ

جس سے سب لوگ فوراً ہمیدان میں آموجود ہوں گے

تشریح نحو ثانیہ کے بعد کچھ لوگوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی اسی کو بیان کیا جا رہا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**قُلُوبٌ يَوْمَ مَيْدٍ وَّ أَجِفَةٌ ۖ**“ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے یعنی جب نحو ثانیہ کے بعد سب زندہ ہو کر جمع ہو جائیں گے تو اس دن مارے گھبراہٹ کے بہت سے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا ہوتا ہے، ”**أَبْصَارٌ هَاخَائِشَةٌ ۖ**“ ان کی آنکھیں جمک رہی ہوں گی۔ یعنی مارے ندامت کے ان کی آنکھیں جمک رہی ہوں گی، ابصارہا میں ہافمیر کا مر جمع قلوب ہے اور مراد اصحاب القلوب ہیں (یعنی ان دل والوں کی آنکھیں اخ) ”**يَقُولُونَ عَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۗ**“ مگر یہ لوگ پھر بھی قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھرواپیں ہوں گے حافرة کے معنی ہے ائے پاؤں، یعنی پہلی حالت، اور پہلی حالت سے مراد حیات قبل الموت ہے یعنی کیا ہم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ ”**عَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةٌ ۗ**“ کیا

جب ہم بو سیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ یعنی جب ہماری ہڈیاں بو سیدہ ہو جائیں گی اور ہم گل سڑ جائیں گے تو کیا پھر زندگی کی طرف واپس ہوں گے؟ یہ لوگ ہڈیوں کے بو سیدہ ہونے اور چورا چورا ہو کر مٹی بن جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو حال اور مشکل سمجھتے تھے، چنانچہ از را شَسْخَر وَذَاقَ کہا کرتے تھے۔ ”قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ“ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔ یعنی بطور استہزا و تمسخر کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو یہ واپسی ہمارے لیے بڑے خسارہ کی ہوگی، کیوں کہ ہم نے تو اس کے لیے کچھ سامان کیا نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی میں ڈرانے کے اس راستے کو مت جانا شیر ملے گا، اور مخاطب تکذیب کے طور پر کے سے کہہ کہ ادھر مت جانا شیر کھا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ وہاں شیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ”فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ“ (یعنی رادفة) بس ایک ہی سخت آواز ہوگی، جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجو ہوں گے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد اور حال سمجھتے تھے تو مذکورہ آیت میں ان کے اس حال سمجھنے کا رد ہے کہ اس کو مشکل مت سمجھو کیوں کہ یہ ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں بلکہ جہاں ایک ڈانٹ پلانی یعنی جوں ہی صور پھونکا جائے گا اور ایک سخت آواز ہوگی تو اس وقت سب اگلے پچھلے بغیر کسی تاخیر کے میدان محشر میں کھڑے دکھائی دیں گے یعنی فوراً سب زندہ ہو جائیں گے۔ (خواہ جسم زمین میں مل کر خاک ہو چکا ہو یا ہواں میں اس کے ذرات اثر ہے ہوں، یا پانی میں بہہ رہے ہوں)

لغات قُلُوبُ قلب کی جمع ہے مرادی معنی ہیں ”دل“ واجفة (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، وجف الشیع (ض) وجفا، ووجیقا، ووجوفا: تھر تھرانا، دھڑکنا، اہصار، آنکھیں، بصر کی جمع۔ خاشعة (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، خشع (ف) خشوعا: پست اور ذلیل ہونا، مزکوؤون، (ن) اسم مفعول جمع ذکر، زدة (ن) زدا: روکنا، واپس کرنا، إلیه: لوٹانا۔ الحافرة، الٹے پاؤں، یعنی جس راستے سے چل کر آیا تھا، مراد چکلی حالت، یعنی حیات قبل الممات) (۲) حَفَرَ (ض) حَفْرًا: گڑھا کھو دنا۔ حافرة یعنی محفورة گھدی ہوئی زمین، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم گھدی ہوئی زمین یعنی قبر میں ہوں گے، عبارت ہوگی ۃ إنما لم رد دون و نحن فی الْحَافِرَةِ، گھنیا فعل ناقص جمع متکلم عظاماً ہڈیاں، عظوم کی جمع، نَخْرَةٌ، نَخْرَةٌ کا مؤنث، باب سمع سے صفت مشہدہ (قاموس القرآن) نَخْرَةٌ (س) نَخْرَةٌ: بو سیدہ ہونا، چورا چورا ہونا۔ اِذَا جمهور کے نزدیک حرف ہے، اور بسیط ہے، اور اس کے معنی جواب و جزاء کے ہیں، لا عمل لها، اصل لفظ اذن ہے، بحالت وقف نون کو الفت بدلت دیتے ہیں۔

قلب کے لغوی معنی ہیں اللہ اپننا، قلب گوشت کا ایک لوزڑا ہے جو انسان کے سینہ کے باہم پہلو میں ہے اور چونکہ یہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں یہ معنی علم تعریج بالاعضاء میں ہے اور ادب کی زبان میں قلب کے دو معنی ہیں (۱) عقل (۲) وجود انسان روحاںی، قرآن میں دنون معانی کا استعمال ہوا ہے، افلم سیر و افی الارض فتنکون لهم قلوب یعقلون بہا الخ یہاں قلب سے مراد عقل ہے اور سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب اور اذا ذکر اللہ و چلث قلوبہم جیسی آیات میں قلب سے مراد وجود انسان ہے، ظاہر ہے کہ مردوب ہونا اور رہیت و خوف وغیرہ سب وجود انسانی چیزیں ہیں۔

گزہ باب ضرب کا مصدر، اور ”ة“ برائے وحدت ہے، معنی ہوں گے ایک بار لوٹنا، گزہ الشیع (ض) کڑا: لوٹنا، مراد دنیا سے لوٹ کر عالم آخرت کی طرف جانا، خاہیرۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خیر (س) حشرا و حشرہ و خشرانًا: نقصان انحصاراً (یہاں استاد مجازی ہے ای اسنید الخسارۃ للکڑۃ والمراد اصحابہا) زَجْرٌ سے مصدر مرہ، بمعنی ایک ڈانٹ (القاموس الوحید، اعراب القرآن و صرف و بیانہ) زَجْرٌ (ن) زَجْرًا: ڈانٹا، واحدۃ مؤنث واحد، ایک (حساب کا پہلا عدد) وَحْدَة (ض) (س) وَحْدًا وَحْدَة تھا ہوتا۔ الساہرۃ صاف و ہمارے میں، میدان قیامت، جملہ سواہر، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، بیدار رہنا، نینداڑ جانا (اس زمین کے اس نام سے موسم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر چلنے والا شدت خوف کی وجہ سے سوتا نہیں ہے بلکہ بیدار ہتا ہے، بولتے ہیں قطعہ سواہر، انہوں نے ایسی لمبی چوڑی زمین کو طے کیا جس پر چلنے والا جگتا رہتا ہے) پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ ارض آخرت ہے اور دوسرے بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی زمین ہے۔

ترکیب قُلُوبٌ يَوْمَئِنَ وَاجْفَةُ أَبْصَارُهَا خَائِشَةٌ... قلوب مبتدأ اور توین برائے تنوع جو بمنزلہ وصف کے ہے یا برائے تکشیر الہذا مبتدأ کہہ مخصوصہ ہے، جب توین برائے تنوع ہو تو ترجمہ ہو گا کچھ قسم کے دل اور برائے تکشیر ہو تو ترجمہ ہو گا بہت سے دل، (روح المعانی) یومئین، واجفة کاظف مقدم، واجفة شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر خبر اول، ابصارہا مرکب اضافی ہو کر مبتدأ، ای ابصار اصحابہا، والضمیر للقلوب، خائشة شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر مبتدأ اول کی خبر ثانی (محل رفع میں) مبتدأ اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ متنافہ بیانیہ ہوا (الاصل ہا)۔ (اعراب القرآن و صرف و بیانہ)

يَقُولُونَ إِنَّا لَمَرْدُوكُونَ فِي الْحَافِرَةِ... هُنَّ مَبْتَدَأ مَخْدُوفٍ يَقُولُونَ فعل، ضمیر واد فاعل (مراد منکرین قیامت) همزہ برائے استفهام (استفهام انکاری)، لانہم انکروا الرد ای حرف مشہہ بالفعل، نا اس کا اسم (حلا مخصوص) لام برائے تاکید مزحلقہ۔ مَرْدُوكُونَ، صیغہ اسم مفعول، ضمیر هم نائب فاعل، فی الْحَافِرَةِ (ای إلى الحافرة) متعلق، شبہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشہہ بالفعل کی خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر يقولون کا مقولہ، پھر محل جملہ مبتدأ مخدوف هم کی خبر (محل رفع میں)، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر بتدر اسمیہ خبر یہ متنافہ بیانیہ ہوا جو کہ منکرین بعثت کے قول کو بیان کرنے کے لئے لا گیا گیا ہے۔ (اعراب القرآن و صرف و بیانہ)

إِذَا كُنَّا عِظَاماً نَخْرَةٌ... همزہ برائے استفهام انکاری، (الاستفهام ہنہنا تاکید لمضمون انکار البعث) اذَا اسم ظرف بمعنی وقت مضاف کُنَّا فعل ناقص، نا ضمیر اسم، عِظَاماً نَخْرَةٌ مرکب توصیفی ہو کر اس کی خبر، فعل ناقص مع اسم خبر کے مضاف الیہ اور اس مرکب اضافی کا عامل وہ فعل مخدوف ہے جس پر لَمَرْدُوكُونَ شبہ فعل مذکور دال ہے، ای ہل نَرْدُونَ بعثت میں جدید اذَا کُنَّا ای (ترکیب دیگر وہی فعل مخدوف) اذَا کُنَّا کا جواب و جزاء ہے)

دوسری ترکیب: قلوب واجفة مرکب توصیفی مبتدأ اور ابصارہا خائشة جملہ اسمیہ ہو کر مبتدأ کی خبر، اب ترجمہ دوسرا ہو گا۔

قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ... قَالُوا فَعَلٌ، وَأَوْضَيْرَ فَاعِلٌ، فَعَلٌ اپنے فاعل سے مل کر قول۔ تلك مبتدا (والإشارة الى الرجعة المفهومۃ من قوله، أنا لم رد دون الخ مظہری) إذا، حرف جواب وجزا لاعمل لها (جیشی بھا لافادة تاکید الرجعة الخاسرة) **کرَّةٌ خَاسِرَةٌ مرکب تو صیغی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ متنافس ہوا (لام محل لها) (کلام منسوب لحكایۃ کفر آخر متفرع علی کفرهم السابق) **فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ** یہ فاء مخدوف کے جواب میں ہے یعنی قول مقدر کی تعلیل کے لئے ہے آئی لا شَصْطَعْبُوهَا (یعنی اس کو مشکل مت سمجھو) **فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ** (اعراب القرآن، روح المعانی) این حرف مشہر بالفعل، **مَا** کافہ ہی مبتدا (ای النفحۃ الشانیۃ) **زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ** مرکب تو صیغی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ تعلیل یہ ہوا۔ (المحل لها) **فَإِذَا هُمْ بِالشَّاهِرَةِ...** **فَاصْبِرْهُمْ** اور شرط مقدر ہے آئی إذا نفعَ فی الصور شرط إذا مفاجاتیہ، **هُمْ**، مبتدا بالساحرۃ کائنون مخدوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط مخدوف کی جزا، (المحل لها) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ ہوا۔**

ہلْ أَتَلَكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝ إِذْنَادِهِ رَبِّهِ بِالْوَادِ الْمَقْدَسِ طَوْيٰ ۝ إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسی کا قصہ پہنچا ہے۔ جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوی میں پکارا۔ کتم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت

إِنَّهُ طَغَىٰ ۝ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَى آنْ تَرْكِي ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَخْشِي ۝

اختیار کی ہے۔ سواس سے کہو کہ کیا تمہارے اس بات کی خواہیں ہے کہ تو درست ہو جائے۔ اور میں تمہارے رب کے طرف رہنمائی کروں تو توڑ رنے لگے۔

شرح منکرین قیامت کے ائمہ سید ہے سوالات اور قیامت کی تکذیب کرنے سے حضور ﷺ کو تکلیف وایذا پہنچتی تھی اس لیے ان آیات میں فرعون اور حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ایسی ایذا میں کچھ آپ کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انہیاً سبقین کو بھی بڑی بڑی ایذا میں پہنچی اور انہوں نے ممبر کیا، آپ بھی صبر سے کام لیں، لہذا ان آیات میں ایک طرف تو آپ ﷺ کے لیے تکذیب قوم پر صبراً فرنی مقصود ہے اور دوسری طرف کافروں کے لیے تباہی کی دھمکی ہے کہ فرعون جولا کھوں انسانوں کا بادشاہ تھا اس کا یہ حشر ہوا تو پھر یہ کہ کے کافر کس گفتگی میں ہیں، یہ کس منہ سے اللہ کے اعلان یعنی قیامت کی تکذیب کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**هَلْ أَتَلَكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝**“ کیا آپ کو موسی کا قصہ پہنچا ہے استفہام برائے تقریر ہے یعنی وہ قصہ آپ کو پہنچا ہے، **قَصْهَ يَهُوَاكَهُ إِذْنَادِهِ رَبِّهِ بِالْوَادِ الْمَقْدَسِ طَوْيٰ ۝**“ جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوی میں پکارا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وادی مقدس یعنی کوہ طور کے پاس طوی میں موسی سے ہم کلامی کی اور فرمایا ”**إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝**“ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے اس کی

شرارت و سرکشی اور تکبر یہ تھا کہ خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا بلکہ اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کرتا تھا ”فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَى آنَ تَرْزِيْتِكَ وَأَهْدِيْكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَكْتُخُشُیْ“^{۱۶} سواں سے کہو کہ کیا مجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور میں مجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں، تو توڑنے لگے، درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تو کفر و شرک اور شرارت و سرکشی کو چھوڑ دے، اور میں تیری درستگی کی غرض سے تجھ کو تیرے رب کی طرف یعنی اس کی ذات و صفات کی طرف راہ دکھلاوں یعنی تیرے سامنے اس کی ذات و صفات کو بیان کروں اور پھر تو اس سے ڈرنے لگے اور ایمان لے آئے، (معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح معرفت الہی اور خیست خداوندی پر موقوف ہے)

اختیاری مطالعہ

واقعہ موسیٰ: واقعہ یہ پیش آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام میں یہ معاہدہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ یادوں سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کریں گے، چنان چہ میں کے اندر شعیب علیہ السلام کے مکان پر یہ مدت پوری کر کے موسیٰ علیہ السلام نے رخصت چاہی کہ میں اپنی والدہ اور بہن سے ملنے کے لیے مصراجاتا ہوں اور جس خطرہ کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے عرصہ دراز گزر جانے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا، شعیب علیہ السلام نے ان کو من ان کی اہمیت یعنی اپنی صاحبزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت کر دیا، راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا، موسم سردی کا تھا اور اہمیت محترمہ حاملہ قریب الولادۃ تھیں، جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پر ہاڑ کی مغربی اور داہمی سمت جانکلے، اہمیت کو درود زہ شروع ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے حفاظت کے لیے آگ جلانا چاہا اسی حیرانی و پریشانی کے عالم میں کوہ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا، گھروالوں سے کہا کہ میں آگ لانے جاتا ہوں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ جاننے والا مل جائے تو راستہ بھی معلوم کروں، فلمما اثنا نو دی یا موسیٰ اتنی انا ریک فا خل ع نعلیک انک بالواد المقدس طوی وانا اختر تک فاستمع لما يوحى مختصر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچنے تو ایک عجیب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت پر شعلے مار رہی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کچھ گھافس پہونس آگ کے قریب کیا کہ ان میں آگ لگ جائے گی اور ان کا مقصد پورا ہو جائے گا مگر جب یہ گھافس پہونس آگ کے قریب کیا تو آگ پہنچنے ہٹ گئی، بہر حال آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اور ایک آواز آئی کہ اپنے جو نے اتار لے کہ یہ مقام ادب ہے اور آپ وادی مقدس یعنی طوی میں ہیں، جو کلام اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا یعنی انہی انا اللہ، لا الہ الا انا فاعبدنی و اقیم الصلوٰۃ لذکری ان الساعۃ آیۃ الخ۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین کے تمام اصول کی تعلیم دے دی گئی یعنی توحید رسالت اور آخرت اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور آپ کو کچھ مجذرات بھی دیئے گئے یعنی آپ کے ہاتھوں میں جو عصا تھا اس کا اثر دہا بننے کا عجزہ، دوسرا عجزہ یہ کہ جب آپ بغل کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالتے تو ہاتھ آفتاب کی طرح چکنے لگے پھر آپ کو حکم ہوا لاذہ بالي فرعون انہ طغی الخ۔

لغات آتی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، آئی، (ض) آتیسا و ائیسا نا: آتا - حدیث بات، قصہ، جمع احادیث

(محدثین کی اصطلاح میں حضور ﷺ اور صحابہ اور تاریخ کو کہتے ہیں) موسیٰ بن اسرائیل کے پیغمبر کا نام۔ علمیت اور مجہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے (مزید سورۃ الاعلیٰ میں) اذْ چند معانی کے لئے آتا ہے، تفصیل در اختیاری مطالعہ۔ ناذی (مفاعیت) ماضی واحد مذکور غائب، ناذی مناداة و نداء، فلاتاً وبه: آواز دینا۔ الواد المقدس، پاک وادی، (وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرف، ہم کلامی حاصل کیا تھا) لفت کے اندر وادی دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں، جمع آؤ دید۔

فَالنَّدَاءُ الواد، رسم مصحف بغیر یاء کے ہے اور یاء کو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کر رکھا ہے (اعراب القرآن و صرف و بیانہ) (۲) یاء تلفظ کی اتباع میں رسم الخط سے بھی حذف ہو گئی۔ المقدس، باب تفعیل سے اسم مفعول، قدس اللہ فلانا: هذا کا کسی کو پاک و صاف بنانا، قدس (ک) فُذْسَا و فُذْسَا: پاک ہونا، با برکت ہونا، طوی، اسی وادی مقدس کا نام طوی ہے جو ملک شام میں ہے اور اس کو وادی ایمن بھی کہتے ہیں، طوی بضم الطاء و بکسرها، بالتنوین وبالتنوین ہر طرح پڑھا جاتا ہے، نیز منصرف و غیر منصرف دونوں، منصرف بایں طور کہ وہ وادی اور مکان کا اسم ہے اور نکرہ ہے اور غیر منصرف بایں وجہ کہ وہ مؤنث کا علم ہے یعنی بتاویل بقعة اور معرفہ ہے لہذا علمیت اور تائیث کی بناء پر غیر منصرف ہو گا اور اب اس پر تنوین نہیں آئے گی۔ (مظہری، اعراب القرآن) اذھب (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر ذھب (ف) ذَهَابًا وَمَذْهَبًا، جانفرعون، قدیم مصری بادشاہوں کا لقب، جیسا کہ شاہ ایران کو کسری اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ میکن کو تبعیع کہا جاتا ہے (۲) ہر ظالم و سرکش کا لقب، جمع فرعون (حضرت موسیٰ نے جس فرعون کے محل میں پورش پائی اس کا نام رعمیس دوم تھا) (قاموس القرآن) فرعون بھی لفظ ہے اور بر بنائے مجہ و علمیت غیر منصرف ہے، طغی (ف) ماضی واحد مذکور غائب، طغی (ف) طغیا، و طغیانًا: سرکشی کرنا، حد سے بڑھ جانا، قرآن شریف میں یہ صیغہ باب فتح سے ہی استعمال ہوا ہے اگرچہ باب نصر و سمع سے بھی اس کا استعمال آتا ہے باب نصر سے واوی اور باب سمع و فتح سے یاں ہے تو زمی (تفعل) مضارع واحد مذکور حاضر (تو سور جائے) دراصل تنزیگی ہے ایک تاء تحفیفاً حذف ہو گئی مصدر رنزیگی ہے بمعنی سورنا، پاک ہونا، محروم ہیں ہے زکا (ن) زکاء و زکی (س) زکی: بڑھنا، نیک ہونا۔ آہدی، (ض) مضارع واحد شکم، هدی فلاناً هدی و هدیا، و هدایۃ: راه دھلانا، هدی فلان: رہنمائی حاصل کرنا، تخفیثی (س) مضارع واحد مذکور حاضر خیسی (س) خشیہ ذرنا۔

تُرْكِيبٌ مُهْلِ آتَكَ حَدِيْثُ مُوسَى إِذْنَادَةَ زَبَّةَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوْيٍ... (کلام مشتائق وارد لتسليۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ تَكْذِيْبٍ قَوْمِهِ وَ تَهْدِيْدِهِمْ عَلَيْهِ) هل برائے استفہام تقریری (وقیل هل پیغشی قذ) آتک فعل مع مفعول به حَدِيْثُ مُوسَى مرکب اضافی ہو کر فاعل مکمل جملہ جملہ متنافس (ال محل لها) اذ آسم ظرف بمعنی وقت، مضافت زادۃ زبۃ بالواد المقدس طوی جملہ ہو کر مضافت الیہ، مضافت اپنے مضافت الیہ سے مل کر حدیث کا ظرف (ظرف للحدیث لا لالاثیان لا اختلاف و فئیہما) (روح المعانی و اعراب القرآن) اور تقریر

مظہری میں اس طرح ہے الظُّرُفُ مُتَعَلِّقٌ بِمَفْهُومِ حَدِيثِ مُؤْسَى أَيْ هَلْ آتَاهُ الْحَدِيثُ الْمُتَعَلِّقُ بِمُؤْسَى وَقَتَ نِدَاءَ رَبِّهِ إِيَّاهُ، یا پھر اذ نادا کو اذ کر فعل مقدر کا مفعول ہے ما ناجائے (روح المعانی) (بالوادِ متعلق نادی کے، طوی، بدل ہے الْوَادُ الْمَقْدَسُ سے، بالوادِ ای فی الوادِ) اذہب ای فیز عَوْنَ اِلَهَ ظَفَرِ فَقُلْ هَلْ لَكِ اِنْ تَرَوْنِ وَأَهْدِيَكِ اِلَى رَبِّكِ فَتَخْشِيِ۔ اذہب سے پہلے و قال مخدوف ہے الہذا قال فعل فاعل ہو کر قول اے اذہب فعل ضمیرانت فاعل، الی فرعون متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معلل (فی محل نصب) اِلَهَ ظَفَرِ جملہ تعلییہ (تعلییل لِلْأَمْرِ) معلل اپنی تعلیل سے مل کر معطوف علیہ فاعطفہ قُلْ فعل، انت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هل برائے استفہام (معناہ العرض لاستدعائہ بالملاظفة) لک جار مجرور ثابتہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، الی حرف جار اُن ناصہہ تزگی فعل مضارع، ضمیرانت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ اہدیٰ، فعل ضمیر ادا فاعل کاف مفعول بے الی ربک متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاء حرف عطف برائے تفریج تخلیٰ فعل فاعل ہو کر معطوف (تخلیٰ کامفعول بہ ضمیر بوجہ رعایت فوصل مخدوف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا تزگی کا پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق رَغْبَةً مصدر کے، اور وہ مبتداً موخر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر قول کامقولہ، (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر اذہب کا معطوف، (فی محل نصب) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر قال مخدوف کامقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید لفظ اذ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) ظرف اس وقت ماضی یا مستقبل یا جملہ اسیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور عموماً زمان ماضی کے لیے ظرف بنتا ہے جیسے لاَلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًّا أَثْنَيْنِ إِذْهَمَا فِي الْفَارَادِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزُنَنَّ اللَّهَ مَعْنَاهُ۔ اور کبھی مفعول بہ بتا ہے جیسے وَإِذْ كَرَوا إِذْ جَعَلْكُمْ خَلْفَاءَ مِنْ يَوْمِ نُوحٍ اور کبھی مفعول بہ سے بدل بتا ہے جیسے: وَإِذْ كَرَفَ الْكِتَابُ مَرِيمًا إِذَا نَتَبَدَّلُ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا، لفظ اذ یہاں لفظ مریم سے بدل اشتمال ہے اور کبھی مضاف الیہ کے بعض اس پرتوین داخل کر دی جاتی ہے جیسے: يَوْمَ نُودِ (۲) حرف تعلیل جیسے: ضریبہ اذ اساسہ (میں نے اس کی پہلی کی کیوں کہ اس نے برا کام کیا) (۳) حرف مقاجات جیسے: ثُلَّ الْأَرْبَ میں ہے فَيَبْيَنُوا الْعَسْرًا ذَدَارَتْ مِيَاسِيرَ (چوں کہ شکی کے دوران اچانک گھونٹنے لگتے ہیں جوئے کے پاسے)

اجرا اهل اناک حديث موسیٰ عزیز طلبہ! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ لفظ مولیٰ معرفہ ہے بوجہ علم ہونے کے، مگر میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ ہے کہ اگر علم سے مراد اس کا صرف مشہور لیا جائے، تو پھر علم معرفہ نہیں رہے گا۔

قولہ اذہب بالغ ایک قول یہ ہے کہ اذہب، تفسیر ہے نادا، کی، و قیل هو علی حذفی ان المفسرۃ ای ان اذہب، اور پہنچی جائز ہے کہ آن مصدریہ سے پہلے حرف جو مقدر ہو ای یا ان اذہب

جیسے لکھیں فرعون موسیٰ یہاں فرعون سے مراد صفت فرعون اور موسیٰ سے مراد صفت موسیٰ ہے اسی لکھیں مہم طبق اسی طرح اور بھی کچھ شکلیں ہیں دیکھئے مشکل ترکیب کا حل ص: ۱۳۷۔

فَأَرَاهُ الْأِيَّةَ الْكُبْدَىٰ ۖ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ۖ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی۔ تو اس نے جھٹلا یا اور کہنا نہ مانا۔ پھر جب اس کو کوشش کرنے لگا۔ اور جمع کیا پھر باواز بلند تقریر کی۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور کہا کہ میں تمہارا رب اصلی ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ پیش کیا اس میں

لَعْبَرَةً لِمَنْ يَخْشِيٰ ۖ

ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ذرے۔

تشریح ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس جانے کا حکم کیا تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم من کر فرعون کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**فَأَرَاهُ الْأِيَّةَ الْكُبْدَىٰ ۖ**“ یہ آیت فعل مخدوف پر معطوف ہے ای ذہبت الی فرعون فاراہ الخ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے پھر جب فرعون نے دلیل نبوت طلب کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی دکھلائی یعنی اپنے بنی ہونے کی نشانی دکھلائی، اس نشانی یعنی آیت کبریٰ سے بعض مفسرین نے عصما کا مجذہ مراد لیا ہے کہ آپ نے اپنے عصما کو زمین پر ڈالا تو سانپ بن گیا اور بعض مفسرین نے آیت کبریٰ کو اسم جنس قرار دے کر عصا وید بینداونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے، اور اسم جنس کا اطلاق تلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے، مگر وہ ملعون مانے والا کہاں تھا۔

فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ۖ“ تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلا یا اور کہنا نہ مانا، پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی کوشش کرنے لگا۔ **فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ**“ اور جمع کیا یعنی لوگوں کو جمع کیا پھر (ان کے سامنے) باواز بلند تقریر کی، اور کہا میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں یہ موسیٰ کہاں سے آگیا، اور کس نے اس کو بھیجا، **رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ** میں اعلیٰ کی قید قید احترازی نہیں ہے کہ وہ اپنے کو تو بڑا رب اور کسی دوسرے کو چھوٹا رب بھی مانتا ہو، بلکہ یہ قید قید واقعی اور صفت مادیہ کے طور پر استعمال کی کہ میں در حقیقت تمہارا بڑا رب ہوں، الغرض فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ ”**فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ**“ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے عذاب میں پکڑا دنیوی عذاب تو غرق، اور اخروی عذاب حرق، یعنی دنیا کے اندر تو اس کو دریا میں غرق کر دیا اور آخرت کے اندر نا رجہنم میں جلے گا۔ نکال اسم مصدر ہے یعنی عبرتاک سزا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں سزا میں بڑی عبرت تاک تھیں، ”**إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعْبَرَةً لِمَنْ يَخْشِيٰ ۖ**“ ذلک کا

مشارالیہ ہے المذکور ای فی الاخزو النکال بے تک اس میں ایسے شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ذرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ذرے اور عبرت حاصل کرے کہ پیغام خدا کو تحریر نے اور فرستادہ خدا کی تنکذیب کرنے سے ہلاکت و بر بادی کے سوا کچھ نہیں، اے اللہ ہم سب کی حفاظت فرم۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں ☆ طغونہ دیں مگے ثبت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں
لغات آزَاہ ہمزہ اول زائد ہے یہ آفقل کا ہمزہ ہے اور ہاء سے پہلے جو الف ہے وہ لام کلمہ ہے جو کہ دراصل یا متعال اور عین کلمہ (ہمزہ) تخفیفاً حذف کر دیا گیا، مادہ رأی ہے، آزی کی اصل آزا ہے (آزَا) اور اس کی اصل آزآی ہے (باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مصدر ارائه) یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا ازَا ہوا، پھر ہمزہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، ازی ہو گیا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (اور یہاں چوں کہ آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اس لیے متعدد بدومفعول ہے نہ کہ متعدد بسہ مفعول)

الأَيْةِ نشانی، مجزہ، جمع آیات، آیت کے اصل معنی ظاہری نشانی کے ہیں، اسی اعتبار سے قرآن کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ کلام کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ **الكُبْرَى** (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، جمع الكُبُرُ، كَبُرٌ (ک) کبڑا و کبڑا، شان و مرتبہ میں بڑا ہونا **كَذَبٌ** (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، کذب فلانا: کسی کو جھٹانا، کذب (ض) کذبنا و کذبنا: جھوٹ بولنا، عَصْنِي (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَصْنِي (ض) عصیاناً، و مَعْصِيَةً: نافرمانی کرنا، **أَذْبَرٌ** (فعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَذْبَرَ أَذْبَارًا: پیشہ پھیرنا، يَسْلُخُ (ف) مضارع واحد مذکر غائب، سُلْخَى (ف) سُلْخَى: کوشش کرنا، دوڑنا **حَشْرَةٌ** (ن، ض) حشرہ: جمع کرنا، ناذی (مفاعلات) ماضی واحد مذکر غائب، ناذی مناداة و نداء: آواز دینا، **الْأَغْلُلُ** (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَيْهِ يَغْلُلُ (ن) غُلُو: بلند ہونا، (اغلی صفت واحد) ہے، اخڑا زی نہیں ہے کہ ارباب غیر اعلیٰ کے وجود کو مستلزم ہو ای لم یقصد به التفضیل بل الوصف) **أَخْذَ** (ن) ماضی واحد مذکر غائب، أَخْذَ (ن) أَخْذَا، لیتا، کپڑنا، نَكَلَ، تَكَلَّلَ کا اسی مصدر (جیسے سلام، تسلیم کا ہے، تفسیر مدارک ص: ۳۲۶) بمعنی سزا، عبرت ناک سزا، عذاب، نَكَلَ، (ن) نَكَلَةٌ بغلان: کسی کو عبرت ناک سزا دینا، **الْأَخْرَةُ** موت کے بعد کا زمانہ، اسم فعل کے وزن پر ہے مگر یہاں بطور اسم جامد مستعمل ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ) ملائی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا، **الْأُوْلَى** ہمیں، مراد دنیا، جمع أَوْلَى، یہ اول کا مؤنث ہے، قرآن کے اندر جہاں لفظ آخرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے، (مزید تفصیل سورۃ الطفیف میں) **عَبْرَةٌ** نصیحت، جمع عَبْرَةٍ (قال الرازی العبرة من الغبور (ن) گذرنا، ایک جانب سے دوسری جانب پہنچنا، نصیحت حاصل کرنے میں بھی انسان جہالت سے عبور کر کے علم تک پہنچتا ہے) **يَعْلَمُ** مضارع واحد مذکر غائب، خَشِيَ (س) خشیت: ذرنا۔

تُرْكِيبٌ فَأَرَاهُ الْأَيْةَ الْكُبْرَى فَكَذَبَ وَعَصْنِي لَقَدْ أَذْبَرَ يَسْلُخَ... فَإِنْ عَطْفَ اور معلوم علیہ مخدوف ہے

ای ذہب الی فرعون فَازَاهُ ای ای فعل ضمیر هو فاعل، ضمیر منصوب متصل مفعول بے اول الکیہ الکبریٰ مرکب توصیفی مفعول بے ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ کذب و عضو، باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر حسب سابق معطوف علیہ معطوف، فَلَمْ حرف عطف، أَذْبَرَ فعل، ضمیر هو مستتر ذوالحال یعنی جملہ فعلیہ حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (آذبَرَ کا عطف کذب پر ہے) فَخَسِرَ فناڈی فَقَالَ آئَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى فَأَخَذَنَّهُ اللَّهُ تَعَالَى الْآخِرَةُ وَالْأُولَى۔ یہ سب باہم معطوف علیہ ہیں اور ان کا تعلق بھی ما قبل معطوف علیہ سے ہے، پھر تمام معطوفات مل ملا کر جملہ متنافس ہے۔ (المحل لہا) فَأَخَذَنَّهُ کی فاسیتیہ ہے یعنی ما قبل سبب ہے ما بعد کے لئے الآخرۃ والاولی مرکب عطفی ہو کر نکال کا مضاف الیہ ہے، پھر مرکب اضافی آخذ فعل کا مفعول مطلق ہے کیونکہ دونوں میں معنی اتحاد ہے اور نکال، تنکیل کا اسم مصدر ہے اور اسم مصدر کا مفعول مطلق بناتج ہے کیونکہ مفعول مطلق کے لئے معنی حدثی ہونا کافی ہے، اس سے افعال کا مشتق ہونا ضروری نہیں ہے یا پھر نکال سے پہلے مضاف مخدوف مانا جائے ای فاخذہ اللہ آخذ نکال ای یا پھر اس طرح عبارت مانی جائے، فنکل بالاخذ نکال الآخرۃ والاولی۔

إِنْ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشِيِ... إِنْ حرف مشہد بالفعل، فِي ذَلِكَ متعلق ثابت مخدوف کے ہو کر خبر مقدم (ای فی المذکور، ای فی الاخذ والنکال) لَام، مزطقة، برائے تاکید عیزَّۃ موصوف، لام جارہ من یخْشِی اسم موصول مع صله کے مجرور، جار مجرور کا تائنا مخدوف کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر حرف مشہد بالفعل کا اسم موصو، حرف مشہد بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (المحل لہا)

فَاللَّامُ ابتدائیہ و مزطقة کا بیان صفحہ ۱۰ را در حاشیہ تسمیہ دیکھیں۔

روح العائی میں اس فاؤنسیو لکھا ہے اور معطوف علیہ تبہ قی مخدوف ہے۔

۱۔ لام کی عتف تسمیہ ہیں چنانچہ بلا خذ، ولا م مفرودہ کی تین تسمیہ ہیں (۱) لام جارہ، (۲) لام جاز م (۳) لام غیر عاملہ قسمہ اول: لام جارہ عتف محانی کے لئے آتا ہے مثلا اختصاص، اختراق، تطہیل، تاکید، نفي، تمثیلک، ملک وغیرہ کے لئے ومنہا التوكید وہی اللام الزائد وہ انواع میںہا اللام المعتبرہہ بین الفعل المتعذر و مفعولہ، ومنہا اللام المسماۃ بالتفہم وہی المفترضہ بین المتضادین کما فی قولہم یا بتوس اللعزیز والاصل یا بتوس العرب و منها اللام المسماۃ بلام التقویت وہی المزیدۃ للتقویۃ عامل پڑھن (اقباتا خر العامل نحو خذی و رحمة للذین هم لرتهم بربوون، او یکون نظر غافی العمل نحو قال لسا برید)

قسم ثانی: دوسری تسمیہ کلام وہ ہے جو طلب کے لئے آتا ہے اور اپنے بعد کو جزو ہے اور خدا کو مدد ہے لیکن اگر اس سے پہلے دو، تاہم اور تتم ہو سکن ہو جاتا ہے جیسے: غلیست جیبوا الى ولیو میڈابی، شتم لیقھوا۔

قسم ثالث: تیسرا تسمیہ کلام وہ ہے جو غیر مال ہوتا ہے اور اس کی سات تسمیہ ہیں، لام ابتدائیہ یا میثون جملکی تاکید کا کہہ کر وہ جو سے بابدان میں اس کو مصدر جملے سے ہنا کر کیجا گے بڑھادیا جاتا ہے کیونکہ ان خود کیوں کیوں کلام کے لئے آتا ہے تو اگر اس لام کو کسی شرعا کا کم میہ کہہ تو ابتدائی کلام میں دو تاکیدوں کا بھلک لازم آئے گا، لہو یہ کروہ ہے، اس لام کو لام مزطقة (فتح اللام و بکسرها) کہتے ہیں (یعنی جس کو اس کے تمام سے بھلا دیا اور بہت دیا گیا ہو) کیسے اگر بکلی عکس پہنچو ماقيا متابدیتی لستینیع الدعا، یا ان لکل لا جزا غير ممنون اسی مفہوم پر ختم ہوں ۷

وَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ الرِّسَاءُ بَنْتُهَاٗ رَفَعَ سَبِكَهَا فَسَوَّهَاٗ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَاٗ

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ اللہ نے اس کی محبت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔ اور اس کی رات کوتار یک بنایا

وَأَخْرَجَ ضُحْنَهَاٗ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذِلِكَ دَخْنَهَاٗ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَهَاٗ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد زمین کو بچایا۔ اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

وَالْجِبَالَ أَرْسَهَاٗ مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ تمہارے اور تمہارے مواثی کے فائدہ پہنانے کے لئے۔

تشریح ماقبل آیت یعنی **إِذَا كُنَّا عَظَامًا تَخْرَجَ** میں کفار کا قیامت کو مستعد و حال بھنا مذکور تھا، پھر فی **إِنَّا** ہی **زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ** سے وقوع قیامت کا تعلی جواب دیا گیا، پھر درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ مذکور ہوا اب **وَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا** سے وقوع قیامت کا عقلی جواب دے رہے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**وَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ الرِّسَاءُ بَنْتُهَاٗ**“ بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ یعنی تم یہ بتلوں کے کیا تمہارا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد، زیادہ سخت ہے یا آسمان کا، ظاہر ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے جیسا کہ دوسری آیت ہے **لَخْلُقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** اکبر من خلق النّاس یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل ہے کہ آسمان انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ حالانکہ تم نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا تو پھر تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ لہذا ایک بارہ بار زندہ کئے جاسکتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ ”**بَنْتُهَاٗ رَفَعَ سَبِكَهَا فَسَوَّهَاٗ**“ اللہ نے اس کو بنایا بایں طور کہ اس کی چحت کو بلند کیا واقعی حیرت ہے کہ کس قدر اوچا بنا یا اور اتنی اوچا کی پراس کو کس طرح روک دیا، اور اس کو درست بنایا کراس میں کوئی شکاف اور کمی نہیں ہے، ”**وَأَغْطَشَ لَيْلَهَاٗ وَأَخْرَجَ ضُحْنَهَاٗ**“ اور اس کی رات کوتار یک بنایا، یہ پڑتا ہے۔ (لہذا ان سیماں دراصل لئے تھا) اگر ان کو موفر کر دیتے تو حرف (رف مخفہ) کے معمول کا اس پر مقدم کرنا لازم آتا، اور حکم لام ابتداء جو مرتکب ہو چے لائیں اشد روشنی میں ہے۔

دوسری حتم لام زائد ہے جو بتا خیر پر واصل ہوتا ہے جیسے: **أَمَّا الْعَالِيِّينَ لَقَجُوزُ شَهْرَتَهُ، الْأَضْلَلُ لَهُ عَجُونُ** اور یہ لام فتح کی خبر ہے بھی آتا ہے جیسے **أَلَا أَنْتُمْ لِيَا كُلُونَ الطَّعَامَ** (فتح الہرہ، سید ابن حجر کی فتاویٰ کے مطابق) اس لام کے بعد بھی مذاق ہیں تسلی و مشفی اللہیب، تیری حتم لام المباب ہے یعنی جواب لوکا لام ہے تو گان ذیہما الہنالا اللہ لفستا، لور لولا کے جواب کلام ہے و لو لا دفع افتم الناس بعضهم بیبعض لفستی الارض، لور جواب حتم کلام ہے تاٹھ لایکن اس نام کے جواب اس کا شرعاً پر واصل ہو خردی یہ کے لئے کسی حکم اس کے بعد ہے اقل حتم پر ہنا کرتے ہوئے نہ کہ شرط ہے، بناءً بیس اس لام کو اس کو مذید تادراہ مذید بھی کہتے ہیں جیسے لاذ اثرب جو الایخرون مقتنہ ہوئے پائیں یہ حتم کلام ہے الرجل کلام۔ چھپی حتم کلام کا امام اشمات کلام ہے ذلک، تلک، (الدلایلی علی البعد اذ علی تو وکیلہ) ماتویں حتم کلام کام اسی حکم جو غیر جادہ ہو یہ لفوقیز ندای ما اظر فند

اور اس کے دن کو ظاہر کیا، لیلہا اور ھنپھنہا کی ضمیر سامنے کی طرف راجح ہے، اور رات و دن کو آسمان کی طرف اس لیے مفسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتے ہیں، اور آفتاب آسمان میں ہے، یہ نہیں فرمایا گیا کہ رات اور دن خود بخود پیدا ہو گئے، بلکہ رات کوتار یک بنا نے اور دن کو ظاہر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تاکہ اس کی صنائی کی طرف ذہن منتقل ہوا اور معلوم ہو کہ یہ دونوں کام کرنے والا بڑی قدرت و طاقت والا ہے لہذا ایسے قادر اور طاقت ورز کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں "وَ الْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَخْشَهَا ﴿٦﴾" اور اس کے بعد زمین کو بچایا کہ جس پر چنان پھرنا اور کھتی باڑی کرنا آسان ہو گیا، "أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً هَا وَ مَرْعَةً هَا ﴿٧﴾" اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا، یعنی زمین سے چشمون اور نہروں کو جاری کر کے بزری، غلے پھل پھول، اور طرح طرح کی غذاں پیدا کیں، "وَ الْجِبَالَ أَرْسَهَا ﴿٨﴾" اور پہاڑوں کو قائم کر دیا جس سے زمین کی سطح رک گئی، "مَتَّاعًا لَكُمْ وَ لِأَنْعَامِكُمْ ﴿٩﴾" تمہارے اور تمہارے مواثی کے فائدہ پہنچانے کے لیے یعنی زمین کا بچانا، اس پر پہاڑوں کا گاڑنا، اور زمین سے چشمون، نہروں اور غله و چارہ کا نکالنا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ رسانی کے لیے ہے۔ لہذا جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنادیں تو تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

فائدہ اصل استدلال خلق سامنے سے تھا، مگر زمین کا ذکر شاید اس لیے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور زمین کی تخلیق گوآسمان کے برابر نہ کہی لیکن نسبت انسان کے اس کی تخلیق بھی اشد ہے، اور آسمان و زمین کی تخلیق کا اشد مشکل کام ہونا یہ انسان کو سمجھانے کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کام کا کرنا دقیق اور مشکل ہو، قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے: إِنَّمَا أَمْرُهُ أَذْ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ نکتہ: قوله دَخْشَهَا جَلَالِين میں ہے کہ زمین کے مادہ کی تخلیق، تخلیق آسمان سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچانا تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

بنات آشَدُ زیادہ سخت، ام تفضیل واحد مذکور، از باب ضرب شد الشیع (ض) شدَّه: سخت ہونا، (۲) بخاری ہونا، شدَّ الشیع (ن) شدَّا: سخت کرنا، خلْقًا، باب نصر کا مصدر مجہول، پیدا کیا جاتا، السماو، آسمان، جمع سلطنت، ہلی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، ہلی (ض) بناء: بنانا (در اصل بتی تھا قاعدہ لے جاری ہوا ہے) رفع ماضی واحد مذکر غائب، رفع (ف) رفعا: بلند کرنا، اونچا کرنا، ستمک، اسے بمعنی چھٹ، جمع سموک، سٹوی (لفعل) ماضی واحد مذکر غائب، ستوی الشیع تشویہ: درست کرنا (اس میں قاعدہ لے سے تعیل ہوئی ہے) ستوی الرجل (س) سیوی: درستکار ہونا، آنحضرت، (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، (لازم و متعدد) تاریک کرنا، تاریک ہونا، مجرد میں باب

۔ جب خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو حقیقی ہوں گے ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل کرنا حضرت عیینی کے متعلق ہے واد تخلی من الطین کوہینۃ العلیم باذنی (او جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے ہو) اور کبھی خلق کے حقیقی اندازہ کرنے کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین اسی حقیقی کے اعتبار سے کہا ہے۔

ضرب سے ہے، غطش، (ض) غَطْشًا: تاریک ہونا، أَخْرَجَ ماضی واحد مذکر غائب، أَخْرَجَ الشَّيْءَ إِلَيْهِ اخراجا: نکالنا، خرچ، (ن) خُرُوجًا: لکنا، مُخْرِجٌ، اسم ہے اور معنی دھوپ پھینے اور دن چڑھنے کے میں پھر اس وقت کو بھی ضخی کہنے لگے جس میں دھوپ خوب پھیل جائے یعنی چاشت کا وقت، مراد دن ہے، (لیل کے مقابلہ میں آنے کے قرینہ سے) اور دن کو ضخی سے باس و جہ تعبیر کیا کہ چاشت کا وقت اجزائے نہار میں نور اور روشی میں اکمل ہوتا ہے۔ اور جب اس کی اضافت شمس کی طرف ہو تو مجاز اروشنی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے والشمس و صبحها یعنی کامل روشی جیسے وقت چاشت ہوتی ہے۔ (روح) دَحَّا (ن) ماضی واحد مذکر غائب، دَحَّا (ن) دَخْوَاءً: بچھانا، ہمار کرنا، (اس میں الف، واو یا یاء سے بدلا ہوا ہے بقاعدہ)، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مَاءِ پانی، جمع، میاہ، مَرْغَنِيٌّ، مصدر میکی، بمعنی المفعول بمعنی چارہ، (مظہری) یہاں مجاز مرسل ہے، یعنی مرغنى بمعنی گھاس بول کر مطلق ما کوں مراد ہے خواہ جانوروں کا یا انسانوں کا، مزید تفصیل در روح المعانی) مرغنى کا دوسرا معنی ہے چڑاگاہ، جمع مراع، اس صورت میں یہ باب نَفْعٍ سے اسم ظرف ہوگا (لہذا تسمیۃ الحال باسم محل کے قبل سے ہوگا) رغبی (ف) رغبیا و مرغبی: جانور کا چڑنا، چڑانا ازٹشی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، ازٹشی الشیع ارساء: قائم کرنا زستا (ن) رَسْوَاً: قائم ہونا۔ بقاعدہ اللف مزید فیہ میں یاء سے بدل کر آیا ہے اور مجرد میں واو سے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) متعالاً اسم مصدر بمعنی تمیقا (فاکہہ پہنچانا) الْعَامِرُ، نعم کی جمع چوپائے (ای الابل والبقر والغنم، جلالین) (یاد رکھئے کہ انعام کا اطلاق گائے، بھیں، بیل، بکری پر اسی وقت ہوگا جب ان میں اونٹ بھی ہو کیوں کہ انعام نعم بمعنی اونٹ کی جمع ہے اور اونٹ کو نعم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اہل عرب کے یہاں بڑی نعمت ہے اور دوسرے جانوروں پر اس کا استعمال تنفلیبا ہے)

ترکیب: أَنْثَمَ أَشْدَّ خَلْقًا أَمَ السَّمَاوَاتِهَا..... ہمزة حرفا استفهام برائے تو نفع، أَنْثَمَ متبدأ آشند اسم تفصیل واحد مذکر، ضمیر اس کے اندر میز خلقا تمیز، میز اپنی تمیز سے مل کر فاعل، اس تفصیل اپنے فاعل سے مل کر خبر، متدا اپنی خبر سے مل کر معطوف عليه، اکر حرفا عطف السما امتدا اور خبر مخدوف ہے ای اشد خلقا، متدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ (الاکل لہا) ہنہا... بلهی فعل ضمیر هو فاعل، (مرجع اللہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے لہذا مرتع معنی مذکور ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۲۰) ها مفعول بہ، مکمل جملہ جملہ متنافہ بیانیہ ہے (یعنی السماء اشد خلقا کا بیان اور کیفیت ہے) رَفَعَ سَقْكَهَا فَسُوْلَهَا وَأَنْظَقَ لَنَلَهَا وَأَخْرَجَ حَفَّهَا... رفع فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، سقکها مرکب اضافی مفعول بہ، پھر جملہ ہو کر معطوف عليه، فسوونہا، عطف رفع پر، پھر دونوں مل کر معطوف عليه وَأَنْظَقَ لَنَلَهَا معطوف عليه معطوف، وَأَخْرَجَ حَفَّهَا، معطوف، یہ سب مل ملا کر جملہ متنافہ بیانیہ ہے، (یعنی بسہا کا بیان ہے) (الاکل لہا) (روح) وَالْأَرْضَ بعد ذلك دخھنا آخر جملہ

- ۱ درسی ترکیب یہی ہے کہ السماء ذوالحالہ بسہا، حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر ائمہ پر عطف ہو۔
- ۲ رفع سقکها اضافی کوئی تباہ سے بدل بھی بنا سکتے ہیں۔

مَائِنَهَا وَمَرْغُهَا وَالْجَبَالَ أَرْسَهَا... وَأَدَ حرف عطف، (ما قبل جملہ پر عطف ہے) الارض مفعول بہ ہے، فعل مخدوف دحا کا جس پر ما بعد فعل دال ہے کیونکہ یہ ما اضمر عاملہ علی شریطہ التفسیر کے قبل سے ہے، بعد ذلک (ای بعد خلق السماء) مرکب اضافی ہو کر فعل مخدوف دحا کا ظرف۔ دخنا مکمل جملہ تفسیر ہے، فعل مخدوف دحا کی، (الجلل لہا) مفسرا پنی تفسیر سے مل کر معطوف علیہ، والجبال أَرْسَهَا یہ بھی ما اضمر عاملہ اخراج کے قبل سے ہے اور اس کی ترکیب بھی والارض بعد ذلک کی طرح ہے ای آڑسا الجبال أَرْسَهَا اور یہ جملہ بھی ما قبل پر عطف ہے (یعنی آڑسا کا عطف دحا پر ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور درمیان میں آخرج منہا مائِنَہَا وَمَرْغُهَا، یہ جملہ دحا کا بیان اور تفسیر ہے مَتَاعًا لِكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ... لَكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ معطوف و معطوف علیہ ہو کر متاع بمعنی تمثیقاً کا متعلق اور متاع فعل مخدوف فعل کا مفعول لد ہے ای فعل ذلک تمثیقاً لكم اخراج۔

**فَإِذَا جَاءَتِ الطَّآمِةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبُرِزَتِ الْجَحِيْمُ
وَجُبَّ وَبِرَا هنگامہ آوے گا ۰ یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا ۰ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ
لیمن یَرَىٰ ۝ فَآمَّا مَنْ طَغَىٰ ۝ وَأَثْرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝
غایبہ کی جاوے گی ۰ تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی ۰ اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی ۰ سو دوزخ اس کا مکانا ہو گا ۰
وَآمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝
اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو خواہش سے روکا ہو گا ۰ سو جنت اس کا مکانا ہو گا ۰**

تفسیر ما قبل آیات میں بعثت بعد الموت کو نقلي و عقلی دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا تھا، اب ان آیات کے اندر بعث کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کی جو جزا اوسرا ہوگی اس کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَإِذَا جَاءَتِ
الظَّآمِةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۝“ سو جب وہ بڑا هنگامہ آوے گا، یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا (طَمَ الشَّيْء) (مُس) طَمَّا و طَمُومَا کا معنی ہے چھاجانا، لہذا یہاں طامہ سے مراد ہنگامہ قیامت ہے کیوں کہ وہ سب پر چھاجائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا پھر اذا سے بدل آیا یوم پتذکر اخراج یعنی جس دن انسان اپنے کئے دھرے کو یاد کرے گا کہ اس کا ہر چھوٹا بڑا عمل نامہ اعمال میں درج ہو گا۔

تحقیق مشین رُمُختری نے کشاف میں لکھا ہے کہ طامة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے اور قیامت چوں کہ تمام دنیا پر غالب آجائے گی اس لیے اس کا نام طامة بھی ہوا، یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے مختلف پہلو

۱۔ چوں اخراج ارجح دوسری ترکیب یہ ہے کہ قلخ مخدوف مان کر اس کو حال بنا کر بھی صحیح ہے ای قذاخ جالخ
۲۔ متعاقاً اخراج کو مفعول مطلق بنا کر بھی درست ہے ای متعاقاً کہ پھرها تمثیقاً الکہج

سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس کے مختلف نام رکھے ہیں مثلاً واقعہ، حادثہ، طامہ، صاحمہ، غاشیہ، قارعہ، الساعتم وغیرہ۔ ”وَبُرِزَّتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَرِدِی“ ۱) اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے کی یعنی درمیان میں کوئی آڑنہ رہے گی، اور لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، انسان نہ بھی دیکھنا چاہے تب بھی دیکھنے پر مجبور ہو گا تو اس روز یہ حالت ہو گی کہ ”فَإِمَّا مَنْ طَغَىٰ فَأَنَّهُ الْحَيْوَةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ النَّارُ“ ۲) ”وجس شخص نے سرٹی کی ہو گی اور دنیوی زندگی کو ترنج دی ہو گی سو دوزخ اس کا ملکا ہا ہو گا یعنی جو شخص دنیا کے اندر دو بلاؤں میں جلا رہا اس کا ملکا نہ جہنم ہو گا۔ (۱) ایک بلا تو یہ کہ اس نے خدا اور رسول کے احکام کو مانے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کی ہو گی (۲) دوسری بلا یہ کہ آخرت کا مکروہ کافر ہو کر آخرت پر دنیوی زندگی کو ترنج دی ہو گی یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آیا کہ اس کے اختیار کرنے میں دنیا میں تولذت و آرام ملتا ہے مگر آخرت میں اس پر عذاب کی وعید ہے تو اس وقت یہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے اور آخرت کو نظر انداز کر دے، لہذا ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ النَّارُ سو دوزخ اس کا ملکا ہا ہو گا، ”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى“ ۳) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ النَّارُ“ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور اس کو خواہش سے روکا ہو گا سو جنت اس کا ملکا ہا ہو گا یعنی اہل جنت کی بھی اسی طرح دو علامتیں ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ وہ شخص دنیا کے اندر اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ ذوالجلال کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو آخرت کا عقیدہ ہے۔ (۲) اس ڈر کی وجہ سے اس نے اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکا یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کیا تو اس کے لیے بشارت فرمائی کہ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ النَّارُ ۴) کہ جنت اس کا ملکا ہا ہو گا۔

لغات ایذا، اس کا تفصیل بیان ترکیب کے تحت حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ **چاءث** (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، جاء (ض) جئینا و متجیئنا: آتا۔ جاء، وجاء الیہ دونوں طرح استعمال ہے، الطامة بڑا ہنگامہ یعنی قیامت، باب ضرب سے اسم فاعل، طمّ الشیع (ض) طمّوتا: پھیلنا، چھا جانا، طامہ سے مراد ہنگامہ قیامت ہے کیونکہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ طمّ الشیع (ن) طمّعا: ڈھانکنا، (الکبری) صفت لانا شخص تاکید کے لئے ہے، تغیر مظہری روح المعانی) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ الطامة کی تاء برائے مبالغہ ہے) **الکُبُرُی** (ک) اسم تفضل واحد مؤنث، تکبیر (ک) کیڑا و ٹھپڑا شان و مرتبہ میں بڑا ہونا، جامت یا جمیں میں بڑا ہونا۔ **يَتَكَبَّرُ** (تفعل) مضارع واحد مذکور غائب، تذکر الشیع: یاد کرنا، ذکر (ن) ذکر: یاد کرنا، صحت قول کرنا۔ **الإِلْسَانُ**، آدمی، جمعہ انانسی (مزید تحقیق در رکون ۵/۵) سنبی (ف) ماضی واحد مذکور غائب، سطی، (ف) سفیہ: کوشش کرنا، کوئی کام کرنا (۲) چلتا دوڑتا۔ پیڑت، (تفعل) ماضی بھول واحد مؤنث غائب، ظاہر کرنا، بڑز (ن) بڑوڑا: ظاہر ہونا۔ **الْمَهْجُورُ** دوزخ، وکی ہوئی آگ صفت مخبر ہے اور فعل بمعنی قائل ہے، بمعنی قاتل (س)

جَهْنَمًا وَجَهَنَّمًا وَجَهَنَّمًا: آگ بھڑکنا۔ يَرِى (ف) مضارع واحد مذکر غائب، رأى (ف) زؤۃ: آنکے سے دیکھنا۔ آما حرف شرط و تفصیل ہے، بنابریں اس کے جواب میں ف آئے گا، آما اکثر اوقات تفصیل کے لئے آتا ہے، جیسے آما السفینۃ ف کانٹ لمساکین کبھی غیر تفصیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے آما زید ف منطقی طغی (دیکھئے اذہب الی فرعون ائمہ طغی)، آثر (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آثر ایشاڑا: ترجیح دینا، پسند کرنا۔

الْحَيَاةُ: جینا، زندگی، باب سمع کا مصدر، حیچی (س) حیاتاً و حیواناً: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی حاصل مصدر ہے) الدنیا (موجودہ زندگی) اسم تفضیل واحد مؤنث از باب نصر و سمع۔ ذَنَاللشیع و منه والیه (ن) دُنْیَا، وَدَنَاؤَةً: قریب ہونا، دُنْیَی (س) دُنْیَا وَدَنَایَةً۔ ردی ہونا، (وَنِیا بِمُقَابِلَةِ آخرت قریب بھی ہے اور ردی بھی ہے) (اختیاری مطالعہ ضرور دیکھیں) الْجَحِيمُ (ابھی ابھی تحقیق گذر چکی) الْمَاوِی. ثَكَانًا، رہنے کی جگہ، باب ضرب سے اسم ظرف (لفیف مقرون) آڈی المکان والیه (ض) اویٹا: قیام کرنا، پناہ لینا۔ خَافَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، خاف (س) خُوفًا وَمَخَافَةً وَخِيفَةً: ڈرنا۔ مَقَامٌ، مصدر تمسی میں قامہ بقوم (ن) قیاما (۲) اسم ظرف۔ نہی، (ف) ماضی واحد مذکر غائب، نہی عن الشیع (ف) نہیتا: روکنا، جھڑکنا (النهیۃ العقل فانہ یمنع النفس عن الرذائل) النَّفْسُ، قلب، روح، شخص۔ الْهُوَی، نفسی خواہش، اسم مصدر از باب سمع ہوی (س) ہوی: چاہنا، محبت کرنا۔ الْجَنَّةُ، بہشت، جمع الجنت۔

تركيب فَإِذَا جَاءَتِ الظَّاهِمَةُ الْكُبْرَى يَوْمَ يَقْدَمُ كُلُّ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى وَيُرَبَّتُ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرِى..... فا عاطفہ (للدلالة علی ترتیب ما بعدہا علی ماقبلہا، اعراب القرآن ۵) إِذَا ظرفیہ مضمون معنی شرط، مضاف۔

۱۔ جختم (ف) جختنا: آگ بھڑکنا، آگ روشن کرنا۔
۲۔ هُوَلَهْ فاما الخ آما اور فا کے درمیان چھ جزوں میں سے کسی ایک کو لایا جاتا ہے: (۱) مبتدا کو (۲) خبر کو جیسے آما فی الدار فی زد (۳) جملہ شرطیہ کو جیسے فاما إِنْ کان من المقربین فروع الخ (۴) جواب شرط کے معمول منصب کو جیسے فاما الیتیم فلا تقدیر (۵) مخدوف کے معمول کو جس کی مابعد فاء تغیر کرے جیسے آما زیدا فاضریہ (۶) آما کے معمول ظرف کو لیتا فیہا میں معنی الفعل نابث عنہ جیسے آما الیوم فانی ذاہب ولا یکون العامل مابعد الفاء هذا قول سیبیوہ والجمہور۔ (معنى اللبيب: ص ۷۷)

۳۔ آثر (س) آثرنا: ترجیح دینا، (آثر) الحديث (ن) آثرنا: روایت لقل کرنا، ومنہ المائورۃ ای المنشورة
۴۔ هُوَلَهْ النفس اس کے مختلف معانی آتے ہیں قال اللہ تعالیٰ بِاِلَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا قُلْ انفُسکُمْ وَاهْلِيکُمْ نَازِلُوا اَنَّ اللَّهَ يَشَّلُمُ مَا فِي اَنفُسِکُمْ فَاحْذِرُوْهُ اَنَّ فِي قُلُوبِکُمْ اَخْرِجُوا اَنفُسکُمْ اَنَّ ارواحِکُمْ وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ بِمَا اَزْيَضَ تَمَوُثُهُ ای شخص۔

۵۔ اعراب القرآن و صرف و بیانہ میں اس فا کو اسیہا نیکھلے جائے۔
۶۔ اُن اور اذا مستقبل کی شرط کے لئے آتے ہیں اور لئو ماضی کی شرط کے لئے، البتہ بھی لئو مستقبل کے لئے بھی آتا ہے، اور کبھی اذا ماضی کے لئے بھی آجاتا ہے، جیسے واذار او تجارة الخ اور اذا میں فرق یہ ہے کہ ای کے امر و قوع شرط کا یعنی نہیں ہوتا اور اذا میں قوع شرط کا یعنی ہوتا ہے، اسی وجہ سے اذا کے ساتھ اکثر و بیشتر اسی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ماضی حقیق و تیقین پر دلالت کرتی ہے، اور لئو المکہ شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے جو محل فرضی ۷

جاءت فعل، الطامةُ الکبڑی مرکب توصیفی فاعل، فعل مع فاعل کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، یوہ مضاف یتذکرُ الانسانُ ما سُنی، جملہ ہو کر مضاف الیہ (محل جرمیں) (ما سُنی موصول صلہ ہو کر مفعول ہے، اور صلہ میں عائد مخدوف ہے آئی لہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اذا جاءت سے۔ وہ بزرگ
الجھیمُ الخ اس جملہ کا عطف جاءت پر ہے، الجھیمُ نائب فاعل، من یزی اسم موصول صلہ ہو کر مجرور، جار مجرور متعلق بزرگ کے اور اذا جاءت الطامةُ الکبڑی کا جواب مابعد آیت فاما منْ طغی اخ ہے گویا اذا جاءت میں عامل اس کا جواب و جزاء ہی ہے (دوسرا قول یہ ہے کہ اذا جاءت کا جواب و جزاء مخدوف ہے، والتقدير کان من عظامِ
الامور، اعراب القرآن) فاما منْ ظغی وَأَنْجَى الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْهَاؤِی وَأَنَا منْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَاؤِی فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْهَاؤِی فا جزا یہ (جب کہ اس آیت کو اذا جاءت
الطامةُ الخ کا جواب مانیں، ورنہ فاستینا فیہ ہو گا، اعراب القرآن) اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول طغی فعل
ضمیر ہو مستتر فاعل پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ و او عاطفہ۔ اثر فعل با فاعل الحیوۃ الدنیا، مرکب توصیفی مفعول ہے، فعل
اپنے فاعل اور مفعول ہے سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے
مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فیانِ الجھیم اخ۔ فا واقع در جواب اما، ان حرف مشہہ بالفعل، الجھیم اسم ان، ہی
ضمیر فعل الہاؤی خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر مبتدا کی خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر
معطوف علیہ۔ (اور عائد مقدر ہے ای ہی الماؤی له) و او حرف عطف اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول،
خاف فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، مقام رتبہ مرکب اضافی ہو کر مفعول ہے، فعل اپنے فاعل اور مفعول ہے سے مل کر جملہ فعلیہ
ہو کر معطوف علیہ و او عاطفہ نہیں النفس عن الہاؤی جملہ معطوفہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول
اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فیانِ الجھیم هی الہاؤی، خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو
کر فاما منْ طغی اخ پر عطف اور وہ ما قبل اذا جاءت الطامةُ اخ کی جزو جواب (یا بشکل دیگر جملہ متائفہ)

ہوتی ہے اور اس شرط کے عدم وقوع کا جزم ہوتا ہے یہیے ولو علم اللہ فیہم خیر الائمه کبھی لا اذ اظرفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شرطیہ ہوتا ہے جیسے اذا
جاءت الطامةُ الکبڑی، اذا الشمش کوتورت وغیرہ اور کبھی فقط اظرف کے لئے آتا ہے، یہیے والضخی واللیل اذا سجنی کے اندر بعض کا خیال ہے کہ
اذا کبھی ظرفیت سے نکل جاتا ہے گر جہو اس کے قائل نہیں والجمهور على آن " اذا " لاتخرج عن الظرفیة (مخفی اللہیب ص ۹۲، ج ۱) کبھی إذا
مفاجاة کے لئے آتا ہے، تفصیل در " مشکل ترکیبون کا حل " ص ۱۵، ۳۲۹ (۱۹۷۰ء)

نکتہ: شرط و جزاء مقصود بالذات جزا ہوتی ہے لہذا اگر جزا جملہ خبر ہے تو پورا جملہ جملہ خبر یہ کہلاتے گا، اور اگر جزا جملہ انشائی ہے تو پورا جملہ جملہ
انشائی کہلاتے گا ہی لہذا شرط اداست شرط کی وجہ سے خبریہ اور انشائیہ ہونے سے خارج ہو گئی۔ (دروس البلاغۃ)
۱۔ بزرگ کا عطف یتذکر پر بھی کر سکتے ہیں۔

ظائفہ: اذا کے عامل ناصب کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اس کا عامل شرط ہے وہ قول المحققین ان کے تزویک اذ اعناف نہیں ہو گا کما
یقولہ الجمیع اذا جزء مثُل کقوله و اذا ثبک خصاصةً فتعییل (۲) اس کا عامل وہ ہے جو اس کے جواب میں ہے یعنی فعل یا شہد فعل وہ قول
الاکثیرین۔ (مخفی اللہیب: ص ۹۲، ج ۱)

دوٹ: قوله هی الماؤی یہاں ضمیر فعل کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو مبتدا اور مابعد کو خبر بنایا جائے، پھر جملہ اسمیہ ہو کر ما قبل لام ہر فو مشہہ بالفعل کی خبر۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید: دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں، اب ان پر اسمیت غالب آگئی، اس سے مراد اسم ذات ہے یعنی وہ لفظ جو ذات غیرہم پر دلالت کرے اور اس میں کسی صفت کا لحاظ نہ ہو، اور صفت ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو ذات بہم پر دلالت کرے جیسے ناصرہ (کوئی بھی مذکور نہ والا) لفظ دنیا میں قاعدة نمبر ۲۶، جاری ہوا ہے، یعنی لام فعلی کا ادا اس جامد میں یا ہو جاتا ہے اور صفت میں اپنی حالت پرہتا ہے جیسے غزوی (جنت کرنے والی عورت)، اور اس تفضیل چون کہ اس جامد کے حکم میں ہے اس لیے دنیا و علیا کہ جو دراصل ذنوں و غلوات میں واکویا سے بدل دیا، اور جب دنیا باب نصر کے بجائے باب سمع سے ہو، یعنی رُدی ہونا تو اس وقت اپنی اصل پر رہے گا۔

اشکال و جواب: فان الجھیم هی الماؤی ترکیب میں ما قبل من مبتدا کی خبر ہے، اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں مبتدا سے ربط کے لیے عائد کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

جواب: کوفین کے نزدیک الماؤی کا الف لام بعض مضاف الیہ ہے ای ماواہ الہذا الف لام ضمیر کے بدله میں ہے تو عائد موجود ہے۔ اور بصر میں کے نزدیک عائد مقدر ہے (ای ہی الماؤی) (مظہری) عائد و رابط کی متعدد شکلیں ہوتی ہیں تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل۔

یَسْكُلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَهَا ﴿٦﴾ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذُكْرَاهَا ﴿٧﴾ إِلَى رَيْكَ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا موقع کب ہو گا اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا اعلقہ اس کا مادر صرف آپ کے

مُذْتَهَمَهَا ﴿٨﴾ إِنَّهَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَنْ يَخْشِهَا ﴿٩﴾ كَانُهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا

رب کی طرف ہے۔ آپ تو صرف اس شخص کے ذریعے واملے ہیں جو اس سے ذرتا ہو۔ جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو اس اعلوم ہو گا کہ گویا صرف ایک دن

عَشِيَّةً أَوْ صُحْنَهَا ﴿١٠﴾

کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

تشریح: ان آیات میں کفار کے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے جس کو وہ مذاق کے انداز میں آپ ﷺ کو تکلیف دینے کی غرض سے کرتے تھے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**یَسْكُلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَهَا ﴿٦﴾**“ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا موقع کب ہو گا۔ یعنی قیامت کب آئے گی، اس کا دن اور تاریخ کیا ہے، ایکان اسم استفہام ثابت کاظرف ہو کر خبر مقدم، مرسی مصدر تہمی یعنی قائم کرنا مبتدا موضع، لفظی ترجمہ ہوا کب ہو گا اس کا قائم کرنا، اس کا ایک ہی جواب ہے، فرمایا۔ ”**فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذُكْرَاهَا ﴿٧﴾**“ اکر کے بیان کرنے سے آپ کا کیا اعلقہ؟ فیم ای فی آئی شیء، مبدل منه اور من ذکرہا ای میں ذکری وقتها، بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر خبر مقدم۔ اَنْتَ

مبتداً مؤخر، لفظی ترجمہ ہوگا اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کس چیز یعنی کس تعلق میں ہیں؟ اور استفہام چوں کہ انکاری ہے جو ثابت کو منفی بنادیتا ہے لہذا اب اس کا مطلب ہوا کہ اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اگر یہ کفار بے شک سوال کر رہے ہیں تو کرنے دولے "إِلَى رِتْكَ مُنْتَهِهَا هُنَّ" اس کا مدار آپ کے رب کی طرف ہے۔ لفظی ترجمہ ہوگا تیرے رب کی طرف ہے اس کی پہنچ یعنی اسکا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں إِنَّ السَّاعَةَ أَتِيَةٌ إِلَّا كُذُّ أَخْفِيَهَا (پ ۱۶) (بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں) "إِنَّمَا آتَتَ مُنْذِرًا مَنْ يَخْشِيَهَا" ۱۷ آپ تو صرف اس شخص کے ذرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو یعنی آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ صرف قیامت کی اجمالی خبر سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اور اجمالی خبر یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، رعنی اس کی تفصیل کہ کب آئے گی تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اور مَنْ يَخْشِيَهَا کی قید اس لیے لگائی کہ اگر چہ آپ بالعلوم سمجھوں کو ڈرانے والے ہیں مگر ڈرانے اور سمجھانے کا فائدہ اسی کو ہوگا جو قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو، اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آخر وہ کہاں چلی گئی، تو وہ کان کھول کر سن لیں۔ وَكَانُهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوَا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَّيَّهَا ۱۸ جس روز یا اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔ یعنی جب قیامت آجائے گی اور اس کا جگر خراش منظر سامنے ہوگا تو دنیا کی مدت طویلہ مختصر معلوم ہو گی اور یہ سمجھیں گے کہ عذاب بہت جلد آگیا اور ایسا محسوس ہوگا کہ ہم دنیا میں صرف دن کے آخری حصہ یعنی ایک شام یا اس کی صرف ایک صحیح ہی ٹھہرے ہیں۔ لہذا جلدی کیوں چاہتے ہو، جب وہ واقع ہو گی اس کو تم جلدی آنکھی محسوس کرو گے۔

لغات ایشیلوں (ف) مضرار عجیب مذکور غائب، سائلہ عن کذا و بکذا (ف) سؤالاً و مسألةً پوچھنا، سائل فلاناً الشیئ: کوئی چیز مانگنا۔ السَّاعَةُ، قیامت، (در اصل السَّوْعَةُ ہے، قاعدہ ۷، جاری ہوا ہے) قیامت کو ساعت باس مناسبت کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اتنی جلدی لے لیں گے گویا وہ ایک ساعت ہوئی (ساعت کے معنی وقت بتانے کے آلہ کے بھی آتے ہیں یعنی گھنٹی (۲) ایک گھنٹہ، جمع ساعت و سواع) الْأَكَانَ بمعنی آئی حین، مشی

۱۔ بالفاظ دیگر یوں ترجمہ کیا جائے۔ آپ قیامت کے کس ذکر میں پڑے ہیں اور استفہام چوں کہ انکاری برائے نہیں ہے اس لیے معنی ہوئے کہ آپ کو اس کے ذکر میں نہیں پڑتا ہے کیوں کہ آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اور نہ علم ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں صلحت ہے، نہیں یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ کس ذکر میں پڑے ہو آپ اس کا وقت بتانے کے بارے میں، یعنی آپ کو اس کی گلزاری کرنی۔

۲۔ چیزے سو کر بیدار ہونے والا شخص محسوس نہیں کر سکتا کہ نیند کی حالت میں اس پر کتنا طویل وقت گزرا ہے۔ بس سیکنگ لگاتا ہے کہ آنکھ لگی تھی اور اس کھل گئی۔

کی طرح ظرف زمان ہے۔ اور کسی ہی کا وقت دریافت کرنے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مُرْسَلٌ مصدری میں از ملائی مزید فیہ از ساء، (مراد وقوع و قیام) از سی الشیع (افعال) تھہرنا، جمنا، از سی الشیع: تھہرانا جمانا، رسا الشیع (ن) رَسْوَا وَرُسْوَا: جنم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ ذکر میں (ذکر) مصدر از باب نصر، ذکر (ن) ذکرا و ذکرا و ذکری و تذکارا: یاد کرنا (دوسرا معنی اس کے نصیحت کرنے کے بھی آتے ہیں) مُنْثِنٰی مصدری، بمعنی انتہاء، چنچ (قاموس القرآن) (۲) اس کا اسم ظرف ہونا بھی صحیح ہے، ظرف مکان بمعنی آخری حد، یا ظرف زمان بمعنی آخری وقت (لغات القرآن) اِنْتَهِي الشیع: مکمل ہونا، ختم ہونا، (مراد یہ ہے کہ قیامت کی محین تاریخ صرف اللہ عزوجلّ ہی کو معلوم ہے) مُنْذِلٰ (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، انذر انذارا: ڈرانا۔ یَجْنَشُی، مضارع واحد مذکر غائب، حَشِیَ (س) خشیت: ڈرانا۔ یَرْوَن، (ف) مضارع جمع مذکر غائب، (تحقیق گذر چکی ہے۔) لَمْ يَلْبِفُوا (س) جمع مذکر غائب، لَبَث بالمكان (س) لَبَقَا وَلَبَقَا: تھہرنا، قیام کرنا۔ عَشِیَة، اسم بمعنی ایک شام، جمع عشاءیا، ٹھی، اسم بمعنی صبح، (مزید تحقیق اسی روایت میں گذر چکی)

ترکیب يَسْتَلُوك عنِ السَّاعَة..... فعل فاعل، مفعول به اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (الحال لها) (الجملة مستانفة مسوقة لحكایة نوع آخر من تعثیهم، اعراب القرآن) آیاں مُرْسَلَهـ۔۔۔ آیاں آیم استفهام ثابت وغیرہ کا ظرف ہو کر خبر مقدم مُرْسَلَهـ، مرکب اضافی ہو کر مبتداء مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ تفسیر ہے ماقبل قیامت کے متعلق سوال کی، بالفاظ ادیگر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے) (الحال لها) فیمَ آنَتْ مِنْ ذَكْرَهـ... (ای فی ای شیع آنت مِنْ آنَ تذکر لہم و قتھا فا لاستفهام لیلانکار) فِيمَ (مثل عَمَ) جار مجرور کسی شبہ ذکر ہا... حرف جار، رتیک مرکب اضافی ہو کر خبر مقدم مِنْ حرف جار ذکر ہا، مرکب اضافی ہو کر مجرور (بتقدیر مضاف ای ذکری وقتھا) جار مجرور متعلق خبر کے (یعنی جس کے متعلق فیتم ہے) آنَتْ، مبتداء مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (هذه الجملة انکار و رد لسوالہم عن الساعۃ و بیان لبطلان سوالہم) الی رتیک مُنْتَهَهَا حرف جار، رتیک مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم مُنْتَهَهَا، مرکب اضافی ہو کر مبتداء مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔۔۔ إِنَّمَا آنَتْ مُنْذِلٰ مِنْ يَجْنَشُهـ.... ائمہ کافہ و مکفوفہ آنَتْ مبتداء مُنْذِلٰ مضاف مِنْ یَجْنَشُهـ، اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ کَانُهُمْ يَوْمَ يَرُوُنَهـ لَمْ يَلْبِفُوا إِلَّا عَشِیَة لـ یَرُون، دراصل یَرُون تھا، ہزہ کی حرکت بقاعدہ یَسْتَلَ مامل کو دے کر ہزہ کو حذف کر دیا پھر قاعدہ نمبرے جاری ہوا اور الف بوجا جماعت ساکنین حذف ہو گیا، یَرُون ہو گیا، قاعدہ یَسْتَل یہ ہے کہ جو ہزہ تحرکہ حرفاً ساکن غیرہ و زائد وغیرہ یا قصیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جواز امامیل کو دے کر ہزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور یہ قاعدہ تمام افعال روایت میں وجہا جاری ہوتا ہے۔

۲۔ اعراب القرآن و صرف و بیان میں ہے کہ الی ریکمانتھا اور آنسا انتھنڑا نے یہ دونوں تعلیل ہیں اس استفهام کی جو فیما آنَتْ میں ہے اور وہ استفهام معنی انکار کو مضمون ہے۔

او ڈھنہا..... کان حرف مشہہ بالفعل هم ضمیر اس کا اسم (ای الناس) یوم مضاف یز و نہا، جملہ ہو کر مضاد الیہ، پھر اس مرکب اضافی یعنی یوم یز و نہا کا عامل معنی فعل ہے جس پر کان دال ہے اور ہا ضمیر کا مرجع الساعۃ ہے لم یلبشووا، فعل بافاعل لا آدۂ حصر عہتیہ او ڈھنہا معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر کان دال کی خبر (محل رفع میں) حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متناہہ ہوا۔ (الخل لہا)

اجراء کانہم یوم یز و نہا آپ حضرات اجراء کرتے وقت یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کان حروف مشہہ بالفعل میں سے ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اور حروف مشہہ بالفعل چھ ہیں، ان، آن، کان، لیکن، لیٹ، لقل اور ان کا مل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینا ہے، گرد و با تمسیح یاد رکھیں، (۱) کان تشبیہ کے لئے اس وقت ہوگا، جب کہ اس کی خبر اسی جادہ ہو (۲) کبھی حرف مشہہ بالفعل کے اسم و خبر دونوں عنی مرفوع ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ان ہذان لساحران دیکھئے "مشکل تر کیوں کا حل" ص: ۲۰۳۔

سُورَةُ عَبَسَ مکیۃ

عَبَسَ وَ تَوْلَىٰ ۚ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْنَىٰ ۖ وَ مَا يُدْرِيكَ لَعْلَةً يَرْتَكِي ۖ أُو يَذَّكُرُ فَتَنْفَعَهُ

پیغمبر چیز بھیں ہو گئے اور متوجہ ہوئے ۰ اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سور جاتا ہے یا صحیح قبول کرتا تو اس کو صحیح کرنا

الذِّکْرُ ۖ

فَاكِهٌ بِخَيْرٍ ۖ

رب اس سورت کے اندر مثل سورت سابقہ کے قیامت کا مضمون زیادہ ہے۔

شرح وشان نزول: ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ محسن عظیم، ہادی اکرم محبوب دو عالم حضرت محمد ﷺ بعض روسائے مشرکین یعنی ابو جہل بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، شیبہ بن ربیعہ کو مدد ہبہ اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اور خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک ناپیدا صحابی عبد اللہ بن ام مکتوم حاضر ہوئے ۴ اور کچھ پوچھا، ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ انھوں نے آں حضرت ﷺ سے ایک آیت قرآن پڑھوانے کا سوال کیا اور اس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا، محمد شدید وہدایت حضور پر نور ﷺ کو قطع کلام اور مخفی ایک آیت کے الفاظ درست کرنے کی غرض سے فوراً اپنی طرف متوجہ کرنے کا اصرار ناگوار گزرا اور آپ ﷺ چیز بھیں

۱۔ یوم یز و نہا سے قلی یقولون مخدوف مانا بھی جائز ہے ای کانہم یقولون ان اب یوم انجس کا عرف اور لم یلبشو ان اس کا مقولہ، اور یقولون ان کان دال کی خبر ہوگی۔

۲۔ یعنی عبد اللہ بن شریع بن مالک بن ربیعہ المبرڑی من بن عاصم بن لوی، یہ اہمی نادی کی کیت سے مشہور ہیں، و قیل اسمہ عمری، و اسم امہ عاتکہ بنت عبد اللہ المخزومیہ (عرب القرآن و صرفہ و بیان)

یعنی ترش رو ہو گئے اور آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک اہم کام میں مشغول ہوں کہ اگر یہ بڑے بڑے سردار اسلام لے آئے تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے اور رہے عبد اللہ بن ام مکتوم تو وہ تو دوسرے اوقات میں بھی سوال کر سکتے ہیں، برخلاف رؤسائے قریش کے کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت میں نہیں رہتے تھے۔ پھر جب یہ مجلس ختم ہوئی اور آپ گھر جانے لگے تو وہی کے آثار نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَتَوَلَّ ۝ الْخَنَازِلُ ۝ ہوئیں۔ جن میں آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل کو ناپسندیدہ قرار دے کر آپ کوہدایت کی گئی، اس کے بعد جب وہ ناپینا صحابی آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ بڑی خاطر اور عزت کرتے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”عَبَسَ وَتَوَلَّ ۝ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْلَى ۝“ عَبَسَ عَبَسَا وَغَبُوسَا کے معنی ہیں چیزیں بھیں یعنی ترش رو ہونا، یعنی چہرہ سے اظہار ناگواری کرنا، اور تولیٰ کے معنی ہیں منہ موڑنا، الہذا ترجمہ ہوا۔ پسیحبر چیزیں بھیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔

دو قابل غور باتیں | یہاں دو باتیں سمجھ لیں چاہیے ایک بات تو یہ ہے کہ اس جگہ موقع اس کا تھا کہ عَبَسَ وَتَوَلَّ ۝ اُخْ ۝ کے الفاظ آپ ﷺ کو بصیرخ طباطب کہے جاتے کہ آپ نے ایسا کیا لیکن قرآن کریم نے غائب کے صبغہ استعمال کرنے جو متکلم یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ کے ساتھ انتہائی لطف و کرم اور اعزاز و اکرام کے پیش نظر ہے کہ رُو در رُواں امر کی نسبت حضور ﷺ کی طرف نہیں فرمائی، گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موزا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا ہے، تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو، اور پھر آگے خطاب کا صبغہ یعنی وما یذریک بطور لغات اس لیے اختیار کیا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعراض فرمایا ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ عبد اللہ بن ام مکتوم سے جو آداب مجلس کی خلاف ورزی ہوئی تو ان کا اعذر قرآن کریم نے لفظ اُغمی کہہ کر بتلا دیا کہ وہ بوجہ ناپینا ہونے کے یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کس کام میں مشغول ہیں نیز لفظ اُغمی کے استعمال میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ توجہ اور ملاحظت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ”وَمَا يُذْرِيْنَ لَعَلَةً يَرَىْ ۝ أَوْ يَذَّكَرُ فَتَنْبِعَهُ الذِّكْرُ ۝“ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنو رجاتا یا الصیحت قبول کرتا سواں کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

تحقیق مضید بَيْزَنْثِی کے معنی ہیں پاک صاف ہونا یعنی سنو رجاتا یہ مقام ابرار اور اتقیاء کا ہے جو اپنے نفس کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی گندگیوں سے پاک و صاف کر لیں، اور یذَّکَرُ کے معنی ہے نصیحت قبول کرنا یہ دین پر چلنے کا ابتدائی حال ہے کہ مبتدی کو اللہ کی یاد دلائی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ناپینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر سنو رجاتا یا کم از کم کسی کام میں نصیحت قبول کرتا یعنی ان کی پوری اصلاح ہو جاتی یا کچھ اصلاح ہوتی، تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت میں آپ

۱۔ لغات کہتے ہیں کلام کو تکلم یا خطاب یا غیوبت کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کی طرف پسیحہ لغات کی کل چھ صورتیں ہیں: (۱) کلام کو تکلم سے خطاب کی طرف پسیحہ (۲) تکلم سے غیوبت کی طرف پسیحہ (۳) خطاب سے تکلم کی طرف پسیحہ (۴) خطاب سے غیوبت کی طرف پسیحہ (۵) غیوبت سے تکلم کی طرف پسیحہ (۶) غیوبت سے خطاب کی طرف پسیحہ، اور لغات کی غرض سے سامنے کے ذہن میں نشاندار لذت پیدا کرنا ہوتی ہے۔ کل جدید لذید۔

کے عذر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ ومایدریک (آپ کو کیا خبر) یعنی آپ کا دھیان اس طرف نہیں گیا کہ یہ نامیں اصحابی جود ریافت کر رہے ہیں اس کا اثر یقینی ہے اور غیروں سے گفتگو کا اثر موہوم اور غیر یقینی ہے۔

لغات عَبْس (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَبَس (ض) عَبَسَا وَعَبَسَتَا ثُرثُر رہونا۔ تَوَلَ (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، مصدر تولیتا، پیشہ پھیرنا، منہ موڑنا، مادہ ولیع ہے لہ.

جاء ماضی واحد مذکر غائب، جاء (ض) جَيَّنَتَا وَمَجَيَّنَتَا وَجَيَّنَتَهُ آتَا، جاءه وجاء الیہ دونوں استعمال ہیں۔
 (جاء کا استعمال اعیان اور معانی اور خود آنے اور کسی کے حکم سے آنے، سب کے لئے ہوتا ہے، نیز اس کے معنی قصد کرنے کے بھی آتے ہیں، اور جب اس کا صلہ با آئے تو معنی ہوں گے ”لَا“ الْأَعْنَى (اندھا) صفت مشہہ عَمِی (س) عَمِی : نامیں ہوتا، آغمی جمع عَمِی وَعَمِیاً - مَا يُدْرِيك (آپ کو کون خبر کرے یعنی آپ کو کیا خبر) یُدْرِی (فعال) مضارع واحد مذکر غائب بمعنی خبر کرنا اور مجرد میں دری (ض) دَرِيَا وَدَرِيَة: جاننا، پَيْرَتَلَی (وہ سنور جاتا) (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب تَرَثَّكَی فَلَان؟ (تفعل) نیک وصالح ہونا۔ پَيْرَتَلَکَی دراصل پَيْرَتَلَکَی تھا قاعدہ یہ ہے کہ جب تفععل اور تفاعل کے فاء کلے میں تا، تا، حیم، دال، ذال، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا ہو تو تفععل و تفاعل کی تا کو فا کلمہ سے بدل کر فا کلمہ میں ادغام کرنا جائز ہے، باب افْعُلُ و افَاعِلُ اسی قاعدے سے بنے ہیں۔ یَدَكَرُ (وہ فصیحت قبول کرتا) (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب، اس میں بھی مذکورہ قاعدہ جاری ہوا ہے۔ (تَذَكَرُ الشَّيْءُ، یاد کرنا، مجرد میں باب نصر سے ہے بمعنی یاد کرنا) تَسْفَعُ (ف) مضارع واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا، نَفْعَ پہنچانا الْذِكْرِی (فصیحت کرنا) باب نصر کا مصدر ہے۔

ترکیب عَبَس وَتَوَلَّ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْنَى..... عَبَس فعل اپنے فاعل (ضمیر ہو) سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ تولی فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف آن جاءہ الْأَعْنَى (ای لأن جاءہ) آن مصدریہ (آن مصدریہ کے ماضی پر داخل ہونے میں کوئی حرخ نہیں، مزید تفصیل در اختیاری مطالعہ) جاءہ الْأَعْنَى فعل فاعل اور مفعول بہ بتاویل مصدر مجرور، جار مجرور متعلق عَبَس یا تولی کے (ابطريق تازع فعلان) عَبَس وَتَوَلَّ الخ مکمل جملہ معطوف علیہ۔ (الجملہ) وَمَا يُدْرِيكَ لَعْلَةَ يَرَى می اُو یَدَكَرُ فَتَنَفَعَةُ الْذِكْرِی واو عاطفہ (اعراب القرآن) مآسم استفہام مبتدا (الاستفہام للانکار و معناہ النفي یعنی ما ادریت بحالہ) یُدْرِی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول لَعَلَّ حرف مشہہ با فعل ضمیر اس کا اسم یَرَى می اُو یَدَکَرُ، باہم معطوف و معطوف علیہ، ہو کر لَعَلَّ کی خبر فاسیہ تَنَفَعَةُ الْذِكْرِی فعل فاعل مفعول بہ، یہ جواب لعل ہے، لعل اپنے جواب سے مل کر یُدْرِيك کا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر ما کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسیہ خبریہ ہو کر معطوف، (الجملہ) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل ہے (حسب) ڈلیتا قریب ہوتا، ڈلی فلانا وَعَلَیْهِ مَوْلَیَة: یاد کرنا، تولی اگر عن (تفقا یا تقدیر) کے ساتھ متعدد ہو تو اس کے معنی منہ پہنچنے کے ہوں گے اور اگر بلا واسطہ متعدد ہو تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوں گے۔

کر جملہ ابتدائی ہوا۔ اس آیت کی دوسری ترکیبیں حاشیہ میں ہیں مگر طلبہ سوم کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ عَبَس: ما تھے پر مل ڈالنا، اگر مانتھے پر مل ڈالنے یعنی ترش روئی کے ساتھ دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو پھر گلُج بولتے ہیں اور اگر منہ بھی بنا یا تو اس کو بھر کتے ہیں، اور اگر ساتھ ساتھ غصہ بھی ہو تو اس کو بستل کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

قولہ آن جاءہ: جاءہ فعل لازم ہے تو اس کا مفعول بہ کیسے آگیا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حذف والیصال ہے اس کی اصل جاءہ الیہ ہے حرف جر کو حذف کر دیا اور پھر ضمیر کی طرف فعل کا ایصال و مطان کر دیا، دوسرے جواب یہ ہے کہ جاءہ معنی قصد ہے۔

لعل کا استعمال: لَعَلَّ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) امید یا اندیشہ کے لیے، لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے لہذا لَعَلَّ الشَّابِ يَعُودُ كَهْنَا غلط ہے، (۲) تعلیل کے لیے چیزے: فَقُولَاللَّهِ قَوْلًا لِيَتَّعَلَّمَ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى۔ یعنی فرعون سے زمی سے بات کہنا تاکہ وہ نصیحت قبول کرے، (۳) استفہام کے لیے اس کے قائل کو فی ادیب ہیں چیزے وما یذریک لعلہ یزٹگی اب ترجمہ دوسرے ہوگا ”تم کو کیا خبر کر کیا وہ پاک نفس بن جائے گا۔

ماضی پر آن: آن جاءہ الاعنی میں آن داخل ہے، آن چار قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) مصدریہ، یہ مضارع اور ماضی دونوں پر داخل ہوتا ہے، البتہ ماضی پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ (۲) تفسیریہ جب کہ دو جملوں کے درمیان میں آئے اور جملہ اول قول کے معنی میں ہو، چیزے فاوہ جینا الیہ ان اصنعن الفلك (۳) زائدہ، چیزے فلتا آن جاءہ البشیر (۴) مخفف من المتنقلہ ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۲۸۔

أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدِّيٰ ۚ وَ مَا عَلَيْكَ أَلَا يَرَىٰ ۖ وَ أَمَّا مَنْ جَاءَكَ

تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے ۰ آپ اس کی توکری میں پڑتے ہیں ۰ حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سخن رے ۰ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

يَسْعَىٰ ۖ وَ هُوَ يَخْشُىٰ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَقُّىٰ ۖ

ہوا آتا ہے ۰ اور وہ ذرتا ہے ۰ آپ اس سے بے انتہائی کرتے ہیں ۰

شرح ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے آپ سے اجتہادی لغزش یہی ہوئی کہ آپ نے عبد اللہ ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ اس لیے کہ وہ تو مسلمان تھے ہی، کسی دوسرے وقت میں بھی اپنا سوال کر سکتے تھے، برخلاف روسائے مشرکین کے کہ وہ کافر تھے اور آپ ان سے مذهب اسلام کے متعلق خاموشی کے ساتھ

تفسیر مظہری اور جلالین میں ہے کہ تسفیہ جواب لعل ہے باد برس مخصوص ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ تلفظ سے پہلے آن مقدمہ ہے، اور یہ مصدر مدول محل رفع میں ہے کیونکہ اس کا عطف اس مصدر پر ہے جو ماملہ ترجی سے مشرع ہے اسی عذری لئیک تڑیکتا اور تذکیرہ فتنہ میں ذکری۔ بعض نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اور یہ ذکر پر عطف ہے۔ **فَلَذِه:** فا کے بعد ان مقدمہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، ثہی، استفہام، تہنی، عرض ہو اس میں ترجی کا ذکر نہیں لہذا ترجی تہنی میں داخل ہے، شرح جایی ص ۳۲۸ ہے۔ ویدخل فی التمنی ما واقع علی صبغۃ الترجی نحو حلیل ابلیع الاسباط اسباب السلوت فاطلحۃ الی المعموشی پھر حاشیہ شرح جایی میں لکھا ہے المراد من التمنی هو طلب حصول الامر لم یمکن حاصلًا سوا کان علی سبیل التمنی او الترجی و سوا کان ممتنعاً او ممکناً هر یہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل ص ۲۲ و مطلبات آخر ص ۲۱۔

گفتگو کر رہے تھے اس لیے آپ نے کفر کی اشدیت کو اہم کام سمجھا اور اہم ہی کو مقدم کیا جاتا ہے مگر اہم کو مقدم کرنے کا ضابطہ اس وقت ہے جب دونوں فریق طالب اصلاح ہوں، حالاں کہ زو سائے مشرکین طالب نہیں تھے اور عبد اللہ بن ام مکتم طالب تھے اور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تھے اس لیے انھیں کو مقدم اور اہم سمجھنا چاہیے تھا۔ اور انھیں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے تھی۔

بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے پچو ☆ دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھسلی

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”أَمَّا مَنْ أَسْتَغْنَىٰ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدِّىٰ ۚ وَمَا عَلَيْكَ أَلَا يَرْزُقُ ۖ“ تجویح محس بے پرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سورے (جیسے رو سائے مشرکین) ”وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْخُنِي ۚ وَهُوَ يَخْشُنِي ۖ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهُّقِي ۖ“ اور جو محس آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خداء سے) ڈرتا ہے، آپ اس سے بے اعتمانی کرتے ہیں (یعنی بتوجہی کرتے ہیں جیسے عبد اللہ بن ام مکتم سے کی، تو آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا)

فائہ استغنى اور جاءك اگرچہ ماضی کے صیغے ہیں مگر بوجہ شرط ان کا ترجمہ مضارع سے کیا گیا ہے۔

لغات استغنى: (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب، استغنى عنہ: بے نیاز ہونا، پروانہ کرنا، ماذہ غنیع ہے۔ تصدی (تفعل) مضارع واحد مذکر حاضر، تصدی له تصدیا: درپے ہونا، کسی کی فکر میں پڑنا، دراصل تتصدی ہے ایک تا خذف ہو گئی تے۔ یسخنی (رکوع: ۳ میں گذر چکا، ثم اذ بتریسخنی کے تحت) یتلہشی (رکوع: ۳ میں گذر چکا) تلہقی (تفعل) مضارع واحد مذکر حاضر، دراصل تتلہشی ہے، ایک تا خذف ہو گئی تلہشی بالشیع تلہیتا: مشغول ہونا، عنہ: بے توجہ ہونا، ماذہ لہو ہے۔

ترکیب امّا مَنْ أَسْتَغْنَىٰ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدِّىٰ وَمَا عَلَيْكَ أَنْ لَا يَرْزُقُ ۖ أَمّا حرف شرط و تفصیل من اس موصول استغنى فعل اپنے فاعل ضمیر هو متتر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (المحل لها) فاجزائیہ کیونکہ یہاں مبتدا میں شرط کے معنی ہیں (الل عرب عموماً اس فاکور ابظہ سے تعبیر کرتے ہیں آئی رابطہ لیجواب امّا) آئت

۱۔ مجرد میں باب سع سے ہے، غنی فلان (س) (غنى و غناۃ: بالدار ہونا، بے نیاز ہونا۔

۲۔ اصلہ تتصدق بقاعدہ استغفاریہ وادیا ہو گیا، قاعدہ استغفاریہ یہ ہے کہ جو وادیچوتے یا چوتے سے زائد نہیں پڑا اور ضرر اور وادی ساکن کے بعد نہ ہو تو وہ یاد ہو جاتا ہے (علم الصیفی) بیان القرآن میں ہے کہ (تصدی) کی اصل تصدی ہے، مشتقہ میں الصند ایک وال کو حرف علت سے بدل دیا، پھر یا تحرک ماقبل مندرج یا کواف سے بدل دیا، واقعیل من الصدی و هو الصوت المسموح غنی الاماکن الخالية اعراب القرآن (یعنی صدی کے معنی آواز بازگشت کے بھی آتے ہیں، اس اعتبار سے تصدی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے ماذہ میں دال نہ آئے گا (لغات القرآن)

۳۔ مجرد میں ہے لہا و لہی عن الشیع (ن، س) لہیا ولہیا: غافل ہونا، تلہقی میں قاعدہ ہے بھی جاری ہوا ہے اصلہ تلہقہ وادی کو یاد سے بدل دیا، اور یاد کواف سے بدل دیا۔

مبتداء، متعلق مقدم تصدی کا، (اور وجہ تقديم رعایت فو اصل ہے) تصدی فعل، ضمیر آئت ذوالحال وما عليك ان لا يزكي جملہ اسمیہ ہو کر حال، (واو حالیہ مانا فیہ علیک الزام مصدر مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم آن ناصہ مصدریہ لا یزکی فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مبتدا موخر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال) ذوالحال اپنے حال سے مل کر تصدی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر متن اشتغفی کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَأَمَا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى وَهُوَ يَخْشَى فَإِنَّهُ عَنْهُ تَلَهُي... واو حرف عطف اما حرف شرط و تفصیل من اسم موصول جاء فعل ضمیر هو ذوالحال کاف مفعول به یَسْعَى فعل اس کے اندر ضمیر ذوالحال واو حالیہ ہو یخشمی مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر یَسْعَى کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل جاء کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صله، اسم موصول مع صله کے مبتدافاء جزا کیہ، انت مبتدا، عنہ متعلق مقدم تلنہی کا، تلہی فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (من جائیک کی) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معطوفہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متائفہ (و ہو یخشمی، یہ جاء کی ضمیر سے حال متراود بھی بن سکتا ہے) (کلمہ من اعراب القرآن)

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكَرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ فِي صُحْفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَرْفُوعَةٍ مُّظَهَّرَةٍ ۱۱

ہرگز ایمانہ کجھے قرآن صحیت کی چیز ہے۔ سوجس کا مجی چاہے اس کو قبول کر لے۔ وہ ایسے محبقوں میں ہے جو حکم میں۔ رفع المکان میں، مقدس میں۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كَرَامٍ بَرَزَةٍ

جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ کوہ حکم، نیک ہیں۔

تشریح اقبال میں عبد اللہ بن ام مکتومؓ کے واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ آں حضرت مسیح اعلیٰ نے ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ روسائے مشرکین کے ساتھ مشغول رہے، لہذا ان آیات میں مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ آپ آئندہ ہرگز ایمانہ کجھے۔ ”کلَّا“ ہرگز ایمانہ کجھے ”إِنَّهَا تَذْكَرَةٌ“ (کیوں کہ) قرآن (محض ایک) صحیت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے، زبردست ایمان میں داخل کرنا نہیں، إنَّهَا کی ضمیر کا مرجع قرآن ہونا اس لیے درست ہے کہ اس کی خبر مؤنث ہے، یا پھر مرجع سورۃ یا آیات ہیں (جلالین) ”فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ“ سوجس کا مجی چاہے اس کو قبول نہ کرے وہ جانے دریفیں محمد ہے وہ آئے جس کا مجی چاہے ☆ نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا مجی چاہے آگے قرآن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ ”فِي صُحْفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَرْفُوعَةٍ مُّظَهَّرَةٍ“ وہ ایسے

صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں (یعنی قرآن کریم لوح محفوظ کے ایسے صحیفوں میں ثابت ہے کہ جو عند اللہ مکرم اور مقبول ہیں، اور لوح محفوظ اگرچہ شیٰ واحد ہے مگر اس کو باعتبار اجزاء کے جمع سے تعبیر فرمایا کہ اس کے اجزاء میں سب صحائف آسمانی لکھے ہوئے ہیں) (روح و بیان) مَرْفُوعَةٌ وَ مَحْيَى رَبِّ الْمَكَانِ یعنی اوپر رکھے ہوئے ہیں (کیوں کہ لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر تخت العرش ہے) مُظَهَّرَةٌ وَ مَحْيَى مَقْدَسٌ ہیں (یعنی نہایت صاف سترے ہیں کہ شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) بَأَيْدِيهِ سَفَرَةٌ ۚ كَرَامَةُ بَرَزَةٌ ۚ جو ایسے لعنے والوں یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں کہ جو مکرم ہیں، نیک ہیں، (سفرۃ، سافرو کی جمع ہے بمعنی لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں، اور فرشتوں کو لکھنے والے اس لیے کہا کہ یہ فرشتے لوح محفوظ سے اپنے صحیفے بحکم الہی نقل کرتے ہیں اور پھر اسی کے موافق وحی اترتی ہے کی رام کریم کی جمع ہے یعنی عند اللہ مکرم و باعزت، برَزَة، برَزَة صفت مشبه کی جمع ہے یعنی نیک کہ ذرہ برابر خدا کی نافرمانی نہیں کرتے)

خلاصہ کلامہ: یہ ہے کہ قرآن مکن جانب اللہ نصیحت کے لیے ہے، آپ نصیحت و تلیخ کر کے اپنے فرض منصبی سے بروی ہو جائیں گے خواہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے للہزار و سائے مشرکین و کفار قریش کو مقدم رکھنے اور کسی کو موخر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بیان القرآن)

نفاثات تَذَكِّرَةٌ نصیحت، باب تفعیل سے مصدر ہے (قرآن کریم کو بطور مبالغہ ذکرہ کہا گیا ہے) ذکر النّاس: تذکیراً و تذکیرةً و ععظ نصیحت کرنا، شاء: (رکوع: ۲ میں گذر چکا) صُفْف، اور اس جن میں کوئی تحریر ہو، کتابیں، صحیفے، واحد، صحیفۃ مُكَرَّمة (عزت دے ہوئے) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث، کَرَمَ فلاناً (تفعیل) عزت کرنا، کَرَمٌ (ک) کَرَمًا وَ كَرَامَةً: صاحب عزت ہونا، مَرْفُوعَة، (اوپر رکھے ہوئے، کیونکہ لوح محفوظ تخت العرش ہے کما فی الدُّر المنشور) باب فتح سے اسم مفعول واحد مؤنث، رَفْع الشَّيْء (ف) رَفْقا وَرْفَاعَا: (اوپر اٹھانا، بلند کرنا) مُظَهَّرَةٌ (مقدس، نہایت سترے، یعنی شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث آیدی، یَذْ کی جمع (ہاتھ) سَفَرَةٌ (لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں) سافرو کی جمع، سَفَرُ الْوَرْق او الكتاب (ض) سَفَرَا: لکھنا۔ کَرَامَه، (عزت والے) کریم کی جمع ۴ (ابھی ابھی مشکرمتہ کے تحت اس کا استعمال مجرد گذر چکا ہے) برَزَة، (نیک) برَزَة صفت مشبه کی جمع، وَقِيلَ جمیع بآی، بَرَزَ (ض، س) بِرَزاً: نیک ہونا۔

ترتیب كَلَّا إِنَّهَا تَذَكِّرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَه... كَلَّا حرف رودع، اِنْ حرف مشبه بال فعل، هـ ضمیر اس کا اسم (ضمیر کا اس کا استعمال اس طرح ہے طہرہ الشیع بالماء، وغيره: پانی وغیرہ سے دھو کر صاف کرنا) (۲) میوب و خالص سے پاک کرنا مجرد میں باب کرم سے آتا ہے طہرہ (ک) طہرہ او طہارہ: پاک صاف ہونا۔

۵ **ذکر:** کرم، اللہ کی بھی صفت ہے، بندوں کی بھی، فرشتوں کی بھی، قرآن اور دوسری چیزوں کی بھی، اللہ کے کریم ہونے کا مطلب اس کا بندوں پر احسابات کرنا ہے اور بندوں کے کریم ہونے کا مطلب اس کا اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کا حال ہونا ہے، اور فرشتوں کے کریم ہونے کا مطلب دربار اپنی میں ان کا صاحب عزت ہونا ہے، اور قرآن کے کریم ہونے کا مطلب عزت اور شرف والا قرآن ہونا ہے۔

مرجع قرآن ہے اور ضمیر کو خبر کی رعایت میں مؤنث لایا گیا ہے) اَذْكُرْهُ، خبر، حرف مشہر بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا، (لام محل لها، استئنافیہ) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ، فَامْعَرِضْهُ، مَنْ اَسْمَ شَرْطَ مُبْتَدَا شَاءَهُ: فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، (شاء کا مفعول بمحذف ہے ای الاعاظ) ذَكَرْ فعل، ضمیر ہو مستتر فعل، ضمیر غائب، مفعول بـ (مرجع قرآن ہے) جملہ فعلیہ جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ ہو کر خبر، مبتداً بینا خبر سے مل کر جملہ معترضہ (الجملہ امعراض جیسے بـ للترغیب فی القرآن، روح المعانی) فِي صُحْفِ مُكَرَّمَةٍ مَرْفُوعَةٍ مُظَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كَرَامَ بَرَزَةٍ۔

فی حرف جار صُحْفِ موصوف مُكَرَّمَة صفت اول، مَرْفُوعَةٍ صفت ثانی مُظَهَّرَةٍ، صفت ثالث، باحرف جار آیدی مضاف، سَفَرَةٍ، موصوف کرامہ صفت اول بَرَزَةٍ صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائناً ممحذف کے متعلق ہو کر صفت رابع، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہو کر ان حرف مشہر بالفعل کی خبر ثانی، یا مبتداً محذف ہو کی خبر۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۖ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ ۖ فَقَدَرَهُ ۖ ثُمَّ

آدمی پر خدا کی ماروہ کیسا ناٹکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی چیز سے پیدا کیا۔ نہ دسے۔ اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ

السَّبِيلَ يَسِيرَهُ ۖ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۖ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ۖ كَلَّا لَيَأْقُضَ مَا أَمَرَهُ ۖ

آسان کر دیا۔ پھر اسکو موت دی پھر اسکو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسکو دوبارہ زندہ کر دے گا۔ ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو جانہ نہیں لایا۔

تشريح ماقبل آیت كَلَّا لِيَأْقُضَ مَا أَمَرَهُ میں آدایت اَذْكُرْهُ میں آدایت تذَكِيرٌ تذکیر و تلمیخ اور پھر او صاف قرآن کا ذکر تھا، اب ذکورہ آیات میں عدم تذکر یعنی بصیرت قبول نہ کرنے پر کفار کی نہمت بیان کی جا رہی ہے فرمایا: ”**قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۖ**“ آدمی پر خدا کی ماروہ کیسا ناٹکرا ہے قتل بمعنی اُعنَی منکروں کا فرآدمی پر خدا کی مار اور اس کی لعنت کہ وہ کیسا ناٹکرا ہے کہ قرآن جیسی نعمتِ عظیمی کی کچھ قدر نہ کی اور نہ بصیرت حاصل کی جیسے ابو جہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے تھے مگر وہ نہیں مانے، ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا، فرمایا: ”**مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ**“ اللہ نے اس کو کسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا۔ چوں کہ اس کا جواب متعین ہے اس لیے خود ہی فرمایا ”**مِنْ نُطْفَةٍ ۖ**“ نطفہ سے یعنی اس کو ایک ناچیز اور بے قدر قطرہ منی سے پیدا کیا، آگے اس کی کیفیت ذکور ہے کہ ”**خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۖ**“ اس کی صورت بنائی، پھر اس کو انداز سے بنایا۔ یعنی یہی نہیں کہ نطفہ سے ایک جاندار کا وجود بنادیا بلکہ اس کو پیدا کیا اور پھر اس کے اعضا اور قد و قامت میں ایک خاص انداز اور تناسب رکھا کہ اگر آنکھ کان ناک کی تخلیق و ترتیب اس کے خلاف ہو جائے تو انسان کی صورت بگڑ جائے اور کام کا ج دشوار ہو جائے۔

۱۔ **قولہ:** فی ضعف مکرّمة، غیر ذو العقول کی جمع چونکہ واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے ضعف کی مقات واحد مؤنث لائی گئی (دیکھئے آپ ترکیب صحیح کیسے کریں)

صورت بنائی احسن آنکھیں بنائی روشن ☆ شیریں دہن بنا یا کیا خوش نما اگایا
 ”ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرِئِلاً“ پھر اس کا راستہ آسان کر دیا یعنی بطن مادر سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا کہ تجھ مقام سے اچھا خاصاً نومند پچھے باہر نکل آیا جو صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور بندہ کے مقدور ہونے کی، ”ثُمَّ أَمَا تَهُدُ فَإِنَّكَ بَرَّةٌ“ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا یعنی عمر ختم ہونے کے بعد اس کو موت دی، اور پیدا کرنا جس طرح نعمت ہے، موت دینا بھی نعمت ہے کہ یہ دار القرار اور محبوب حقیقی تک پہنچانے والی ہے، حدیث میں ہے الموت تحفۃ المؤمن (موت مؤمن کا تحفہ ہے) اور احسان بر احسان یہ کیا کہ مرنے کے بعد اس کو قبر میں رکھوادیا، عام جانوروں کی طرح نہیں کہ زمین پر سرتار ہے۔

قبر سے مراد عالم بزرخ ہے | یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد گڑھ انہیں بلکہ وہ عالم ہے جو اس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے یعنی عالم بزرخ لہذا اگر کوئی ڈوب کر مرے یا جلن کر جان دے دے بہر حال جائے گا وہ قبر یعنی عالم بزرخ ہی میں اور بالآخر وہ خاک ہی میں مل جائے گا ”ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ“ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا کیوں کہ جو خدا اول پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ قبر سے زندہ اٹھانے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اگر حشر اور جزانہ ہو تو شاکر بھی کافر کی طرح ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے اور انسان کے داخل قدرت ہونے کی دلیل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ طرح طرح کی نعمتیں بھی ہیں، بعض حسی، بعض معنوی، جس کا مقتضایہ تھا کہ انسان ایمان لا کر اطاعت بجالاتا مگر کافر انسان نے کوئی توجہ نہیں کی چنانچہ فرمایا ”كَلَّا“ ہر کمزیں یعنی ہر گز شکر ادا نہیں کیا اور ”لَمَّا يَقْضِ مَا أَمْرَأَهُ“ اس کو جو حلم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا یعنی یہ بدنصیب کافر انسان نہ ایمان لا یا اور نہ شکر ادا کیا۔

اشکال: قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ سے بد دعا کا وہم ہوتا ہے حالاں کہ دعا یا بد دعا کرنا اعجز کی شان ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور عاجز ہونے سے وراء الوراء ہے۔

الجواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں بد دعا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے برا تو کوئی ہے نہیں جس سے وہ بد دعا مانگے لہذا کلام کو محاورہ عرب پر محبول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہو گا کہ یہ شخص مستحق قتل ہے اور ماضی ہمیں مستقبل ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل کیا جانا یا اس کو اپنی رحمت سے دور کرنا مقرر کر لیا۔

اهم اشکال: مَا أَكْفَرَهُ مَا أَفْعَلَهُ کے وزن پر فعل تجہب ہے، اور تجہب مجہول السبب کے اور اک کا نام ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مجہول و مخفی نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیوں تجہب ہوا۔

جواب: یہاں تجہب یعنی تعجب ہے یعنی دوسروں کو تجہب دلانا کہ یہ لوگ ایسے ناٹکرے اور نمک حرام ہیں کہ لوگوں کو ان پر تعجب کرنا چاہیے۔

لغات قُتِلَ الْإِنْسَانُ یہ جملہ دعا یہ ہے، قَتَلَهُ (ن) قَتَلَهُ (ن) مَارِدُ النَّاسِ، الْإِنْسَانُ (آدی) یہاں کافر مراد ہے

لکون اللام للهُد، جمع آنابیع (قال تعالیٰ وَآنابیعَ كثیراً) ۱ ما اگھرۃ (کیسا ناشکرا ہے وہ) یعنی فعل تعجب ہے، آئی، (بفتح الهمزة وتشدید الیاء) پانچ معانی کے لئے آتا ہے: (۱) برائے استفہام جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے شرط جیسے آیا مَا تَذَغُوا فَلَهُ الْأَشْتَاءُ الْخَسْلُی (۳) موصولہ جیسے ثُمَّ لَتَنْزِعُنَ مِنْ كُلِّ شَيْعَةٍ آئُهُمْ أَشَدُ عَلَى الرَّحْمَنِ عَيْشًا (۴) برائے بیان کمال جیسے محمد رجل ای رجل، اس صورت میں یہ ترکیب میں نکره کی صفت بنے گا، ای کامل فی صفات الرِّجَالِ، اور معرفہ کے بعد حال بنے گا، جیسے مررث بعبد اللہ ای رجل (۵) جس پر الف لام داخل ہواں کی نداء کا صلہ اور رابطہ ہوتا ہے، جیسے يَا إِيَّاهَا إِلَيْسَانُ مَاغَرَكَ بِرِتْكَ الْكَرِيمُ (معنی اللہیب) نطفہ قطرہ منی) جمع نطف، قَلَّدَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، قَدَرَ تقدیراً: اندازہ لگانا۔ السَّبِيلُ اسْمَ جَادِ (راستہ) جمع سبیل (المراد هننا طریق الخروج من بطن الام) يَسَرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، يَسِيرَ تیسیراً: آسان کرنا۔ ۶ آمات (اعمال) ماضی واحد مذکر غائب، امات اماتۃ: موت دینا، مادہ موت ہے، مات موتا (ان): مرتا (در اصل آموت ہے، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی اب واو کاماقبل مفتوح ہے اور واو در اصل متھرک تھا، ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا (اعراب القرآن وصرفہ ویبانہ) أَقْبَرَ (اس نے قبر میں رکھ دیا) (اعمال) ماضی واحد مذکر غائب، أَقْبَرَ فلاناً (کسی کے لئے قبر بنانا) قَبْرَ الْمَيْتَ (ان) قَبْرًا: مردہ کو قبر میں رکھنا، آنسو، (اعمال) ماضی واحد مذکر غائب، آنسو انشاً زندہ کر کے اٹھائیں۔ لَهَا يَقْضِي لَهَا يَقْضِي (ض) (ض) نفی جمد مضارع کا واحد مذکر غائب، قضی (ض) قضیاً وقضاء: ادا کرنا، أَمْرَ (ان) ماضی واحد مذکر غائب، امرۃ (ان) امرۃ او امارۃ: حکم دینا۔

۱ لفظ انسان مذکرا و مذکرہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، انسان، النَّسَنَ سے مشتق ہے جس کے معنی ماں و نسے کے ہیں، چونکہ انسانی زندگی بغیر انس و محبت کے گذرنا ممکن نہیں اس لئے آدمی کو انسان کہا گیا ہے، آنس (ض) الشَّا و النَّسَ (ک) النَّا: ماں و نہا، اہل عرب کبھی موئیث بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ بولتے ہیں انسانہ۔

۲ مجرد میں باب غرب، سعی، کرم سے آتا ہے یہ یہ یہ یہ (ض) یہ یہ یہ یہ (س) یہ یہ یہ یہ (ک) یہ یہ یہ یہ (ک) یہ یہ یہ یہ (ک) یہ یہ یہ یہ آسان ہونا۔

۳ مجرد میں ہے نَسَرَ الشَّيْعَ (ک) نَسَرُوا: پھیلا ہا منتشر کرنا، نَسَرَ اللَّهُ الْمُوْلَى (ان) نَسَرُوا نَسَرُوا: مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا۔

۴ لفاظ تسمیں پانچ طریقے سے فرق ہے: (۱) حرفاً جازم، للہذا لم کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو مجروم ہنادھا ہے اور اس کو ماضی متعین کے معنی میں کرو دیا ہے، لم اور لفاظ میں پانچ طریقے سے فرق ہے: (۱) لم مطلق لفظ کے لئے آتا ہے اور لفاظ لم کے وقت تک کی لفظی کرتا ہے۔ (۲) لم کے اوپر حرفاً شرط داخل ہو جاتا ہے، جیسے فان لم تفعل (۳) لما سے جس چیز کی لفظی ہوتی ہے آئندہ اس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ (۴) لفاظ کام خول جائز الخلف ہوتا ہے۔ (۵) لفاظ کی لفظی نہیں ہوتی گرچاہ سے قریب للہذا لم بکن زید فی العام الماضي مقتیماً درست ہے مگر لفاظ ایکن ان درست نہیں۔ (۶) لفاظ کی درستی قسم یہ ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ خاص ہے للہذا اس وقت یہ دو جملوں کا تقاضا کرے گا جن میں سے دوسرا پہلے کے وجود کے وقت پایا جائے گا جیسے لفاظ جانشی زیداً کر مٹھوں یا قال فیها حرفاً وجود و بعضہم بقول حرفاً وجوب لوجوب، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ لفاظ نہیں ہے بعین جنہن اور یہ چونکہ محسن بعین الشرط ہوتا ہے اس لئے اس کا جواب بالاتفاق فعل ماضی ہو گا، ابن مالک کے نزدیک جملہ اسیہ بھی ہو سکتا ہے جس کے شروع میں اذا معا جا یہ وی یا قا ہو جیسے فلما نَجَاهَمُ الْبَرَا إِذَا هُمْ نَسَرُ گوئی، فلما نَجَاهَمُ الْبَرَا فَمَنْهُمْ مَفْتَصِدٌ، اور ابن مسعود کے نزدیک اس کا جواب فعل مضارع بھی ہو سکتا ہے۔ (۷) تیسری قسم لفاظ کی یہ ہے کہ وہ حرفاً اسٹھا و للہذا اب جملہ اسیہ پر داخل ہو گا، جیسے ان کل نفیں لفاظاً علیہا باعفیظ (مشکل تر کیوں کامل: ص ۲۲۷)

ترکیب قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ... قُتِلَ فَعْلٌ مُجْهُولٌ إِلَّا إِنْسَانٌ نَابٌ فَاعِلٌ فَعْلٌ اپنے ناب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ دعا ہے (لامل لہا) (صورۃ خبریہ، معنی انشائی) ما آسم استفہام مبتداً بمعنی آئی شئی (الاستفہام للشویخ) آکفرہ فعل فاعل مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ انشائی متنہ ہوا (لامل لہا) من آئی شئی خلائقہ... من آئی شئی متعلق مقدم ہے خلق کا (الاستفہام للتقریر مع التحقيق) خلق فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائی متنہ ہوا من نطفۃ خلق مخدوف کے متعلق اور یہ جملہ فعلیہ مابقی استفہام کا جواب ہے، مابقی استفہام حقیقی استفہام نہیں بلکہ تحریر کے لئے ہے مگر چونکہ صورہ استفہام ہی ہے اس لئے من نطفۃ سے اسی مہم استفہام کا جواب دیا، پھر ما بعد آیت سے انسان کے مبدأ خلق سے لے کر اس کے مدنی تک کا حال اور کیفیت کو بیان کیا ہے۔ (مظہری) خلائقہ فَقَدْرَةٌ لَمْ السَّبِيلَ يَشْرَهُ لَمْ امَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ لَمْ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ... خلائقہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ فاء عاطفہ قَدْرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر معطوف لَمْ حرف عطف السَّبِيلَ فعل مخدوف یَشَرَہُ کا مفعول بہ (از قبل مَا أَصْبَرَ عَامِلَهُ عَلَى شَرِيْطَهُ التَّفْسِيْنِ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفتر، معطوف علیہ معطوف یَعْتَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف فاء عاطفہ أَقْبَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف علیہ معطوف فاء عاطفہ أَنْشَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، لَمْ حرف عطف إِذَا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشَّرطِ الشَّاء فعل، ضمیر ہو فاعل (اور مفعول بہ مخدوف ہے آئی انشارة) فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ اور پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انشرة کا (آئی انشرة إذا شاء) (شاء کا ظرف نہیں ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ ہے، اور مضاف الیہ اپنے مضاف میں عمل نہیں کرتا) آنچہ کہ اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف مقدم سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لام محل لہا من الاعراب) (یہ ترکیب بیان القرآن کی تفسیر کے مطابق ہے جس کو اہل عقل ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ اہل سفاهت) اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں دوسری ترکیب مذکور ہے کہ میں آئی شئی متعلق مقدم خلق کے اور وہ مبدل منہ، من نطفۃ متعلق مقدم خلق کے اور وہ تمام معطوفات سے مل ملا کر بدلت، بعض نے من نطفۃ کو میں آئی شئی سے بدلتا ہے۔ لَمَّا لَئِنَّا يَقْضِي مَا أَمْرَهُ... لَمَّا حرف رفع وزجر (ای زداغ للإِنْسَانِ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ كُفَّرَانِ النَّعْمَ) لَئِنَّا حرف ثانی یَقْضِي فعل ضمیر مستتر فاعل مَا آسم موصول امْرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مرجع انسان) سے مل کر صلہ، (عامد مخدوف ہے آئی مَا امْرَهُ بہ) آسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو۔

۱۔ یاما بمعنی شئی مبتدا اور ما بعد خبر اور شئی میں تخصیص شہ آخر ذاناب کے طریقے سے ہے۔

۲۔ قوله ما أمره الخ ایک قول یہ ہے کہ امروہ کی ضمیر مخصوص کا مرتع اسی موصول ہے اور انسان کی طرف لوٹنے والی ضمیر مخدوف ہے آئی ایسا اہ اور عامد کے مذف کرنے سے مفعول کا حذف کرنا ہون ہے۔ (روح العانی)

فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبَّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقَّا ۝
 سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کمانے کی طرف نظر کرے ۔ کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا ۔ پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا ۔
فَأَثْبَتْنَا فِيهَا حَبَّا ۝ وَ عِنْبَا ۝ وَ قَضْبَا ۝ وَ زَيْتُونًا وَ نَخْلًا ۝ وَ حَدَآئِقَ غُلْبَانًا ۝
 پھر ہم نے اس میں غلہ ۔ اور انگور اور تکاری ۔ اور زیتون اور سمجھوں ۔ اور محبان باغ ۔
وَ فَاكِهَةٌ وَ آبَاءٌ ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَ لِأَنْعَامِكُمْ ۝

اور میوے اور چارہ پیدا کیا ۔ تمہارے اور تمہارے مواثی کے فائدہ کے لئے ۔

شرح اقبل آیات میں انسان کی تخلیق، موت، گویا مختلف نعمتوں کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں جو اس کی زندگی کی بقاء کے سامان ہیں، فرمایا: ”فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبَّا ۝“ سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔ ”ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقَّا ۝“ پھر عجیب طور پر زمین کو چھاڑا (یعنی زمین سے غلہ اور نخے نہیں پوچھے وغیرہ نکلنے کے وقت) ”فَأَثْبَتْنَا فِيهَا حَبَّا ۝ وَ عِنْبَا ۝ وَ قَضْبَا ۝ وَ زَيْتُونًا وَ نَخْلًا ۝ وَ حَدَآئِقَ غُلْبَانًا وَ فَاكِهَةٌ وَ آبَاءٌ ۝“ پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور تکاری (قضب یعنی ساگ بزی، تکاری) اور زیتون اور سمجھوں اور محبان باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا ”مَتَاعًا لَكُمْ وَ لِأَنْعَامِكُمْ ۝“ تمہارے اور تمہارے مواثی کے فائدہ کے لیے یعنی ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے ہیں جیسے غلہ یعنی گیہوں وغیرہ اور بعض چیزیں تمہارے چوپاؤں کے لیے ہیں جیسے چارہ یعنی گھاس وغیرہ، لہذا ان سب انعامات پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنے خالق و منعم کی عبادت کرنی چاہیے اور کافر انسان کو کفر سے بازا جانا چاہیے۔

ہمیشہ تیرے در پر ہو سر تسلیم خم میرا ☆ رہے تیرے تصرف میں زبان میری فسلم میرا

لغات **لَيَنْظُرُ** (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ الى الشَّيْءِ (ن) نَظَرَا وَنَظَرُوا: غور سے دیکھنا۔ **الإِنْسَان** (آدمی) جمع آنایسی طعام (اطلاقاً لل مصدر على المفعول) (کھانا) ای المطعم جمع آطعمة، طعام (س) طفقاً و طعاماً: کھانا (۲) چکنا۔ **صَبَّنَا**، (ن) ماضی جمع متکلم صب الماء (ن) صبنا: اوپر سے پانی ڈالنا صبا: مصدر از باب نصر۔ **شَقَقْنَا** (ن) ماضی جمع متکلم (اسنادہ الی ضمیرہ تعالیٰ مجاز من باب الاسناد الى السبب) شق الشیع (ن) شقا: چھڑنا۔ **أَثْبَتْنَا** (افعال) ماضی جمع متکلم اثبَتَ بِأَثْبَاتٍ: اگانا، مجرد میں باب نصر سے آتا ہے **أَثَبَتَ الرَّزْعَ** (ن) اثباتاً و بنیٹاً: اگنا، حبیا غلہ، انارج، گیہوں، جو، وغیرہ جمع حبوب (حبنا کا مفرد حبہ ہے ایک دانہ) **عَبَّنَا** (انگور) واحد کے لئے عتبہ استعمال ہو گا جمع اعناب۔ **قَضْبَنَا** (تکاری) اس کے معنی لمی اور پھیلی

ہوئی شاخوں والے درخت کے بھی آتے ہیں، (تفسیر مظہری) قَضَب (ض) قَضْبَا، کامنا، بزری کو بھی چونکہ بار بار کامنا جاتا ہے اس لئے مصدر کے نام کے ساتھ بزری کا نام قَضَب رکھ دیا (تفسیر مظہری) زَيْتُونا: (زیتون ایک پھل ہے جو عناب کی شکل کا ہوتا ہے اس کو کھایا جاتا ہے اور اس کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، اس کے درخت کو بھی زیتون کہتے ہیں) واحد زَيْتُونَہ معنی زیتون کا ایک درخت۔ نَخْلَةً، اسم جنس ہے (کھجور) (۲) کھجور کے درخت اور آنَّخَلَةً معنی کھجور کا ایک درخت، جمع نَخَلٌ و نَخَلَيْلٌ۔ حَدَائِقٌ (باغ) واحد حَدَائِقَه غُلْبًا اَغْلَب صفت مشہہ کی جمع ہے (موئی گردان والی، مجازاً گھنے باغ کو کہتے ہیں) غَلِبَتُ الْعَدِيَّةُ (س) غَلَبَتَا: باعیچہ کا گھنا اور گنجان ہونا، فَأَكَهَهُ (میوے، پھل) جمع فَوَاكِهُ، فَكَاهَهُ وَفَكَهُا: نہیں مکھ ہونا، میوے کو اسی مناسبت سے فاکہہ کہتے ہیں کہ وہ مفرح قلب ہوتا ہے۔ آثَابَا (چارہ، گھاس) جمع أَوْبَثُ (وفی بیان القرآن آبَا مِنْ أَبَّيَّأَبَثُ (ن) آبَا: قصَدَ كَرَنَالِإِنْهَى يَقْصَدُ۔ وَفِي اعراب القرآن الْأَبُ الْمَرْعَى الَّذِي لَمْ يَرْعِهِ النَّاسُ مَتَاعًا (اس کی تحقیق گذر جکی) آنعام (اس کی تحقیق گذر جکی)

تَرْكِيبٌ فَلَيَنْظُرُ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَكَّا صَبَبَنَا الْمَاءَ صَبَبَنَا فُمَّ شَقَقَنَا الْأَرْضَ شَقَّاً..... فَإِنْتَيْنَا فِيهِ لِيَنْظُرُ فَعَلْ امرُ الْإِنْسَانُ فَاعَلَ الْهِ حَرْفُ جَارِ طَعَامِهِ مَرْكَبٌ اِضَافَى مَبْدُلٌ مِنْهُ أَكَّا حَرْفُ مَشَبَهٍ بِالْفَعْلِ مَعَ اسْمِ صَبَبَنَا فَعَلْ، ضَمِيرُنَا فَاعَلْ (عامد مخدوف ہے آئی اللہ) الْمَاءَ مَفْعُولُ بِهِ صَبَبَنَا مَفْعُولُ مُطْلَقٌ، فَعَلْ اپنے فَاعَلُ اور مَفْعُولُ مُطْلَقٌ سے مَلْ كَرْ مَعْطُوفٍ عَلَيْهِ (محل رفع میں) فُمَّ حَرْفُ عَطْفٍ شَقَقَنَا الْأَرْضَ شَقَّاً فَعَلْ اپنے فَاعَلُ اور مَفْعُولُ بِهِ اور مَفْعُولُ مُطْلَقٌ سے مَلْ كَرْ مَعْطُوفٍ عَلَيْهِ مَعْطُوفٍ فَأَنْبَثَنَا فِيهَا حَبَّاً وَعِنْبَاً وَقَضْبَا وَزَيْتُونَا وَنَخَلَا وَحَدَائِقٌ غُلْبًا وَفَاكِهَةَ وَآثَابَا... فَإِنْتَيْنَا فِيهَا (آی فی الأرض) مَتَعلِّقٌ، حَبَّاً وَعِنْبَاً وَقَضْبَا وَزَيْتُونَا وَنَخَلَا وَحَدَائِقٌ غُلْبًا وَفَاكِهَةَ وَآثَابَا باہم مَعْطُوفٍ وَمَعْطُوفٍ عَلَيْهِ، ہو کر آنَّبَثَنَا کا مَفْعُولُ بِهِ، فَعَلْ اپنے فَاعَلُ اور مَتَعلِّقٌ اور مَفْعُولُ بِہِ سے مَلْ كَرْ مَعْطُوفٍ، تمام مَعْطُوفَاتِ مَلْ لَا كَرْ حَرْفُ مَشَبَهٍ بِالْفَعْلِ کی خبر، حَرْفُ مَشَبَهٍ بِالْفَعْلِ اپنے اسْمِ وَخَرْ سے مَلْ كَرْ طَعَامَ سے بَدَلَ اشْتَهَال (محل جریں) مَبْدُلٌ مِنْهُ اپنے بَدَل سے مَلْ كَرْ كَجَرُور، جَارِ اپنے كَجَرُور سے مَلْ كَرْ لِيَنْظُرُ کَرْ مَتَعلِّقٌ اور وہ جملہ انشائیہ مَتَانَفَه (الْمَحلُ لَهَا)۔ (غُلْبًا صفت ہے حَدَائِقَ کی) مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا لَعَامِكُمْ کی ترکیب سورۃ النازعات میں گذر جکی ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَةُ ۖ يَوْمَ يَغْرِيُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ ۖ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبِتِهِ

پھر جس وقت کانوں کو بسرہ کروئے والا شور برپا ہو گا۔ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے فلینظر کا فائز ہے اسی کی ہو سکتا ہے اسی ارادت معرفت قدرۃ الہ و تدبیر، فلینظر الانسان الخ اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہا مالک ہے اور باللہ کے مفہوم پر عطف ہے اسی فلینظر اولاً نفسمیں مبدأ خلقتی منتها و ما انعم علیہ و ما انعم علیہ فلینظر الانسان الی طعام الخ اور بیوی العاملی میں ہے اذا كان هذا حالا الانسان وهو أنه مالى الان لم يقض ما أمره الخ

۱) قوله مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا لَعَامِكُمْ فَعَلْ ذُكْرُ آنَّبَثَنَا كَمَفْعُولٍ لَمْ يُمْكِنْ سُكْتَیْ ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَ بَيْنِهِ ۝ لِكُلِّ امْرٍ يَمْنَهُمْ يَوْمَيْنِ شَانٌ يُغْنِيْهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَيْنِ مُسْفِرَةٌ ۝

اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغله ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ ہونے دے گا۔ بہت سے چھروں سے اس روز روئیں۔

ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَ وُجُوهٌ يَوْمَيْنِ عَلَيْهَا غَبْرَةٌ ۝ تَرْهِقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَئِكَ هُمُ

خندال، شاداں ہوں گے۔ اور بہت سے چھروں پر اس روز غلبہ ہوگی۔ ان پر کدروں چھائی ہوگی۔ یہی لوگ۔

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

کافر فاجرین۔

تشریح مقبل میں انعامات یا دولا کر انسان کو بار بار تنبیہ کی گئی تھی اب آخر میں پھر قیامت اور نصیحت قبول کرنے اور نہ کرنے پر جزا اوسرا کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَةُ ۝“ پھر جس وقت کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہو گا صاححة اسم فاعل ہے یعنی ایسا شور اور سخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے، مراد اس سے شور قیامت اور دوسرے مرتبہ کائن صور ہے، صاححة میں تابرانے مبالغہ ہے، اور اذا کا جواب مخدوف ہے ایسی شستغل کل واحد بنفسہ (جلالین، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) یعنی محشر میں نفسی نفسی کا عالم ہو گا اور ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا۔ حتیٰ کہ انسان دنیا کے اندر جس پر اپنی جان قربان کرنے سے بھی بیچھے نہیں ہٹتا تھا آج قیامت کے دن اس سے بھی گریز کرے گا، گویا ایک حقیقت نے سب رشتون کو کاث کر کر دیا، آگے اسی دن کا بیان ہے کہ ”يَوْمَ يَغْزِي

الْمَرْءُ مِنْ أَخْيَهِ ۝ وَ أُمْهُ وَ أَبِيهِ ۝ وَ صَاحِبَتِهِ وَ بَيْنِهِ ۝“ یہ اذا جاءت الصاححة بدلت ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کرے گا بلکہ منہ چھپاتا بھاگتا پھرے گا، اس وجہ سے کہ ”لِكُلِّ امْرٍ يَمْنَهُمْ يَوْمَيْنِ شَانٌ يُغْنِيْهِ ۝“ ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغله ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ ہونے دے گا (شان بمعنی فکر، اہم معاملہ و مشغله، یعنی ہر ایک کو اپنی ہی فکر اور اپنا ہی ایسا مشغله ہو گا جو اس کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے گا، کقولہ تعالیٰ لا یسأ لہ حمیم حمیما، اور واضح رہے کہ یہ کافر انوں کا حال ہو گا جس کا ذکر ”قتل الانسان ما اکفره“ میں ہوا، مؤمنین اس طرح کی بے رخی نہیں کریں گے، بلکہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے) (بیان القرآن) آگے مومنین و کفار دونوں کی تفصیل ہے فرمایا ”وُجُوهٌ يَوْمَيْنِ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝“ بہت سے چھرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (خوشی و سرورت سے) خندال، شاداں ہوں گے (یہ مسکراتے چھرے ایمان والوں کے ہوں گے جو اپنے پانہوار کے ہر حکم کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتے تھے) ”وَ وُجُوهٌ يَوْمَيْنِ عَلَيْهَا غَبْرَةٌ ۝ تَرْهِقُهَا قَتَرَةٌ ۝“ اور بہت سے چھروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی، ان پر

کدورت چھائی ہوکی (یعنی غم کی وجہ سے کدورت و سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہ کالے لکلوں جعلیے جملائے منہ کافروں کے ہوں گے جو نہ اللہ پر ایمان لائے، نہ رسول پر) "أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ" ، یہی لوگ کافر، فاجر ہیں (کافر کے لفظ سے اشارہ فساد عقائد کی طرف ہے اور فاجر کے لفظ سے فساد اعمال کی طرف) لہذا انسان کو عقل سے کام لیتا چاہیے اور اپنی آخرت کو سدھارنے کی فکر کرنی چاہیے۔

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں یہ اپنے دل میں ہنتے ہیں ☆ ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

قرآن کا ذریعہ بیان | یوم نیفڑا المرء میں آخینہ الخ میں کم محظوظ کو مقدم اور زیادہ محظوظ کو موزخر کیا ہے اور اس سے کلام میں زور اور قوت پیدا کرنا مقصود ہے گویا یوں فرمایا کہ اس روز آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا بلکہ ماں باپ سے بھاگے گا، بلکہ بیوی اور اولاد سے بھی بھاگے گا۔

لفاظ صائحتہ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، صَحَّ سَقْعَةً (ن) صَحَّا: بہرا کر دینا۔ **نیفڑا** (ض) مضرارع واحد مذکر غائب، فَتَرَ نیفڑا (ض) فَتَرَا و فَرَازَا و مَفَرَّقا بھاگنا، الہرء (اس کی تحقیق یوم بنظر المرء رکوع ۲ میں گذر جکی ہے) آخ (بھائی) آخ کی اصل آخو ہے جمع اخوان و اخوات ہے۔ (مجاز اہر اس شخص کو بھی اخ کہہ دیتے ہیں جو قبیلہ یامہب یا صنعت و حرف یا تعلق و دوستی وغیرہ میں کسی دوسرے کا شریک ہو، حالت جری میں یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے) آم (ماں) جمع امہات ام (نامی اور پر نامی کو بھی ام کہتے ہیں، قال تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ) آب (بپ) جمع اباء (اصلہ ابتو) **صَاحِبَة** (بیوی) دراصل اسم فاعل ہے بمعنی ساتھ رہنے والی، مگر اس پر اسمیت کا غلبہ ہو گیا اس لیے اسی جامد کے حکم میں ہے، جمع صواب، صحبۃ (س) صَحَابَة و صَحْبَۃ: ساتھ رہنے والیں، بندیں ائن کی جمع ہے، اور جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، بنابریں اسی کا اعراب دیا گیا اور اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا، دوسری جمع ابناء آتی ہے شان: فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو شان کہتے ہیں خواہ وہ برا ہو یا بھلانج جمع شئوں یعنی **(افعال)** مضرارع واحد مذکر غائب، آغشی اغناۃ: بے نیاز کرنا، مالدار کر دینا، کافی ہونا، غنی فلان؟ (س) غشی و غناۃ: مالدار ہونا، عن الشیع۔ بے نیاز ہونا۔ **وُجُوهٌ** (بہت سے چہرے) وجہ کی جمع ہے۔ **مُسْفِرَة** (روشن) (انحال) اسم فاعل واحد مؤنث، **أَسْفَرَ الْوَجْهَ** (افعال) چہرہ چمکنا۔ سفر (ض) سَفَرًا: روشن ہونا، **صَاحِبَة** (ختداں) (س) اسم فاعل واحد مؤنث، **صَحِيْكَ** (س) صَحْكَا و صَحِيْكَا: ہنسنا، باب افعال سے بمعنی ہنسانا، **مُشَتَّبِهَة** (شاداں) (استفعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اور مجرد میں ہے (تیشیریہ) (س) پُشْرَا خوش ہونا) غیرہ کا اسم (ظلمت، گرد) (غیرہ الشیع (س) غیرہ او غیرہ: گرد آلوہ ہونا) **رَهْقَ** (س) مضرارع واحد مؤنث غائب، رَهْقَ الشَّعْ فُلَاتِا (س) رَهْقَا: لگ جانا، لاحق ہونا، قَرَّۃ اس (کدورت، سیاہی دھویں کی طرح) (قَتَر) (ن، ض) قَتَرَا و قَتَرُوا، وَقَتَرَ (س) قَتَرَا: الشَّارُ، آگ کا دھویں والی ہونا) **الْكَفْرَةُ** (کافر لوگ، یعنی نا شکرے لوگ) کافر کی جمع ہے الفجرة (بدکار لوگ) فاجزو کی جمع، فَجَرَ (ن) فَجَرَا و فَجَرُوا: بدکار ہونا۔

ترکیب (فِإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَةُ يَوْمَ يَفْرُرُ الْمَرءُ مِنْ أَخِيهِ وَأَمْهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبِتِهِ وَهَدِيَّهِ... فَإِنْ اسْتَيْنَافِ (والکلام مستانف مسوی للشروع فی بیان احوالہم یوم القعاد) اذا ظرفیہ بمعنى الشرط مضاف جاءت الصاححة فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے اپنے مخدوف جواب یشتغل کل واحد پتھیہ کا یوم مضاف یافر المرء فعل فاعل و من حرف جار أخیه و امہ و ابیه و صاحبته و هدیہ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اذا جاءت اخ سے۔ لیکن امرہ متنہم یومیشدا شان یغدیہ... لام حرف جار کل مضاف امرہ موصوف متنہم (ای من الناس) کائن مخدوف کے متعلق ہو کر امرہ کی صفت، موصوف مع صفت کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم یومیشدا اسی خبر مخدوف کاظرف۔ شان یغدیہ شان موصوف یغندید فعل فاعل مفعول بد، پھر جملہ علیہ ہو کر صفت (محل رفع میں) پھر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متناہی بیانیہ ہوا (ال محل لها)۔ **وجوه** یومیشدا مسیرۃ ضاحکہ مسیبہرۃ و وجہ یومیشدا علیہا غیرۃ ترہقہا قترة... وجہ مبتدا (توین برائے تنوع ای وجہ المؤمنین او وجہ کثیرہ) یومیشدا مسیرۃ کاظرف مقدم مسیرۃ ضاحکہ مسیبہرۃ تینوں خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ وا حرف عطف وجہ مبتدا یومیشدا خبر مخدوف ثابتہ کاظرف اور علیہا بھی ثابتہ کے متعلق اور پھر ثابتہ خبر مقدم غیرۃ مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول سے ترہقہا قترة جملہ ہو کر خبر ثانی (اور قترة فاعل ترہق کا) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متناہی ہوا۔ أولیك هُمُ الْكَفَرُهُ الْفَجَرُهُ... أولیك مبتداهم ضیر فصل (اشارة الى أصحاب تلك الوجوه ای اولنک الموصوفون بما ذكر، والاشارة للبعيد للإيذان وبعد درجتهم في سوء الحال) (روح المعانی) الکفرۃ الفجرۃ دونوں خبر، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متناہی ہوا (ال محل لها) (الجملة مستانفة کأنها جواب من أصحاب تلك الوجوه، تفسیر مظہری)

اجراء یوم یافر المرء من أخيه و امه و ابیه و صاحبته و بندیہ عزیز طلبہ (اخیہ، امہ، ابیہ وغیرہ میں اضافت معنوی ہے، اضافت لفظی و معنوی کی تعریف تو آپ حضرات جانتے ہیں، بس اتنا ضرور یاد رکھیں کہ اضافت لفظی محض تخفیف کا فائدہ دیتی ہے،

- ۱۔ اس قاء کو عاطفہ کہنا بھی سمجھ ہے ما بعد کی اقل پر ترتیب کو بیان کرنے کے لئے (عرب القرآن)
- ۲۔ یومیشدا کو یغندید کاظرف مقدم بھی بنا کئے ہیں قوله لكل امری ذکر المرء بناء على أنه الرجل ليعلم منه حال المرأة من باب أولى (روح المعانی)

۳۔ یومیشدا اس کو اراب القرآن میں ترہق کاظرف لفقر اور دیا ہے لیکن تفسیر مظہری میں اس کاظرف مستقر ہی مانا ہے سولت کے پیش نظر ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ قوله علیہا غیرۃ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ثبت یا استقر فعل مخدوف مانا جائے اور علیہا اور یومیشدا کی متعلق اور غیرۃ اس کا فاعل پھر جملہ ہو کر مبتدا کی خبر، نیز ترہقہا مبتدا کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے، اور غیرۃ میں صفت بھی بن سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

الایہ کے مضاف معرف باللام، ہو جیسے مررت بالرجل الحسن الوجه (الاشیاء ص: ۲۳ ج: ۲) (تحفیف کا مطلب یہ ہے کہ اضافت کے بعد مضاف پر سے تو نون اور نون تثنیہ و جمع حذف ہو جاتا ہے) اور اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرفہ ہے تو تعریف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہے، تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، مگر عزیز من! ایک سخن بندہ عاجز کی رہے یاد، اور وہ یہ ہے کہ اگر اضافت معنوی میں مضاف لفظ مثُل، شبہ، غیرہ وغیرہ ہو یا مضاف نکرہ کی جگہ واقع ہو، مثلاً حال، تمیز، یا لائے نقی جس کے اسم کی جگہ تواب یا اضافت نکرہ کے حکم میں ہوگی۔

مکیۃ سورة الشکویر

إِذَا الشَّمْسُ كُوَرَتْ ۝ وَ إِذَا النُّجُومُ اُنْكَدَرَتْ ۝ وَ إِذَا الْجِبَالُ سُيَرَتْ ۝

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا ۰ اور جب ستارے نوٹ نوٹ کر گر پیں گے ۰ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ۰

وَ إِذَا الْعِشَاءُ عُطِلَتْ ۝ وَ إِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَ إِذَا الْبِحَارُ سُجِرَتْ ۝

اور جب دس بینیے کی گاہ بن اونٹیاں پھٹی پھریں گی ۰ اور جب جنی جانور سب جمع ہو جاویں گے ۰ اور جب دریا بہڑ کائے جاویں گے ۰

وَ إِذَا النُّفُوسُ زُوَّجَتْ ۝ وَ إِذَا الْمَوْءُودَةُ سُيَلَتْ ۝ يَا أَيُّ ذَلِيبٍ قُتِلَتْ ۝ وَ إِذَا الصُّحْفُ

اور جب ایک ایک تم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے ۰ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لاکی سے پوچھا جاوے گا ۰ کہ وہ کس گناہ پر لی کی تھی ۰ اور جب نامہ اعمال

نُشِرَتْ ۝ وَ إِذَا السَّيَاءُ كُشِطَتْ ۝ وَ إِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ ۝ وَ إِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝

کھول دئے جاویں گے ۰ اور جب آسمان کمل جاوے گا ۰ اور جب وزخ دہکائی جاوے گی ۰ اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی ۰

عَلَيْهِتْ نَفْسٌ مَا أَخْضَرَتْ ۝

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے ۰

ربط اس سورت کے اندر بھی سورت سابقہ کی طرح قیامت کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اسی کی تقویت کے لیے آخر میں قرآن کی حقانیت مذکور ہے، اور چوں کہ اس سورت کا ایک لفظ کُوَرَتْ ہے تو اسی کی مناسبت سے پوری سورت کا نام سورۃ الشکویر رکھ دیا۔

تشریح اس سورت کی شروع کی تیرہ آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے، جن میں سے شروع کی چھ آیات یعنی اِذَا الشَّمْسُ كُوَرَتْ ۝ سے وَ إِذَا الْبِحَارُ سُجِرَتْ ۝ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئیں گے جب کہ یہ دنیا آباد ہوگی اور اس کے بعد کی سات آیات یعنی وَ إِذَا النُّفُوسُ زُوَّجَتْ ۝ سے وَ

إِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝ تک میں ان چھا حوال کا ذکر ہے جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد پیش آئیں گے، (گویا تیرہ آیات میں بارہ احوال ہیں) پھر جواب شرط لا یا گیا یعنی علیم نَفْسٌ مَا أَخْضَرَتْ ۝ کہ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِذَا الشَّمْسُ كُوِرَتْ ۝“ جب آفتاب بے نور ہو جائے گا یعنی سورج جو آخر ساری دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے ایک دن بے نور ہو کر رہ جائے گا۔ ”وَإِذَا النُّجُومُ اشْكَدَرَتْ ۝“ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اشکدار سے مشتق ہے یعنی ٹوٹ کر گرنا، مطلب یہ ہے کہ آسمان کے سب ستارے سمندر میں گر پڑیں گے، ”وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝“ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے دیکھنے چلائے جانے کے لیے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے لہذا یہاں یہی لازمی معنی مراد ہے کہ پہاڑوں کو مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ان کی جگہ سے ہٹایا جائے گا اور وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ”وَإِذَا الْعِشَاءُ عُظِّلَتْ ۝“ اور جب دس مہینے کی گاہن اونٹیاں چھٹی پھریں گی۔ یہ بات عرب کی عادت کے مطابق بطور مثال کے بیان فرمائی کیوں کہ قرآن کریم کے پہلے مخاطب عرب لوگ تھے، ان کے نزدیک دس مہینے کی گاہن اونٹی ایک بڑی دولت سمجھی جاتی تھی کہ اس سے بچہ اور دودھ کا انتظار ہوتا تھا، مگر قیامت کے جگر خراش منظر کے سامنے ایسے نفسی و عدمہ مال کی کوئی شخص پرواہ نہ کرے گا اور دس ماہ کی گاہن اونٹیاں یوں ہی بغیر چہ وابہ کے بیکار چھٹی پھریں گی۔ ”وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝“ اور جب حشی جانور سب جمع ہو جائیں گے یعنی جب نفعہ اولیٰ ہو گا تو جنگلی جانور جوانسان سے بد کتے ہیں اور اس کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں وہ مارے گھبراہٹ کے سب جمع ہو جائیں گے جیسا کہ خوف کے وقت اکثر ہوتا ہے، اندازہ تکمیل ہے جب جانوروں کا یہ حال ہو گا تو انسانوں کا کیا حال ہو گا اور کسی گھبراہٹ چھائی ہوئی ہوگی۔ ”وَإِذَا الْبَحَارُ سُجَرَتْ ۝“ اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے سیخوت تسبیح سے مشتق ہے جس کے معنی آگ لگانے اور بھڑکانے کے بھی آتے ہیں، اور خلط ملط کرنے کے بھی، اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں ہے، اولاد ریاؤں میں طغیانی پیدا ہوگی اور زمین میں دراثیں جس سے میٹھے اور کھاری دریاؤں کے پانی آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے، پھر شس و قر اور ستاروں کو اس میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر اس تمام پانی کو آگ بنادیا جائے گا جو جہنم میں شامل ہو جائے گا اور اس کو بھڑکا دیا جائے گا اور بس عالم فنا ہو جائے گا، ”وَإِذَا النُّفُوسُ زُوَجَتْ ۝“ اور جب ایک ایک قسم کے لوگ سب اسکمیں کیے جائیں گے اب یہاں سے نفعہ ثانیہ کے بعد کے چھا حوال کا بیان ہے کہ حاضرین محشر کے جوڑے اور جنچے بنادیئے جائیں گے یعنی کفار الگ، مسلمان الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طبقہ کے لوگ الگ الگ ہوں گے مثلاً علماء الگ، عابدین الگ، مجاہدین الگ، وغیرہ وغیرہ اسی طرح چورڑا کو ایک جگہ، زنا کار دوسری جگہ علیٰ ہذا القیاس۔

”وَإِذَا الْمَوَادَةُ سُبَلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَلِيبٍ قُتِلَتْ ۝“ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ

۱۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے اخشوذ والذین ظلموا اور واجهم، ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔

وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔ ”موعدہ“ وہ لڑکی جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے اندر یہ رسم بدھی کہ باپ نہایت بے رحمی اور سنگ دلی سے اپنی بیٹی کو زندہ زمین کے اندر گاڑ دیتا تھا، بعض لوگ سنگ دستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کی وجہ سے اور بعض اس عار اور شرم سے کہ کسی کو داما دینا پڑے گا۔

اگر لڑکی کی پیدائش کا گھر میں ذکر نہ لیتے ☆ تو اس مقصود کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے ایک اہم سوال اور جواب | آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال لڑکی سے ہو گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی حالاں کہ یہ ظلم تو ظالم باپ نے ڈھایا ہے تو یاد رکھئے کہ اس سے مقصود اس لڑکی کو تسلی دینا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی اور مظلوم ہونے کی پوری فریاد بارگاہ رب العزت میں پیش کرے تاکہ اس کے قاتل سے انتقام لیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ موعدہ لڑکی کے بارے میں اس کے قاتل سے سوال کیا جائے کہ اس کو تم نے کس جرم میں قتل کیا؟

”وَإِذَا الصُّحْفُ نُثِيرَتُ“^{۱۵} اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے یعنی موت واقع ہونے کی وجہ سے جو نامہ اعمال پیش دیا گیا تھا، اب وہ کھول دیا جائے گا تاکہ سب لوگ اپنے عمل دیکھیں۔ ”وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِيشَتُ“^{۱۶}، اور جب آسمان کھل جائے گا۔ کشیش کے لغوی معنی جانور کی کھال اتنا نے کے ہیں اور جب کسی چیز کی کھال اتنا رلی جاتی ہے تو اس کے اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں لہذا آسمان کے کھلنے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی، نیز اس کے کھلنے سے غمام کا نزول ہو گا یعنی سماں کی طرح ایک بدی ہو گی، اور اس بدی کے ساتھ آسمان سے فرشتے زمین پر بکثرت اتنا رے جائیں گے، اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے جلی فرمائیں گے، ”وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتُ“^{۱۷}، اور جب دوزخ درہ کائی جائے گی دوزخ اگر چاہ بھی دکھ رہی ہے مگر اس وقت دشمنان خدا کے لیے اس کو اور زیادہ دہکایا جائے گا۔ ”وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلَقَتُ“^{۱۸} اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی اتنی قریب کہ اس کی تروتازگی اور رونق و بہار نظر آئے گی جس کے دیکھنے سے مومنین کو عجیب مسرت و فرحت حاصل ہو گی، (والله قادر علی نقل الجنۃ من السمااء الى الارض. روح) ”عَلَيْهِنَّ نَفْسٌ مَا أَخْحَضَتُ“^{۱۹}، ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔ یعنی جب قیامت کے حالات مذکورہ پیش آؤں گے اس وقت ہر انسان جان لے گا کہ وہ اپنے ساتھ کیا نیک یا یا بدیل لایا ہے جو اس نے دنیا میں کئے تھے (خواہ اس طرح جان لے گا کہ مختلف اعمال اس کے ہاتھ میں آجائیں گے یا اس طرح کہ یہ اعمال کسی خاص شکل و صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے، (معارف)

اختیاری مطالعہ

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کی کیا خصوصیت ہے؟ | قیامت کے دن تو سب کا کچھ اچھا کمل جائے گا تو موعدہ لڑکی کے معاملہ کی کیا خصوصیت ہے؟ خصوصیت یہ ہے کہ اس مظلوم لڑکی کو خود اس کے مان باپ نے قتل کیا ہے لہذا اس کی طرف سے اس کے خون کے انتقام کا کوئی دعوے دار بھی نہیں ہے مگر وہ ایسی عدل و انصاف کی عدالت الہیہ ہے جو ایسے مظلوم کو بھی سامنے لائے گی جس کے اوپر نہ کوئی شہادت ہے اور نہ ان مظلوموں کا کوئی پرسان حال۔

وہ دنیا تم جیاں تم بند کرتے تھے زبان میری ☆ یہ عقیلی ہے یہاں سننی پڑے گی داستان میری اسقاطِ حمل بحکم قتل اچار ماہ کے بعد وضع حمل کرنا بحکم قتل ہے کیوں کہ چوتھے مہینہ میں حمل کے اندر روح پڑ جاتی ہے اسی طرح ایسی کوئی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل ضبط تولید کے نام سے اس کی سیکڑوں شکلیں رانج ہو گئیں اس کو بھی رسول اللہ ﷺ نے وادھنی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچ کو زندہ درگور کرنا اور چار ماہ سے پہلے بھی بغیر ضرورت شدیدہ کے اسقاطِ حمل حرام ہے۔ اور عزل کا حکم احرar کی دوسری کتاب نجوم الحوائی شرح اصول الشاشی میں ہے۔

ایک اشکال: جب آفتاب بے نور اور ستارے ثوٹ کر گر پڑیں گے تو جانوروں کا وجود ہی کہاں رہے گا کہ گا بھن اونٹیاں چھٹی پھریں اور وحش جمع ہوں، جواب یہ ہے کہ واو مطلق جمع کے لیے ہے الہذا ان واقعات و حادثات میں ترتیب نہیں کہ پہلے سورج بے نور ہوا اور ستارے ثوٹ کر گریں جس کی بناء پر مذکورہ اشکال پیدا ہوا، بلکہ ان کی اہمیت کی بناء پر ان کو مقدم کر دیا، اور اولاً انس و جن اور حیوانات ہلاک ہوں گے پھر سورج ستارے وغیرہ۔

لغات الشمشُ سورج، (۲) دھوپ، (مجازی معنی) جمع شموس، یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، **گُورَت** (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **گُورَت الشمشُ** تکویرا: سورج کی روشنی سمیت کر گولا بنا دینا (۲) سورج کی روشنی ہی یا بالکل ختم ہو جانا۔ **النجومُ** اسم جامد (ستارے) نجم کی جمع ہے، انگریز: آئی انقضاض و سقط **(الفعال)** ماضی واحد مؤنث غائب، مجرد میں ہے **كَدَرَ الماء** (س) **كَدَرَا وَكَدَرَ الماء** (ک) **كَدَارَةٌ وَكَدُورَةٌ**: گدلا ہوتا۔ **الجبالُ سُيْرَتُ** (دونوں کی تحقیق رکوع ایں گذر چکی ہے) **العِشاَرُ** (دس مہینے کی گا بھن اونٹیاں) عشراء صفت مشہہ کی جمع، جیسے نفاس، نفساء کی جمع۔ **عَظِيلَتُ** ای ثریکت مہملہ لا راعی له ولا طالب (یعنی یونہی چھٹی پھرنا) (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **عَطَلَ الابْلَ تَفْطِيلًا**: اونٹوں کو چرانے کے لئے بلاچ وہاچھوڑنا۔ **اللَّوْحُشُ** اسم جامد، جنگلی جانور کہ ان کی طبیعتوں میں انسانوں سے کوئی انس نہیں ہوتا، هر او مطلق جانور (روح المعانی) الوحش کی جمع ہے **خِيرَتُ** (ن، ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **خَسْرَهُ** (ن، ض) **خَسْرَهَا**: جمع کرنا، البخار (دریا، سمندر) البحر کی جمع و یہ جمع، بخور، وابخور، سجنگر (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بھڑکانا۔ **النفُوسُ** اسم جامد (أشخاص) **النَّفْسُ** کی جمع، **زُوْجَتُ** (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زوج تزویج خواز واجا: باہم ملانا، جوڑ لگانا۔

یہ صیغہ گُورت العمامۃ شفت ہے یعنی پڑی کو پیٹتا، اور یہ بجا ہے اس کو اٹھانے اور ہٹانے سے کیونکہ جب کسی چیز کو پیٹت دیا جاتا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جاتا ہے الہذا تکویر شمس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی لمبی شعایم جن سے دھوپ اور روشنی ہمیشہ ہے پیٹت کر کر دی جائیں گی اور آفتاب بے نور ہو جائے گا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ یا پھر پیٹنے سے مراد اس کی جگہ سے ہٹا دینا ہے۔ (روح المعانی) مجرد میں باب نصر سے ہے کار العاماۃ (ن) کوزا: پڑی پیٹنا۔

۱۔ مجرد میں باب نصر سے ہے **عَطَلَ الابْلَ** (س) **عَطَلًا**: اونٹوں کا بغیر چراہے کے ہوتا۔

۲۔ مجرد میں ہے **سَجَزُ** (ن) **سَجَزاً وَسَجَزَهُ**: بھر جانا، و سنجز التنور بخور کو گرم کرنا۔

۳۔ مجرد میں باب نصر سے ہے، زاج (ن) **زُوْجًا**: پھوت ڈالنا۔

الْمَوْءُودَةُ (زندہ گاڑی ہوئی لڑکی) (ض) اسم مفعول واحد مؤنث، وَأَدَابِنَتْهُ يَيْتَدُ (ض) وَأَدَا: اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنا۔ سُئِلَتْ (ف) ماضی واحد مؤنث غائب، سائل (ف) سُؤَالًا: پوچھنا ذئب (گناہ) جمع ذئب، قُتِلَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، قُتِلَ (ن) قَتْلًا: مارڈا النا، الصَّحْفُ (نامۂ اعمال) الصحيفة کی جمع ہے۔ نُشَرَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَشَرَ (ن) نَسْوَرًا: کھولنا پھیلانا۔ کُشِطَتْ (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، کَشْطَةٌ عنْهُ (ض) کَشْطًا: ہٹانا، کھال اتارنا۔ الجَحِيمُ (روع ۳ میں تحقیق گذر چکی) سُعَرَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی دہکانا، سَعَرَ النَّارَ تَسْعِيرًا: آگ بھڑکانا، سعرا النار (ف) سَعَرَا: آگ جلانا، الجنة (تحقیق گذر چکی رو ع ۳ میں) اَزْلَفَتْ (افعال) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، اَزْلَفَةً اَزْلَافًا: نزدیک کرنا، مجرد میں ہے، زَلَفَ إِلَيْهِ (ن) اَزْلَفَاؤْزَلَيفًا: نزدیک ہونا، الشَّيْعُ، نزدیک کرنا، (لازم و متعدی) عِلْمَتْ (س) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، علیم (س) عِلْمًا: جانان نفس ای کل نفس (ہر شخص) جمع نُفُوس و آنفس۔ اَخْضَرَتْ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اَخْضَرَ الشَّيْعَ: حاضر کرنا (حضر) اَخْضُرَا: حاضر ہونا۔

ترکیب اِذَا الشَّمْسُ كُوَرَتْ ۚ وَ اِذَا النَّجُومُ انْكَدَرَتْ ۚ وَ اِذَا الْجَيَالُ سُيَرَتْ ۚ وَ اِذَا
الْعِشَارُ عُطِلَتْ ۚ وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۚ وَ اِذَا الْبَحَارُ سُجَرَتْ ۚ وَ اِذَا النُّفُوسُ زُوَجَتْ ۚ وَ
وَ اِذَا الْمَوْءُودَةُ سُبِلَتْ ۚ بَأَيِّ ذَئْبٍ قُتِلَتْ ۚ وَ اِذَا الصَّحْفُ نُشَرَتْ ۚ وَ اِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۚ وَ
اِذَا الْجَحِيمُ سُعَرَتْ ۚ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اَزْلَفَتْ ۖ ... اِذَا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاد الشمس فعل
محذف کا نائب فاعل جس کی ما بعد فعل تغیر کر رہا ہے ای کوڑت الشمس کوڑت (الشمس) مبتدا ہونے کی بناء پر
مرفوع نہیں ہے کیونکہ جمہور بصریین کے نزدیک اذا شرطیہ فعل کے ساتھ خاص ہے) کوڑت الشمس فعل فاعل سے مل کر
مفر کوڑت تغیر، مفر اپنی تغیر سے مل کر مضاد الیہ، مضاد اپنے مضاد الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب وجز ا
علمت نفس ما اخضرت کا اور اذا الشمس کوڑت کے ما بعد گیارہ جملے باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کہ اذا الشمس
کوڑت پر عطف ہے (اور ہر جگہ اذا کے ما بعد، بعد وائے فعل جیسا ایک فعل محذف ہے مثلاً اذا النجوم انکدرت و اذا
الجبال سیرت کی تقدیری عبارت و اذا انکدرت النجوم انکدرت و اذا سیرت الجبال سیرت ہے وعلی هذا
القياس اور بآیت ذئب قتلت میں بآیت ذئب متعلق مقدم ہے قتلت کا، اور قتلت سئیلت کے لئے بمنزلہ مفعول ثانی
کے ہے علمت نفس ما اخضرت ... علمت فعل نفس فاعل ما اخضرت اسم موصول صلہ سے مل کر مفعول
بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط (اذا الشمس کے اندر چونکہ ظرفیت کے معنی بھی ہیں الہذا وہ اپنے جواب

- ۱۔ جب کسی چیز کی کھال اتاری جائے تو اندر کی چیزیں گھل جاتی ہیں اور ظاہر ہو جاتی ہیں اسی لئے حضر تھانوی نے اس کا ترجمہ کھلٹے سے کیا ہے۔
- ۲۔ قوله علمت نفس، النکرة تعمّن في الآيات بالقرآن (۲) النکرة بتنا و قصّتها في سياق الشرط وسياق الشرط كسياق النکرة في آن النکرة للعلوم اذا و قصّتها في كل منها ... و يمكّن "مشكل تركيوب كالحل"۔

و جزا اظرف ہے۔ عبارت یہ ہوگی: علمت نفس ما أَخْضَرْتُ اذَا كُوَرَّتِ الشَّمْسُ كَوَرَّتْ، پھر یہ جملہ مستانفہ ہوگا
فائذہ یہاں علم سے مراد مطلع ہوتا اور مشاہدہ کرتا ہے علمت کا تعلق فعل قلب سے نہیں ہے۔ (روح المعانی)

فَلَا أُقِسِّمُ بِالْخُنَسِ ۱۵ **الْجَوَارِ الْكُنَسِ** ۱۶ **وَ الْيَلِ إِذَا عَسَعَسِ** ۱۷ **وَ الصُّبْحِ إِذَا**
 تو میں تم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچے کو بہنے لگتے ہیں۔ چلتے رہتے ہیں، جا چھتے ہیں۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔ اور قسم ہے صبح کی جب
تَنَفَّسِ ۱۸ **إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ** ۱۹ **ذُي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَزْشِ مَكِينٍ** ۲۰ **مُطَاعِثَةً**
 وہ آنے لگے۔ کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کالایا ہوا۔ جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت
أَمِينٍ ۲۱ **وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ** ۲۲ **وَ لَقَدْ رَأَاهُ بِالْأُفْقِ الْمُبِينِ** ۲۳ **وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ**
 دار ہے۔ اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنوں نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ اور یہ چیخ برخی باتوں پر بدل کرنے

بِضَّنِينِ ۲۴ **وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَنٍ رَّجِيمٍ** ۲۵ **فَأَيْنَ تَذَهَّبُونَ** ۲۶

والے بھی نہیں۔ اور یہ قرآن کی شیطان مردوں کی ہوئی بات نہیں ہے۔ تو تم لوگ کدر کو چلے جا رہے ہو۔

شرح مقبل آیات یعنی إذا الشمش کوَرَّت اَلْقِيَامَتِ کی شان میں نازل کی گئیں کہ ایک خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے، سو جان لوکہ وہ آیات جن میں یہ واقعہ مذکور ہے وہ کلام اللہ ہے جو کسی کا گھڑا ہوانہیں ہے چنان چہ مذکورہ آیات میں قسم کھا کر قرآن کی صداقت و حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”**فَلَا أُقِسِّمُ بِالْخُنَسِ** ۱۵ **الْجَوَارِ الْكُنَسِ** ۱۶“ تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچے کو بہنے لگتے ہیں، چلتے رہتے ہیں، جا چھتے ہیں (الْخُنَس، خانش کی جمع ہے بمعنی پیچے کو بہنے والے، یعنی وہ ستارے جو سیدھے چلتے چلتے پیچے کو بہنے لگتے ہیں الْجَوَار جاریہ کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے پیچے ہی کو چلتے رہتے ہیں۔ الْكُنَس کانش کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے کبھی پیچے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھتے ہیں اور یہ بات پانچ ستاروں کو پیش آتی ہے جن کو نہ کہ متحیرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں زَحْلٌ، زَهْرَةٌ، مِرْيَخٌ، مُشَرِّيٰ، غَطَّارِدٌ۔

”**وَ الْيَلِ إِذَا عَسَعَسِ** ۱۷ **وَ الصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسِ** ۱۸“ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے آگے جواب قسم ہے یعنی ”**إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ** ۱۹“ کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کالایا ہوا یعنی اللہ کا کلام ہے جو ایک معزز فرشتہ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کالایا ہوا ہے، کی شیطان کے ذریعہ آپ تک نہیں پہنچا، یہاں رسول سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

۱۔ **متہبہہ کی وجہ تسمیہ**: ان پانچ ستاروں کو متہبہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رفتار دنیا میں کچھ اس طرح کی دکھائی دیتی ہے کہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتے جاتے لوٹ پڑتے ہیں، اور بھی پڑھرے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

فائدہ قرآن مجید کی احتیاط کی کہاں تک داد دیجئے لفظ استعمال کیا ہے ”رسول“ بھس سے صاف ظاہر ہے کہ جبریل مغض ایک قاصد تھے۔

آگے جبریل علیہ السلام کی کچھ مزید صفات بیان کرتے ہیں کہ ”ذی قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٌ ۝“ جو قوت والا ہے۔ ان کی قوت کا حال یہ ہے کہ قوم لوٹ کی بستیوں کو اکھاڑ پھینکا، ہذا یہ احتمال بھی جاتا رہا کہ کلام الہی کو لے کر تو فرشتہ ہی چلا ہو مگر جبریل کو کمزور سمجھ کر کسی شیطان جن نے درمیان میں تصرف کر دیا ہو، مالکِ عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ مالکِ عرش یعنی اللہ کے نزدیک جبریل ذی رتبہ ہیں ”مُطَاعِ ثَمَّ أَمِينٌ ۝“ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، مطاع یعنی اطاعت کیا ہوا کہ آسمان کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث مراجع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے، اور امانت دار ہے کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتا ہے، یعنی کمی بیشی اور خیانت کا امکان نہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم تک دوسرا طبع سے پہنچا ہے ایک لانے والا فرشتہ یعنی جبریل اور دوسرے پیغمبر عربی میں اللہ آئینہ، ہذا آگے چند صفات حضور میں اللہ آئینہ کے متعلق مذکور ہیں، ”وَمَا صَاحِبُكُمْ يَمْجُنُونِ ۝“ اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجھوں نہیں ہے۔ جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں کہ آفتازی علی اللہ کیذباً ام به جنۃ (پ ۲۲) (معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتا ہے، یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے یعنی دماغ ٹھکانے نہیں کہ دیوانوں کی سی بے تکلی باقی کرتا ہے)

نکتہ: لفظ محمد کے بجائے صاحبکم کے استعمال میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ رسول تمہارے ساتھ کے رہنے والے ہیں یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم ان کے ساتھ رہے ہو اور ان کے احوال سے تم اچھی طرح واقف ہو، اتنی طویل مدت میں ان کا تم نے کوئی جھوٹ اور فریب نہیں دیکھا، بلکہ ہمیشہ ان کے صدق و صفا اور عقل و دانائی کے معرف رہے ہو، تو اب بلا وجہ انکو جھوٹا یاد دیوانہ کیوں کہتے ہو۔

”وَلَقَدْ رَأَهُ بِالْأُفْقِ الْمُبِينِ ۝“ اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ رأی کی ضمیر فاعل کا مصدق حضور میں اللہ آئینہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ میں اللہ آئینہ نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے، صاف کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے یعنی بجانب مشرق بالائی کنارہ پر دیکھا۔ (مظہری) اس آیت میں پہلی مرتبہ کا دیکھنا مذکور ہوا، دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں ہے ولقد رأه نزلة اخزی الخ یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنشی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنۃ المعاویہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میں اللہ آئینہ اس فرشتہ سے خوب واقف تھے اس لیے اس وحی میں اس شبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ ممکن ہے جس کو فرشتہ سمجھ لیا ہو وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو۔ ”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَعْنَيْنِ ۝“ اور یہ پیغمبر حنفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں یعنی غیب کی باتیں جو بذریعہ وحی معلوم ہو گئیں ان کے بتلانے میں بخل بھی نہیں ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیب کی کسی جزئی اور نامکمل بات کو اس میں سوجھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں اور اس پر بھی بخل سے کام لیتے ہیں

اور قم اور اجرت کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ (اس سے کہانت کی بھی نفی ہو گئی) ”وَ مَا هُوَ يُقُولُ شَيْطَنٌ رَّجِيمٌ“ اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ظاہر ہے کہ شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باشیں کیوں سکھائے گا جس میں خود اس کی مذمت مذکور ہوا اور بنی آدم کا فائدہ ہوا۔ ”فَأَيُّنَ تَذَهَّلُونَ“ تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو یعنی جب قرآن اور حضور ﷺ کے متعلق تمام باتیں تمہارے سامنے آگئیں تو تم کدھر کو چلے جا رہے ہو کہ نبوت کے منکر ہو رہے ہو، (خدا کے بندوایسانہ کرو)

قسم و جواب قسم کے درمیان مناسبت ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں جا چھپنے کے، اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے بسب ظلمت کفر کے رفع ہو جانے اور نور ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے۔

لغات فلا اقسام الخ (میں قسم کھاتا ہوں) باب افعال سے مفارع واحد متکلم، اقسام بالله اقساماً: خدا کی قسم کھانا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الْخَنْسُ (پیچھے کو ہٹنے والے ستارے، موصوف مخدوف ہے، ای الكواكب) خانش کی جمع ہے، خَنْسٌ (ن) خَنْسًا وَخَنْسًا وَخَنْسًا : پیچھے ہٹنا (خَنْسٌ فلانا: پیچھے کرنا) (لازم و متعدد) (المعجم الوسيط) الجوار (پیچھے ہی کو چلتے رہنے والے) الجارية کی جمع، جزى النجوم (ض) جَزِيًّا: ستارہ کا چلننا۔ الْكُنْسُ (چھپ جانے والے ستارے یعنی اپنے مطالع میں) الکانش کی جمع، كَنْسٌ الظبئی (ض) كَنْسًا: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں جانا، النجوم كُنُوسًا: ستاروں کا اپنے راستہ پڑھ کر واپس آ جانا۔ عَسْعَنَسٌ باب فعلة (عسعسة) یعنی رباعی مجرد سے ماضی واحد مذکر غائب عَسْعَنَس الليل۔ رات ہو جانا (حضرت تھانویؒ نے بقرینہ واللیل اذا ادبر و الصبح اذا اسفر ترجمہ کیا ہے کہ جب رات جانے لگے) الصبح (صبح یعنی دن کا ابتدائی حصہ) جمع أَصْبَاحٍ تَنْفَسٌ (صبح آنے لگے) (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب تنفس الصبح: صبح کی روشنی ہو جانا (مجرد میں

۱۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے وَمَا ثَرَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَتَبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِي فِيهِنَّ أَنْهُمْ عَنِ الشَّمْعِ لَمْفَرُولُونَ نہ اسے لے کر شیطان اترے، ناٹھیں یہ لائق ہے، نہ اس کی انھیں طاقت ہے وہ تو اس کے سنتے سے بھی محروم اور دور ہے۔

۲۔ لا فیہم کے شروع کا لازم ہے اور قسموں پر یہ حرفا زائد لاتا عربوں کے محاورہ میں معروف ہے مگر اس قول یہ ہے کہ یہ حرفا مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے۔ (معارف القرآن) جمہور مغربین کے نزدیک یہ لا براۓ تاکید ہے (لغات القرآن) دروف قسم تین ہیں۔ وَا، وَا، بَا، تا، جيے والله تعالیٰ بھی جملہ پر لام قسم داخل کر کے قسم کھائی جاتی ہے جیسے لفڑ ک الح۔

فائدہ: بندے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد قسم اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کسی چیز کی حقایقیت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ جب کسی قسم کھاتے ہیں تو مقصود اس چیز کو بطور دليل اور شبہات کے پیش کر کے مقصدم علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے گویا جسن چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے وہ سب بیان حال اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عظمت اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔ (عرب والوں کے بیان جوئی قسم کھانا باعشو بلاکت شمار ہوتا تھا اسی بنا پر اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی بات کہتا تو اہل عرب بالا چوں وجہ اس کو مان لیتے تھے، اسی بنا پر قیامت کے ہولناک واقعات کے بعد آیات مذکورہ کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا)

دوسرے معنی ہیں) قول (یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے، کہا ہوا) جمع أقوال رَسُولٍ پیغمبر (حضرت جبریل مراد ہیں) رسول بمعنی مزسل ہے (المعجم الوسيط) شیخ شمس الدین قہستانی لکھتے ہیں کہ رسول بروزن فقول صیغہ مبالغہ ہے مزسل کا مگر فقول کا استعمال اس طرح پر نادر ہی ہوتا ہے (لغات القرآن) واضح رہے کہ قرآن مجید میں رسول سے کہیں فرشتہ مراد ہے اور کہیں نبی، اس لئے حسب موقع معنی لئے جائیں گے، رسول کی جمع زسل آتی ہے۔

نوٹ: اگر رسول اور نبی کا فرق جاننا چاہیں تو ”نجوم الْحَوَّاشِ شرح اصول الشافعی“ (ص: ۲۰) کا مطالعہ فرمائیں۔

گریم (معزز) باب کرم سے صفت مشہر، جمع کرام، کرم فلان؟ (ک) مکرما و مکرامۃ: صاحب عزت ہونا قوۃ (طااقت) جمع قوی (طاقتیں) قوی (س) قوۃ: طاقتوں ہونا (قوۃ بمعنی طاقت و رہونا مصدر ہے اور بمعنی طاقت حاصل مصدر بمعنی اسم ہے، اور قوی دراصل قیوۃ تحاقادہ نمبر ۱۱، جاری ہوا) العَزُوْش (عرش اللہ) بشرطہ بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے اوہاں اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح نہیں عَرْشُ الْقَرْش (ن) تخت بنانے مکین (صاحب رتبہ) مکانۃ سے صفت مشہر ہے ممکن (ک) مکانۃ: بلند مرتبہ ہونا، جمع مکانۃ مطاع جس کی بات مانی جائے، باب افعال سے اسم مفعول، اطاع فلاناً اطاعۃ: فرمان برداری کرنا طوع مادہ ہے طاع (ن) طوعاً: فرمان بردار ہونا ثُمَّ (وہاں آئی عندذی العرش) ظرف مکان برائے بعید (دیکھنے مشکل ترکیبوں کا حل) امین (امانت دار) باب گرم سے صیغہ صفت، جمع امانتاء، آمن (ک) امانۃ دیانت دار ہونا۔

صاحب (رفیق، یعنی ساتھ رہنے والا، اضافت برائے عہد ہے اور مراد حضور ﷺ ہیں) اسم فاعل واحد مذکور، جمع صحبۃ و اصحاب، صحبتہ (س) صحابۃ و صحبتۃ: ساتھ رہنے۔ مُهَنْوُن (دیوانہ) (ن) اسم مفعول واحد مذکور، جمع متجانین، جن (ن) جننا، وجْنُونَا و جَنَّةً و مَجْنَنَةً: عقل زائل ہونا، دیوانہ ہونا، یہ اس معنی میں مجہول استعمال ہوتا ہے الافق (کنارہ آسمان) جمع آفاق، المُبَيِّنُون (کھلا ہوا، ظاہر) (افعال) اسم فاعل واحد مذکور، آبان (افعال) کیاتانہ: ظاہر ہونا، ظاہر کرنا (لازم و متعددی دونوں، اسی وجہ سے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی، اور الافق المبین سے مراد یہاں بلند کنارہ ہے کما فی سورة النجم وهو بالافق الاعلى)

۱۔ مفسرین کے اقوال یہ ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہے، جوایک جسم ہی ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو اٹھائے رکھیں اور اس کی تنظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں، عبدالواہب شعرانی المواقیت والجوہر میں رقم طراز ہیں کہ عرش کو اس کے احاطہ کے اعتبار سے دیکھو تو وہ لفظ عظیم سے موصوف ہو گا کیونکہ وہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فویت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے تو وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی جسم اس کا احاطہ کرے اس سے وہ بالاتر ہے تو وہ مجید ہے۔ (بکوال لغات القرآن مطبوعہ پاکستان)

۲۔ لغات القرآن میں ہے کہیں (ذی مرتبہ) کون سے صفت مشہر ہے۔

۳۔ آمن (س) امثنا، امثنا، امثنا، امثنا، امثنا: مطمئن ہوتا۔

۴۔ (نَأَنَّ مِنْهُ (ض) بَيْنَتَا وَبَيْنُونَا وَبَيْنُوْنَةَ الْكَ بَهْنَا بَهْنَ الشَّيْءِ بَيْنَا: واضح ہونا، بان الشیء: واضح کرنا) نوٹ: آپ حضرات کی اگر طبیعت چاہے تو مجرد بھی یاد کر لیں ورنہ نہیں۔

الغیب (مخفی بات، غیب کی بات) یہ دراصل باب ضرب غائب (ض) غیبیاً وَ غَیْبَتُهُ وَ غَیْبَوَتُهُ کا مصدر ہے، مگر مجازاً اسم فاعل یعنی غائب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ **ضئینُن** (بخل، یعنی وحی کے معاملہ میں) صفت مشبه، جمع اضیاء۔ **ضَنَّ** (س) ضنناً وَ ضَنَانَةً: بخل کرنا۔ شیطان (شیطان، سرس) صفت مشبه جمع شیاطین، لفظ شیطان کے مشتق منه میں اختلاف ہے یعنی بصریوں کے نزدیک اس کا وزن فَيَعْالِمُ ہے لہذا اس کا نون اصلی ہے اور یہ شَطَنٌ سے مشتق ہے اس کے معنی دور ہونے کے ہیں چونکہ وہ خیر اور نیکی سے دور ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں شَيْطَنٌ: (فَيَعْلَمُ) شیطان بن جاثا۔ اور کوفیوں کے نزدیک وہ شاطاً (ض) شیطاناً سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں چونکہ وہ آگ میں جلنے کا اور آگ سے ہی بنا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں، اس وقت اس کا وزن فَعْلَانٌ ہے اور نون زائد ہے۔

نوث: ہر شریر جن و انس کو شیطان کہتے ہیں قرآن میں ہے و كذلك جعلنا لکل نبی عَذُوا شیاطینَ الانسِ والجنِ، رَجِيمٌ (مردود) فَعَيْلٌ بمعنی مفعول ہے از باب نصر رَجَمٌ (ن) رَجْمًا: لعنت بھیجا، دھکارنا، آئین (کہاں) برائے ظرف، لفظ آئین سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

تركيب فَلَا أُقِسِّمُ بِالْخَنَّاسِ الْجَوَارِ الْكُنَّاسِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ... فاء استینا في (اعراب القرآن) (تفسیر مظہری) میں ہے لَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْآيَاتِ فِي شَانِ السَّاعَةِ فَاعْمَلُوا هُنَّ كلام الله غير مُتَقَوِّل) لا زائدہ اقسام فعل ضمیر انا فاعل با حرف جار الخنس موصوف الجوار الکنس دونوں صفت، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف عليه واو عاطفة اللیل، سے پہلے مضاف مخدوف ہے آئی عظمۃ اللیل، اذا عسعس مركب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف اليہ اور ظرف سے مل کر معطوف عليه معطوف، اذا عسعس مركب اضافی ہو کر عظمۃ مضاف مخدوف مانا جائے، الصبح مضاف اليہ اور اذا تنفس مركب واو عاطفة الصبح سے پہلے بھی لفظ عظمۃ مضاف مخدوف مانا جائے، الصبح مضاف اليہ او را اذا تنفس مركب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف اليہ اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، الخنس کا، پھر معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اقسام کے متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم انه لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثمہ امدن... ائے حرفا مشبه بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم لام قسیمه برائے تاکید بعض مزحلۃ قول مضاف رسول موصوف کریم صفت اول۔ ذی قوۃ مركب اضافی ہو کر صفت ثالثی، عند ذی العرش مركب اضافی ہو کر ظرف مقدم مکین کا، اور مکین صفت ثالث مطاع صفت رابع اور ثمہ مطاع کاظرف (امین) کاظرف بنا تا بھی درست ہے) امین صفت خامس، موصوف اپنی صفات خمس سے مل کر مضاف اليہ، مضاف اپنے مضاف اليہ سے مل کر حرف مشبه بالفعل کی خبر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف عليه وما صاحبکم مشبه بالفعل کی خبر، ما مشابہ بلیس صاحبکم مركب اضافی ہو کر ما کا اسم با زائدہ برائے تحسین کلام و تاکید ہمجنون لفظاً ہمجنون... واو عاطفة ما مشابہ بلیس صاحبکم مركب اضافی ہو کر ما کا اسم با زائدہ برائے تحسین کلام و تاکید ہمجنون لفظاً مجرور مغلل منصوب تاکی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف عليه معطوف ولقد رأة بالافق المؤمن... واو

حرف عطف لام، لام القسم (أَيْ بِاللَّهِ تَعَالَى) اَقْنَ حرف تحقیق رَأَی فعل ضمیر هو مستتر فاعل (جس کا مرتع صاحب ہے یعنی حضور ﷺ اور ضمیر مفعول کا مرتع رسول کریم ہے والمراد بالرسول جبرئیل ﷺ) ضمیر منصوب متصل مفعول ہے با جارہ الافق المبین مرکب تو صرف مجرور، جارا نہیں مجرور سے مل کر متعلق فعل اپنے فاعل اور مفعول ہے اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِبَتِينَ**... وَأَعْاطَهُ مَا شَاءَ بِلِسْنٍ ہو ضمیر اس کا اسم علی الغیب متعلق مقدم ضَنَیْنَ کے بضَنَیْنَ با زَانَدَه ضَنَیْنَ صفت مشہر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ما مشابہ بُلْسَ کی خبر (جو کہ لفظاً مجرور اور محل منصوب ہے) پھر یہ جملہ معطوف علیہ معطوف **وَمَا هُوَ بِقُوَّلِ شَيْطَنٍ رَّجِيمٍ**... کی ترکیب بھی حسب سابق ہے پھر یہ جملہ معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم اور قسم کو جملہ قسمیہ انشائیہ کہا جائے یا استانفہ یا ابتدائیہ اور جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا (اعراب القرآن وصرف و بیانہ: ص ۲۵۶، ج ۱۵) **فَإِنَّنَّ تَذَهَّبُونَ**... فارابطہ اور شرط مقدر ہے ای اذا اتبین لكم أمرُ محمدٍ و القرآن۔ اتنی اسم استفہام منصوب ظرف مکان مقدم تذہبون کا اور وہ جملہ جزائیہ (اعراب القرآن وصرف و بیانہ) (اور این کو صدر کلام کا مقتضی ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے)

اختیاری مطالعہ

تحقیق مضید واللیل اِذَا عَشَقَتْ وَالصَّبَعِ اِذَا تَنَفَّسَ جیسی ترکیب میں اذا عصاف مجرد عن الشرط ہے، اور ما بعد جملہ ہو کر عصاف الیہ، پھر یہ مرکب اضافی طرف ہے اللیل کے عصاف مخدوف عظامۃ کا، کیوں کہ کسی کی قسم کھانا اس کی عظمت ذاہیت پر دلالت کرتا ہے کانہ قیل **أَقْيَسِمْ يَعْظُمُهُ اللَّيْلُ زَمَانَ عَشْقَتْ وَتَعْظُمُهُ النَّهَارُ زَمَانَ تَنَفَّسَ**، اگر اِذَا عَشَقَتْ کو فعل اُقیسیم کا طرف بنایا جائے تو معنی میں فساد لازم آتا ہے، اور وہ فساد یہ ہے کہ یہ قسم زمان کے ساتھ مقید ہو جائے گی کیوں کہ ترجمہ ہو گا کہ میں قسم کھانا ہوں رات کی اس وقت میں کہہ جاؤں گے، دیکھئے یہ قسم زمانہ لیل یعنی رات کے وقت کے ساتھ مقید ہو گئی حالاں کہ قسم کو زمانہ کے ساتھ مقید کرنا مراد نہیں ہے خواہ زمانہ حال ہو یا استقبال (روح)

تحقیق: وما صاحبکم بمجنون، باز انکہ ہے اور باز انکہ ہونے کی دعویٰ تھیں ہیں (۱) تیاری (۲) سماں۔ تیاری زیارتی مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتی ہے، (۱) اُهل استفہامیہ کے بعد بہتدا کی خبر پر، (۲) ما مشابہ بُلْسَ کی خبر پر (۳) لیس فعل ہاتھ کی خبر پر (لائے لفظ بُلْسَ کی خبر پر باز انکہ نہیں ہوتا) سماں زیارتی مندرجہ ذیل مقامات میں مسروغ ہے (۱) فاعل پر جیسے کفی بالله شہیدا، (۲) مفعول بہ پر جیسے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (۳) بہتدا پر جیسے بحسب کہ زید، مجرور پر جیسے عن رب ابید را مل عن مابہے۔

**إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرُ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ
بَسْ ۝ تَوْرِیا جَهَنَّمَ وَالوْلَوْنَ کے لئے ایک بڑا فتحت نہیں ہے ۰ ایسے فحش کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلتا چاہے ۰ اور تم بدُون خداۓ**

يَشَاءُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ کئے ہو۔

شرح کفار لوگ قرآن کے متعلق جو احتمالات پیدا کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں کیونکہ فرمان باری ہے ”ان ہو الا ذکر لِلْعَالَمِينَ“ لمن شاء منكم أن يَسْتَقِيمَ“^۱، ”بس یہ تو دنیا جہاں والوں کے لیے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔ (یعنی انسان و جنات سب کے لیے اور باخصوص اے) ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ یعنی عناد اور کجھ روئی اختیارتہ کریں کہ ایسے ہی لوگ اس سے فائدہ اٹھایا تے ہیں، ”وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ“^۲ اور تم بدون خداۓ رب العالمین کے چاہے کچھ بھیں چاہ سکتے ہو۔ یعنی استقامت علی الحق، مطلب یہ ہے کہ فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لیے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لیے کسی حکمت سے ان کی سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

لغات ذکر (نصیحت) مصدر از باب نصر، (ذکرہ معنی بطور حاصل مصدر کے ہیں) (باتی تحقیق رکوع ۳ میں فیض آنت من ذکرہا کے تحت ملاحظہ فرمائیں) العالمین (سب جہاں، دنیا بھر) عالم کی جمع ہے بمعنی جانے کا آلہ (آلہ) چونکہ جہاں کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت و جلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عالم کہتے ہیں۔ آن یستقیم باب استفعال سے مضارع واحد ذکر غائب، استقامت الشیع استقامۃ: سیدھا ہونا، درست ہونا، قام (ان) قوماً و قیاماً و قوْمَة: سیدھا ہونا، درست ہونا۔

ترکیب اَنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ... اِنْ نَافِيَ، (ان چار قسم کا ہوتا ہے دیکھے حاشیہ سے میں) ہو مبتدا، (ای القرآن) إِلَّا آدَاهُ حَسْرٌ ذُكْرٌ موصوف

کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت تمام جن و انس کے لیے نہیں، بلکہ آپ کی ذات رحمۃ للعالمین تھی اور قرآن کا فیض ملائکہ کو بھی حاصل ہے جس پر یہ آیت دال ہے۔ بایدی سفرۃ کرامہ بردا۔

۱۔ عالمین کو جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے مثلاً عالم الانسان، عالم الماء، عالم النار، وغيرها، اور جمع سالم جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اس لئے لائی گئی کہ عالمین میں عالم انسان بھی شامل ہے اس لئے اس کو غلبہ دے کر جمع سالم لائی گئی، علم بلاغت میں آپ حضرات پرسیں گے کہ کبھی کلام کو مقتضی الناظہر کے خلاف بیش کیا جاتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں جن میں سے ایک تخلیب ہے پھر تخلیب کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ ایسے ذکر لفظ کو مونث پر ترجیح دی جائے کہ ان دونوں کا مادہ اشتغال اور ہیئت علیحدہ علیحدہ ہوں، جیسے ”ابوان“ اب او رام“ کے لئے، اب کا مادہ اشتغال ابتوہ ہے اور اتم کا افروما کبھی دو ہم شکلوں میں سے ذکر کو مونث پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے قرین، قرا در شس کے لئے، کبھی دونوں لفظوں کا مادہ اشتغال ایک ہوتا ہے مگر پھر بھی ذکر کو مونث ایک ہے یعنی قوت، تخلیب کی ایک شکل یہ ہے کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر ترجیح دیتے ہیں جیسے رب العالمین، کبھی خاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دے کر کلام کرتے ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ عالم سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں لہذا اس صورت میں جمع سالم لانا قرین قیاس ہے بقیہ تفصیل در لغات القرآن۔

۲۔ ان چار قسم کا ہوتا ہے (۱) ان شرطیہ خواہ مضارع پر داخل ہو یا اسی پر، (۲) ان نافیہ یہ جملہ فعلیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ اسمیہ پر بھی، جیسے اذْتَسِفُونَ الْأَلْظَنَ وَ ان هم الای خبر یا صون، (۳) ان نافیہ کے بعد عموماً الای التا آتا ہے۔ مگر ہر جگہ ضروری نہیں جیسے ان المرء میٹشا بانقضاء حیو نہ (اس وقت ان یعنی ما شابہ بیس) ہوگا (۴) ان محفوظ من الشللہ جیسے وان کادوا بیسْتَغْرُونَک من الارض (۵) ان زائدہ جیسے وَلَقَدْ مَكْثُمٌ فیهَا اُنْ مَكْثُمٌ فیه (مشکل ترکیب کا حل)

لِلْعَلَمِينَ جار مجرور مبدل منه لام حرف جرم من اسم موصول شاء فعل ضمير هو مستتر فاعل مِنْكُمْ شاء کے متعلق آن یستقیم بتاویل مصدر مفعول به، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صله سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ مَا تَشَاءُونَ فعل منفی، ضمیر و ادا فاعل، اور مفعول بہ مخدوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق إِلَّا ادا حصر آن ناصہ مصدر یہ یشاء فعل اللہ مبدل منه رب الغلمین مرکب اضافی بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر منصوب بتزع الخافض ای بآئی یشاء اللہ الخ جار مجرور فعل مذکور تشاءون کا متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانہ۔

سورة الانفطار مکیۃ

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۚ وَ إِذَا الْكَوَافِرُ اُنْتَثَرَتْ ۚ وَ إِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۚ

جب آسمان پھٹ جاوے گا ۰ اور جب ستارے جہڑے پڑیں گے ۰ اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے ۰

وَ إِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۚ عِلْمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَ أَخْرَتْ ۚ

اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی ۰ ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا ۰

الب اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے قیامت اور جزا اور مرا کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تفریغ ہے۔

تشریف ان آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۚ“ جب آسمان پھٹ جاوے گا (یعنی بوقت نجھے اولی) ”وَ إِذَا الْكَوَافِرُ اُنْتَثَرَتْ ۚ“ اور جب ستارے جہڑے پڑیں گے (یعنی ٹوٹ کر گر جائیں گے، یہ بھی بوقت نجھے اولی ہو گا) ”وَ إِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۚ“ اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے۔ (یعنی میٹھے اور کھاری دریا بہہ پڑیں گے یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے گا اور دونوں قسم کے دریا بہہ کر ایک ہو جائیں گے، یہ بھی بوقت نجھے اولی ہو گا) ”وَ إِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۚ“ اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی۔ (یعنی ان کے اندر کے مردے نکل کر کھرے ہو جاویں گے، اور یہ نجھے ثانیہ کے بعد ہو گا، اس کے بعد جزا مذکور ہے) یعنی ”عِلْمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَ أَخْرَتْ ۚ“ ہر جس اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا (اور پھر ان اعمال کی جزا ورز اپائے گا، ما قدمت میں ما اسم موصول ہے اور قدّمت الخ صلة، اور قدّمت و آخرت کی ضمیر کا مرجع نفس ہے، لفظی

قولہ: آن یشائ اللہ۔ یہ وقت مضاف مخدوف کا مضاف ایہ بن کر فعل مذکور کا غرف بھی بن سکتا ہے اور تشاءون اور یشائ کا مفعول بہ مخدوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق، قولہ منکم یہ متعلق ہو کر شاء کی ضمیر سے حال بھی واقع ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ہوگا کہ ہر شخص یعنی ہر شخص جان لے گا ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے اور پہچھے چھوڑے، آگے بھیجنے سے مراد اس پر عمل کر لیتا ہے، کہ جس کا اس کو مکلف بنایا گیا تھا، اور پہچھے چھوڑنے سے مراد ترک عمل ہے، اور آگے بھیجنے کی دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو خود اس نے اچھے یا بُرے عمل کئے، اور پہچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے اچھی یا بُری رسم دنیا میں چاری کی، اور اس کے مرلنے کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، لہذا اگر کسی نے کوئی اچھا طریقہ چاری کیا تھا، مثلاً مدرسہ بنوایا، کسی غیر مسلم کو مسلمان بنادیا وغیرہ وغیرہ تو اس کا ثواب اس کو آخرت میں ملتا رہے گا اور اگر کوئی بُری رسم چاری کر کے مرگیا مثلاً سینما، فلم وغیرہ تو اس کی سزا بھی بھجتے گا۔ (روح المعانی)

لغات السَّمَاءُ رکوع او ۳ میں تحقیق گذر چکی انفطرت (الفعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب بمعنی پھٹنا الكواکب (ستارے) کو کب کی جمع ہے۔ انثروت (افتعال) ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب، جھٹنا، بکھرنا۔ نَثَرَ الشَّيْءَ (ن، ض) نثر: بکھرنا، البھار (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر چکی) فُثُرَت (تفعیل) ماضی مجھول واحد مؤنث غائب، فَجَرَ النَّهَرَ (تفجیر) نہر چاری کرنا، بھانا۔ مجرد میں ہے فَجَرَ الْمَاءَ (ن) فَجَرَا: چشمہ چاری کرنا۔ القبور (قبوں) واحد قبو، قبر (ن) قبروا: دُن کرنا بغيرت باب فَقْلَلَه (رباعی مجرد) سے ماضی مجھول واحد مؤنث غائب بغيرت بغيرت: منتشر کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ (یعنی قبر کی مٹی کو متفرق کرنا تاکہ اس کے مردوں کو نکال لیا جائے اسی کو حضرت تھانویؒ نے قبروں کو اکھاڑ دینے سے تعبیر کیا ہے) نفس (شخص) جمع ثقوب و آنفُس قَدَّمَت (اس نے آگے بھیجا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، قَدَّمَ فلانا: آگے کرنا، پہلے بھیجننا۔ قَدَّمَ القوم (ن) قُدُّومًا: آگے آگے ہونا۔ آخرت (اس نے پہچھے چھوڑا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، آخر الشیع تاخیروا: پہچھے کرنا، موخر کرنا، (لازم و متعدد و دونوں طرح مستعمل ہے) (دونوں صیغوں میں ضمیر کا مرجع نفس ہے)

ترکیب اِذَا السَّمَاءُ انفطرت ① وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انثَرَت ② وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِرَت ③ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَت ④ کی ترکیب بعینہ اِذ الشَّمْسُ کُوَرَت اُخْ گی طرح ہے ای اِذ انفطرت السماء انفطرت پھر اِذ السماء اُخْ تمام مل ملا کر اپنے جواب و جز اَعْلَمُت نفس ما قَدَّمَت وَ آخرت کا ظرف ہے (ای علمت کل نفیں وقت هذه المذکورات و هو يوْم القيامۃ جلالین) ما قَدَّمَت وَ آخرت، اسم موصول مع صله علمت کا مفعول بہ (جملہ علمت نفس لام محل لہا، جواب شرط غیر جازم) (اعراب القرآن و صرفہ)

نحو: یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہد کرنا ہے۔ لہذا و مفعولوں کا محتاج نہیں ہوگا۔ (روح المعانی)

یَا إِيَّاهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ⑤ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوْلَكَ فَعَدَلَكَ ⑥
اے انسان جو کوئی چیز نے تیرے ایسے رب کریم کیا تھو بھول میں ذال رکھا ہے۔ جس نے تمہارا بنا یا پھر تمیرے اعضا کو درست کیا پھر تمہارا اعتدال پر بنا یا۔

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَبُّكَ ⑦

جس صورت میں چاہا تجوہ کو ترکیب دے دیا۔

تشریح اقبال میں احوال قیامت کا ذکر تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اور خدا اور رسول پر ایمان لے آتا اور ان کے احکام کی بجا آوری کرتا، مگر افسوس کہ انسان خواب غفلت سے بازنہ آیا، اس لیے اب مذکورہ آیت میں غفلت پر تنبیہ اور زجر و توعیہ ہے کہ ”يَا إِيَّاهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ فَالَّذِي خَلَقَكَ“ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا (یعنی انسان بنایا، اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہاں ”انسان“ سے کافر مراد ہے، اہل اسلام و ایمان سرے سے مراد ہی نہیں) ”فَسَوْلَكَ“ پھر تیرے اعضاء کو درست کیا (یعنی اعضاء کو ٹھیک بنایا ای جعلک مستوی الخلق، سالم الاعضاء) ”فَعَدَلَكَ“ پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا (یعنی مناسب اعتدال پر بنایا کہ اعضاء میں تناسب رکھا، ایسا نہیں کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے یا ایک پیر دوسرے پیر سے زیادہ طویل ہو، اور مزاج اور طبیعت میں بھی تناسب رکھا) ”فِيَ آتِيِ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَبُّكَ“ اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا (یعنی پیدا ہونے اور اعضاء کی درستگی اور اعتدال میں اگرچہ سب شریک ہیں مگر باوجود اس اشتراک کے ہر ایک کی صورت میں کچھ نہ کچھ تفاوت رکھا ورنہ باہم امتیاز دشوار ہو جاتا۔

یہ بھی اس کی شان یکتائی کا ہے یعنی ثبوت ☆ ایک کی صورت کی بھی ایک سے ملتی نہیں ان تمام انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان را و راست پر آتا اور دھوکہ اور بھول میں نہ پڑتا، مگر انسان اپنے پانہوار و کردگاری کو بھول بیٹھا۔

نکتہ: یا ایها الانسان ماغرِک میں انسان سے سوال ہے کہ تو نے کیوں کر دھوکہ کھایا اور بھول میں پڑ گیا، لہذا آیت بالابریک الکریم میں رب کی صفت کریم ذکر کر کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ انسان کے دھوکہ کھانے کا سب حق تعالیٰ کا کریم ہونا ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے گناہ پر فوری سزا نہیں دینا تو یہ لطف و کرم اس کے دھوکہ کا سبب بن گیا۔ مرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت ☆ کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

فائض: یا ایها الانسان میں اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سے کافر انسان مراد ہے، بغوغی کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ولید بن مغیرہ کے حق میں ہوا، بعض نے کہا کہ ابی ابن خلف کے بارے میں نازل ہوئی۔

لغات الإِنْسَانُ: (تحقیق گذر چکی ہے) غر (ن) ماضی معروف واحد مذکر غائب غر فالانا (ن) غر او غروزا: دھوکہ دینا، بہکانا ربت (رکوع ۲) میں تحقیق گذر چکی) الکریم (اس کی تحقیق سورۃ التکویر میں ائمہ لقول رسول کریم کے تحت گذر چکی) سٹوی (تفعیل) ماضی معروف واحد مذکر غائب، ستوی الشیعَ تَشْوِیهَ: درست کرنا، ٹھیک کرنا سوی الرجل (س) سیوی: درست کام والا ہونا، عدل (اس نے برابر کیا، یعنی اعتدال پر بنایا) (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، عدل الشیع (ض) عذلا: سیدھا کرنا، برابر کرنا، صورۃ (شکل، صورت) جمع صور، رَجَب (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب رَجَب الشیع ترکیبنا، جوزنا، (مجرد میں دوسرے معنی ہیں)

ترکیب یا یہا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرِّتَكَ الْكَرِيمُ الَّذِي خَلَقَكَ فَسُوكَ فَعَدَلَكَ... یا حرف ندا آئی موصوف ہا برائے تشبیہ بعض مضاف الیہ الانسان صفت (وقیل انہ بدلوں و قیل عطف بیان، زینی زادہ: ص ۹۵، اعراب القرآن و صرفہ دیانتہ: ص ۲۶۲) موصوف اپنی صفت سے مل کر منادی ما اسم استفہام بمعنی آئی شیء مبتدا (والاستفہام بمعنى الاستہجان والتوبیخ جلالین) غرّ فعل ضیر هو مستتر فاعل کاف مفعول به، با جارہ (بمعنى عن) رتک مرکب اضافی ہو کر موصوف الکریم صفت اول الذی اسم موصول خلقک فسوک فعدالک معطوف ومعطوف علیہ ہو کر صلة، اسم موصول مع صلة کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (ال محل لہما) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ متنافہ ندا آئیہ ہوا۔ (ال محل لہما) فی آئی صُورَةً مَا شَاءَ رَبُّكَ... فی جارہ آئی مضاف صورۃ شاءٌ رب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، ما زائدہ ہے برائے تأکید تکثیر والتکثیر (مظہری) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل متعلق مقدم رجک کے (جار مجرور کو رعایت سبع کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے) رجک فعل اپنے فاعل اور کاف ضیر مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ عدل کا بیان، والتقدير فعَدَلَكَ رَبُّكَ فی آئی صورۃ مِنَ الصُّورِ الْعَجِیْبَةِ الْحَسَنَةِ الَّتِی شَاءَهَا جَلَالِینَ حاشیہ۔

نکتہ: بریک الکریم میں با بمعنی عن ہے واضح رہے کہ با مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً الصاق، استعانت، تعلیل، مصاجبت، تعددیہ، مقابلہ، قسم، ظرفیت اور زیادتی وغیرہ کے لئے۔

کَلَّا بَلْ شُكْرٌ بُونَ بِالدِّيْنِ ① وَ إِنَّ عَلَيْكُمْ لَحِفْظِيْنِ ② كِرَاماً كَاتِبِيْنِ ③ يَعْلَمُونَ مَا
ہرگز نہیں بلکہ تم جزا و مزا کو جھلاتے ہو • اور تم پر یاد رکھنے والے • معزز لکھنے والے مقرر ہیں • جو تمہارے سب افعال
تَفْعَلُونَ ④ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيْمِ ⑤ وَ إِنَّ الْفُجَارَ لَفِي جَحِيْمِ ⑥ يَصْلُونَهَا يَوْمَ
کو جانتے ہیں • نیک لوگ بے شک آسانش میں ہوں گے • اور بد کار لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے • روز جزا کو اس میں

الدِّيْنِ ⑦ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَايِيْنِ ⑧

وائل ہوں گے • اور اس سے باہر نہ ہوں گے •

تشریح ان آیات سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ انسان اپنے رب کریم کے سلسلہ میں دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، اب اس پر رد اثر اور تشبیہ ہے کہ ہرگز مغرورنہ ہونا چاہیے اور اللہ کے لطف و کرم کو ذریعہ کفر و معصیت نہ بنانا چاہیے تفسیر ملاحظہ فرمائیں ”کلَّا“ ہرگز نہیں یعنی تم کو ہرگز مغرورنہ ہونا چاہیے، مگر تم اس اغترار اور غفلت سے باز نہیں آتے۔

قولہ فی ای صورۃ، الترکیب الشانی آنہ متعلق بصنوفی علی انحال آئی رجک حال کونک حاصل فی بعض الصرور۔

"بَلْ شَكَّلُوْنَ بِالْتَّيْئِنِ" ⑤ "بلکہ (تمہارا حال تو یہ ہے کہ) تم جزا اوزرا (ہی) کو جھلاتے ہو اور ہمی تماہارے دھوکہ میں پڑے رہنے کی وجہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انصاف کا کوئی دن آنے والا نہیں اور ہم جو حرکتیں کرتے ہیں ان کو کون لکھتا اور محفوظ کرتا ہو گا۔ بس مر گئے تو قصہ ختم ہوا۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ "وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحْفِظَيْنَ" ⑥ کیوں اماماً کاتیمین ⑦ اور تم پر یاد رکھنے والے، معزز، لکھنے والے، مقرر ہیں (یعنی ہماری طرف سے تم پر تمہارے سب اعمال کے یاد رکھنے والے یعنی تکہانی کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو ہمارے نزدیک کرام یعنی معزز ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں۔ "يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ" ⑧ "جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں (اور ان کو لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے اور سب پر مناسب جزا اوزرا ملے گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ "أَنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ" ⑨ وَإِنَّ الْفُجَارَ لَفِي جَحَّمٍ" ⑩ "نیک لوگ بے شک آسانی میں ہوں گے، (یعنی اللہ کی نعمتوں میں سرور ہوں گے) اور بد کار یعنی کافر لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے "يَضْلُّونَهَا يَوْمَ الدَّيْنِ" ⑪ "دوزخ میں روز جزا کو داخل ہوں گے" وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَايَيْنِ ⑫ "اور اس سے باہر نہ ہوں گے یعنی دوزخ میں داخل ہو کر پھر اس سے باہر نہ نکلن سکیں گے کیوں کہ ان کے لیے عذاب دائمی ہوگا

نکاحات **نکاحات** اس کی تفصیل **نکاحات** سے **يَعْلَمُونَ** کے تحت گذر چکی، یہاں غفلت پر ڈانت ڈپٹ ہے، بلکہ (بلکہ) بدل کے بعد مفرد واقع ہو گایا جملہ، اگر مفرد وہ تو اس صورت میں یہ حرف عطف ہو گا مگر قرآن شریف میں بدل کے بعد کہیں مفرد نہیں آیا، اور اگر بدل کے بعد جملہ واقع ہو تو اب یہ حرف اضراب ہو گا یعنی ما قبل سے اعراض کے لیے ہو گا، اور تدارک یعنی اصلاح کے لیے استعمال ہو گا، بدل یہاں صحیح ثانی و ابطال اول کے لیے ہے (روح) تفصیل در حاشیہ **نکاحات** (تفعیل) مصارع جمع مذکور حاضر کذب بالامر تکذیبنا و کذبنا تسلیم نہ کرنا، جھلانا کذب (ض) کذبنا و کذبنا: جھوت بولنا۔ الدین (جزا اوزرا، بیان القرآن) و منه قول العرب "كمَا تَدِينَ ثُدَانٌ" اس کے معنی اطاعت، شریعت، مذہب اور اطاعت کرنا، بدلہ دینا بھی آتے ہیں **دَانَ يَدِينَ دَانَ** دینا بفرمان بروار ہونا (۲) بدلہ دینا ہذا اصل کے اعتبار سے دین مصدر ہے، اور بمعنی بدلہ یعنی بمعنی جزا اوزرا اسم ہے، حافظین (یاد رکھنے والے) باب سع سے اس فاعل جمع مذکور، حفظ (سمع)

۱۔ تدارک کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ ما بعد ما قبل کامنا قبض ہو لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ما بعد کے حکم کی صحیح سے مائل کا ابطال مقصود ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برخلاف ثانی کا ابطال اور ما قبل کی صحیح منظور ہوتی ہے، جیسے اذا ائملى عليه آیاتنا قال اساطير الاولين كلام بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون یہاں زنگ کے اثاثات سے اساطیر الاولین ہونے کا ابطال ہے، اور فاتا الانسان اذا ما ابتلمته فاكرمونه فیقول رب اکرم من واما اذا ما ابتلمه فیقتز علیه زفة فیقول رب اهانن کلام بل لا شکر مون اليتيم میں درسے امر کا ابطال منظور ہے اور اول کی صحیح یعنی آزمائش کے اثاثات کیا جا رہا ہے اور روزی کی کشاوری یا ٹکلی کی بناء پر عزت یا اہانت کا ابطال ہو رہا ہے، پھر اس فعل صحیح کے ابطال سے انتقال کیا جعل افع کے ابطال کی طرف اور فرمایا بل لا تکرمون ان یعنی تم کا اکرم نہ کرنا اور زیادہ فتح ہے۔ بدل کی درسی صورت یہ ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے ما بعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے جیسے بدل قالوا اضغاث اخلاق میں افتقرہ بدل هو شاعو (بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں بلکہ اس کو آنحضرت ﷺ نے گھر لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، راغب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں تن جہاں بھی آیا ہے ان ہی دو معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حفظاً: یاد رکھنا، حفاطت کرنا، **کِرَامًا صِيغَة صفت** (معزز) کریم کی جمع (مزید تحقیق سورہ تکویر میں ائمہ لقول رسول کریم کے تحت) کاتبین (لکھنے والے) باب نفر سے اسم فاعل جمع مذکور کتب الکتاب (ن) کتب و کتابات و کتاباتہ: لکھنا، کاتب کی جمع کتاب و کتبہ، **يَعْلَمُونَ** مضارع جمع مذکور غائب، علیم (س) علما: جانا، **تَفْعَلُونَ** مضارع جمع مذکور حاضر- فعل (ف) **فَعَلَا وَفَعَالَا:** کرنا، بنانا، کام کرنا **الْأَبْرَار** (نیک لوگ) واحد بیش بیش (ض، س) بیڑا: نیک، ہونا، تعینہ (عیش و آرام، نعمت) **نَعِمَ الرَّجُلُ** (س) **نَعَمَا وَنَعَمَهُ وَنَعِيْمَا:** خوش حال ہونا۔ (اہذا نعیم بمعنی خوشحال ہونا مصدر ہے اور بمعنی خوشحالی **عِيش وَآرَام** حاصل مصدر یعنی اسم ہے) **الْفُجَار** (بدکار لوگ) واحد فاجز، فجر (ن) **فَجَرَا وَفَجُورَا:** بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ **جَحِيْم** (دوزخ) بروزن فعلی، بمعنی فاعل (صیغہ صفت) جحومت الناز (س) جحوما و جحوما وجحوما: آگ بحر کرنا۔ **يَصْلَوْنَ** باب منع سے مضارع جمع مذکور غائب، صلیع الناز و سہا (س) **صَلِيْع وَصِيلَتَا:** آگ میں جانا، آگ میں داخل ہونا، اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے اصلہ **يَصْلَيْونَ**، تعلیل آسان ہے۔ غائبین (جدا ہونے والے) باب ضرب سے اسم فاعل جمع مذکور غائب، (ض) **غَيْبَة وَغَيْبَيْتَهُ وَغَيْبَيْتَهُ:** غیر موجود ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔

ترکیب **كَلَّا تَبْلُ تُكَذِّبُونَ بِالَّذِينَ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحْفِظِيْنَ** **كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ... كَلَّا** حرف ردع (ردع علی الاغترار بکرم الله تعالى، تفسیر مظہری) بہل برائے اضراب و انتقال یعنی ان کے اغترار کے سبب اصلی کو بیان کرنے کی طرف انتقال ہے (ای لا تز تید غون عن ذلک بہل تکذیبون، از تداع، انتقال، باز رہنک تکذیبون فعل، ضمیر ذوالحال (ای اہل مکہ) بالذین متعلق، واد حالیہ ای حرف مشہب بالفعل **عَلَيْكُمْ** متعلق مؤجودون کے ہو کر ان کی خبر مقدم لام برائے تاکید حفظین موصوف کراما صفت اول، کاتبین صفت ثانی، یعلمون فعل بافعال ما تفعلون اسم موصول مع صلہ کے مفعول بد فعل اپنے فاعل اور مفعول بد سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر حرف مشہب بالفعل کا اسم مؤخر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر **تُكَذِّبُونَ** کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر، جملہ مستانفہ (لا محل لها) اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ این **الْأَبْرَار لَفِي نَعِيْمٍ** و این **الْفُجَار لَفِي جَحِيْمٍ** این حرف مشہب بالفعل الابرار اس کا اسم لام برائے تاکید مزحلہ، فی **نَعِيْم** متعلق کائنون کے ہو کر خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل لها) و اؤ عاطفہ، این الفجار لفی **جَحِيْم** جملہ ہو کر معطوف (اس کی ترکیب این **الْأَبْرَار لَفِي نَعِيْم** کی طرح ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔

وَقِيلَ تَقْدِيرُ الْكَلَامِ إِنَّكُمْ لَا تَسْتَقِيمُونَ عَلَى مَا تَوْجِيْهَ نَعْمَى عَلَيْكُمْ وَارْشادِي لَكُمْ بِلَ تَكَذِّبُونَ الْخَ وَعْنِ الرَّاغِبِ بِتَلْهِنَا التَّصْحِيحِ

الثانی و ابطال الاول کا نہ قیل لیس هنامقتضی لغور و هم ولکن تکذیبهم حتماً لهم على ما رات تکبوا (روح المعانی)

وَإِنَّ عَلَيْكُمُ الْخَ مَنْ وَأَوْسَعَنَا فَيْ كَمْ مَا جَاءَكُمْ ہے ای الجملہ مستانفہ مسوقہ لا خبار هم بذلك لیز تدعوا عما هم علیہ، (اعراب القرآن) قول المخالفین، اسکو ملاتکہ موصوف مذکوف کی مفت ہی بنا یا جاسکتا ہے۔

الجملہ مستانفہ مسوقہ لا جابة عن سوال مقدر تقدیرہ لم یکتبون ذلک؟ فکانہ قیل لیجاڑی الابرار بالنعم و الفجار بالجعیم

يَصْلُوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَمَا هُنَّ بِغَائِبِيْنَ ... يَصْلُوْنَ فَعْلَ بَافَاعِلَهَا مَفْعُولٌ فِيهِ يَا مَفْعُولٌ بِهِ يَوْمَ الدِّيْنِ

مرکب اضافی ہو کر يَصْلُونَ کا مفعول فیہ، كَفْلَ اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما مشابہ ہیں هُمْ كَا اَسْمَ (ای الفجار والمراد بالفجار الكفار) عنہا (ای عن الجحیم) متعلق مقدم غائبین کے، بازائدہ غائبین صینہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (غائبین لفظاً مجروراً و مرحلہ منصوب ہے) ما مشابہ ہیں اپنے اسم خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متائفہ بیانیہ ہوا، استیناف مبنی علی سوال نشائیں تھوڑی کا تہذیب ماحالہم فیہا (روح المعانی)۔

وَمَا آذِنَكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۖ ثُمَّ مَا آذِنَكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۖ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسُ

اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے ۰ پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے ۰ وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے لئے

لِنَفْسٍ شَيْعَاتٌ وَالْأَمْرُ يَوْمَ مِيزِّنٍ اللَّهُ

کچھ بس نہ چلے گا ۰ اور تمام تر حکومت اس روز اللہی کی ہوگی ۰

تشریح مقبل میں فیjar کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا ”يَصْلُونَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۖ“ ”اب ما يَوْمَ الدِّيْنِ“ سے بطور استفهام اس دن کی ہولنا کی اور عظمت شان کو بیان کر رہے ہیں ”وَمَا آذِنَكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۖ“ اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے پھر بطور تاکید کے مکر فرماتے ہیں کہ ”ثُمَّ مَا آذِنَكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۖ“ پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے۔ آگے یوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسُ سے خود اس کا اجمالی بیان فرماتے ہیں، رہی اس کی پوری تفصیل اور کیفیت تو وہ محض سوچنے، سنتے اور غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی، فرمایا: ”يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٍ لِنَفْسٍ شَيْعَاتٌ“ وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کے لئے کچھ بس نہ چلے گا، یعنی محشر میں اپنی مرضی سے کوئی کسی کونہ گفع پہنچا سکے گا اور نہ کسی کی تکلیف کو کم کر سکے گا، اس سے شفاعت کی نہیں ہوتی، کیوں کہ کوئی کسی کی شفاعت محض اپنے اختیار سے نہ کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اجازت نہ مرحمت فرمادیں، ”وَ الْأَمْرُ يَوْمَ مِيزِّنٍ اللَّهُ“ اور تمام تر حکومت اس روز اللہی کی ہوگی یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا حکم اولاد پر، اور آقا کا حکم نوکر پر جاری ہوتا ہے، اس دن یہ سب احکام ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سامنے کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی ۶۷۔

۱۔ قُوَّلَهُ يَصْلُونَ الْخَيْرَيْمِ کی صفت بھی بن لکتا ہے اور ان الفجار الغنی رف میرہ با فعل کی خبر مخدوف کی ضمیر سے مال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

۲۔ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے لمنَ الْمُلْكَ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، ایک جگہ ارشاد ہے الْمُلْكُ يَوْمَ مِيزِّنٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ اور فرمایا ملک یوم الدین گواج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تہماں لک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنہاشم اپنی جانوں کو جنم سے بچانے کے لیے نیک اعمال کی تیاریاں کرو، میں تمہیں اس دن کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

لغات ما آذک (آپ کو کیا خبر) ما استفہامیہ برائے انکار بمعنی آئی شیء (ما کی پوری تفصیل مشکل تر کیوں کا حل ص: ۱۰۳ اپر ملاحظہ فرمائیں) آذکی: باب افعال سے ماضی واحد مذکور غائب، لفظی ترجمہ ہو گا ”کیا ہے وہ ہی جس نے آپ کو خبر دی“ یعنی آپ کو اس کی خبر نہیں ہے، آذراہ ویہ: باخبر کرنا۔ لا تمیلک باب ضرب سے مضارع واحد مؤنث غائب، مملک الشیع (ض) مملکاً مالک ہونا۔ نفس (شخص) جمع، نفوس و انفس شیع (چیز) جمع اشیاء الامر (حکم) جمع اوامر، دوسرے معنی ہے کام، معاملہ، جمع امروز، امر کا لفظ تمام اقوال و افعال کیلئے عام ہے۔

تركيب وما آذک مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا آذکَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ... وَاوْسْتِيْنَا فِيهِ (دوسرا قول، وادعاء اعطافہ ہے) ما اسکم استفہام بمعنی ائی شیعیہ مبتدا (جملہ رفع میں) (الاستفہام للاحکار) آذکی فعل ضمیر هو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول، ما اسکم استفہام برائے تہویل و تعظیم۔ (اعراب القرآن، جلالین) مبتدایوم الدین مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسیہ خبریہ ہو کر بنزٹہ مفعول بہ ثانی برائے آذکی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف مَا آذکَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ کی تركیب بھی اسی طرح ہے اور یہ جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ، يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٍ لِنَفْسٍ شَيْئًا... یوم مضاف لا تمیلک فعل نفس فاعل لنفس، لا تمیلک کا متعلق پھر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر آگئی فعل مخدوف کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ، سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ۲ والامر یوم میڈیلہ... وادعاء ایسیہ الامر مبتدایوم میڈیلہ ثابت شبه فعل مخدوف کا ظرف اور لہ جاری ہو راس کا متعلق، شبه فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسیہ خبریہ ہوا۔



وَيْلٌ لِلْمُظْفِفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَ إِذَا كَالُوهُمْ بُرٰی حسرابی ہے ۰ تاپ توں میں کی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے تاپ کر لیں تو پورا لے لیں ۰ اور جب ان کو

۱۔ لغات القرآن میں ہے کہ ہی ہر اس چیز کے لیے آتا ہے کہ جس کو معلوم کیا جاسکے اور اسکے متعلق خبر دی جاسکے خواہ کچھ بھی ہو، علامہ حسن بن محمد نظام نیشا پوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ لفظ شیع اعم العام ہے جس طرح کہ لفظ اللہ اخس الخاص ہے اور یہ جو ہر عرض قدیم و حادث بلکہ حال و مددوم بھک کے لیے آتا ہے۔

۲۔ یقینہ، اذکر فعل مخدوف کا مفعول بہ بھی مانا جاسکتا ہے۔

۳۔ یوم منی، کاتنا مخدوف کا ظرف ہو کر الامر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

أَوْزَنُهُمْ يُخْسِرُونَ ۝

ناپ کریا توں کر دیں تو گھٹا دیں۔

ربط اس سورت میں بھی مثل سورت سابقہ کے اعمال کی جزا اوسرا کا بیان ہے، اور اعمال کی جزا اوسرا کا تعلق چونکہ عدل سے ہے اس لیے شروع سورت میں بعض ان چیزوں پر وعد فرمائی جو علی عدالت میں کمی کرنا۔

تشریح روح المعانی میں ان آیات کا نزول برداشت نسلی و ابن ما جہ و تحقیق اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے چنانچہ امام نسلی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی یہ عادت و یکھی کروہ کم ناپتے ہیں تو اس پر ویل للمطففین نازل ہوئی، اس سورت کے نزول کے بعد وہ لوگ ناپ توں میں کمی کرنے سے باز آگئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک وہ لوگ ناپ توں پورا کرنے میں مشہور ہیں (اس سورت کے متعلق کمی یاد میں ہونے کا اختلاف اگر دیکھنا ہو تو روح المعانی ص ۱۹ ج ۱۶ کا ملاحظہ فرمائیں) ”وَيُلِّيْلُ لِلْمُطْفَفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْزَنُهُمْ يُخْسِرُونَ ۝“ بڑی خرابی ہے ناپ توں میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں، اور جب ان کو ناپ کریا توں کر دیں تو گھٹادیں مطففین تطفیف سے مشتق ہے جس کے معنی ناپ توں میں کمی کرنے کے ہیں اور ایسا کرنے والے کو مطفف کہا جاتا ہے، جمع اس کی مطففین، اور یستوفون استیفاء سے مشتق ہے جس کے معنی پورا وصول کرنے کے ہیں۔ یعنی جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں یعنی کوئی سامان خریدتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ایک دو گرام بھی کم کرنا نہیں چاہتے، واضح رہے کہ لوگوں سے اپنا حق پورا لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ یہاں اس کے ذکر سے مقصود خود اس بات پر ذمہ دار کرنا ہے کہ اپنا حق پورا کیوں وصول کیا بلکہ اس کو بیان کر کے اس کے مقابل آیت و اذا كالوالخ میں جو مضمون ہے یعنی دوسروں کو کم دینے کی جو ذمہ دار ہے اس کو مدد کرنا ہے کہ جب دوسروں کو ناپ کریا توں کر دیتے ہیں یعنی کوئی سامان فروخت کرتے ہیں تو اس میں کمی اور چوری کرتے ہیں، دیکھئے کس قدر بڑی بات ہے کہ یہ شخص اپنا حق تو پورا وصول کرے اور دوسروں کا حق دیتے وقت کمی کرے، برخلاف اس شخص کے کہ اگر وہ دوسروں کو کم ناپ توں کر دیتا ہے اور اس میں یہ واقعی عیب کی بات ہے لیکن اگر یہ اپنا حق وصول کرتے وقت بھی کم وصول کرے تو یہ اس میں ہنر اور خوبی کی بات بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ رعایت کا بر تاؤ کیا، اب ظاہر ہو گیا کہ اول شخص کا عیب جس کو آیت میں بیان کیا زیادہ شدید ہے کہ اس میں عیب تو ہے یعنی دیتے وقت کم دینا اور خوبی نہیں کہ اپنا حق دیتے وقت دوسروں کی رعایت کرنا اور کم وصول کرنا۔

قرآن کریم نے ناپ توں درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كُلْتُمْ فَنُؤَا إِلَيْكُشْطَانِ الْمُسْتَقِيمِ یعنی جب ناپ توں ناپ پورا، اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تو لکر دیا کرو، دوسروں کی وجہ سے اوفو الکیل والیزان بالقسطان یعنی ناپ توں انصاف کے ساتھ کیا کرو، ایک آیت میں ہے واقیمُوا الْوَزْنَ بِالقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ، یعنی توں کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں، حضرت شیعہؑ کی قوم کو خدا نے اس بری عادت کی وجہ سے غارت و بر باد کر دیا۔

پہلی آیت میں صرف کیل اور دوسری میں کیل اور زدن دونوں کا ذکر | مقصود اصلی کم دینے کی نہ ملت ہے اس لیے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تاکہ خوب صراحت ہو جائے کہ ناپ میں بھی کم دینے ہیں اور تو لئے میں بھی کم دینے ہیں، اور چوں کہ اپنا حق پورا لیتا فی نفسہ مذموم نہیں ہے، اس لیے پہلی آیت میں صرف ایک کا ذکر کیا، پھر ناپ اور تول دونوں میں سے ناپ کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ دستور کیل یعنی ناپ کا تھا۔

مسئلہ: مزدور اور ملازم نے جتنے وقت کام کرنے کا معاہدہ کیا ہے اس میں کی کرنا بھی تطفیف کی وعید میں داخل ہے، نیز کسی حقدار کے ادائے حق میں کمی کرنے کا بھی بھی حکم ہے حضرت امام مالکؓ نے فرمایا کہ کل شیع و فاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کمی کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، خضوع اور طہارت میں بھی (طلیبہ عزیز کو بھی اپنا قسمی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے):

لغات وَيُنْ اسم بمعنی خرابی، (۲) جہنم میں ایک وادی، (اور اگر ویل کے معنی یہ ہوں ”شراور بدی میں داخل ہونا“) مصیبت زده بہانا، درمند کرنا، تو ان معانی میں یہ مصدر ہے، بقیہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات **المطّفّین** (تفعیل) اسم فاعل جمع ذکر، طفّ المکیاً تطفیقاً: کم ناپنا (مجرد میں دوسرے معنی آتے ہیں) **إِكْتَالُوا** (افتغال) ماضی جمع ذکر غائب، إِكْتال منه وعليه: ناپ کر لیتا (اصلہ إِكْتَلَ قاعدة، یہ، جاری ہے) **النَّاسُ** (لوگ) اسم جمع، واحد انسان ہے خلاف قیاس، بعض کا خیال یہ ہے کہ الناس کی اصل انساں ہے، همزة مخدوفہ کے عوض الفلام حرف تعریف داخل کر دیا گیا۔ نکره کی صورت میں ناس اور انسان دونوں مستعمل ہیں، يَسْتَوْفُونَ (استفعال) مضارع جمع ذکر غائب، (در اصل يَسْتَوْفِيْنَ تھا، بوجثقل یاء کی حرکت فا کو دیدی اس کی حرکت زائل کر کے، پھر بوجا جماعت ساکنین یا ساقط ہو گئی) يَسْتَوْفَیْ حَقَّهُ: پورا حق وصول کرنا، مجرد میں ہے، وفی بفی (ض) وفیتا ووفاء: پورا اور مکمل ہونا، كَالُوْ (ناپ کر دیں وہ) (ض) ماضی جمع ذکر غائب (اصلہ كَيْلُو، قاعدة، یہ، جاری ہوا ہے) کال (ض) كَيْلَا: ناپنا، بھی دو مفعولوں کی طرف متعدد ہوتا ہے جیسے كُلُّ فلانا الطعام، بھی مفعول اول پر لام داخل ہوتا ہے جیسے كُلُّ لَهُ الطَّعَام، وَزَنُوا (ض) ماضی جمع ذکر غائب، وزن الشیع (ض) وَزْنَا وَزِنَة: تولنا، يُخْسِرُونَ (انعال) مضارع جمع ذکر غائب، أَخْسَرَ الشِّيْعَ: کم کرنا، گھٹانا، مادہ حُسْر (خیس) (ض، س) خشوا و خسرا و خسرا ادا و خسرا: نقصان اٹھانا، تجارت میں گھانا ہونا۔

ترکیب وَيُنْ لِمُطَّفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا إِكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَ إِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَزَنُوْهُمْ يُخْسِرُونَ ۝..... وَيُنْ مبتدا (مرفوع) دعا یا بد و عا کے مقام میں بلا تخصیص، نکره مبتدا بن جاتا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ یہاں توین برائے تعظیم ہے ای وَيُنْ عظیم لام حرف جار المطفلین موصوف الذین اسم یا یہ جواب دیا جائے کہ نکره کے مبتدا ہونے کا مدار افادہ واستفادہ پر ہے لہذا فاظب کو کوئی قیمت معلوم ہو تو پھر نکره کا مبتدا بنا شیع ہو گا، ”مشکل ترکیبوں کا حل“۔

موصول اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف اکتالوأ فعل، ضمیر واو بارز فاعل علی الناس متعلق (ای من الناس، متعلق اکتالوأ کے عدی یعنی لتضمنی الاستیال معنی الاستیال دوسرا قول یہ ہے کہ متعلق ہے یستوفون کے ل) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط، پھر جملہ شرطیہ مضاف الیہ ہے اذا کا اور وہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا یستوفون کا اور پھر یہ مکمل جملہ معطوف علیہ (ال محل لہا) یا بالفاظ دیگر شرط وجز امل کر معطوف علیہ) واو عاطفة اذا مضاف متضمن بمعنی الشرط کالوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) او حرف عطف وزنوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ مضاف الیہ اور وہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا محسروں کا اور پھر مکمل جملہ معطوف، (ال محل لہا) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت محضہ، یا صفت کا شفہ برائے احوال آنہا) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثابت کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ (ال محل لہا) (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ)۔

آلَا يَعْلَمُ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اہل ائمہ جاویں گے ۔ جس دن تمام آدمی رب العالمین

الْعَلَمِينَ ۝ كَلَّا إِنَّ كِتْبَ الْفُجَارِ لَفِي سِجْنِينَ ۝ وَ مَا أَذْرَكَ مَا سِجْنِينَ ۝

کے سامنے کھڑے ہوں گے ۔ ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا نامہ عمل بھین میں رہے گا ۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ بھین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے ۔

کتب مرقومہ ۶

وہ ایک نشان کیا ہوا فترت ہے

تشرح یہاں سے مطففین پر تهدید و توعیج یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور انہوں نے کم تو لئے اور ناپنے کا جوار تکاب کیا ہے اس کی ہولناکی کو بیان کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ: ”آلَا يَعْلَمُ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

۱۔ قوله علی الناس، لفظ علی کی دو قسمیں ہیں، (۱) اسی، (۲) حرثی، اسی فوق کے متن میں ہوتا ہے جب کہ اس پر من داخل ہو جیسے مردی میں علیہ ای فوق، میں اس کے اوپر کی جانب گذر رہا، اور حرثی آنہم معانی کے لیے آتا ہے (۱) یعنی استخلاف کے لیے جیسے زید علی السطح، (۲) بھنی باجیسے مردی علیہ، (۳) بھنی فی جیسے ان کنتم علی سفر (۴) معاجلت کے لیے جیسے واتی العال علی خبیا می خبیہ (۵) برائے تعلیل جیسے ولتکبزو والله علی ما هداکم، ای لاجل هدایتہ ایا کم (۶) بھنی عن جیسے اذار ضیافت علی (۷) بھنی میں جیسے اذا اکتالو اعلی الناس (۸) برائے اضراب یعنی کلام سابق سے اعراض کرنے کے لیے۔

۲۔ قوله کالوهم ای کالوهم ای کالو مکیلہم هکنا وزنوهم، مخصوصہ شرعاً اخافن ہے و فی الروح أن من العذف والايصال یعنی حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کا بعد کلمہ کی طرف ایصال کر دیا ایضاً ضمیر المنسوب بر ارجح الى الناس۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ ”کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے ہٹھ رے ہوں گے، رب العالمین کے سامنے ہٹھ رے ہونے سے مراد حساب کتاب اور فیصلہ کے لیے ہٹھ رہا ہوتا ہے، یعنی اس عظیم دن سے ڈرنا چاہیے اور تطفیف سے توبہ کر لینی چاہیے، مگر اس بعث بعد الموت کی خبر سن کر کفار انکار کرنے لگے کہ ایسا دن نہیں آئے گا لہذا اس انکار پر لفظ ”مکلا“ سے رد ع یعنی زجر و تحفظ فرمائی کہ ایسا ہر گز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو بلکہ جزا اوسرا کا وقوع ضرور ہوگا اور جن اعمال پر جزا اوسرا ہوگی وہ سب منضبط اور محفوظ ہیں، جس کا بیان یہ ہے کہ ”إِنَّ كِتَبَ الْفُجَارِ لَفِي سِجِّينَ ۖ“ بدکار یعنی کافر لوگوں کا نامہ عمل سجين میں رہے گا یعنی کفار و فیار کے اعمال نامے مہر لگا کر سجين میں محفوظ کردیئے جائیں گے کہ ان میں کسی کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہے۔ ”وَ مَا آذِنَكَ مَا سِجِّينَ ۖ“ (ای و ما ادراک، ما کتاب سجين) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجين میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے۔ ”مِكْتَبٌ مَّرْقُومٌ ۖ“ ای کتاب مرقوم ای مختوم وہ ایک نشان کیا ہوا فترت ہے (جواب میں چوں کہ کتاب مذکور ہے اس لیے سوال میں بھی کتاب کا لفظ مخدوف مانا گیا، اور فترت سے مراد ہے اعمال نامہ یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو، اور نشان سے مراد ہے مہر، اور مہر لگانے کے بعد چوں کہ کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس لیے جب اعمال نامہ پر مہر لگ گئی تو اب ان اعمال میں کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہا لہذا اعمال کی سزا بھی کفار و فیار کے اعمال لکھ دیئے جاتے ہوں۔

(فَإِنَّهُمْ قَوْلُهُ الْأَيْظَنُ أَوْ لَنْكَ أَنْهُمْ مَبْعُوثُونَ، بَعْثَ بَعْدَ الْمَوْتِ تَوْقِينٌ چیزٌ ہے تو یقین کے مقام میں یَظْنَنَ کا لفظ کیوں لا یا گیا۔

جواب: یقین کے مقام میں ظن کا لفظ بایس مصلحت لا یا یا کیا کہ جو شخص بعث بعد الموت کا محض مکان ہی رکھتا ہو اس کو بھی اس دن کی مصیبت کے اسباب کا ہر گز ارتکاب نہ کرنا چاہیے، چہ جائے کہ وہ شخص ارتکاب گناہ کرے جو اس کا یقین رکھتا ہے، مگر ان انجام سے بے فکر لوگوں نے ایسی ایسی نازیبا حرکتیں صادر ہوتی ہیں گویا انکو اس دن کا بالکل وہم و مگان اور خوف بھی نہیں ہے، فیا للعجب (مظہری، تغیر یسیر)

۱۔ اس تغیر کے اعتبار سے جب سجين ایک مقام کا نام ہے تو ما ادراک ما سجين کے جواب میں کتب مرقوم کیا آیا، جب کہ کتاب کسی مقام کا نام نہیں پہلو جواب یہ ہے کہ و ما ادراک ما سجين میں سجين سے پہلے مضائق مخدوف ہے ای تو ما ادراک ما کتب سجين لہذا جواب سوال کے مطابق ہے۔

سوال و جواب: سجن کو مفرد اور علیمین کو جمع کیوں لا یا گیا۔

جواب: سجن کو بایں مصلحت مفرد لا یا گیا تاکہ اس کے شگ و تاریک ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے کہ ایک مکان بہت سی مخلوق کے اژدهام سے شگ و تاریک ہو جاتا ہے، اور علیمین کو جمع بایں مصلحت لا یا گیا کہ اس کی فراخی و کشاورگی کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جنت ہر ایک مرد موم کو وسیع ترین اور کشاور جگہ کے ساتھ عنایت کی جائے گی۔

لغات (لا یظن). (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، ظن الشیع (ن) ظنا: گمان کرنا، مبعوثون (ف) اسم مفعول جمع مذکر بعث المیت (ف) بَعْثَا وَيُقْتَلُهُ دوبارہ زندہ کرنا، عظیم (رکوع/۱، میں گذر چکا، اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یوم قیامت کو یوم عظیم اس لیے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے، لہذا مقدار میں بڑا ہونا مراد نہیں بلکہ سختی و حیرانی میں بڑا ہونا مراد ہے) یَقُوْمُ (رکوع/۲ میں گذر چکا) رب اللّٰـعـلـمـيـنـ (دونوں لفظوں کی تحقیق علیحدہ گذر چکی) کتاب بروز فعال بمعنى مفعول (لکھا ہوا) جمع کتب (یہاں مراد نامہ اعمال ہے) بقیہ تفصیل رکوع/۱ میں گذر چکی۔ الفجّار (بدکار لوگ) واحد فاجر، فجّر (ن) فجّرًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ سیچینیں تفریق کے ضمن میں دیکھئے۔ مرقوم اسم مفعول، نشان لگایا ہوا، رقام (ن) رقما: نشان لگانا۔

ترکیب الا یَظِنُّ اولیٰکَ آنَّهُمْ مَبْعُثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَلَمِيْنَ ۝ ... همزة برائے استفهام انکاری و فيه توسيع و تعجیب (روح المعانی) لا یظن فعل منفی اولیٰک (أَنِّي الْمَطْفُوْنَ) فاعل آن حرف مشبه بالفعل هم ضمیر اس کا اسم، مبعوثون صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل لام حرف حبر یَوْمٍ عظیم مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور متعلق ہو ام بعثتوں کا یَوْمٍ مضاف یقوم الناس لربِّ العالمین جملہ ہو کہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو ام بعثتوں اسم مفعول کا تصیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر حرف مشبه بالفعل کی خبر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کہ یَظِنُّ کے لیے منزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا۔ (الجمل لہا) (استیناف وارد لتهویل ما ارتکبوه مِنَ التَّطْبِیفِ روح المعانی) كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِی سِجِّینَ ۝ وَ مَا أَذْرَكَ مَا سِجِّینَ ۝ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ۝ ... کلّا حرفاً ردعاً (ردعاً عن التطبيف والغفلة عنبعث

۱۔ (وقيل النون عوض من اللام والأصل سجیل وهو مشتق من التسجيل وهو الكتاب) اور یلفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں صرف ایک سبب ہے یعنی تعریف، و شیئیں سیچینیاً من السجن و سو العبس والتضییق لقب به الكتاب لأنہ سبب العبس والتضییق فی جہنم اسم علم منقول میں وصف کھاتم (بعض نے کہا کہ صید صفت ہے بروز سیچین) سعی روایی سخت قید، انگلش نے کہا کہ سجن سیچن سے بروز نیں نقل ہے جیسے شریب، بہت پینے والا اور فسیق برا قاس، بس ایسے عی ہے سجن، دوایی سخت قید۔

۲۔ قویہ یوم انجیل یہ اغینی فعل مذکوف کا مفعول بھی بن سکتا ہے، نیز اگر اس کو مرفوع الم Hull مان لیا جائے تو یہ مبتدا مخدوف ہو یا ذلک کی خوبی بن سکتا ہے، اور اگر اس کو مجرور مانا جائے تو مجرور یوم عظیم سے بدل بنے گا۔

والحساب روح المعانی یا کلام بمعنی حقاً، جلائیں) ای حرف مشبه با فعل کتبہ الفجّار مرکب اضافی حرف مشبه با فعل کا اسم لام مزحلقہ فی سجین جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کہ خبر، حرف مشبه با فعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وما آذک اخ وَا سَتِيْنَ فِيْ يَا عَتَرَاضِيْهِ، ما اسْتِهَامَ بِرَأْيِ تَهْوِيلَ بِعَنْ آئِ شَيْءٍ مُبَتِّداً (محل رفع میں) آذک فعل، ضمیر هو مستتر فعل کاف مفعول پہ اول ما اسْتِهَامَ مُبَتِّداً سجین خبر، (مضاف کو مقدر مانا زیادہ راجح ہے ای ما کتاب سجین) مبتدہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کہ آذک کا مفعول بہ ثانی، (محل نصب میں) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ استینا فیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اعتراضیہ بھی یعنی کتاب الفجّار اور کتاب مرقوم کے درمیان اعتراضیہ، دونوں احتمال اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہیں) کتاب مَرْقُومٌ مبتدہ مخدوف ہو کی خبر، مبتدہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔

جملہ مفترضہ کی تعریف | جملہ مفترضہ جملہ ہے جو ایک کلام کے اجزا یا ایسے دو کلاموں کے درمیان کسی نکتہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کہ وہ دو کلام آپس میں مربوط ہوں، یعنی دوسرا کلام اول کلام کا بدلت ہو یا بیان ہو یا معطوف ہو۔

وَيَوْمَ مِيزِ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۗ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ

اس روز جھشلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی ۰ جو کہ روز جزا کو جھلاتے ہیں ۰ اور اس کو تو وہی شخص جھشلاتا ہے جو حد سے گزرنے

مُعْتَدِلٌ أَثِيمٌ ۖ إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ أَيْتَنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۗ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى

والا ہو جرم ہو ۰ جب اس کے سامنے ہماری آئینی پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے مقول چلی آتی ہیں ۰ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان

قُلُوبُهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۖ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَ مِيزِ لِلْمُحْجُوبِينَ ۗ

کے دلوں پر ان کے اعمال کا زکر پڑھ گیا ہے ۰ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جاویں کے ۰

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمَ ۖ ثُمَّ يُقَالُ هُذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۗ

پھر یہ دو رخ میں داخل ہوں گے ۰ پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھشلا کرتے تھے ۰

۱۔ کتاب مرقوم، حرف مشبه با فعل کی خبر ہانی بھی بن سکتا ہے۔

۲۔ المفترضة بین الشیئین لافادة الكلام تقویۃ وتسدیدتا او تحسیناً وقد وقفت فی مواضع (جملہ مفترضہ کے چند مواقع استعمال) (۱) فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان (۲) فعل اور اس کے مفعول کے درمیان (۳) مبتدہ اور خبر کے درمیان جیسے زیداً ظاهر قائم (۴) شرعاً اور جواب شرط کے درمیان جیسے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاقاتقوا النار الخ (۵) حتم اور جواب حتم کے درمیان جیسے فلا اقسام ب الواقع النجوم و انه لقسم لو تعلمون عظیم انه لقرآن کریم میں انه لقسم اخ (۶) حتم اور جواب حتم کے درمیان جملہ مفترضہ ہے اور لو تعلمون ہو موصوف و مفت کے درمیان جملہ مفترضہ ہے۔ (۷) موصوف اور اس کی مفت کے درمیان جیسے و انه لقسم لو تعلمون عظیم میں لو تعلمون (۸) موصول اور اس کے صدر کے درمیان (۹) دو مستقل جملوں کے درمیان وغیرہ وغیرہ (معنى اللہیب)

تشريح ماقبل میں یہ بیان کیا تھا کہ سمجھنے کے اندر اعمال نامے حفظ و منضبط ہو جائیں گے لہذا بیہاں سے ان اعمال کی جزا کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ ہو: **وَيُلِّئُ يَوْمَدِ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ يَوْمَ الدِّينِ ۖ**، اس روز جھلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گئی جو کہ روزِ جزا کو جھلاتے ہیں (اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور روزِ جزا کو جھلانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کو جھلانا ہے) ”**وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدِ أَثِيمٍ ۖ**“ اور اس کو تو وہی شخص جھلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو، مجرم ہو۔ یعنی حد عبیدت سے گزرنے والا، اور مجرم و گناہ گار ہو، اور تیسری صفت اس کی یہ ہے کہ ”**إِذَا تُشْلِلِ عَلَيْهِ أَيْتَنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ**“ جب اس کے سامنے ہماری آئین پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باشیں انکوں سے منقول چلی آتی ہیں اس طیरِ اسطورہ کی جمع ہے یعنی بے سند و من گھڑت باشیں، یعنی یہ شخص یہ کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باشیں انکوں سے منقول چلی آرہی ہیں، پہلے سے لوگ بآگ ایسی باشیں کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کہانیوں اور بے سند باتوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں، مذکورہ تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو روزِ جزا کی تکذیب کرتا ہے اس میں تین صفتیں ہیں: (۱) معتدی یعنی حد عبیدت سے گزرنے والا (۲) اثیم یعنی مجرم و گناہ گار (۳) قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والا (یعنی مکذب بالقرآن، (بیان القرآن) ”**كَلَّا**“ ہرگز ایسا نہیں لفظ کلا کے ذریعہ مکذبین پر ڈاٹ ڈپٹ ہے اور مکذبین سے مراد قرآن کو کہانیاں کہہ کر جھلانے والے ہیں، اس میں یوم الدین کو جھلانا بھی داخل ہے، لہذا فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یوم الدین برحق نہیں اور قرآن اساطیر الاولین ہے، اور اس پر نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ تکذیب کی اصل وجہ دلوں کا زنگ آسود ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ ”**بَلْ**“ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكُسِّبُونَ ۖ“ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے جس سے قول حق کی استعداد فاسد ہو گئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو وہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہ ہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو وہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اور اس کو حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی، بس یہی حال ان مکذبین کا ہے۔ ”**كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَتْبِهِمْ يَوْمَدِ لَمْحَجُوْبُونَ ۖ**“ لفظ کلا کے ذریعہ پھر دوبارہ مکذبین کے انکار پر ردع اور زجر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا یہ سمجھ رہے ہیں، اب آگے ائمہ عن رتبہم میں وئیں کا محمل ذکر ہے کہ یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے یعنی اپنے رب کا دیدار کرنے سے روک دیئے جائیں گے اور یہ روک دینا اور دیدار سے محروم کر دیا جانا سب سے بڑا عذاب ہے کہ اس قدر بد قسمت کہ اس کی نظر اس قابل بھی نہیں کہ اپنے پروردگار کو دیکھ سکے۔ حضرت امام مالکؓ اور حضرت امام شافعیؓ نے فرمایا کہ اس آیت سے بطور مفہوم مختلف معلوم ہوا کہ مومنین اللہ تعالیٰ کی زیارت سے شرف ہوں گے جس سے ان کے دل مسرور اور آنکھیں پر نور ہو جائیں گی، اللهم ارزقنا سعادة زیارتک۔ ”**ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَهَنَّمَ ۖ**“ پھر یہ لوگ (جن کو دیدار خداوندی سے روک دیا گیا تھا) دوزخ

میں داخل ہوں گے، ”ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۖ“ پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب بے شرم! چکھومزہ، بہت انکار کیا کرتے تھے، (والقاتلون اهل الجنۃ والملائکة)

اختیاری مطالعہ

کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق | اگر کفار کو حق تعالیٰ کی زیارت کا شوق نہ ہوتا تو ان کی سزا میں یہ نہ کہا جاتا کہ وہ زیارت سے محروم رہیں گے کیوں کہ جو شخص کسی کی زیارت کا طالب ہی نہیں بلکہ تنفر ہے تو یہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں کہ اس کو اس کی زیارت سے محروم کیا جائے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے مگر تلاش حق کا راستہ غلط اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اہل کفر میں مقصود پر نہیں پہنچتے۔ (معارف)

دیدارِ خداوندی | عام مومنوں کو جمعہ کے دن دیدار ہوا کرے گا (آخرت میں جمعہ کا نام یوم المزید ہو گا) اور خواص کو روزانہ دوبار صبح و شام دیدار ہو گا، اور اخض الخواص کو ہر لمحہ یہ دولت عظیٰ اور سعادت کبریٰ نصیب ہو گی۔

لغات المکلبین جھٹلانے والے (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکور، کذب فلاناً تکذیباً و کذاباً: کسی کو جھٹلانا۔ یُكَذِّبُونَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب، یوم الدین (روز جزا) تحقیق گذر چکی ہے، مُعْتَدِلٌ حد سے گزرنے والا، (افتقال) اسم فاعل واحد مذکور، اعتدی اعتداء: حد سے گزرنا، مادہ عَدُوٌ ہے عَدَا عَلَيْهِ (ن) عَدُوًا وَعَدُوًا وَعَدُوانَا: زیادتی کرنا، أَيْمَمُ كَثِيرُ الْآثَامِ یعنی بڑا گنہگار (روح المعانی) مبالغہ کا صیغہ ہے (جلالین) آئیم (س) آثما و اثما: گنہگار ہونا، جرم کرنا۔ تُشَنِّلُ (ن) مضارع مجہول واحد مونث غائب، تَلَا (ن) تلاوة: پڑھنا، آیا تھا واحد آیہ، آساطیہ واحد اسطورہ، بے سند باتیں، من گھڑت باتیں۔ أَوْلَى (پہلے، اگلے) واحد اول۔ خلیل اللہ کا بیان ہے کہ یہ لفظ ہمزہ، واو اور لام سے بنتا ہے اس لیے یہ فَقْلُ کے وزن پر صیغہ صفت ہے مشتق من الاول، اس کی اصل آول ہے، او غام کے بعد آول ہو گیا۔ أَوْلَ (س) أَوْلَأَ: سبقت لے جانا، پہلے ہوتا رہا (ض) ماضی معروف واحد مذکور غائب (اصلُهُرَبَّنَ قاعدة /)، جاری ہوا ہے، أَجْوَفَ یا (ی) ران علی قلبہ الذنب یترین (ض) رَنَّتَا وَرَزَّيْنَا: دل پر گناہ چھا جانا، بالفاظ و گیر گناہ کا زنگ لگانا، قلوب، واحد قلب (تحقیق رکوع ۳ میں قلوب یو منڈوا جفہ کے تحت گذر چکی ہے) يَكُسِبُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، کسب الاثم (ض) کَسْبَهَا: گناہ کرنا۔

دوث: قرآن شریف میں نیکی اور بدی دونوں کے لیے کسب کا لفظ استعمال ہوا ہے، مذکورہ لفظ میں بدی مراد

بعض کا خیال ہے کہ اس میں دو او اور ایک لام تھا اس لیے اُنقل کے وزن پر اسم تفضیل ہے لیکن اوپر والی تخلیل زیادہ صحیح ہے کیوں کہ قا اور عین کا ایک عی حرف ہوتا تخلیل موجود ہے (لغات القرآن: مولانا عبدالرشید پاکستان) تخلیل ترکیب کا حل میں بحوالہ الفوائد الحمیہ لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی اصل آؤ علی بدلیل اوائل اور بعض کے نزدیک اس کی اصل آغاز ہے جو نوں سورتوں میں خلاف قیاس ہمزہ کو دو اوسے بدل کر ادغام کر دیا، لہذا آول ہو گیا۔

ہے اور لہاما کسیت میں گستب سے نیکی مراد ہے، نیز صلات کے بد لئے سے معانی بدل جاتے ہے چنانچہ گستب کے معنی لغات کی کتابوں میں بہت سارے لکھے ہیں۔ (مثلاً کوئی عمل کرنا، کمائی کرنا)

محجوبوں، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، حججت (ن) حججتاً و حججاً باتاً چھپانا، اندر آنے سے روکنا (حاجب بمعنى دربان، اسی سے ہے) صالوا، داخل ہونے والے، اسم فاعل (دراصل صالحونا تمها، بعد کسرہ یاء پر ضمہ دشوار ہوا اس کی حرکت ماقبل کو دیدی بعد از الله حرکت او، پھر یاء بوجہ اجتماع ساکنین ساقط ہو گئی) (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یصلو نہما کے تحت) الجحیم رکوع ۳ میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

ترکیب وَيْلٌ يَوْمَ مَيْدِ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ يَوْمَ الدِّينِ ... وَيْلٌ مُبِدِّيُو مَعْذِلٍ مركب اضافی ہو کر ما قبل یَوْمَ یَقُومُ اخْ سے بدل (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) لام جازہ، المکذبین موصوف الذین اسم موصول يُكَذِّبُونَ بیوم الدین جملہ فعلیہ ہو کر صلة، (ال محل لہا) اسم موصول اپنے صله سے مل کر صفت (صفت ذاتہ) (محل جرمیں) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جاری مع مجرور متعلق ثابت مخدوف کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدِلِ أَثْيَمِ إذا تُشَلِّي عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ... وَأَوْ استینا فیہ لـ (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) مَا يُكَذِّبُ فعل منقی پہ اس کا متعلق إِلَّا دَاءَ حَصْرِ كُلِّ مَضَافِ مُعْتَدِلِ موصوف الْيَقِيمِ صفت اول إذا تُشَلِّي اخ اذا ظرفیہ مضاف مخصوص بمعنى الشرط تُشَلِّي فعل علیہ اس کا متعلق آیائنا مركب اضافی ہو کر اس کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف إِلَيْهِ پھریہ مركب اضافی ظرف ہے اپنے جواب قال کا، فَلَمْ فعل اپنے فاعل شیر ہو مستتر سے مل کر قول اساطیر الاولین مركب اضافی ہو کر مبتدا مخدوف ہی کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جواب شرط، پھریہ جملہ شرطیہ صفت ثانی ہے مقتدی کی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متنافسہ ہوا۔ (المحل لہا) كَلَّا بَلْ زَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكُسِّبُونَ کلّا حرف ردع، ردع عن التکذیب و عتنا قالوا (مظہری) بَلْ برائے اضراب آئی لیس فی آیاتنا ما یصح أَنْ يَقَالَ فِي شَانِهَا مِثْلَ تَلْكَ الْمَقَالَةِ الْبَاطِلَةِ (روح المعانی) ران فعل، علی قلوبہم اس کے متعلق ما اسم موصول کانوا فعل ناقص، و او ضمیر بارزاں کا اسم، يکسبون فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صله سے مل کر زان کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ متنافسہ (المحل لہا) (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ)

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَتْهُمْ يَوْمَ مَيْدِ لَيْحَجُّوْنَ ۖ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۖ ثُمَّ يُقَالُ هُذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ شُكِّيْبُونَ ۖ ... کلّا حرف ردع عن التکذیب بیوم الدین۔ (مستقاد از تفسیر

بيان القرآن) وفي اعراب القرآن رد عن كسب المعاصي الموجبة للثرين، إن حرف مشبه بالفعل هُنَّ ضمير اس کا اسم عن رَبِّهِمْ، (أى عن روبيتهم) اور يوْمَئِل (أى يوماً ذي قوم الناس) دونوں متحججوں کے متعلق، لام مزحلقہ مَخْجُوْنَ شہب فاعل اپنے نائب فاعل سے مل کر حرف مشبه بالفعل کی خبر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ تم حرف عطف إِنْهُمْ حرف مشبه بالفعل مع اسم لَام مزحلقہ صَالُوا الْجَحِيدَ مركب اضافی ہو کر خبر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف تم، حرف عطف يُقَالُ فعل مجہول هذا مبتدا الذی اسم موصول کنٹھم فعل ناقص مع اسم به متعلق مقدم ثَكَدُونَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، (فی محل نصب) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر صلة، اسم موصول مع صلة کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانہ ہوا۔ (المحل لها)

كَلَّا إِنَّ كِتَبَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلْيَيْنَ ۖ وَ مَا أَذْرَكَ مَا عِلْيَيْنَ ۖ كِتَبٌ مَرْقُومٌ ۝

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوانامہ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوادفتر ہے۔

يَشْهَدُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَآءِ يَنْظُرُونَ ۝

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ نیک لوگ بڑی آسمانش میں ہوں گے۔ سہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔

تشريح ما قبل میں یوم الدین کی تکنیک کرنے والوں کا ذکر تھا اور وہ لوگ جس طرح اپنی سزا کو جھلاتے تھے اسی طرح مومنین کی جزا کو بھی جھلاتے تھے، لہذا یہاں لفظ "كَلَّا" کے ذریعہ اس پر رد ع فرماتے ہیں کہ یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں تو وہ غور سے سن لیں کہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کو اجر و ثواب ضرور ملے گا اور ان کا نہ کافانا علیین ہے جو کہ جھین کے بالکل برعکس ہے چنانچہ فرمایا "كَلَّا إِنَّ كِتَبَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلْيَيْنَ ۖ" نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا۔ (علیین ساتویں آسمان میں زیر عرش ایک جگہ ہے جو مومنین کی ارواح کا مستقر ہے، کذافی تفسیر ابن کثیر عن کعب اور وہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل بھی رکھ دیا جاتا ہے) "وَ مَا أَذْرَكَ مَا عِلْيَيْنَ ۖ" اب نامہ عمل کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لیے سوال ہے کہ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوانامہ عمل کیا چیز ہے یہ ترجمہ علیین میں سے پہلے مضاف مخدوف مان کر کیا گیا ہے ای وَمَا اذْرَكَ مَا كِتَابَ عِلْيَيْنَ چنانچہ جواب سوال کے مطابق دیا گیا کہ "كِتَبٌ مَرْقُومٌ ۝" ای ہو کتب مرقوم وہ ایک نشان کیا ہوادفتر ہے (فترا لیعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہوتے) اور نشان سے مراد ہے جو انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامے پر لگادی جاتی ہے تاکہ اس بات پر دلالت ہو کہ اعمال نامے میں کسی طرح کی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

۱۔ اب واضح ہو گیا کہ کتاب مرقوم علیین کی تفسیر نہیں بلکہ علیین سے پہلے مضاف مخدوف کی تفسیر ہے۔

يَسْهُدُ الْمُقْرَبُونَ ”جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں یعنی نیک لوگوں کے نامہ عمل کو مقرب فرشتے شوق سے دیکھتے ہیں، اور یہ بات مومنین کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے، روح المعانی میں ہے کہ جب ملائکہ مومن کی روح کو بفضل کر کے لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ کر اس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتوں کی تمنا کرنے پر مومن کا نامہ عمل ان کو ہوں کر دکھایا جاتا ہے۔

آگے مومنین کی مختصر اجزاء آختر کا بیان ہے، فرمایا: ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ” عَلَى الْأَرَأَيِّ يَنْظُرُونَ ”نیک لوگ بڑی آسمان میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے یعنی مسہریوں پر بیٹھ کر جنت کے عجائب دیکھتے ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور عام مومنوں بلکہ انبیاء تک کی روحلیں قبروں میں ہوتی ہیں تو پھر علیمین اور عجین میں ہونے کا کیا معنی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح مومنین کی قرارگاہ علیمین ہے اور ارواح کفار کی قرارگاہ عجین، لیکن اس کے باوجود ہر روح کا اپنے قبر والے جسم سے ایک خاص تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، چنان چہ مردہ آنے والے کے سلام کو سنتا ہے۔

لغات **الْأَبْرَار** (سورہ النطہار میں اس کی تحقیق گذرچکی) علیتین۔ ساتویں آسمان پر زیر عرش مومنین متین کی ارواح کا مستقر ہے، اور وہیں مومنین کے صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں، فراز کے نزدیک یہ ایک بلند موضع کا نام ہے، وزن جمع پر ہے جمع نہیں جیسے عشرين، ثلاثين اور عرب کا استور یہ ہے کہ جب وہ ایسی کوئی جمع بنائیں جس کا واحدہ تشییہ نہ ہو تو وہ مذکور مومن و دنوں میں واڈنوں میں کے ساتھ بولتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ علیش (فتحیل) کی جمع ہے غلوٹ سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لیے ہے (اعراب القرآن) بقیہ حاشیہ لیں۔ يَسْهُدُ (س) مضرارع واحد مذکر غائب، شہد الشیع (س) شہوداً: دیکھنا و شہید المجلیش۔ حاضر ہونا، اگر شہود کے معنی حاضر ہونا لیے جائیں تو اب ضمیر کا مرجع بجائے کتاب الأبرار کے علیتین ہوگا۔ الْمُقْرَبُونَ (مقرب فرشتے، قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے) باب تفعیل سے اسم مفعول کا جمع مذکر، قریبہ عنده: کسی کو اپنے قریب کرنا، مقرب بنا ناقوت منه وآلہ (ک) فڑیا و قریبۃ و قریبی و مفتریۃ قریب ہونا، و قریب (س) فڑیا و فڑیا نا قریب ہونا۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (اس کی تحقیق سورہ النطہار میں گذرچکی ہے) الأرائک (مسہریاں، تخت) واحد ارینگہ (وہ مسہریاں کیسی ہوں گی کوئی نہیں بتاسکتا، کیوں کہ جنت ابھی کسی نے دیکھی نہیں، بس یوں کہیں گے جیسی جنت اسی کے شایان شان مسہریاں ہوں گی)

فولہ علیتیوں، ابو الفتح نے کہا ہے کہ قاعدے کے لفاظ سے اس کو علیتہ گہنا چاہئے، مگر جب اس کی تاء حذف کر دی گئی تو اس کے وضیں میں اس کی جمع واڈنوں کے ساتھ لے آئے زمخشری نے فرمایا ہے کہ یہ نسل کے جسٹر کا نام ہے جس میں وہ تمام چیزوں مدون ہیں کہ جو فرشتے اور تمام صلحاء اس و جن انجام دیا کرتے ہیں وہ منقول میں جمع علیتی (علیل) من العلوسی بذلک لائے مرفوع فی السماء السابعة حيث يسكن الكروبيون تكريبا له و تعظيمها اور بھی چند اقوال ہیں۔ (اعراب القرآن)

ینظرون (ان) مضارع جمع مذکر غائب، نظر الیہ نظرًا: دیکھنا۔

تُرکیب کلام مکمل کلام اکلاؤ ان کتب الابرار لفی علیتین وما اذکر ما علیئون کتاب مَرْقُومٌ يَشَهُدُهُ الْمُقْرَّبُون۔ اس کی تركیب کلام اکلاؤ کتب الفجارات کی طرح ہے، (کلام حرف رد عن التکذیب بوعید الفجارات ویوْعِدُ الْأَبْرَارَ جَلَّیْنَ اور تفسیر مظہری میں اس کو معنی حقاً بھی لکھا ہے، اور استفہام برائے تفحیم ہے) یشہدہ المقربون مکمل جملہ کتب کی صفت ثانی ہے۔ (فی محل رفع) ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون (کلام مستانف مسوق لتسليۃ المؤمنین و تقویۃ قلوبہم بما اعده للأبرار فی الجنة) ان حرف مشہ باتفاق الابرار اس کا اسم لامر مزاحقہ برائے تا کید فی نعیم، کائنون وغیرہ مخدوف کا متعلق ہو کر حرف مشہ بالفعل کی خبر اول علی الارائک جالسین مخدوف کے متعلق ہو کر ینظرون کی ضمیر فاعل سے حال ینظرون فعل اپنے فاعل سے مل کر حرف مشہ بالفعل کی خبر ثانی (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ)

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خَتْمَةُ مِسْكٍ
اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسانش پہنچانے گا۔ ان کو پینے کے لیے شراب خالص سرمهہ جس پر مسک کی مہر ہو گی ملے گی۔
وَ فِي ذِلِّكَ فَلَيَتَنَا فَسِيسِ الْمُتَنَافِسِينَ ۝ وَ مَرَاجِهُ مِنْ تَسْنِيمِ ۝ عَيْنَنَا يَشَرِبُ بِهَا
اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حوصلہ کرنا چاہئے۔ اور اس کی آمسیزش تسنیم سے ہو گی۔ یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے

المُقْرَّبُونَ ۝

مترب بندے پیش کے۔

تشریح ماقبل آیات سے موئین کی جزا کا بیان چلا آ رہا ہے، چنان چہ فرمایا: ”تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝“ تو اے مخاطب ان کے چہروں میں آسانش کی بشاشت پہنچانے گا۔ یعنی موئین کے چہرے جنت کے عیش و آرام سے ایسے پر رونق اور رہشاں بشاش ہوں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ لوگ نہایت عیش و تعمیل میں ہیں اور یہ اس کے مصدقہ ہیں کہ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخْزَنُون۔ ”يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خَتْمَةُ مِسْكٍ ۝“ ان کو پینے کے لیے شراب خالص سرمهہ جس پر مسک کی مہر ہو گی ملے گی (رحیق کے معنی ہے خالص شراب یعنی نہایت صاف ستری، اس میں کسی خرابی کی ملاوٹ نہ ہو گی، اور مہر لگی ہوئی ہو گی اور شراب کے برتن پر وہ مہر

انہوںہ علی الارائک اس کو درے اعراب القرآن میں ینظرون کے متعلق کیا ہے، نیز علی الارائک کو لفی نعیم کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی بنا سکتے ہیں، (تفسیر مظہری) دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ینظرون ترکیب میں حرف مشہ بالفعل کی خبر کی ضمیر سے یعنی لفی نعیم کے متعلق مثلاً کائنون کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور جملہ مستانف بھی ہو سکتا ہے، یہی سب احتمالات تعرف ان اخ اور یہ یشقوں کے اندر بھی ہیں، (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ)

مشک کی ہوگی، اور یہ مہر لگانا اکرام مون کی علامت ہے نہ کہ شراب کی حفاظت کے لیے اور مشک کی مہر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں کسی برتن یا بوتل کے منہ پر لاکھ لگا کر مہر کرتے ہیں یعنی اس کو بند کرتے ہیں (لاکھ ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جو لاکھ کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے جس کو پکھلا کر مہر لگائی جاتی ہے) تو اسی طرح جنت کے اندر شراب کے برتن کے منہ پر مشک لگا کر اس پر مہر کر دی جائے گی، اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

وَفِي ذَلِكَ فَلِيَعْتَنَا فَسِ الْمُتَّنَافِسُونَ ﴿٦﴾ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ (ذلک کامشار الیہ حق مختوم ہے) یعنی شراب خالص کی حرص کرنی چاہیے یا پھر مراد کل نعماء جنت ہوں، یعنی اگر حرص کا رادہ ہو تو حرص اور حاصل کرنے کی چیز جنت کی نعمتوں ہیں نہ کہ دنیا کی فانی لذتیں، اور ان نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ نیک اعمال ہیں، نہ کہ تطفیف، تکذیب اور ارتکاب معاصی وغیرہ۔ **وَمِنْ أَجْهَةِ مِنْ تَسْنِيمٍ** ﴿٧﴾ **عَيْنَانَا يَشَرِبُ بِهَا الْمُقْرَبُونَ** ﴿٨﴾ اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیس گے (قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہوگی اور تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیس گے، مطلب یہ ہے کہ مقربین یعنی سابقین حضرات کو تو تسنیم کا پانی خالص مل سکے گا اور وہ اس میں سے ہمیشہ پیتے رہیں گے، اور اس کو خالص پیتے کی لذت کیا ہوگی اللہ اکبر، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اصحاب ایمین یعنی ابراہولوگوں کو بھی اس کا کوئی جز ضرور ملے گا، چنان چنان کو اس چشمہ کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا، ظاہر ہے کہ مقربین کا مرتبہ اصحاب ایمین سے بلند تر ہے۔)

مسیری جانب بھی ہو گرنا کا کرم ☆ پھر تو بگڑے مقتدر سنور جائیں گے

ایک شبہ اور اس کا جواب تنافس لعنی شدت حرص تو برع خصلت ہے، پھر اس کا مرغوب ہونا شرعاً کس طرح درست ہے؟ جواب: تنافس اس وقت برائے جب اس کا تعلق دنیوی امور سے ہو، اس سے دوسروں کو نقصان پہنچا ضروری ہے جب کہ دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزد یہ کچھ کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

نفاثات تعریف ”تو پہچانے گا“ (ض) مضارع واحد مذکر حاضر، عَرَفَ (ض) عِرْفَانًا وَ مَعْرِفَةً: پہچاننا۔ وُجُوهٌ (پھرے) واحد وَجْهٌ نَصْرَةٌ (تازگی) باب نصر و سبق و کرم سے مصدر نَصْرَ (ن) نَصْرَةً وَ نُصْرَوْا، وَنَصْرَ (س) نَصْرَ، وَنَصْرَ (ک) نَصَارَةً: تروتازہ ہونا۔ التَّعْيِنُ (آرام، نعمت) تحقیق گذر بھی ہے۔ يُسْقَوْنَ (ض) مضارع مجہول جمع مذکر غائب، سُقْنَ (ض) سُقْيَا: پلانا۔ رَحِيق (شراب خالص) اسم حامد، مختار و مذکور (مہر گئی ہوئی) (ض) اسم مفعول واحد مذکر غائب، ختم الشی و علیہ (ض) خَتَمًا وَ خَتَاماً: مہر لگانا ختم امہ میشک (جس پر مشک کی مہر ہوگی) لفظی ترجمہ ہوگا، اس کے مہر کرنے کی چیز مشک ہے، ختم امہ (مہر کرنے کی چیز یعنی مالہ) جمع ختمات

۱۔ ختم الاناء: برتن کے منہ کو مٹی یا موم وغیرہ سے بند کر دینا۔

۲۔ قوله ختاماً اسماً للشيء، الذي يختتم به أو هو مصدّر يعني الخلط والمزج أو يعني الختم بفتح الغاء وزنة فعال بكسر الفاء (اعراب القرآن وصرفه)

مشک (اُم جامد بمعنی مشک ای الرانحة الطیبۃ) جمع مسک۔ **لیتَنافِس** (تفاعل) امر غائب کا واحد مذکر غائب تنافس فی کذا: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، حص کرنالے میزاج (آمیزش) مصدر از نصر متراج (ن) میزجا و میزاجا: ملانا (آمیزش حاصل مصدر) **تَسْنِيم** (جنت میں پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے) **عَيْنًا** (چشمہ) جمع عینوں، عین کے کثیر معانی ہیں، دیکھئے احرق کی کتاب نبوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۵۰۔ قرآن کے اندر عین کا استعمال آنکھ اور چشمہ کے معنی میں ہوا ہے۔ **یَشَرُّب** مضارع معروف واحد مذکر غائب، شرب (س) شربا: پینا۔ **المُقْرَبُونَ** (چند طور قبل گزر چکا)

تَكَبَّ تعریف فی وجوهہم نظرۃ النَّعِیم۔ ترکیب بالکل ظاہر ہے اور یہ ما قبل حرفا مشہ با فعل کی خبر ثالث ہے (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ) یُسَقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ خَتُومٍ خَتَامَةً مِسْكٍ وَ فِي ذَلِكَ فَلِيَتَنافِسَنَ المُتَنَافِسُونَ... یُسَقَوْنَ فعل، واو ضمیر نائب فاعل من حرف جر حیق موصوف مختوم صفت اول۔ خشمہ مشک مبتد او خبر ہو کر معطوف علیہ، اس کا معطوف و میزاجہ من تسنیم ہے اور درمیان میں واو اعتراضیہ ہے، فی ذلک (ای فی الرحیق) متعلق مقدم (وتقدیم الظرف لیکون عوضا عن الشرط) اور فا شرط محدود کے جواب میں ہے ای ان اُرید تنافس فلیتَنافِسَ المُتَنَافِسُونَ فی ذلک (بیان القرآن، روح المعانی) اور یہ جملہ درمیان میں معتبر ہے۔ و میزاجہ من تسنیم واو عاطفہ میزاجہ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، میں تسنیم کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف (عطف علی خشمہ مسک، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثالثی رحیق کی، موصوف اپنے دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُسَقَوْنَ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرفا مشہ با فعل کی خبر رابع، حرفا مشہ با فعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمی خبر یہ ہوا (تَعْرِفُ فِي وَجُوهِهِمْ أَنْهُ اُرِيدُ یُسَقَوْنَ أَنْهُ کو جملہ متنافہ بھی بنایا جاسکتا ہے) عیناً یَشَرُّب بہا المُقْرَبُونَ۔ عیناً موصوف یَشَرُّب بہا المُقْرَبُون جملہ ہو کر صفت، (فی محل نصب) موصوف اپنی صفت سے مل کر فعل محدود آغنى یاً مَدْخَ کا مفعول ہے۔

۱۔ نفس الشی (ک) (نقاسہ و نفاسا: نیس و محمدہ ہوتا۔ لام امر مکسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے واد، فا، ثم میں سے کوئی حرف ہو تو ساکن ہوتا جائز ہے جیسے نَمَّلِيقَضَا تَنَقَّلَهُمْ وَلَيَقُولُوا نَذَرَهُمْ وَلَيَطَوَّفُوا بِالبَیْتِ الْعَتِيقِ۔

۲۔ میزاج کے ایک معنی ہے ملانے کی چیز جیسے پانی در شراب، جنم آمیزجہ اس وقت یا اسم آله ہو گا۔

۳۔ تسنیم در اصل تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی بلند کے ہیں جو کہ اس چشمکی شراب نہایت اعلیٰ اور بلند درجہ کی ہو گی اس لیے اس کا نام تسنیم رکھا (اعراب القرآن) پہنڈ اروی میں این عبارت روح المعانی)

۴۔ و قال الآخْش اصلہ یُسَقَوْنَ عیناً، نیز عیناً اُنْ بِقولِ زجاج تسنیم سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یہ اگرچہ غیر مشتق ہے مگر چونکہ اس کی صفت موجود ہے یعنی یَشَرُّب اس لیے اس کا حال بنا دوست ہو گا یا پھر اس کو مشتق کی تاویل میں کر لیا جائے گا مثلاً جاریہ کی، اور یَشَرُّب بہا کی باء یا تو زائد ہے یا میں کے سعی میں ہے، یا پھر تضیین مانی جائے ای یَشَرُّب بہا وین بہا المُقْرَبُون۔ (روح المعانی)

جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے نہا کرتے تھے ۔ اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں **يَتَغَامِرُونَ ﴿٤﴾ وَ إِذَا اتَّقْلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ اتَّقْلَبُوا فَكِهِيْنَ ﴿٥﴾ وَ إِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ** آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے ۔ اور جب اپنے گھروں کو جانتے تھے تو دل لکھاں کرتے ۔ اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ **هُوَلَاءُ لَضَالُونَ ﴿٦﴾ وَ مَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِيْنَ ﴿٧﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ أَمْنُوا مِنَ الْكُفَارِ** یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں ۔ حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بیجے گے ۔ سو آج ایمان والے کافروں **يَضْحَكُونَ ﴿٨﴾ عَلَى الْأَرْأَيِّكِ "يَنْظُرُونَ ﴿٩﴾ هَلْ ثُوَبَ الْكُفَارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٠﴾**

پڑھتے ہوں گے ۔ مسیحیوں پر دیکھ رہے ہوں گے ۔ واقعی کافروں کو ان کے کے کا خوب بدلہ ملا ۔

تشریح ماقبل میں مومنین و مکذبین کی جزائے اخروی کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اب ان آیات میں فرقیین کا دنیوی و اخروی حال ذکر کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”**إِنَّ الَّذِينَ أَجْزَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ أَمْنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٤﴾**“ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے نہا کرتے تھے یعنی جو لوگ مجرم و کافر تھے وہ دنیا میں بطور تحیر و شخرا ایمان والوں کو نہا کرتے تھے۔ ”**وَ إِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامِرُونَ ﴿٤﴾**“ اور جب ایمان والے ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ گویا مومنین کو ہنسنے اور اشارہ سے ان کا مذاق اڑانے کی وجہ یہ ہی کہ یہ کفار مومنین کو بے وقوف سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو جنت کے ادھار پر دنیا کی نقد نعمتوں اور لذتوں سے محروم کر رکھا ہے۔ ”**وَ إِذَا اتَّقْلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ اتَّقْلَبُوا فَكِهِيْنَ ﴿٥﴾**“ اور جب اپنے گھروں کو جانتے تھے تو دل لکھاں کرتے۔ یعنی جب یہ کافر لوگ اپنے گھروں کو جانتے تو وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے دل لکھاں کرتے اور با تمیں بناتے، مطلب یہ ہے کہ غیبیت و حضور ہر حالت میں ان کی تحیر و استہزا کا مشغلہ رہتا، مسلمانوں کے حاضر ہونے کے وقت اشارے و کنائے چلا کرتے اور غیر موجودگی میں صراحتاً برائیاں کرتے ”**وَ إِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هُوَلَاءُ لَضَالُونَ ﴿٦﴾**“ اور جب ان کو دیکھتے تو یوں یقیناً غلطی میں ہیں۔ (یعنی یوں سمجھتے کہ یہ دین اسلام کوئی دین نہیں) ”**وَ مَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِيْنَ ﴿٧﴾**“ حالاں کہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بیجے گئے۔ لہذا ان کفار ناہنجار کو اپنی فکر کرنی چاہیے تھی نہ کہ اہل حق کے درپیچ آزار ہوتے۔ ”**فَالْيَوْمَ الَّذِينَ أَمْنُوا مِنَ الْكُفَارِ يَضْحَكُونَ ﴿٨﴾ عَلَى الْأَرْأَيِّكِ "يَنْظُرُونَ ﴿٩﴾**“ سو آج ایمان والے کافروں پر ہستے ہوں گے،

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے یعنی اگر مجرمین دنیا کے اندر موجود نہیں کوہنے تھے تو آج قیامت کے دن بطور انقحام ایمان والے کفار و مجرمین کو نہیں گے، اور مسہریوں پر بیٹھے ان کافروں کا براحال دیکھ رہے ہوں گے، درمنشور میں فقادہ سے منقول ہے کہ جنت میں کچھ در تھے اور جہر و کے ایسے ہوں گے جن سے ال جنت ال نار کو دیکھ سکیں گے اور اپنی خوشحالی اور کفار کی بدحالی کا نظارہ کریں گے، ”هَلْ شُوْبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٦﴾“ واقعی کافروں کو ان کے کے کا خوب بدلہ ملا اس آیت میں ان کی سزا کا اثبات ہے کہ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا، انھیں آخرت میں اپنے کے کا خوب بدلہ ملا، اب جہنم ہے اور وہ ہیں، عذاب ہے اور وہ ہیں، یہاں استفہام تقریری ہے اسی لیے ترجیح کیا گیا واقعی ای نغم۔

لغات آجرِ مُؤْوَا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر غائب، آجرِمَاءِ جُرْأَةً: مجرم ہونا، جَرْم (ض) جَرْمًا: جرم کرنا، امْنُوا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر، اس میں مہوز کا قاعدہ ۲، جاری ہوا ہے، يَضْعُكُونَ (س) مضارع جمع مذکر غائب ضَحِّيَّ (س) ضَحْيَّا وَضَحْيَّا وَضَحِّيَّا: ہنا، مَرْءُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، متربہ و علیہ (ن) مَرْءًا وَمَرْءُوا وَمَرْءَى: گذرنا یَتَّفَاعَلُ مَرْءُونَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، مادہ غَمْرَہ ہے۔ غَمْرَہ فلانا یَالْقَيْنَ (ض) غَمْرَةً: آنکھ سے اشارہ کرنا، إِنْقَلَبُوا (الفعال) ماضی جمع مذکر غائب، إِنْقَلَبَ إِنْقَلَبَاتًا: واپس ہونا یَقِيْہُنَ (باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے) جمع مذکر، واحد فِكَہ صفت مشہہ فِكَہ (س) فَكَّهَا وَفَكَاهَةً: خوش طبع ہونا، مُذَاقِي ہونا، رَأَوْ (ف) ماضی جمع مذکر غائب، دراصل رَأَيْوَا تھا، یا متحرک ماقبل مفتوح، یاءُ کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گیا لہذا رَأَوْ ہو گیا، رَأَاهُ (ف) زَوْيَةً: دیکھنا، ضَالُّونَ (بیکے ہوئے، گمراہ) (ض) ضَلَّ (ض) ضَلَّاً وَضَلَّالًا: گمراہ ہونا، رَاهُ حَقَ سے ہٹا ہوا ہونا۔ مَا أَرْسَلُوا وَهُنَّا بیسیج گئے (افعال) ماضی مجہول، جمع مذکر غائب، أَرْسَلَهُ إِرْسَالًا: بھیجننا حفظین (س) اَسْمَ فاعل جمع مذکر، حَفْظَ (س) حَفْظًا: حفاظت کرنا، گھرانی کرنا۔ الْكُفَّارُ (کافر لوگ) واحد کافر، كُفَّرُ الرَّجُلُ (ن) كُفَّرُوا وَكُفَّرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، ناشکری کرنا۔ كُفَّرُ الشَّيْخِ: چھپانا، کافر بھی چوکہ ایمان کو چھپاتا ہے، اس لیے اسکو کافر کہتے ہیں شُوْبَ بَابُ تَفْعِيل (تشویب) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، شُوْبَ فَلَانًا: وَأَقَابَتِ، انعام یا بدلہ دینا۔

دوث: تشویب کا استعمال قرآن میں اعمال سیئہ کی سزا ہی کے لیے ہوا ہے۔

ترتیب إِنَّ الظَّالِمِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا وَمِنَ الظَّالِمِينَ امْنُوا يَضْعُكُونَ... إِنَّ حَرْفَ مُشْهَبِي بال فعل الَّذِينَ أَجْرَمُوا اَسْم

۱۔ واضح رہے کہ مصادر کے بدلتے سے بسا اوقات سخن بدل جاتے ہیں مثلاً مَرَازَةً (ن) مَرَازَةً کے معنی ہیں کڑا ہونا، قرآن میں ہے بل الساعۃ موعدهم و الساعۃ مَدْبُشی وَأَمْرُ۔

۲۔ مجرمین استعمال ہو گا، قَلْبَتِ الْقَوْمَ (ض) قَلْبَتِا: لوگوں کو واپس کرنا۔ اس کے اور بھی بہت سارے معانی ہیں۔

موصول مع صلہ کے اسم ایت، کانوا فعل ناقص ضمیر اس کا اسم من الذین آمنوا، یضھکون کا متعلق مقدم (وتقديم الجار وال مجرور اما للقصر اشعار بغاية شناعة ما فعلوا أول رعاية الفواصل، یضھکون فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر فعل ناقص کی خبر (محل نصب میں) فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَإِذَا مَرُوا يَهْدُونَ... وَأَوْعَاطْهُ إِذَا ظَرْفَ مَضَافَ مُتَضَمِّنَ بِمَعْنَى الشَّرْطِ مَرُوا بِهِمْ جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب یتغامزوں کا اور پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ الْقَلْبِيْوَا فِكِهِيْنِ... وَأَوْعَاطْهُ إِذَا ظَرْفَ مَضَافَ مُتَضَمِّنَ بِمَعْنَى الشَّرْطِ انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انْقَلَبُوا فِكِهِيْنِ کا، پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف (فِكِهِيْنِ صفت مشہہ اپنے متصل انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے) وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هُوَ لَاءُ لَضَالَّوْنَ... وَأَوْعَاطْهُ إِذَا ظَرْفَ مَضَافَ مُتَضَمِّنَ بِمَعْنَى شرط رأوہم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے ما بعد جواب قَالُوا كَا قَالُوا فعل ضمیر ذوالحال إِنَّ هُوَ لَاءُ لَضَالَّوْنَ جملہ ہو کر مقولہ (لام مزحلہ) وَمَا أَرْسَلُوا عَلَيْهِمْ خَفِيْظِيْنِ... وَأَوْحَالِيْهِمَا أَرْسَلُوا فعل، ضمیر ذوالحال علیہم متعلق مقدم حفظین کا حفظین شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر أرسلوا کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر قالوا کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، قالوا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مقولہ) اور ظرف مقدم (جو کہ ایک اعتبار سے شرط بھی ہے اور قالوا اس کی جزا ہے) سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشہہ بالفعل کی خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنافس ہوا۔ (لائلہا) فِي الْيَوْمِ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ... فا جزایہ (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) اور شرط مقدر ہے آئی ان کان الذين آجَرْهُمْ وَآيَضْحَكُوْنَ من الذين آمنوا فی الدنيا فالذين آمنوا يَضْحَكُونَ اليوم من الكفار، (بيان القرآن کے ترجمہ کے اعتبار سے اس فاء کو عاطفة تفریعیہ کہنا چاہئے) الیوم ما بعد یضھکون کا ظرف، الذین آمنوا اسم موصول مع صلہ کے مبتداء من الكفار، ما بعد یضھکون کے متعلق (وتقديم الجار وال مجرور قیل للقصر تحقيقاً للمقابلة) یضھکون فعل، ضمیر ذوالحال علی الارائک یَنْظُرُوْنَ... علی الارائک، جالسين مخدوف کا متعلق اور وہ ینظرون کی ضمیر سے حال، ینظرون مکمل جملہ حال ہے یضھکون کی ضمیر سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فعل (ای یضھکون حال کونہم ناظرين الیهم جالسين علی الارائک) فعل اپنے فاعل اور ظرف زمان مقدم ۱. قوله واذا مرتوا اس جملہ کا عطف یضھکون پر بھی کر سکتے ہیں جو کہ کانوا کی خبر ہے (بنتے والے لوگ الجملہ ولید بن نعیم، عاص بن واکل وغیرہ تھے، یہ لوگ حضرت عمر، خبیث، خباب، بلال وغیرہ کوہنے تھے) روح المعانی بوجملہ لا یتغامزوں لاما محل لہا انہا جواب شرط غیر جازم۔

اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جزا، شرط محفوظ اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا ہے۔ **هُنْ تُوبَ**
الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ... **هُنْ حِفَاظُ الْمُؤْمِنِينَ** والمعنى قد جوزى الكفار ما كانوا يفعلون) **تُوبَ فعل مجہول، الکفار نائب فاعل، ما كانوا يفعلون اسم موصول مع صلة کے مفعول بہ،** (منصوب بنزع الخافض ای مقا کانوا، والعائد فی الصلة محفوظ ای یفْعَلُونَه) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ مستانفہ (جلالین، روح المعانی ۲)

سورةُ الانشقاق

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَتْ ۚ وَ أَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَ حَقَّتْ ۚ وَ إِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۚ وَ أَلْقَتْ مَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ اور اپنے رب کا حکم من لے گا اور وہ اسی لائق ہے۔ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی۔ اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

فِيهَا وَ تَخَلَّتْ ۚ وَ أَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَ حَقَّتْ ۖ

اکل دے گی اور خالی ہو جاوے گی۔ اور اپنے رب کا حکم من لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔

رِبُّ اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے جزاۓ اعمال کی تفصیل ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت کے بعض احوال کو بیان کر کے انسان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان دنیا کے اندر جیسے اعمال کرے گا آخرت میں اس کو ان اعمال کا ویسا ہی بدله ملے گا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَتْ ۚ“ جب آسمان پھٹ جاوے گا یعنی نفحہ ثانیہ کے وقت، تاکہ اس میں سے غمام یعنی بادل کی شکل کی ایک چیز کا نزول ہو، اس میں حق تعالیٰ کی تخلی ہو گی اور فرشتے ہوں گے، اس کو احرق نے صفحہ ۳۴، پروفیتھت الشماء کے تحت بالتفصیل لکھ دیا، اس کو ضرور دیکھ لیا جائے، ”وَ أَذْنَتْ لِرَبِّهَا“ اور اپنے رب کا حکم من لے گا اذن آذنا کے معنی سننے کے ہیں یعنی آسمان اپنے رب کا حکم من لے گا اور سننے سے مراد کن کر اطاعت کرنا ہے اور حکم سے مراد انشقاق یعنی پھٹنے کا حکم تکوینی ہے، اور حکم تکوینی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دل نہ ہو بلکہ جب کسی کام کے ہونے پر اللہ تعالیٰ شانہ کی مشیت واقع ہو جائے تو حقوق سے بلا اختیار فوراً اس کا وقوع ہو جائے، (قولہ لربها آئی لامر ربها) ”وَ حَقَّتْ ۖ“ اور وہ اسی لائق ہے یعنی آسمان بوجہ مکحوم قدرت ہونے کے اسی لائق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی چیز کا حکم

۱ قوله على الارائك، يعني ضحاكون کی ضیر سے بھی حال ہو سکتا ہے اور یعنی نظر و حوالہ ثانی (مظہری)

۲ قوله هل ثبوت، فعل محفوظ کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، ای یقول بعض المؤمنین بعض هل ثبوت اخ

قوله ما كانوا بالغ ي منصوب بنزع الخافض بھی ہو سکتا ہے ای مقا کانوا بالغ

تکونی ہو تو فوراً اس کا وقوع ہو جائے۔ (ای خَلَقَ لَهَا الْأَنْقِيَادُ، یعنی اس کے لیے انقیاد و اطاعت ہی لائق و ثابت کر دی گئی، اس کو بالفاظ دیگر اسی طرح کہا گیا کہ وہ اسی لائق ہے یعنی وہ انقیاد و اطاعت ہی کے لائق ہے۔)

”وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَثٌ“^۲ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی یعنی محشر کے دن یہ زمین رہ بڑیا چڑھے کی طرح کھینچ کر بڑھادی جائے گی، لہذا اپنی موجودہ مقدار سے بہت زیادہ وسیع ہو جائے گی، تاکہ اس پر سب اولین و آخرین سماج سیکھ سکیں۔ (اور حشر اسی زمین پر ہو گا اور ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہو گی جس پر اس کے پاؤں آ جائیں) ”وَالْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ“^۳ اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی یعنی مردوں اور خزانوں کو باہر اگل دے دی اور سب مردوں وغیرہ سے خالی ہو جائے گی۔ ”وَأَذَّنَتْ لِرَبِّهَا وَحْقَتْ“^۴ اس کا ترجمہ و تشریح مثل سابق ہے، اب شرط پوری ہونے کے بعد جزا محفوظ ہے ای لقی انسان عَمَلَهُ اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا (یعنی اپنے اعمال کے مطابق جزا اسراپائے گا، جیسا کہ آگے ارشاد ہے)

النَّعَاتُ إِنْشَقَقَتِ الْفَعَالُ (انشقاق) ماضی واحد مؤنث غائب، بمعنى پھٹنا، شق الشیع (ان) شقا: پھٹانا، أَذَّنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، أَذَنَ لَهُ وَالْيَهُ (س) أَذَنَا: سَنَّا مُحَقَّقَتْ (ان) ماضی واحد مؤنث غائب، حَقُّ الامر (ان) حَقَّا وَحْقُّوْقًا: ثابت ہونا، حَقَّ بکذا: وہ اسی کے لائق ہے مُدَثٌ (ان) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ”کھینچ کر بڑھادی جائے گی“ مَدَ الشیع (ان) مَدَا: بڑھانا، کھینچنا، الْقَتْ (فعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اگل دے گی، ذال دے گی، الْقَى الشیعی القاء: ذالنا، پھینکنا تَخَلَّتْ (تفعل) (تخلی) سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، بمعنى خالی ہونا، مادہ خلو ہے، خلا (ان) خُلُّوا وَخَلَاء، خالی ہونا۔

تَرْكِيبٌ إِذَا السَّمَاءُ اِنْشَقَقَتْ وَأَذَّنَتْ لِرَبِّهَا وَحْقَتْ... إِذَا ظَرْفِيَ مُتَّسِمُنْ بِعَنْيِ الشَّرْطِ مُغَافَفُ السَّمَاءِ اس سے پہلے فعل محفوظ ہے ای اذا انشقت السماء انشقت کیونکہ اذا شرطیہ کا دخول بصیرتیں کے نزدیک فعل کے ساتھ خاص ہے، انشقت السماء فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ (اور دوسرا انشقت پہلے کی تفسیر ہے) (الحال لها) واؤ عاطفہ أَذَّنَتْ فعل (ای استئماث و طاعت) ضمیر ہی فاعل لِرَبِّهَا اس کے متعلق (ای لام فر ربها) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) واؤ حرف عطف حَقَّتْ فعل، ضمیر نائب فاعل (ای خَلَقَ اللَّهُ عَلَيْهَا سَمَعَهَا

۱۔ یعنی ہلوق خواہ لکنی ہی بڑی اوپنی مضبوط اور سکلم ہو مگر خالق کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں لہذا آسمان کو بھی سمجھی لائق ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کے سامنے سرجھا دے اور مجبور ہو کر رہ جائے، اب غور کیجئے کہ جب آسمان جیسی ہلوق کا یہ عالم ہے تو انسان کا کیا عالم ہو گا، وہ اپنے پروردگار کے عمل اور قوت سے بھی کر کھا جاسکتا ہے۔

۲۔ زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے اور دفینے ہیں مثلاً لوبہ، سونا، چاندی، جست، الموشم، کولک، چوتا، پتھر، پانی، مٹی کا تمل، پڑوں، گندھک، ہیرے اور خدا جانے کیا کیا، لاکھوں سال سے انسان کھود رہا ہے اور آئئے دن ایک تین چیزوں کا سراغ ملتا ہے کیا عجیب سا ہو گا جب زمین یا کا یک ان چیزوں کو کمال کر باہر ذال دے گی۔

و طاعتها یا خُل لھا الانقیاد، یا خُل لھا السمع والطاعة) فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف (فی محل جر) (بعض حضرات نے خُل کو جملہ مفترضہ بھی مانا ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَثٌ وَالْقَتْمَانٌ فَمَا فِيهَا وَتَخْلَقُتْ وَأَذْنَتْ لِرِبِّهَا وَخُلَقَتْ ... وَأَوْحَى عَطْفٌ إِذَا ظَرْفَهُ مَضَافٌ
مُتضمِّنٌ بِمَعْنَى الشَّرْطِ الْأَرْضُ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَنَابِيْتُ فَاعْلَمُ آئِيْتُ الْأَرْضُ مُدَثٌ، فَعْلٌ اپنے نائب فاعل سے مل کر
معطوف علیہ، (فی محل جر) اور دوسرا (مُدَثٌ) پہلے فعل کی تفسیر ہے، وَأَوْحَى عَطْفٌ إِذَا ظَرْفَهُ مَضَافٌ، ضمیر ہی فاعل ما اس
موصول فیها، جاری مجرور ظرف مستقر ہو کر صلة، اسم موصول اپنے صلة سے مل کر مفعول ہے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے مل کر
معطوف علیہ معطوف وَأَوْحَى عَاطِفَةً تَخْلَقَتْ فعل، ضمیر ہی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَأَوْحَى عَاطِفَةً
أَذْنَتْ لِرِبِّهَا وَخُلَقَتْ، حسب سابق مل مل کر معطوف، معطوف علیہ اول (مدت الارض) اپنے معطوفات سے مل کر مضاف
الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف (یعنی اذا السماء الخ پر عطف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر
ظرف ہوا اپنے جواب محفوظ کا جس پر فحلا قینہ وال ہے آئی لقی الانسان عملہ پھر یہ جملہ ابتدائیہ ہو جائیگا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رِبِّكَ كَذَّحَا فَمُلِقِيْهِ ۝ فَآمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتْبَةً بِيَمِيْنِهِ ۝

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جاتے گا۔ تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے وابستے ہاتھ میں ملے گا۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَ يَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَ آمَّا مَنْ أُوْتِيَ

سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی

كِتْبَةً وَرَأَءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۝ وَ يَصْلِي سَعِيدًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پیغمبر کے پیغمبر سے ملے گا۔ سو وہ موت کو پارے گا۔ اور جہنم میں داخل ہو گا۔ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش

۱۔ اعراب القرآن میں ہے اغْلَمَ آنَّ الْفَاعِلَ فی هَذَا التَّرْكِيبُ هُوَ اللَّهُ تَعَالَیٰ آئی خُل لھا علیہا ذلک ای سمعۃ و طاعۃ، واجاز البیضاوی

آؤ بکون نائب الفاعل ہو ضمیر السماء المستكِن فی الفعل میں غیر تقدیر و نص عبارت عوْنَقَتْ ہای جملہ حقیقت بالاستماع والانقیاد۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ اذا السماء انشقت العل فعل محفوظ اذ کمز کا مفعول ہے، بعض کہتے ہیں کہ جواب شرط محفوظ بیوشنم ہے یا علمت النفوس

اعمالہ ہے (وانما خذف تنبیہا علی آنہ لا یحيط به الوصف ولینہب المقدر کل مذهب ممکن) (اعراب القرآن) و قیل جواب الشرط مذکورہ ای قول یہا ایسا انفع و قیل قول مفہوما من الخ و قیل فحلا قید

خوفہ و القَتْمَانُ مافیها و تخلَّقَتْ، یہاں استعارہ مکنیہ ہے کہ زمین کے حال کو حاملہ عورت کے حال سے شبیہ دی گئی کہ جو شدت ہوں سے اپنے محل کو ڈال دیتی ہے پھر مشہہ پر کو حذف کر دیا گیا اور زمین کے حال کے لئے لفظ القاء کو مستعار لے لیا گیا اسی طرح وَأَذْنَتْ لِرِبِّهَا وَخُلَقَتْ میں بھی استعارہ مکنیہ ہے کہ آسمان کے حال کو اطاعت شعاری و فرمائی میں نہایت فرمائی بردار شخص کے حال سے شبیہ دی گئی پھر مشہہ پر کو حذف کر دیا گیا اور اس کے لئے لفظ اذن کو مستعار لیا گیا۔

مَسْرُورٌ أَنَّهُ فَلَنَ يَحُوزَ بِلَئِنَ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۱۶

خوش رہا کرتا تھا اس نے خیال کر کھاتا تھا کہ اس کو لوٹانی نہیں ہے۔ کیوں نہ دتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

شرح اقبل میں جزائے مخدوف لقیٰ انسان عَمَلَہ کے تحت بتلایا گیا تھا کہ انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا وزرا پائے گا، اب ان آیات کے اندر اسی مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں فرمایا: **إِنَّهُمَا** **الْأَنْسَانُ أَنَّكَ كَادِحٌ إِلَيْ رَبِّكَ كَذَ حَافِلٌ قِيَمِهِ** ۱۷ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جاتے گا۔ کادھ اس فاعل کذھ سے مشتق ہے بمعنی کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، اور الی ریک سے مراد ہے الی لقاء ریک، مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے یعنی موت تک کام میں کوشش کر رہا ہے، یعنی دنیا کے اندر کوئی آدمی نیک کام میں دوڑھوپ کر رہا ہے اور کوئی برے کام ہیں۔

پھر فرمایا: **فَمُلْقِيَهُ** اس ضمیر کا مرجع کذھ بھی ہو سکتا ہے اور مضاد مخدوف ماناجائے ای ملاقي جزا الکدھ یعنی انسان آج جو دنیا میں کوشش و کمائی کر رہا ہے کل اپنے رب کے پاس پہنچ کر اس کوشش و کمائی کی جزا و مزا اور اعمال کے اچھے یا بے نتائج سے جاتے گا۔

آج جو کچھ ہوئے گا کائے گا کل ☆ تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع رب ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہر انسان آخرت میں اپنے رب سے ملنے والا ہے اور حساب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے (رہا ملاقي صیغہ اسم فاعل کی ضمیر مستتر کا مرجع تو وہ انسان ہے) آگے جزائے اعمال کی تفصیل ہے ”فَأَمَّا مَنِ اؤْتِيَ كِتْبَةً بِسَيِّنَهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حَسَابًا تَسْيِيرًا“ ۱۸ اس آیت میں مومنین کا حال مذکور ہے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاندھ میں ملے گا سواس سے آسان حساب لیا جائے گا معلوم ہوا کہ مومن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور آسان حساب کے مختلف مراتب ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے سامنے صرف پیشی ہو جائے، اس میں بحث و مناقشہ اور ہر بات پر باز پرس نہ ہو، اور یہ معاملہ غیر معذبین کے ساتھ ہو گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللهم حاسِبِنِی حسَابًا يسِيرًا، يَا اللَّهُ مُجَاهِي سے آسان حساب لیجئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس حساب پر دائی

۱۔ کوئی جسمانی مشقت اٹھا رہا ہے تو کوئی ذہنی، کوئی محل میں بیٹھ کر مشقت اٹھا رہا ہے اور کوئی گلی کو چوں میں، کسی کو حاکم بن کر ذکر کے جملے پڑتے ہیں اور کسی کو حکوم بن کر، کسی کے چہرہ پر غم کی گھنائیں ہیں تو کسی کے چہرہ پر رکی و عارضی مسکراہشیں کوئی اولاد سے پریشان ہے تو دوسرا اولاد نہ ہونے سے الغرض کوئی کسی کام میں اور کوئی کسی کام میں کوشش اور جان کھپار رہا ہے، کل قیامت میں ہر ایک اپنے کئے کا بدل پائے گا الہا وحدی انسان خوش قست ہے جو نیک کام میں تکلیف و پریشانی اٹھائے، ایسے لوگوں کو بے شک آج دنیا میں مشکلات کا سامنا ہے مگر آخرت کا آرام انکا منتظر ہے۔

۲۔ جب آپ ﷺ اس دعا کو مانگ کر فارغ ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے پوچھایا آسان حساب کیا ہے فرمایا صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہ دیا جائے گا جاؤ، ہم نے درکذر کیا، لیکن اے عائشہؓ جس سے خدا تعالیٰ حساب لے گا وہ ہلاک ہو گا۔ (یعنی جس سے باضابط حساب لیا جائے گا وہ برپا ہو جائے گا)

عذاب نہ ہو یعنی خلود فی النار نہ ہو اور یہ عام مومنین کے لیے ہوگا (اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) ہاں جس سے ہر ہربات پر باز پرس اور بحث و مناقشہ ہو گا وہ بری طرح پھنسنے گا اور مارا جائے گا، یعنی کافر، ”وَ يَنْقُلِبُ إِلَى آهُلِهِ مَسْرُورًا ۝“ اور (مومن حساب سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اہل سے مراد یا تو جنت کی حوریں ہیں جو کہ جنت کے اندر اس کی اہل ہوں گی، یا مراد متعلقین، دوست و احباب اور اس کے دنیوی اہل و عیال ہیں جن کو دنیا کی عادت کے مطابق خوش خبری سنانے کے لیے ان کے پاس آئے گا۔ (معارف) ”وَ أَمَّا مَنْ أُوتَ كِتْبَةً وَ رَأَءَ ظَهْرَهُ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوا شُبُورًا ۝ وَ يَضْلُلُ سَعِيدًا ۝“ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیشہ کے پیچھے سے ملے گا سوہہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہو گا۔ یعنی کفار کو ان کا نامہ اعمال پیشہ کے پیچھے سے ملے گا یعنی باعیں ہاتھ میں اور پیشہ کے پیچھے سے ملنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں گی یعنی دونوں بازوں بازو پشت کی طرف موڑ کر جکڑے ہوئے ہوں گے لہذا بایاں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہو گا، دوسری صورت حضرت مجاہد کا قول ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ موت کو پشت کی طرف نکال دیا جائے گا (بيان القرآن) بعض نے موت نے کی شکل یہ بیان کی کہ کافر کے سینہ میں سوراخ کر کے اس کا بایاں ہاتھ اس کے اندر کو نکال کر پشت کے پیچھے باندھ دیا جائے گا۔ فسوف یہ دعوا اخ سوہہ موت کا پکارے گا جیسا کہ مصیبت کے وقت لوگوں کی عادت ہوتی ہے مگر اب موت نہیں آئے گی بلکہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ ”إِنَّهُ كَانَ فِي آهُلِهِ مَسْرُورًا ۝“ اس عذاب کی علت یہ ہے کہ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ ”إِنَّهُ ظَنَّ أَنَّ لَنْ يَحُورُ ۝“ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے یعنی خدا کی طرف لوٹ کر نہیں جانا ہے، کون رب، کس کی واپسی، آگے اس خیال فاسد کا رد ہے کہ ”بَلَّ ۝“ کیوں نہیں یعنی کیوں لوٹنا نہیں، آگے مخدوف ہے لیتھوڑن کیوں کہ ملائیں کے بعد ایجاد کے لیے آتا ہے، وہ ضرور بالضرور لوٹے گا، اور لوٹنے کے بعد سزا بھی ہو گی، کیوں کہ ”إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝“ اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا یعنی انسان کے پورے احوال اس کے سامنے تھے اور انھیں احوال و اعمال کی بناء پر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر اپنی مشیت متعلق کر چکا تھا، اس لیے مرنے کے بعد آخرت میں لوٹنا بھی ضروری ہے اور جزا اوسرا کا سامنا بھی کرنا پڑے گا (لہذا بلى لیتھوڑن معلل ہے اور إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا اس کی علت ہے)

اختیاری مطالعہ

ایک شبہ اور اس کا جواب | إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا کو کفار کی حالت کے ساتھ خاص کیا گیا حالاں کہ ہم تو مومنین کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے بھوپی بھوپی اور اہل و عیال کے ساتھ نہایت خوش و خرم رہتے ہیں، فما الجواب؟ جواب یہ ہے کہ مومنین خوشی اور راحت کے وقت بھی فکر آخرت سے غافل نہیں رہتے، خود قرآن نے ان کا حال بیان کیا ہے کہ: إِنَّا كُنَّا فِي أَهْلَنَا مُشْفِقِين یعنی ہم تو

اپنے الہ و عیال میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا خوف رکھتے تھے، یاد رکھئے خوشی کی دو قسمیں ہیں (۱) بطور تکبر و تعالیٰ کے خوش ہونا۔ (۲) بطور قدرنعم و فکرِ منعم کے خوش ہونا، اول مذموم ہے اور دوم مذموم نہیں۔

لفاظ کادح (ف) اسم فاعل واحد مذکور (کام میں کوشش کرنے والا) کَدْحَ فِي الْعَمَلِ كَذْحَا: کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، (ای جاہد فی عملک اس) مُلْأَقٍ، (مفاعلہ) اسم فاعل واحد مذکور (جاٹنے والا) لقاء لقاء و ملاقاۃ: پانا، ملنے، ملاقات کرنا، مادہ لقیع ہے لقیۃ (س) لقاء و تلقاء: پانا، ملاقات کرنا، اُوچی (افعال) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، اُشی ایتاء، فلانا الشیعی: دینا، مادہ اُنچی، اُشی (ض) اُشیا و اشیانا و اشیا: آنا، قریب ہونا، یہین، دایاں ہاتھ، جمع آیضن و آیمان، میحاسب (مفاعلہ) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، حاسبہ محاسبہ و حساباۃ: حساب لینا۔ حساباً مصدر از باب مفاعلات و نصر، یسیروا آسان، صفت مشہد واحد مذکر از باب سمع و کرم، یسیر الشیع (س) یسرا: آسان ہونا، ویسرا الشیع (ک) یسرا و یسازہ: آسان ہونا، کم اور معمولی ہونا، ینقلب (الفعال) مضارع واحد مذکر غائب، انقلبت انقلابا: واپس ہونا۔ اہله، گھروالے، بال بچے، مجازاً متعلقین پر بھی بولا جاتا ہے جمع اہلوں و اهالی مسروڑا، (ن) اسم مفعول واحد مذکر سر (ن) سزوڑا و مستقرة خوش کرنا۔ وراء (بچھے) اس کے معنی (آنگے، بچھے، سواہ کے بھی آتے ہیں، اضداد میں سے ہے) ظہر و اس جامد (پیشہ) جمع اظہر و ظہر و ظہران، یَذْعُوا (ن) مضارع واحد مذکر غائب، دَعَا يَذْعُونَ (ن) دَعْوَةً وَ دَعْوَةً وَ دَعْوَةً وَ دَعْوَةً پکارنا، طلب کرنا۔ سد فبوراً (موت، ہلاکت) باب نصر کا مصدر ثبتر فلان (ن) ثبڑا و ثبڑا، ہلاک ہونا، ثبتر فلانا: ہلاک کرنا، (لازم و متعدد) یصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب، (سورہ الفطار میں بقیہ تحقیق گذر جکی ہے) سعیدرا، (جہنم) فعل بمعنى مفعول ہے سعر الناز (ف) سفررا: آگ جلانا، سعیدرا کی جمع سفر، ظلی (ن) ماضی واحد مذکر غائب، (بقیہ تحقیق سورہ التطعیف میں) لن یخوز (ن) واحد مذکر غائب حار (ن) حوزا، لوٹنا۔ بیلی دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو فی ما قبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت مذکورہ میں، دوسرے اس استفہام کے جواب میں جو فی پر

۱۔ کادح کے ایک معنی اور بھی ہیں اور اس وقت وہ متعدد ہو گا جیسے کادح و جنہ فلان (ف) کسی کا منہ نوچنا، اور پیان کردہ معنی میں وہ لازم ہے۔ قوله

کادح الی رسکائی الی لقاء ارتکد

۲۔ مجرد میں اس طرح استعمال ہے تحسیب المآل (ن) جستا و جستباً: مآل وغیرہ کا حساب کرنا، شمار کرنا، تحسیب الشیع (س) جنسیانًا: گمان کرنا، تحسیب الانسان (ک) تحسباً: شریف النسب ہونا، ہو تھیں جمع جستباً۔

۳۔ ظلت (ض) ظلباً: پلٹ دینا، لوادھنا، بیچنا، کاپ کرنا۔

۴۔ شتر سزوڑا (ن) خوش ہونا، صفت منزوق آسٹرہ اسرازا (افعال) خوش کرنا۔ (یعنی اگر خوش ہونے کا مفہوم و معنی ادا کرنا ہو تو مجہول کا صیغہ لائیں گے اور اگر خوش کرنے کا مفہوم ادا کرنا ہو تو معروف کا صیغہ لائیں گے)

۵۔ دعای اللہ لانی بصلة لام: کسی کے لئے خیر کی دعا کرنا، عقلی فلان بصلة غلی کسی کے لئے بدعا کرنا۔

واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے الیس زید قائماً، یا استفہام تو نئی ہو جیسے ای حسب الانسان ان لئے جمع عظامہ بلی قادرین علی آن نسوی بنانہ، یا استفہام تقریری ہو جیسے السُّتُبُری کم قالوا بلی شہدنا، دعم اور بدل میں فرق یہ ہے کہ بلی اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو فی کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور نعم مطلق استفہام کے جواب میں آتا ہے، اور ما قبل کی تصدیق کرتا ہے، جیسے اجاءَ زیدُ، نعم ای جاء، آماجاءَ زیدُ، نعم ای ما جاء۔ بصیرًا (ک) اسم فاعل، بصر (ک) بصرًا و تصارَةً، پینا ہونا، با بصیرت ہونا، بصیر جمع بصراءَ۔

ترکیب آیا ایسا الْإِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِخُ إِلَى رَتِيكَ كَذَحَا فَمُلَاقِيهِ... یا حرف ندا، آئی مبنی علی الضم محسوب، موصوف یا مبدل منه ها برائے تعبیریه بعوض مضاف الیہ، الْإِنْسَانُ، صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منه اپنے بدل سے مل کر منادی، ای حرف مشہہ بالفعل کاف ضمیر اس کا اسم کادیخ صیغہ اسم فاعل ای رتک متعلق، کذحا مفعول مطلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ فی عاطفہ ملاقيہ شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (محل رفع میں) (ملاقيہ کی ضمیر کا مرتعج یا تو گذخ ہے مضاف کی تقدیر کے ساتھ ای جزا، کدحہ جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے، یا پھر اس کا مرتعج زب ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشہہ بالفعل کی خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (لا محل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا، (تفسیر مظہری میں ہے وجملہ یا ایسا الْإِنْسَانُ مستانفہ لل وعد والوعید۔ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كَثِيْرَةً بِيَوْمِيْنِهِ فَسَوْفَ يُحَايِسَ حَسَانًا يَسِيرًا وَيَنْقُلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَشْرُورًا... فَإِنْ اسْتَيْنَا فِيْرَ (اعراب القرآن) آمَّا حرف شرط و تفصیل میں اسم موصول اوتی فعل مجهول، ضمیر نائب فاعل کتبہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ بیمینہ متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صلة، اسم موصول مع صلة کے مبتدا (جو کہ شرط کے مشابہ ہے، بناء بریں خبر پر فاصل ہے جو کہ قائم مقام جزا ہے) فیام رابطہ برائے جواب آمما سوف حرف استقبال یعنی محسوب فعل مجهول، ضمیر هو نائب فاعل حساناً یسیراً، مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ، یَنْقُلِبُ فعل، ضمیر هو ذوالحال الی اہله یعنی متعلق کا متعلق، مَشْرُورًا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل (ضمیر هو مستتر) سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، (جو کہ بمنزلہ جزا ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وآمما مَنْ أُوتِيَ كَثِيْرَةً وَرَاءَ ظَهِيرَةً فَسَوْفَ يَدْعُوْ ثُبُورًا وَيَضْلُلْ سَعِيرًا... آیت مذکورہ کی طرح ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَشْرُورًا إِنَّهُ كَلَّا أَنْ لَئَنْ:

۱۔ یہ جملہ معطوف علیہ بھی ما جاسکتا ہے اور ما بعد معطوف یعنی فاما مَنْ اُوتِيَ الخ اس وقت فاما مَنْ اُوتِيَ الخ کی قاء عاطفہ تفریجیہ ہو گی (اعراب القرآن و مزدوج بیان) قولہ فملاقيہ یہ مبتدا محدود آئش کی خبر بھی ہو سکتا ہے اب اس جملہ کا عطف ایک کادیخ پر ہو گا ای عطف الجملہ علی الجملہ اور ہمکی فعل میں مطلق المفرد علی المفرد ہو گا۔

یخوڑ ائے حرف مشہب بالفعل ہا ضمیر اس کا اسم کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، فی اہلہ، مشروڑا کا متعلق مقدم، مشروڑا شبه فعل، ضمیر ہونا سب فاعل، شبه فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر فعل ناقص مع اسم خبر کے حرف مشہب بالفعل کی خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ تعلیل یہ ہوا (الاچل لہا) (یہ اپنے متصل ماقبل آیت کی تعلیل اول ہے) ائمۃ ظن ائمۃ ظن ائمۃ ظن حرف مشہب بالفعل ضمیر منصب متصل اس کا اسم ظن فعل، ضمیر ہو فاعل، آن مخففہ من المثلثہ ضمیر شان اس کا اسم (ای ائمۃ) آن یحوار فعل فاعل ہو کر آن مخففہ کی خبر (حالت رفعی میں) آن مخففہ اپنے اسم خبر سے مل کر ظن کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشہب بالفعل کی خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ تعلیل یہ ہوا (یہ تعلیل ثانی ہے) کہلی ائمۃ تکان پہ بصیرا۔ پہلی حرف ایجاد (ای لایجاد ما بعد النفي) ائی پہلی آئیت میں آئی بر جع الی اللہ، یہ معلل ہے اور ائمۃ رئیہ ائمۃ آئی لائے رئیہ ائمۃ تعلیل ہے، ائمۃ حرف مشہب بالفعل، رئیہ مرکب اضافی ہو کر اس کا اسم، کان فعل ناقص، ضمیر ہو اس کا اسم، بہ متعلق مقدم بصیرا کے، بصیرا صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر خبر فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشہب بالفعل کی خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ تعلیل یہ ہوا (الاچل لہا)

فَلَا أُقِسْمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝ وَ الْقَمَرِ إِذَا أَتَسَقَ ۝ لَتَرَ كُبُّ طَبَقًا عَنْ

سویں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کورات سمیت ہیں ہے اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے ۰ کہم لوگوں کو ضرور ایک حالت

طبقہ ۶

کے بعد دوسری حالت پر پہنچتا ہے ۰

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھاتا کہ انسان کو پھر اس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا کچھ ذکر پہلے ائمۃ کا دخالی ریتک کڈھا فملائقہ میں آجھا ہے، تفسیر طاحظہ فرمائیں: ”فَلَا أُقِسْمُ بِالشَّفَقِ ۝“ سو بعث بعد الموت تحقق ہونے کی بناء پر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی شفق وہ سرخی ہے جو آفتاب غروب ہونے کے بعد افق مغرب میں نمودار ہوتی ہے۔ ”وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝“ اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کورات سمیت کر جمع کر لیتی ہے وہ شکانوں پر سست کر جمع ہو جاتے ہیں، ”وَ الْقَمَرِ إِذَا أَتَسَقَ ۝“ لور قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ اتسق کا ماذہ بھی وہ شکنی ہے جس کے معنی جمع کرنے اور سیٹنے کے ہیں۔ لہذا قمر کے اتساق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو جمع کر لے اور روشنی جمع کھل طور پر جب ہوتی ہے جب وہ بدر یعنی پورا چاند بن جائے اور یہ چودھویں رات میں ہوتا ہے لہذا یہاں مرادی ترجمہ کیا گیا ہے کہ ”جب وہ پورا ہو جائے“ ”لَتَرَ كُبُّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝“ کہم لوگوں کو ضرور

ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے مثلاً دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے گذر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر احوال برزخ، پھر احوال قیامت، الہذا حساب کتاب اور پھر اعمال کی جزا اور زماں سے ضرور واسطہ پڑے گا۔ (لَتَرَكَبَنَ رُكوب سے مشتق ہے بمعنی سوار ہونا۔ یعنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے ملنا، اسی کو اس کے مرادی معنی پہنچنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور عنْ چوں کہ بعد کے لیے بھی آتا ہے الہذا عبارت ہو گئی طبقاً کائنتاً بعد طبق۔ اب عن طبق کا معنی ہوا ایک حالت کے بعد، اور طبقاً عن طبق کا پورا ترجمہ ہو گا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) واضح رہے کہ یا ایہا الانسان انک کادم الخ میں جس انسان کو خطاب تھا، اور لَتَرَكَبَنَ میں جمیع افراد کو خطاب ہے۔

مناسبت میں اقسام واجواب اقسام اور جواب قسم میں مناسبت اس طرح ہے کہ جیسے رات کے احوال مختلف ہوتے ہیں کہ اولاً شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات ہو جاتی ہے تو سب سوچاتے ہیں پھر ایک رات دوسری رات سے قمری روشنی میں مختلف ہوتی ہے تو یہ سب مشابہ ہے اختلاف احوال بعد الموت کے نیز جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے تو اسی طرح موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے پھر برزخ میں پھرنا مشابہ ہے لوگوں کے سورہ نے کہ، اور چاند کا پورا اور روشن ہونا مشابہ ہے حیات کے، بعد فناۓ عالم کے۔

لغات فلا أقسىم (اس کی تحقیق سورہ تکویر میں گذر چکی ہے) الشفق (ام ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ شفتق آسمان کی وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی ہے، بعض نے کہا کہ وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے، جمع آشواق، امام راغبؒ نے فرمایا ہے کہ غروب شمس کے وقت دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کی باہمی آمیزش "شفق" ہے، بغرض اختصار مزید اقوال بیان کرنے کو ترک کر رہا ہوں لَمَّا اللیل رات، جمع لیالی، وَسَقَ (ض) ماضی واحد مذکور غائب، وَسَقَ الشیع (ض) وَسَقَا: سیننا، جمع كَرَنا، الْقَمَرٌ چاند، جمع أقمار، (تیری تاریخ سے (قاموس) یا تیری تاریخ کے بعد سے آخر ماہ تک کا چاند إِلَسْق (افتغال) ماضی واحد مذکور غائب، إِلَسْقَ الْقَمَرِ ایتساقاً: چاند کا پورا ہونا، (مراد بدر بن جانا، بیان القرآن) مادہ وَسَقٌ ہے جس کی تحقیق ابھی ابھی گذری ہے، بمعنی اکٹھا کرنا، اور روشنی اسی وقت اکٹھی ہوتی ہے جب چاند پورا ہو جائے اس لئے إِلَسْق میں مرادی معنی کروئے گے، (اس کی اصل اوتیسق ہے تائے افتغال سے پہلے فاءٰ کلمہ واؤ واقع ہوا اس کوتائے افتغال سے بدلت ادغام کر دیا) لَتَرَكَبَنَ لام تا کید بانوں تا کید لثقلیہ، باب سمع سے مضارع معروف جمع مذکور حاضر، رَبِّ الشیع وعلیہ وفيه (س) زُكُوتاً و مَرْكَباً: سوار ہونا، (المراد بالرکوب الملاقاۃ) (لَتَرَكَبَنَ کی اصل لَتَرَكَبَنَ تھی، نون جمع کو چند نون جمع ہونے کی بناء پر حذف کر دیا، پھر واو کو بوجہ اجتماع ساکنین (واو اور نون اول) حذف کر دیا (جلالین)

۱۔ قولہ الشفق شفیق (س) شفیقاً: مہربان ہوتا۔

۲۔ قولہ القمر قمر (ن) قمرًا: فخر یا کسی کے مقابلہ میں غالب آتا، شاید چاند کو قرار لئے کہتے ہیں کہ اس کی روشنی ستاروں کی روشنی پر غالب آتی ہے پھر دو یا تین ستاروں کے چاند کو بحال کہتے ہیں۔

طبق اسم بمعنی حال، درجہ، حالت، طبق دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا کہ جو دوسرے حال کے مطابق ہو، یہاں یہی معنی مراد ہے، علمائے لغت کی ایک جماعت طبق کو طبقہ کی جمع بتلاتی ہے، اور بعض کے خیال میں یہ اسم جس جمی ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے (القاموس الوحید میں اس کی جمع آطباق و طباق لکھی ہے) (اسم جس جمی وہ ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد و جمع میں تاکی وجہ سے امتیاز ہو یا یا نسبتی کی وجہ سے جیسے تمرکہ اس کا واحد ثمرہ ہے اور روم مشبه جمع کہ اس کا واحد و منش ہے بمعنی رو میوں میں کا ایک۔

ترکیب فَلَا أُقِيمُ بِالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ إِذَا اسْقَى لَتَرَكِينْ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ... فَاءٌ تَفْرِيعِهِ يَا فِصِحَّهُ أَئِ إِذَا تَحَقَّقَ الرَّجُوعُ بِالْبَعْثَ (اعراب القرآن، روح المعانی) دوسرے قول یہ ہے کہ فاء استیننا فی بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لازم کندہ اُقِيمُ فعل ضمیر ادا فاعل با حرفا جر الشفق معطوف عليه و او حرفا عطف اللیل معطوف عليه معطوف و او عاطفة ما وسق اسم موصول مع صلبه کے معطوف عليه معطوف و او عاطفة القمر معطوف تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اقسام کے متعلق اذا ظرفی مضاف السق جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ہو کر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف مخدوف کا، آئی عظمۃ القمر کیونکہ کسی چیز کی قسم کھانا اس چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم لترکین اخ لام قسمیہ، ترکین فعل ضمیر و او فاعل طبقاً موصوف عن طبق امتعلق مجاوزاً یا کائن کے ہو کر صفت (آئی طبقاً مجاوزاً طبق آئی حالاً بعد حال، عن لفظ بعد کے متراوف ہو کر بھی استھان ہوتا ہے اس وقت ترجمہ ہو گا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ لے، فعل اپنے فاعل اور مفعول پہ سے مل کر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ یا شرط مقدار کی جزا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۚ بَلِ الَّذِينَ

سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے • اور جب ان کے رو برو فستران پڑھا جاتا ہے تو نہیں جیکتے • بلکہ یہ

۱. **النحوانہ:** ھولہ طبقاً عن طبق، عن تین قسم پر ہے، اول یہ کوہ حرفا جر ہے اور اس کے دس معانی ہیں، (۱) برائے مجاوزت جیسے زمیث السہم عن القوس (۲) برائے بدل جیسے واتقوایو ما لا تجزی نفس عن نفس شینا، (۳) برائے استعلاء جیسے فائماً يسْخَل عن نفسه، (۴) برائے تعیل جیسے و ما کان استغفار ابراہیم لأبیهِ الائَّ عن مَوْعِدَةٍ، (۵) لفظ بعد کے متراوف جیسے لترکین طبقاً عن طبق، (۶) برائے ظرفیت، (۷) لفظین کے مراد جیسے هو الذی يقبل التوبۃ عن عبادہ، (۸) برائے استعانت جیسے رمیث عن القوس، (۹) زائد جو کر دوسرے گن کے موجود ہونے کی بنا پر مخدوف ہو گا، (۱۰) باء کے معنی میں جیسے وما ينطوي عن الہوی ای بالہوی، دوسرے معنی عن کے یہ ہے کوہ حرفا مصدری ہے اسی وجہ سے نہیں آنچہ جنہیں آن تفعل کہتے ہیں، تیرے سنتی یہ ہے کوہ جانب کے جنی میں ہوتا ہے جیسے هدایۃ الخویں ہے میں عن یمنیہ ای عن جانب بالخ یا پھر عن طبقی ظرف مستقر ہو کر لترکین کی ضمیر سے حال آئی لترکین طبقاً مجاوزین طبقی اور کائنین بعد طبی۔

**كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٦﴾ وَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوَعِّدُونَ ﴿٧﴾ فَبَشِّرُهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ
کافر بلکذب کرتے ہیں ۔ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں ۔ تو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے ۔ لیکن جو لوگ**

أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاختِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٩﴾

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ۔

تشریح ماقبل میں غافل انسان کو نہایت واضح انداز میں سمجھایا گیا تھا کہ موت کے بعد مختلف احوال سے دو چار ہونا پڑے گا، لہذا جب قیامت کے دن ان کا یہ حال ہو گا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خوف کرتا اور ایمان لے آتا مگر نہ جانے ان کو ہوا کیا، کہ ایمان نہیں لائے فرمایا：“فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾” سوان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکے عناد کی حد یہ ہے کہ ”وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿١١﴾“ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے یعنی اطاعت و فرماں برداری نہیں کرتے یہ سجدوں کا مصدر سجود اور سجدہ ہے، اور اس کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں، کنایتہ اطاعت کرنا مراد ہوتا ہے۔ لا یسجدون میں سجدہ سے سجدہ اصطلاحی مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت و فرماں برداری کرنا مراد ہے ۔

”بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٦﴾“ بلکہ یہ کافر بلکذب کرتے ہیں یعنی بجائے سرتسلیم ختم کرنے کے لیے کافر لوگ قرآن کی الٹی بلکذب کرتے ہیں۔ ”وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوَعِّدُونَ ﴿٧﴾“ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (یعنی اعمال بد کا ذخیرہ) ”فَبَشِّرُهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾“ لہذا جب ان کم بختوں کا یہ حال ہے تو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خرد بیجئے (بیشیر بشیر سے بنائے اور بشیر کے معنی اچھی خبر سنانے کے ہیں مگر یہاں بطور تہکم واستہزا بری خرد یہ کوچاڑا بشیر فرمایا، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے تحیۃ بینهم ضرب و جیسے انکا آپس کا سلام درد انگیز ضرب ہے۔ لیکن اہل ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ ارشاد ہوتا ہے ”إِلَّا الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاختِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٩﴾“ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کے لیے ایسا جر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔ یعنی آخرت میں انکو ایسا اجر ملے گا جو کبھی موقوف اور ختم نہیں ہو گا۔

فائدہ جہبور محدثین کے نزدیک ایمان امورِ ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ہے، تصدیق بالجہان، اقرار بالسان، عمل بالارکان، اور آیت میں و عملوا الصلحت کے اندر عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں ہے بلکہ سب کے طور پر ہے کہ اعمال صالح کے سب ان کو ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ملے گا (بيان القرآن)

لغات لا یومنون (افعال) سے مضارع منقی جمع مذکر غائب، آمن بہ: ایمان لانا، یقین کرنا، آمن فلانا: اس ان اگر اس سے اصطلاحی سجدہ مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہو سکتا اور سلف و خلف میں کوئی اس کا تاکل نہیں۔

دینا، پارہ ۲۸ سورۃ الحشر میں مومن اسی سے ہے جو کہ اسماء حسنی سے ہے۔ القرآن مصدر از باب فتح، اللہ کی کتاب کا خاص نام جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر تازل ہوئی، ویگر کتب سماویہ کا نام قرآن نہیں (مزید تحقیق در جنوم الحواشی: ص ۸) لا یسجدون (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، سجدة (ن) سجوداً: زمین پر پیشانی رکھنا، سرجھانا، لکھرنا، (ن) ماضی معروف جمع مذکر غائب، کفر (ن) کُفُرًا وَكُفُرًا: کافر ہونا، کفر کرنا، یُکَفِّرُونَ، باب تفعیل سے مضارع ثابت جمع مذکر غائب، کَذَبَ فُلَانًا: جھلانا، (مجرد کا استعمال گذر چکا) أَعْلَمْ (س) اسم تفضیل واحد مذکر، علیم (س) علماً: جانتا یو یو یو (اعمال) مضارع ثابت جمع مذکر غائب، آوغی الشیعیۃ ایضاً: محفوظ کرنا، جمع کرنا، ذہن میں رکھنا، وغیری یعنی (ض) وَعَیَّا الشیعیۃ: برتن میں جمع کرنا، الحدیث: بات یا حدیث کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں رکھنا، (در اصل یو یو یو یو تھا، ضمہ یا پر لٹکیل ہونے کی بناء پر یاء کو ساکن کر دیا گیا اور ضمہ ماقبل کو دیدیا اس کی حرکت زائل کر کے، پھر یا کو بوجہ التقاء سا کئیں حذف کرو یا) بَقِيرٌ (تفعیل) امر واحد مذکر حاضر، بَشَرٌ بکذا تبشيراً: خوشخبری دینا، یہاں بطور تہکم واستہزا بربی خبر دینے کو مجاز ابتدیہ فرمایا اللہ عز وجل اب تغذیب (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، وکھ، عذبتہ: عذاب دینا، آئیہم بروز فعال ہے اور یہ مولیم اسم فاعل کے معنی میں ہے تکلیف دینے والا، مشتق من الایلام باب افعال) تکلیف دینا، الہذا عذاب الیم کا ترجمہ ہوگا، تکلیف دینے والا عذاب، در دن اک عذاب، (مزید تحقیق در اختیاری مطالعہ)

الصلیخت (اچھے عمل) باب فضو کرم سے اسم فاعل جمع مؤنث، صلح (ن، ک) صلاحاً وصلوةً: ٹھیک ہونا، نیک ہونا، اچھو ٹواب، بدلمہ، جمع اجھوں، اچھو فلاناً علی کذا (ن) آچھراً اوأَجْحُورًا: مزدوری دینا، آچھر اللہ عبیدہ: اجر دینا، شیئر سوائے، نہیں، تفصیل در ”مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات“ ہمیون (ن) اسم مفعول واحد مذکر، (مضاعف ثلاثی) مَنْ الشیع (ن) مَنْا: کامنا، کم کرنا، الہذا غیر ممنون کا ترجمہ ہوا جو کبھی کم نہ ہو، اس کو کامنا جائے۔ (مَنْ کے دوسرے معنی ہیں احسان کرنا)

۱۔ بَشَرٌ (ن) بَشَرًا: خوش ہونا، بکذا بخوبی کرنا، بتبشیرہ (س) بَشِّرٌ: خوش ہونا، بکذا بخوبی، ہو بتبشیرہ، ہی تبشيرہ جمع بشارہ۔

۲۔ عذب فلانا عن الشیع (ض) عذبیا: روکنا، بذر کھنا، شیخ ابوالطیب الائشاق سے ناکل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں عذب سے مخوذ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں الہذا عذاب کو عذاب بایس مناسبت کہتے ہیں کہ وہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور آب شیریں کو عذب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیاس کروک دیتا ہے۔

۳۔ قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ صالحات نیک عورتوں کے لئے مستعمل ہے ارشاد ہے فالصلحت قانتات باقی تمام مقامات میں اس کے معنی نیکیوں کے ہیں۔ اور اسی معنی میں اس کا استعمال غالب ہو گیا الہذا ب غالب یہ کسی موصوف کی صفت واقع ہونے میں اسی جامد کی طرح ہو گیا اور اس صورت میں اس کا لف لام اسم موصول کے معنی میں بھی نہ ہو گا، بلکہ جنسی ہو گا، مگر جنس کے جملہ افراد مراد نہیں کیوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو نیک اعمال کے ہر ہر فرد کو بجالائے یعنی نماز، روزہ، حج، عمرہ، صدقہ خیرات، صلواتی وصف اخلاق، اطعام طعام و ایسا مذکوہ وغیرہ وغیرہ۔

تركيب فَتَالَّهُمْ لَا يُوْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ لَا يَسْجُدُونَ... فَأَفْسِحْ (اعراب القرآن، اعراب القرآن وصرفه وبيانه) اور شرط مقدر ہے ای: إذا كان حالهم يوم القيمة كما أشير (روح المعانی) ما اسم استفهام (برائے تعجب) بمعنی آئی شیعی مبتدا (ای شیعی لهم حال کونہم غیر مومنین آئی شیعی یعنیهم من الایمان بالله تعالیٰ ورسولہ وما جاء به) امر حرف جر هم ذوالحال (وهو قی حکم المفعول) لا یومنون جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل نصب میں) واو حرف عطف إذا ظرفیہ متصمن بمعنی الشرط مضاف، قریئ فعل مجہول علیہم قریئ کے متعلق القرآن نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر شرط اور یہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا لا یسجدون کا (لا یسجدون ای لا یخضعون) (قولہ لا یسجدون لا محل لها جواب شرطی غیر جازم) پھر شرط و جزال ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال یعنی هم ضمیر سے حال، اور عامل اس کے اندر معنی فعل ہے آئی ما یضنون، (تفسیری مظہری) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ثبت مخدوف کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط مقدر کی جزا (الا محل لها) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا تھی ہوا۔ (جلالین کے حاشیہ اور روح المعانی کی عبارت سے پڑھ لیا ہے، کہ اس فاء کو عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے) تَلَّهُدِنَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَوْمَعُونَ تَلَّ برائے اضراب انتقالی (ما قبل کے مضمون سے منتقل کرنے کے لئے، ای هم لا یطیعون بل الذین کفروا یکذبون، روح المعانی میں اس طرح ہے وہ انتقال عن کونہم لا یسجدون عند قرأته الی کونہم یکذبون به صریحاً) الذین کفروا، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، یکذبون جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اللہ مبتدا اعلم میغایہ اسم تفضیل (بمعنی عالم اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) با جارہ ما اسم موصول یوں یعنی جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اسم تفضیل کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف لہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متناہہ (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ)

فَبَشِّرْ هُمْ بِعَذَابِ الْيَمِيمِ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ لَهُمْ أَجْزَءُ غَيْرِهِمْ تَعْتَدُونَ فَأَفْسِحْ (روح المعانی اور شرط مقدر ہے ای: إذا كان حالهم ما ذكر في شرطهم) بشیر هم فعل ضمیر انت فاعل، هم ضمیر مشتمل منه با جارہ عذاب الیمیم مرکب تو صیفی ہو کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق بشیر کے، إلا حرف استثناء الذین اسم موصول آمنوا و عملوا الصلخت معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مشتمل متقطع، مشتمل منه اپنے مشتمل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط مقدر اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا تھی ہوا، (فبیشیر کی فاعطفہ برائے ترتیب بھی مانی جاسکتی ہے) لهم متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم (وقدیم للتفصیص) اجر موصوف، غیر ممنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا موخر، مبتدا

اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ متنافہ بیانیہ ہوا (اعراب القرآن و صرف و بیانہ) ۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق انتق الیم کے بارے میں کچھ تو پھر من لغات لکھ دیا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ الیم، اسم مفعول یعنی مؤلم کے معنی میں ہے تکلیف دیا ہوا، لہذا عذاب الیم کا ترجمہ ہو گا وہ عذاب جو تکلیف میں بتلا ہو، اب سوال پیدا ہو گا کہ تکلیف تو اس کو ہوتی ہے جس کو عذاب دیا جا رہا ہونہ کہ خود عذاب کو، جواب یہ ہے کہ اس طرح مبالغہ کہہ دیا، یعنی اس کو مبالغہ عذاب کی صفت بنادیا گیا، درحقیقت یہ عذاب کی صفت ہے، اور مبالغہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ تکلیف وَ آئم اپنی انتہا کو پہنچ گیا، یہاں تک کہ وہ تکلیف معدّب سے عذاب کی طرف سرایت کر گئی (جلالین پارہ: ۱، رکوع: ۲، حاشیہ) اور زخیری کا قول یہ ہے کہ الیم بروز نفعیل صفت مشہر ہے (مفیعیل کے معنی میں نہیں ہے) اور آیم (س) آلقا کے معنی ہے، درد ہوتا، تکلیف میں ہوتا، ترجمہ ہو گا وہ عذاب جو تکلیف میں بتلا ہو، اب پھر وہی سوال ہو گا کہ تکلیف میں بتلا تو صاحب عذاب ہوتا ہے نہ کہ خود عذاب تو جواب یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ اسناد حقیقی اور وجہ اس اسناد کی مبالغہ ہے اور یہ وصف اُشیاء بوصف صاحب اُشیاء کے ضابطہ کے تحت ہے۔

سورۃ البُرْؤج مکیۃ

وَ السَّمَاءُ ذَاتِ الْبُرْؤجِ وَ الْيَوْمُ الْمَوْعِدِ وَ شَاهِدٌ وَ مَشْهُودٌ قُتِلَ أَصْحَبُ

ضم ہے برجوں والے آسمان کی ۰ اور وعدہ کے ہوئے دن کی ۰ اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے ۰ کہ خدق والے یعنی

الْأَخْدُودُ ذَاتِ الْوَقْدَنِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَ هُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ

بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے ۰ جس وقت والوگ اس کے آس پاس پہنچے ہوئے تھے ۰ اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس

بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَ مَا نَقْبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِإِلَهٍ أَعْزِيزٍ أَخْمِيدٍ

کو دیکھ رہے تھے ۰ اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی صیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوار ہے ۰

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَئٍ شَهِيدٌ

ایسا کہاں کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ۰

۱۔ قوله إِلَّا الَّذِينَ أَنْجَحُوا الْأَنْجُونَ کے معنی میں لا جائے تو الذین آمنوا و عملوا الصلتخت بمتدا ہو گا اور ما بعد اس کی خبر اور جملہ متنہ ہو گا۔ (اعراب القرآن و صرف و بیانہ) اور اگر مہارت اس طرح مانس الاذین آمنوا و عملوا الصلتخت ہم تو یا بستی متعلی بن جائے گا) (اعراب القرآن، روح المعانی)

قولہ غیر مصنون، غیر اضافت کے باوجود بکرہ عی رہتا ہے اس لئے یہ بکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔ (مریدات در "مشکل تر کیوں کامل")

(د) بُطْ اور پر کی سورتوں میں فریقین یعنی کفار و مومنین کی جزا اوزرا کا بیان تھا اس سورت میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کو جوایڈا یعنی پہنچی تھی اس پر مسلمانوں کو تسلی دی گئی، اور کفار کو عذاب کی وعدہ سنائی گئی۔

(تشریف) وشان نزول: اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، ایک کافر بادشاہ تھا (یہ میں کا بادشاہ تھا جس کا نام حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوسف ذنو اس ہے اس کا زمانہ نبی کریم ﷺ کی ولادت با سعادت سے ستر سال پہلے ہے) اس بادشاہ کے پاس ایک کاہن تھا (کاہن اس کو کہا جاتا ہے جو شیاطین کے ذریعہ یا نجوم کے آثار کے ذریعہ کچھ مستقبل کی غیبی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو بتائے) اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھلا دوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا (اس کا نام عبد اللہ بن تامر تھا) اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا، اور اس زمانہ میں دین عیسیٰ ﷺ ہی دین حق تھا، وہ لڑکا اس راہب کے پاس آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پر یشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے، اور یہ کہہ کروہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا، لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، چنانچہ کسی اندھے نے سناتو آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں، لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہو جائے، چنانچہ اس نے یہ بات قبول کر لی، لڑکے نے دعا کی تو وہ اندھا چھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو راہب کو اور ناپینا کو گرفتار کر کے بلا یا، اس نے راہب اور ناپینا کو قتل کر دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر لے جاؤ کہ اس کو گردیا جائے مگر جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس سے بھی فتح گیا، اور جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے، پھر لڑکے نے از خود بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو لسم اللہ کہہ کر تیر مارو تو میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا، پھر اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، بادشاہ بڑا پر یشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے، چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے (بعض روایات میں ان کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بعض میں اور زیادہ) پس اس سورت میں ان پر غضب الہی نازل ہونے کا بیان قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔

(فائده) اس لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتلائی حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہو گا یا پھر لڑکے کی یہ اجتہادی غلطی ہے (بیان القرآن)

واقعہ: عبد اللہ بن تامر جس جگہ مدفون تھا وہ زمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی ضرورت سے کھو دی گئی تو ان کی لاش اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ یعنی کپٹی پر رکھا ہوا ہے، کسی دیکھنے والے نے ان کا

باتھ ہٹایا تو زخم سے خون جاری ہو گیا پھر ویسے ہی رکھ دیا تو خون بند ہو گیا ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا، اللہ ربی، یمن کے حاکم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو اس کی بیت پر انگوٹھی سمیت اسی طرح چھپا دیجیے پہلے تھے (ابن کثیر)

وَالشَّمَاءُ ذَاتُ الْبُرُوجِ ۚ قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بروج برج کی جمع ہے بمعنی بلند عمارت، شاندار محل، دراصل بروج کے لغوی معنی ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں لہذا یہاں بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں کیوں کہ وہ بالکل ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں اور ہم سب کو خوب اچھی طرح نظر آتے ہیں، حضرت ابن عباس، مجاهد، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے) **وَالنَّوْمُ الْمَوْعُودُ ۚ وَشَاهِدٌ وَّ مَشْهُودٌ ۚ** اور وعدہ کئے ہوئے دن کی، اور حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے ترمذی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ یوم موعد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جماعت کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، شاہد کے معنی ہے حاضر ہونے والا، تو چوں کہ جماعت کا دن خود آتا ہے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہیں اس لیے شاہد سے جماعت کا دن مراد لیا، اور مشہود کے معنی ہے جس میں حاضری ہو، تو چوں کہ یوم عرفہ میں حاجج کرام اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں اس لیے مشہود سے مراد یوم عرفہ لیا۔

آگے جواب قسم ہے: **فُتَّلَ أَصْبَحَ الْأَخْدُودُ ۚ النَّارُ ذَاتُ الْوَقُودِ ۚ** کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے (اخدود کے معنی خندق گے ہیں، جمع آخادید اور النار ذات الوقود مرکب توصیفی ہو کر الاخدود سے بدلت اشتمال ہے، اور فتیل بمعنی لعن یعنی قتل کے لازمی معنی مراد ہے یعنی ملعون ہونا، رحمت خداوندی سے دور ہونا) "اُذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۚ" جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی کفار لوگ کہ وہ اس ظلم و ستم کے انتظام اور نگرانی میں آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ **وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۚ** اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے شہود، شاہد کی جمع ہے جیسے: قعود قاعد کی جمع ہے اور شاہد کا معنی ہے حاضر ہونے والا لہذا شہود کے معنی ہوئے حاضر ہونے والے اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے اس لیے حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، اس صورت میں علی بمعنی مع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے ایسا نہیں کہ مسلمانوں پر جو تم ذھایا جا رہا تھا وہ اس سے غافل ہوں۔ دیکھنے کس قدر سنگدل کہ دیکھ کر بھی رحم نہ آیا پس یہ سنگدلی علی لعنت سے ہے۔ (ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مومنین کی تسلی ظاہر ہے کہ جس طرح یہ کافر مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں اسی طرح وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے خواہ اس کا اثر دنیا میں ہی مرتب ہو جیسے غزہ بدوغیرہ میں کفار مقتول و مخدول ہوئے، یا صرف آخرت میں جیسا کہ عام کفار کے لیے یقینی ہے۔"

وَمَا نَقْمُدُ أَنفُسُهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں یا یا تھا، بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوار حمد ہے، ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (خدا پر ایمان لانا ہی کفار کی نظر و میں عیب تھا اور مانند کا نئے کے ھٹلتا تھا، حالاں کہ اپنے پالن ہار پر ایمان لانا کوئی عیب اور خطأ کی بات نہیں، پس بلا خطأ ہی ان بے چاروں پر ظلم کیا، اس لیے وہ لوگ ملعون ہوئے) آگے ظالموں کے لیے عام و عید اور مظلوموں کے لیے عام و عدہ ہے کہ **وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَفَاعَةٍ شَهِيدٌ ۝** اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے لہذا مظلوم کی مدد کرے گا اور ظالم کو سزادے گا، آئندہ آیات میں یہی مضمون آرہا ہے۔

مَنَاصِبُ بَيْنِ الْقُسْمِ وَالْجَوَابِ | والسماء ذات البروج الخ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی، ان سب سے اللہ تعالیٰ کا تمام مکانوں اور زمانوں کا مالک ہونا ظاہر ہے، اور ایسے مالک کل کی مخالفت کرنے والوں کا مستحق عذاب و گرفتاری لعنت ہونا ظاہر ہے۔

ذَوَاتُ السَّمَاءِ (تحقیق گذر چکی) ذات ذو کا موثق بمعنی والا، والی، صاحب، جمع ذاتات۔ **البروج** (برجنیں) بترجم کی جمع، اس کے معنی بلند عمارت اور محل کے ہیں (جمهور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہاں بڑے بڑے ستارے ہیں) لغوی معنی بروج کے ظہور کے ہیں (المراد بالبروج النجوم العظام و آنما سمتیت بروج الظہورها، کذا قال الحسن و مجاهد وقتادہ، تفسیر مظہری، روح المعانی) بعض دوسرے ائمہ تفسیر نے اس سے مراد وہ محلات لئے ہیں جو آسمان میں پہرہ داروں اور نگران فرشتوں کے لئے مقرر ہیں۔ **البِيُوعُودُ** (ض) اسم مفعول واحد مذکور، وعدہ کیا ہوا، وَعَدَ يَعْدُ (ض) وَعْدًا وَعِدَةً: وعدہ کرنا (مراد قیامت کا دن ہے) شاہد (حاضر ہونے والا) (س) اسم فاعل واحد مذکور، **شَهِيدَ الْمَجِلسِ** (س) شہوداً: حاضر ہونا، شاہد کی جمع شہود و آشہاد مسٹہ شہود (جس میں حاضری ہو مراد یوم عرض، بعض کے نزدیک یوم القیامہ مراد ہے) (س) اسم مفعول کا واحد مذکور (طریقہ استعمال ابھی ابھی گذر چکا)

ذُوُثُ: شاہد و مشہود کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں دیکھئے روح المعانی، **أَصْحَابُ صَاحِبٍ** صاحب کی جمع ہے، والے (دوسرے معنی ہیں ساتھی، صحبت صحابة و صحابۃ) (س) ساتھ رہنا **الْأَخْدُودُ** خندق، کھائی، جمع أَخَادِيد، خَدَ الأَرْضَ (ن) خَدًا: زمین پھاڑنا، التار، آگ، جمع **نَبَارٌ وَأَنْوَرٌ**۔ الوقود اسم بمعنی ایندھن (القاموس الوحید) و قدَّت النَّارُ (ض) وَقْدًا وَقْدًا وَقْدَةً: آگ جلنا، قُعود قاعد اسم فاعل کی جمع، قَعْدَ (ن) قُفوَدًا، کھڑے ہوئے کا بیٹھنا ۳۔ شہود جمع کا استعمال جیسے خناث ذات افتان اور ولمن خاف مقام رتہ جتنی ذاتات افتان میں ذات، ذات کا شئیہ ہے۔ کیوں کہ لفظ ذات دراصل ذؤبہ ہے، یا تحرک قبل مفتح یا کو الف سے بدل دیا ہو تو جو عین کلہ ہے یو جہ کثرت استعمال حذف کردیا ڈات ہو گیا۔

۱۔ مزید استعمال طاحنہ ہوشید (س) تو شہید (ک) تشتہادہ: گواہی و بنا شاہد کے معنی گواہ اور دلیل کے بھی آتے ہیں اور شاہد کی جمع شہید و شہنذ بھی آتی ہے اور غیر عاقل کی جمع شواهد۔ طلبہ عزیز کی سہولت کے بیش نظر احرنے صرف دونجی بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۲۔ قعود اور جلوس میں تھوڑا سا فرق ہے قعود میں ہول مکث کی قید ہے اور جلوس مطلق مکث کا نام ہے، اسی وجہ سے ایسی آدمی کو مُفْعَد کہا جاتا ہے۔

شاهد کی جمع، اور شاہد کے معنی ابھی بھی گزر چکے ہیں حضرت تھانوی نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، تو اس وقت اس آیت میں علیٰ بمعنی مع ہو گا اور شہود بمعنی حضور، یعنی حاضر موجود، (حضور حاضر کی جمع ہے) اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا، ہی ہے۔ مَا نَقْبَلُوا (ض) ماضی منفی جمع مذکر غائب، نَقْمَمِنْهَا الْأَمْرُ (ض) نقمتاً و نفعوماً: کسی کی کوئی بات پسند نہ کرنا، عیب نکالنا، العزیز (زبردست) بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے، صیغہ مبالغہ ہے (لغات القرآن) غَرَّ فلاں (ض) عِزَّاً وَعِزَّةً: طاقتور ہونا، صاحب عزت ہونا، عزیز کے اور بھی دیگر معانی آتے ہیں الْجَمِيعَهُ أَعِزَّةٌ وَأَعِزَّاءٌ و عِزَّاءُ الْحَمِيمِيَّدِ، بروزن فعیل، صفت مشہبہ بمعنی مفعول یعنی محمود، بزر او احمد، حمدہ (س) حَمْدًا: تعریف کرنا، ملک اسم بمعنی سلطنت، مَلَكُ الشَّيْءِ (ض) ملکاً: مالک ہونا، السَّمُوَاتُ، واحد سماء، (آسمان) الارض زمین، جمع آرضوں، آراضیں، گل، تمام، سب۔ شَيْئٍ موجود چیز، جمع اشیاء، شَهِيدٌ بمعنی حاضر، خوب باخبر، بروزن فعیل ہے بمعنی فاعل اوزان مبالغہ سے ہے، شہید (س) شہوداً (حاضر ہونا، اور حاضر ہونا علم اور خبر کرنے سے کنایہ ہوتا ہے اس لیے شہید کے معنی ہوں گے خوب و باخبر۔ (دوسرے معنی ہے راہ خدا میں مراجعت کرنے والا، جمع شہداً و اشهاد)

فائده اقولہ شہید: حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ تعالیٰ علیم ہیں، اور اگر امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خیر ہیں، اور اگر امور ظاہرہ کی طرف نسبت ہو تو اللہ تعالیٰ شہید ہیں، اور بھی اس معنی کے ساتھ یہ بھی لمحظہ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہو گا۔

ترکیب وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمُ الْمَوْعُودُ وَشَاهِيدٌ وَمَشْهُودٌ... وَأَوْجَارُهُ قُسْمِيَّةِ السَّمَاءِ موصوف ذات البروج مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف عليه واو حرف عطف اليوم الموعود مرکب توصیفی ہو کر معطوف عليه معطوف واو حرف عطف شاہد معطوف عليه معطوف، واو حرف عطف مشہود معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقسام فعل مخدوف کے متعلق، اُقسام فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اور جواب قسم کے متعلق اختلاف ہے، جو حاشیہ نمبر (۲) میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جواب قسم قتیل اصحاب الاخدود اخ ہے اس وقت لام اور قد مخدوف ہو گا، ای لقد قتیل اصحاب الاخدود اخ (کیونکہ جب ماضی ثبت متصرف جس کا معمول اس پر مقدم نہ ہو، جواب قسم بنے تو اس کے شروع میں لام اور قد کا آنا ضروری ہے لا ایک کام کا خوف ہو، لہذا اگر طول کلام کا خوف ہو تو پھر لام اور قد میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے جیسے والشمس و ضخها کا جواب قد افلع اخ ہے) الغرض اگر جواب قسم قتیل اصحاب الاخدود اخ ہو تو اب یہ جملہ جملہ خبریہ ہو گا، نہ کہ جملہ دعا سیہ انسائیہ۔ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأَخْدُودِ النَّارُ ذَاتُ الْوَقْدِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ۔

۱۔ عزیز کے معنی، بخت، کمیاب، معزز، محظوظ، حاکم مصر کا قدیم لقب کے بھی آتے ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ان پیش ریک الشدید ہے، اس وقت قسم اور جواب قسم کے درمیان تمام جملے مفترضے مانے جائیں گے در احوال یہ ہے کہ جواب قسم مخدوف ہے ای ایل الجزاء لواقع علی الكافرین۔

فُتِّلَ فَعَلَ، أَضْطَبَ مضاف الْأَخْدُودِ بدل منه النار موصوف (أی النار فيه) ذات الوقود مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر بدل اشتمال، بدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل، اذ مضاف هم مبتدا، علیہا جار مجرور متعلق مقدم قعوذ کے (قعود، قاعدہ اسم فاعل کی جمع) قعوذ اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جر) وہم علی مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شہود... وَأَوْاعَاطَهُمْ هُمْ مِبْتَدَاءٍ عَلَى جَارِهِ مَا مَوْصُولُهُ يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر شہود کے متعلق مقدم، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) وَمَا نَقَبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ... وَأَوْحَى حرف عطف، مَا نَقَبُوا فعل، وَأَضَبَّ فاعل، مِنْهُمْ (آئی من المُؤْمِنِینَ) جار مجرور متعلق فعل مذکور کے، إِلَادَاءٌ حصر متعلق، آن ناصبہ یُؤْمِنُوا فعل و فاعل با حرف جار اللہ موصوف العزیز صفت اول الحمید صفت ثانی، الذی اسم موصول لہ جار مجرور متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم ملک مضاف السماءت والارض معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُؤْمِنُوا کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر نَقَبُوا کا مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف یہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر اذ کا مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اقتیل کا، فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جواب قسم۔ ۴ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ... وَأَسْتَنْدَافِي، (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) متعلق مقدم شہید کے، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ اللہ مبتدا، علی کل شیعی متعلق مقدم شہید کے، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

البلاغة: قوله وما نَقَبُوا مِنْهُمْ إِلَّا نَيْرَبُوا الْأَنْجَى آیت توکید المدح بما یشبہ الذم کے قبل سے ہے وہ آن یُسْتَشْنَى من صفة ذم منفية صفة مدح۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

جنوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جسم کا عذاب ہے اور ان کے

۱۔ قوله عليها، بعض نے کہا ہے کہ مضاف مقدر ہے ائی علی حفاظاتہا، جبکہ نے کہا کہ مراد تو یہی ہے مگر تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ قوله وما نَقَبُوا الْأَنْجَى بعض حضرات نے کہا ہے کہ مَا نَقَبُوا سے پہلے ہم مقدر ہے تا کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہو جائے۔ (روج المعانی)

۳۔ قوله وما نَقَبُوا الْأَنْجَى میں آن یُؤْمِنُوا کو ترکیب میں بدل اور سختی بھی بنا یا جاسکتا ہے ائی و ما نَقَبُوا مِنْهُمْ شیئتاً إِلَّا نَيْرَبُوا الْأَنْجَى وصیغہ المضارع "أَنْيَرُبُّوا" بمعنی الماضي بقرینة نَقَبُوا ای لَأَنْيَرُبُّوا (تفیری مظہری)

عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ لَهُمْ جَنَّةٌ كَاعْذَابٍ هُوَ بَشِّرُ أَيْمَانَ لَا يَأْتُهُو نَيْكَ عَمَلَ كَمَّ كَمْ لَهُمْ بَاغٌ هُنَّ جَنَّةٌ كَيْنَهُمْ

تَحْتَهَا الْأَنْهَرُ هُدًى لَكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿٧﴾

جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔

تشریف ایہاں سے ظالموں کے لیے عام و عید اور مظلوموں کے لیے عام و عدے کا ذکر ہے۔ فرمایا: ”إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ شَرَّ لَهُمْ يَتَوَسَّوْا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿٦﴾“ جھنوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر تو بہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ یہاں ظالموں کی سزا کا بیان ہے جھنوں نے مسلمانوں کو صرف ان کے ایمان کی بناء پر آگ کی خندق میں ڈال کر جلا یا تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے یعنی سانپ بچھو، طوق، زنجیریں، حیم، غساق وغیرہ، اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لیے اس کو بطور خاص فرمایا، حريق باب نصرا کا مصدر ہے بمعنی جلانا، اور جب کسی چیز کو جلا یا جائے گا تو یقیناً وہ جلنے کی اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اس کا لازمی ترجمہ کر دیا کہ ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، اور اضافت بیانیہ ہے۔

ثُمَّ لَمْ يَشُوئُوا كَيْدَ كَا فَانِدَه | یعنی یہ عذاب ان لوگوں پر پڑے گا جو اپنے فعل پر نادم ہو کرتا ہب نہیں ہوئے، اس میں ان لوگوں کو توبہ کی طرف دعوت دی گئی، جھنوں نے یہ حرکت مذمومہ انجام دی تھی، حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اللہ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشادیکھا اور حق تعالیٰ اس پر بھی ان کو توبہ اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، واقعی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آجاتے ہیں کہ۔

میری خو خط اتری خو عطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

آگے مومنین کے حق میں ارشاد ہے جن میں مظلوم بھی آگئے کہ ”إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتَهَا الْأَنْهَرُ هُدًى لَكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (یعنی جنت کے اندر ایسے ایسے باغات و محلات ہیں جن کے نیچے نہریں

اے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ درا جملہ پہلے ہی جملہ کی تائید و بیان ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس درسے جملہ یعنی دہم عذاب الحريق میں ان کی اسی دنیا میں سزا کا ذکر ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو انہوں نے آگ کی خندق میں ڈالتے اسے اللہ تعالیٰ نے ان کو تکلیف سے اس طرح پھالیا کہ آگ کے چھوٹے سے پہلے ہی ان کی رو میں قبض کر لی گئیں آگ میں مردہ جسم پڑے، پھر یہ آگ اتنی بڑی تھی کہ خندق کی حدود سے فکل رہیں میں کمیں گئی اور ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کے جنے کا تماشادیکھ رہے تھے آگ نے جلا دیا صرف بادشاہ یوسف ذو دو اس بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لیے اپنے کو دریا میں ڈال دیا، اس میں غرق ہو کر مرا۔ (موالہ مظہری)

جاری ہوں گی) ”ذلِکَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ“ یہ بڑی کامیابی ہے (یعنی دنیا کی تکلیفوں سے نہ گھبراو بڑی کامیابی مونین ہی کے لیے ہے، آپ خود فیصلہ کرو کہ ایک طرف تو انسانوں کا وہ گروہ جس کے لیے ہمیشہ جلانے والا عذاب ہے اور دوسری طرف انسانوں کی وہ جماعت جس کے لیے ایسے محلاں اور باغ کہ جن میں ہر طرف نہیں دوڑ سکتی ہیں، فیصلہ کسی بھی کامیاب کون ہوا، اور کھانے میں کون رہا؟)

نکتہ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَهُمْ أَنْجَحُ مَنْ لَا يَعْمَلُ آنکہ اندرونیں لائی گئی ہیں اس سے پہلی آیت فَلَهُمْ عَذَابٌ أَنْجَحُ میں لائی گئی، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اعطائے جنت اور ثواب آخرت مخصوص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے عمل پر اس کا ترتیب نہیں ہے۔

لغات فَتَنُوا، (ض) ماضی معروف جمع مذکر غائب، فَتَنَ فلانا، (ض) فَتَنَ وَفَتَنَا: تکلیف دینا، (والمراد) ہبنا حرقہم بالنار والعرب تقول فتن فلان الدينار إذا دخلة الكور لينظر جودة المؤمن، باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر، المؤمنات، باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث لفہم یتَنَوِّوا، نعم جمد بلم در فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب، تابت، (ن) توبتا و توبیة و متتابتا: توبہ کرتا۔ عذاب، (سورہ انشقاق میں فَتَشَرَّهُمْ بِعَذَابٍ الیم، میں تحقیق گذر چکی) جہنم، جہنم، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام، غیر منصرف ہے۔ الحریق، حضرت تحانوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے جلنا، لہذا اس ترجمہ کے اعتبار سے یہ مصدر ہے اور روح المعانی میں بھی اس کی صراحت ہے، حرق (ن)، ض) حرقا، وحریقا، جلانا، جلس دینا۔ (مصباح) لـ (لازمی معنی ہے جلنا) عَمِلُوا الصِّلَاةَ (سورہ انشقاق کے آخر میں دونوں کی تحقیق گذر چکی) تھیری (ض) مضارع معروف واحد مذکر غائب، جزی (ض) جزنا و جزئنا: جاری ہونا، تحت، اسم بمعنی نیچے (ظرف مکان) الانتہاء نہیں، واحد تھرہ، شہر، (ف) تھروا: زور سے بہتا، الفوز مصدر از باب نصر، فاز (ن) فوزاً و مفتازاً او مفازة: کامیاب ہونا، (الفوز بمعنی کامیاب حاصل مصدر ہے) الکبیر (ک) صفت مشہر، بکتر (ک) بکترا: شان میں بڑا ہوتا، بکیز کی جمع بکیاز۔

ترکیب إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فَمَ لَفْدَتْهُمْ فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ الحریق... ان حرف مشہر بالفعل اللہین اسم موصول فَتَنُوا فعل، ضیر و اذ فاعل المؤمنین والمؤمنات معطوف ومعطوف عليه ہو کر مفعول به، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف عليه فم حرف عطف لم یتوہوا فعل فاعل ہو کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر صدر، اسم موصول اپنے صدر سے مل کر حرف مشہر بالفعل کا اسم، فاز ام دوبارہ گناہ نہ کرنے کے خزم کا نام توبہ ہے، مقولہ ہے التوبۃ ثذیہت العوۃ، توبہ گناہ کو متادیتی ہے، تابت اللہ علی عبدہ: معاف کرنا، توبہ کی توفیق دینا، فاللہ تواب والعبد تائب، قرآن میں ہے ائمہ کان توابا۔ تائب، بمعنی توبہ کنندہ، تواب بمعنی بہت توبہ کرنے والا (بندہ) (۲۰) توبہ کی توفیق دینے والا، معاف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

۲۔ لغات القرآن میں ہے کہ حریق بروزن فضیل صفت مشہر ہے بمعنی فاعل (آگ) الحرق الناز (ن) حرقا: جلانا۔

۳۔ تھروا (ن) تھروا: مریں بڑا ہوتا، بکتر (س) بکترا، مرے سیدہ، ہو ہم تو بکیز جیز کیا۔

مشابہ بر ابطه کیونکہ اسم موصول میں شرط کے معنی کی جھلک ہے، لَهُمْ ثَابَتْ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب جہنم مرکب اضافی ہو کر مبتداً مؤخر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَهُمْ ثَابَتْ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب الحريق مرکب اضافی ہو کر مبتداً مؤخر، (عذاب جہنم کے بعد عذاب الحريق تخصیص بعداً میں ہے) مبتداً اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشہ باتفاق کی خبر (محل رفع میں) حرف مشہ باتفاق اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (ال محل لہما) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ لَهُمْ جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ... إِنَّ حَرْفَ مَشْهَبِ الْفَاعِلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ اسم موصول صلہ سے مل کر اسم إِنَّ، لَهُمْ متعلق ہو کر خبر مقدم جنت تحری میں تحتہا الانہار، مبتداً مؤخر (جٹیق موصوف، تحری اخ جملہ ہو کر صفت الانہار فاعل تحری کا) مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشہ باتفاق کی خبر، حرف مشہ باتفاق اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا، ذالک الفوز اخ ذالک مبتداً (ای ما ذکر) الفوز الكبير مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (ال محل لہما)

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ^{۱۲} إِنَّهُ هُوَ يُبَدِّيُ^{۱۳} وَ يُعِيدُ^{۱۴} وَ هُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ^{۱۵}

آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی بڑا سختنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے۔

ذُو الْعَزِّشِ الْمَجِيدُ^{۱۶} فَعَالٌ لِمَا يُرِيدُ^{۱۷}

عرش کا مالک، عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کو کر گزرتا ہے۔

تشریف: إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ^{۱۸} سے پہلی آیات میں دو مضمون تھے (۱) کفار کے لیے جہنم ہونا (۲) مومنین کے لیے جنت ہونا، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ اس مضمون سابق کے مناسب اپنے بعض افعال و صفات ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ^{۱۹} “آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے پس کفار پر سزاۓ شدید اور ان کے لیے عذاب جہنم اور عذاب حريق ہونا کوئی بعید نہیں۔

سوال: بَطْش کے معنی سخت گرفت اور پکڑ کے ہیں تو پھر آیت مذکورہ میں لفظ شدید اس کا وصف کیوں لا یا گیا؟

جواب: لفظ شدید لا کر یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی پکڑ کی مگنا سخت اور انہائی دل آزار و جگر خراش ہو گی خود رب ذوالجلال نے فرمایا فیو مثیل لایعذب عذابہ آخذو لایوثیو شاقہ آخذ (پارہ: ۳۰) (روح بغير نیر)

“إِنَّهُ هُوَ يُبَدِّيُ^{۲۰} وَ يُعِيدُ^{۲۱}” وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ لہذا مجرم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مر نے سے قصہ تمام ہو جائے گا اور ہمارا تو نام و نشان بھی ختم ہو جائے گا، لہذا اسرا اس کو ہو گی اور کس کی بات، ”وَ هُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ^{۲۲} ذُو الْعَزِّشِ الْمَجِيدُ^{۲۳}“ یہاں سے وعدہ مومنین کی تقریر و وضاحت ہے۔ اور وہی

بڑا بخششے والا، بڑی محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک، عظمت والا ہے۔ (پس ایمان والوں کی مغفرت کر دے گا اور ان کو اپنا محبوب بنائے گا)

نوث: آخری دولفظ لعنى ذوالعرش اور مجید کا تعلق گو عذاب دینے اور ثواب دینے دونوں سے ہو سکتا ہے لیکن یہاں ذوالعرش اور مجید کے مقابل بطش ہے، جس کا تعلق سزا نے کفار سے ہے، تواب اس قرینة سے ذوالعرش اور مجید کا تعلق ثواب مومنین سے ہو گا۔ آگے ثواب اور عذاب دونوں کے اثبات کے لیے فرمایا۔ ”فَعَالٌ لِهَا يُرِيدُ^{۱۶}“ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے اس کو کوئی روکنے نہیں اس کی یہ شان بادشاہی رات دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لہذا اس کے انعام پر مغرورنہ ہونا چاہیے اور نہ انقام سے بے خوف۔

لغات بَطْش (پکڑ، پکڑنا، دارو گیر) مصدر از باب ضرب، بَطْش (ض) بَطْشًا: سخت گیری کرنا۔ (بطش بمعنی پکڑ، دارو گیر، حاصل مصدر ہے) شَدِيدٌ سخت، مضبوط، باب ضرب سے صفت مشبه، شَدَ الشَّيْءَ (ض) شَدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا، جمع: أَشِدَّاءُ وَشِدَّادٌ۔ یُرِيدُ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، باب افعال (ایداہ) سے فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب، آبادۂ الشیئ: پیدا کرنا، بَدَاء (ف) بَدَاء: پیدا کرنا۔ یُعَيِّنُ باب افعال (اعادة) سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، آبادۂ الشیئ: لوثانا، دوبارہ کرنا، عَادَ إِلَيْهِ (ن) عَوْدًا: لوثنا (ما ده عَوْدٌ ہے) الْغَفُورُ صیغۂ مبالغہ از باب ضرب، بڑا بخششے والا۔ غَفَرَ (ض) غَفَرًا وَغَفَرَانِي وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا۔ الْوَدُودُ صیغۂ مبالغہ از باب ضرب، بڑی محبت کرنے والا، وَدَة (س) وَدًا وَمَوَدَّةً: محبت کرنا۔ لُؤْ والا، صاحب، اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے، ہمیشہ اسم ظاهر کی طرف مضارع ہو کر استعمال ہوتا ہے لـ العرش (سورۃ التکویر) میں اس کی تحقیق گذر جکی) الْمَجِيد عظمت والا، صفت مشبه، از باب کرم، متجاذد (ک) متجاذد، باعظمت ہونا، هو مجید جمع: أَمْجَادٌ لـ فَعَالٌ صیغۂ مبالغہ، خود مختاری سے کام کرنے والا، از باب فتح فَعَلَ الشیئ (ف) فَعَلًا وَفَعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا۔ یُرِيدُ باب افعال سے مضارع واحد مذکر غائب، آبادۂ الشیئ ارادۂ: چاہنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔

ترکیب: إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ^{۱۷} إِنَّهُ هُوَ يُرِيدُ^{۱۸} وَ یُعَيِّنُ^{۱۹} وَ هُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ^{۲۰} ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ^{۲۱} فَعَالٌ لِهَا يُرِيدُ^{۲۲} ... إِنَّ حِرْفَ مَشْبَهِ الْفَعْلِ بَطْشَ رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم لام مزحلقہ برائے تاکید شدید خبر، پھر جملہ متائفہ إِنَّهُ هو اخَنَّ اَنَّ حِرْفَ مَشْبَهِ الْفَعْلِ ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ہو، مبتدأ یُرِيدُ فعل بافاعل (مفول به مخدوف ہے آئی الخلق) جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ یُعَيِّنُ فعل بافاعل جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبه بافعل کی خبر، حرف مشبه

۱۔ ذو اور صاحب میں فرق یہ ہے کہ ذو تعالیٰ کی طرف مضارع ہوتا ہے اور صاحب تبعیع کی طرف جیسے ابو ہریرہ صاحب النبی یوں لئے ہیں۔

۲۔ متجاذد (ن) متجاذدا: بلند کروار ہونا، باعزت و باعظمت ہونا، شریف ہونا، هو ماجد، متجاذد فلاتا: کسی سے عزت و شرافت میں بڑھ جانا۔

۳۔ راذت الدابة (ن) راذدا: مویشیوں کا چاچا کاہ میں گومنا۔

بال فعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خیر یہ ہو کہ معطوف علیہ وَأَحَدٌ عَطَفٌ هُوَ مِبْدَا الْغَفُورُ خبراً وَالْوَدُودُ خبر ثالث ذُو الْعَرْشِ مرکب اضافی ہو کہ خبر ثالث المَجِيدُ خبر رابع فَقَالَ لَهَا يَرِيْدُ خبر خامس، یا مبتداً محفوظ ہو کی خبر (لام جارہ ما یرید اسکے موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور متعلق فعال لہما یرید خبر خامس کے) مبتداً اپنی اخبار خمسہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ خیر یہ لِسْلِ اَعْرَابِ الْقُرْآنِ وَصَرْفِهِ وَبِيَانِهِ مِنْ اِنَّهُ هُوَ بِيَدِي ایخ کو جملہ تعلیلیہ لکھا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، لہذا یہ جملہ ما قبل میں بیان کردہ دونوں مضمونوں کی تعلیل ہو جائے گا)

هَلْ أَتَيْكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنَ وَ شَمُودَ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۖ

کیا آپ کو ان شکروں کا تصور پہنچا ہے ۰ یعنی فرعون اور شمود کا ۰ بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں ۰

وَ اَللَّهُ مِنْ وَرَاءِهِمْ مُّحِيطٌ ۖ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۖ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۖ

اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھسیرے ہوئے ہے ۰ بلکہ وہ ایک باعثت مفتر آن ہے ۰ جلوح حفظ میں ہے ۰

تشریح یہاں سے مومنین کے لیے مزید تسلی اور کفار پر مزید ڈانت ڈپٹ کے لیے بعض خاص مفضویں کا حال دریافت فرماتے ہیں تفسیر ملاحظہ ہو: ”**هَلْ أَتَيْكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنَ وَ شَمُودَ ۖ**“ کیا آپ کو ان شکروں کا تصور پہنچا ہے یعنی فرعون اور شمود کا۔ فرعون اور قوم شمود کی طوطی بولتی تھی یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ زمین پر ہمارے مقابل کون آسکتا ہے، ایسا اظہرنہ اور بد بہ تھا اور دعویٰ تھا کہ ہم چنیں دیگرے نیست، مگر انجام کیا ہوا سنو! فرعون اور اس کے شکر کو ڈبو دیا گیا، اور قوم شمود کے چند افراد کو بچالیا گیا اور باقی قوم کو موت کی نیند سلا دیا گیا، لہذا ان شکروں کے عبرت ناک انجام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہربات پر قدرت رکھتے ہیں اور کس طرح سے کفار اور دشمنانِ اسلام کو کیفر کردار تک پہنچاتے ہیں، اس سے مومنین کو تسلی حاصل کرنی چاہیے کہ ان کو ستانے والے بھی بخشنہ نہیں جائیں گے، اور کفار کو ڈرنا چاہیے مگر کفار عذاب سے بالکل نہیں ڈارتے۔ ”**بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۖ**“ بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں یعنی قرآن کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، لہذا وہ کان کھول کر سن لیں کہ بالآخر وہ لوگ اس کی سزا ضرور بھکتیں گے کیوں کہ ”**وَ اَللَّهُ مِنْ وَرَاءِهِمْ مُّحِيطٌ ۖ**“ اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لہذا یہ لوگ اس کے قبضہ قدرت اور عقوبت سے نجیب نہیں سکتے، ”**بَلْ هُوَ**

۱۔ قوله تعالى لما یرید علامہ زمخشیری نے فقال لما یرید کو مبتداً محفوظ ہو کی خبر مانے ہے تاکہ بطش بالاعداء اور غفر اور ود بالولیاء کی وضاحت ہو جائے۔ (روح المعانی) اور الودود، ذوالعرش، العجید کے متعلق یہی جائز ہے کہ یہ تینوں الخفور کی صفات ہوں۔

نکتہ: ایک مبتداً کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں، لہذا اگر تعدد صرف لفظاً ہو جیسے الرّمان خلّو حامض (انارکھا میٹھا ہے) ای مث، فہما بعنزلہ قاسم واحد تو اس وقت دو خبروں کے درمیان میں حرف عطف لا نادرست نہیں، اور اگر تعدد لفظاً اور معنا دو نوں طرح ہو جیسے زیند کاتب شاعر تو اس صورت میں حرف عطف لا نادرست لا نادرستوں جائز ہے۔

قُرْآن مَجِيد فِي لَوْح مَخْفُوظٍ ۝ ” بلکہ وہ ایک باعظت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ لہذا ان لوگوں کے جھلانے سے کوئی ضرر اور فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی قرآن ایسی چیز ہے کہ جو جھلانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک باعظت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جس میں تغیر و تبدل کا احتمال اور امکان نہیں، اور قرآن شریف لوح محفوظ سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچا یا جاتا ہے لہذا ایسی حالت میں تکذیب قرآن بلاشبہ جہالت ہے۔

لغات الی اور حدیث (دونوں کی تحقیق سورۃ النازعات میں گذر چکی) الجنود واحد الجنود، فوج، لشکر۔ فیروزون (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی) شمود حضرت صالح کی قوم کا نام، لفظ شمود کو بعض بھی بتلاتے ہیں، اور چونکہ یہ قبلیہ کے معنی میں ہے اس لئے مؤنث بھی ہے تو اب یہ غیر منصرف ہو گا کویا اس میں علیست بھی ہے اور تائیث بھی ہے۔ کفر وَا (ن) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ الشقاق میں گذر چکی) تکلینیب باب تفعیل کا مصدر (مزید تحقیق سورۃ الشقاق میں بل الذین کفروا یکذبون کے تحت گذر چکی) وراء آگے، پیچھے، سوائے، اسم براء ظرف، اضداد میں سے ہے۔ مخفیظ گھیرنے والا، (افعال) اسم فعل واحد نہ کر، احاطاً احاطة: گھیرنا، حاط (ن) حوطا: گھیرنا۔ قُرْآن (سورۃ الشقاق کے آخر میں اس کی تحقیق گذر چکی) مجید باعظت (چند آیات قبل ذوالعرش الجید کے تحت تحقیق گذر چکی) لَوْح تختی، جمع الْوَاعِ، مخفیظ (س) اسم مفعول واحد نہ کر، حفظ الشمیع (س) حفظا: حفاظت کرنا۔

ترکیب قل آللّٰهُ خدیث الجنود فیروزون وَمُؤود..، هل حرف استفهام براء تقریر (یا استفهام براء تعب، ویجوز ان یکون بمعنى قد) آللّٰهُ فعل مع مفعول به، حدیث مضاف الجنود مبدل منه فرعون و شمود بدل (ای جنود فرعون) مبدل منه اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فعل، فعل اپنے فعل سے مل کر جملہ متنانہ، (استیناف فیہ تقریر لكونہ تعالیٰ فتاalam ایمیذوتسیلہ تکلیف بالاشعار بآنه سیصیب کفرة قومہ ما أصاب الجنود، روح المعانی ۳)

ہل الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْلِيْبِ..، ہل حرف اضراب انتقالی اور ہل سے پہلے بیان القرآن کی تفسیر کے اعتبار سے یہ عمارت مخدوف مانی جاسکتی ہے ای لایخاف الکفاز العذاب بل الَّذِينَ کفرووا اسم موصول صدھ سے مل کر اگر شمود هر بی لفظ ہو تو یہ ثنڈے مشتق ہو گا، ثنڈہ ارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو کہ میں جمع ہو جائے، اور سردی میں باقی رہے اور گری میں سوکھ جائے چونکہ اس قوم میں پانی کی کمی اس لئے وہ شمود کے نام سے موجود ہوئی۔ (لغات القرآن)

۱۔ قرآن چونکہ تمام مکار و نیز و اخرویہ کو حاوی ہے، نیز تعبیر اور بیان میں بگاذ ہے، اچھوتے اسلوب کا حامل ہے، اسلئے وہ مجید ہے ۲۔ لوح محفوظ جس کو امام الکتاب بھی کہا گیا ہے، کہا ہے اور کہی ہے؟ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جس میں ہر چیز موجود ہے اور یہ کتاب بقول بخوی، شیاطین کی دسترس اور ہر تغیر سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جو باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ آنکھ سے نظر نہیں آسکتیں۔

۳۔ قولہ فرعون و شمود الخ الجنود مبدل من جمع ہے اور فرعون واحد، تو مطابقت نہ رہی، لہذا ایک جواب یہ ہے کہ مضاف مخدوف ہو ای جنود فرمون اور ایک احتمال یہ ہے کہ مضاف مخدوف نہ ہو بلکہ فرمون سے مراد قوم فرمون ہو اور اس کے متوجہ ہونے کی وجہ سے اسکے ذکر پر اتفاق کر لیا گیا ہو، اور ایک احتمال یہ ہے کہ بدل فرمون و شمود کا بجهوہ ہے نہ کہ مطوف و مطوف علیہ میں سے ہر ایک، مگر یہ خلاف ظاہر ہے یا ہر اغنىٰ مصل مخدوف ہے جس کی وجہ سے فرمون و شمود مخصوص ہے، روح المعانی

مبتداء فی تکذیب، ثابتون شہر فعل کے متعلق، اور وہ خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَ اللہ مِنْ وَزَادَهُ هُمْ بُحَيْطٌ... وَأَعْظَمُهُمْ مِنْ وَرَاهُمْ مِنْ حرف جار و راههم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مع مجرور متعلق مقدم بھیجیٹ کے اور وہ خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف لے، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستاندہ (بعض کتابوں میں اس طرح ہے بَلْ حرف اضراب ای اضراب ای انتقالی عنْ مُتَاثِلِهِمْ ای لیسوا مثلہم بل الذین کفروا من قومک اشدُّ منهُمْ) بَلْ هُوَ قُرْآنٌ عَجِيدٌ فی لَوْحٍ مَخْفُوظٍ... بَلْ حرف اضراب (ای انتقال عن الاخبار بشدة تکذیبہم و عدم ارعائهم إلى وصف القرآن للإشارة إلى أنه لا ريب فيه ولا يضره تکذیب هؤلاء بل هو قرآن العز) هُوَ مبتداقرآن موصوف چیید صفت اول فی جاره لوح محفوظ (ای محفوظ من وصول الشياطين إلیه) مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ بل سے پہلے لایضڑہ تکذیب هؤلاء مقدر مانا جائے۔ (روح)

اجزاء فرعون و شہود عزیزم آپ اجراء کرتے وقت یہ تو ضرور کہیں گے کہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی، لہذا ان دونوں پر تنوین نہیں آتی، مگر یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ غیر منصرف پر جس تنوین کا آنامنگ ہے وہ تنوین حکمن ہے، لہذا دیگر تنوین غیر منصرف پر آسکتی ہے، دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص ۱۸۰، فکتور: ۱۲۸ اور تنوین کی پانچ قسمیں ملاحظہ ہوں مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۵۷۔

مکیۃ سورۃ الطارق

وَ السَّمَاءُ وَ الطَّارِقُ ۚ وَ مَا أَذْلَكَ مَا الطَّارِقُ ۖ النَّجْمُ الْثَّاقِبُ ۖ

تم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو مودار ہونے والی ہے ۰ اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو مودار ہونے والی چیز کیا ہے ۰ وہ روشن ستارہ ہے ۰

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَتَّمَ عَلَيْهَا حَافِظٌ ۖ فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۖ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو ۰ تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ۰ وہ ایک اچھتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے

دَافِقٌ ۖ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآبِ ۖ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۖ

گیا ہے ۰ جو پشت اور سینہ کے درمیان سے لگتا ہے ۰ وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے ۰

يَوْمَ تُبَلَّ السَّرَّ آبُرٌ ۖ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَ لَا نَاصِرٌ ۖ

جس روزب کی تھی کمل جادے گی ۰ پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہو گی اور اس کا کوئی حماقی ہو گا ۰

ل قولوا اللہ من ورائهم الخ یہ جملہ جملہ مترنہ بھی ہو سکتا ہے اور فی تکنیک کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

رسالت سورۂ سابقہ میں مومنین کے لیے تسلی کے ساتھ ساتھ کفار کے لیے عذاب خداوندی کی وعید کا ذکر تھا۔ اور وعید عذاب کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اعمال اور برے کرتوت محفوظ ہوں اور قیامت بھی واقع ہو جہاں ان برے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی لہذا اس سورۂ میں اعمال کا محفوظ رہنا اور بعثت بعد الموت یعنی قیامت کا امکان وقوع اور بعثت کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا ذکر ہے اور سورۂ سابقہ کے اخیر میں بھی قرآن کا حق ہونا ذکر تھا یعنی بل هو قرآن مجید بالغ۔

تشریح وشان نزول: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمکدار ستارہ کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انسان پر ایک حافظ یعنی ایک نگران مقرر ہے جو اس کے اچھے برے تمام اعمال کو جانتا اور لکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والے ہے۔

شان نزول: تفسیر مظہری میں ہے کہ حضور ﷺ کے چچا ابو طالب آپ ﷺ کے پاس آئے آپ نے روٹی اور دودھ سے ان کی تواضع کی آپ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس کی چمک سے وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی ابو طالب نے گھبرا کر کہا یہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تارا ہے جو کسی شیطان کے مارا گیا تھا اور یہ قدرت خداوندی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ابو طالب کو یہ سن کر تعجب ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اشارہ اس طرف ہے کہ ان نشانیوں اور دلائل سے کام لے کر صحیح راستہ یعنی دین اسلام کی طرف آنا چاہیے کیوں کہ ہر عمل پر محاسبہ ہونے والے ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَ السَّمَاءُ وَ الظَّارِقُ“ قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔ طارق کے معنی رات کو آنے والے کے ہیں، ستارے چوں کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو نمودار ہوتے ہیں اس لیے ستارہ کو طارق فرمایا اور خود قرآن نے اس کی تفسیر کر دی کہ ”وَ مَا أَذْرَكَ مَا الظَّارِقُ ؟ النَّجْمُ الشَّاقِقُ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے۔ نجم کے معنی ستارہ اور قاقب کے معنی روشن اور چمکدار کے ہیں، اور قرآن نے کوئی ستارہ متعین نہیں کیا اس لیے ہر ستارہ اس کا مصداق ہو سکتا ہے جب کہ بعض حضرات مفسروں نے نجم سے خاص ستارہ ثریا یا زحل مراد لیا ہے۔ آگے جواب قسم ہے ”إِنَّ كُلُّ نَفْسٍ لَتَّأْعِلَّهَا حَافِظٌ“ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو اُن نافیہ ہے اور لفظاً معنی إلا ہے جو قبیلہ نہیں کی لغت میں استثناء کے معنی دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر کوئی حافظ نہ ہو یعنی ہر شخص پر نگران فرشتہ مقرر ہے جو کتاب اعمال ہے لہذا ان اعمال پر محاسبہ بھی ہو گا۔

نکتہ: اس آیت میں لفظ حافظ اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جنس ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر ہوتا ہے لہذا سورۂ الانفطار کی آیت و ان علیکم لحافظین میں حافظین صیغہ جمع سے اس کا کوئی تعارض نہیں رہا۔

قسم و جواب قسم میں مناسبت | اس قسم کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت موجود و محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص طور سے شب میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور

ان کا خاص قیامت میں ہوگا اور ان پر محاسبہ ہوگا لہذا انسان کو فکر آخوت کرنی چاہیے۔ ”فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ فِي“ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تمہارا ہے۔ تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، بے جان قطرہ منی سے، تو جس خدا نے انسان کو اول مرتبہ نطفہ سے پیدا کر دکھایا تو وہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اوٹ قادر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ ”خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ فِيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالثَّرَآئِبِ“ وہ ایک اچھتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، صلب اور تراہب یعنی پشت اور سینہ چوں کہ بدن کی دو طرفیں ہیں اس لیے کنایہ پورے بدن سے ہو سکتا ہے اور چوں کے الفاظ قرآن میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہیں اس لیے آیت کا یہ مطلب بے تکلف ہو سکتا ہے کہ نطفہ مرد و عورت دونوں کے سارے بدن سے نکلتا ہے اور سارے بدن کی تعبیر آگے پیچھے کے دو اہم اعضا سے کردی گئی یعنی سامنے کے حصہ میں سینہ اور پیچھے کے حصہ میں پشت سب سے اہم اعضا ہیں۔ عام طور سے مفسرین نے من بین الصلب والثراہب کا یہ مفہوم لیا کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے۔

ماء دافق کی مراد آیت کے اندر پانی سے مراد منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد و عورت دونوں کی، اور دافق سے مراد ہے اچھلنے والا، اور عورت کی منی میں اندفاق یعنی اچھلنے مرد کی منی کے برابر نہ سمجھ لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے، اور رہایہ سوال کہ جب مرد و عورت دونوں کی منی مراد ہو تو لفظ ماء کو مفرد کیوں لایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ دونوں ماذے مل کر شی واحد کے مثل ہو جاتے ہیں۔

”إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ“ وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ ائمہ کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع خالق ہے اور خالق اگرچہ لقطاً مذکور نہیں مگر خلیق مِنْ مَاء سے اس کا مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے اور رجع کے معنی لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے کے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب خالق کائنات نے انسان کو پانی کی ایک بوند یعنی نطفہ پے جان سے پیدا کر دکھایا جب کہ نطفہ سے انسان بنادیتا زیادہ عجیب ہے، پہ نسبت انسان کو دوبارہ بنانے کے تو وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے کما قال تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَا الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْيِدُهُ وَهُوَ أَهْوَأُ عَلَيْهِ اور انسان دوبارہ کب پیدا ہو گا سنے: ”يَوْمَ ثُبَّلَ السَّرَّ آتُوهُ“ جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی۔ تبلی کے لفظی معنی امتحان لینے اور آزمائنے کے ہیں، سرانہ، سریرہ کی جمع ہے بمعنی بحید، پوشیدہ باشیں، لفظی ترجمہ ہو گا ”جس دن بحیدوں کا امتحان لیا جائے گا اور امتحان میں چوں کر آدمی کی قلعی کھل جاتی ہے یعنی اس کی اچھائی، برائی اور حقیقت کا پتہ جل جاتا ہے۔

امضائے انسانی کے ماہر اطباء کی بھی تحقیق ہے کہ نطفہ و حقیقت انسان کے ہر بروضوں سے ۷۰ ہے اور پیچے کا ہر عضو اس جزو نطفہ سے جاتا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے لکا ہے البتہ دماغ کو اس حالات میں سب سے زیادہ دخل ہے اس لیے مشاہدہ ہوتا ہے کہ دماغ کی کثرت کرنے والے اکثر عین دماغ میں جھلا ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ترجمہ کیا گیا کہ جب سب کی قلعی کھل جائے گی اور سب کی قلعی یعنی جمع کا ترجمہ اس لیے کیا کہ لفظ سرازِ جم ہے۔ یعنی سب پوشیدہ با عین ظاہر ہو جائیں گی خواہ وہ عقائد باطلہ ہوں یا نیات فاسدہ یا کچھ اور، ”فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِبٌ“ پھر انسان کون تو خود قوت ہو گی اور نہ اس کا کوئی حماقی ہو گا یعنی جب سب کے راز فاش ہوں گے اور سب کا امتحان لیا جائے گا تو اس وقت انسان کون تو خود عذاب کو دفع کرنے کی قوت ہو گی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہو گا جو عذاب کو دفع کر دے۔

نَفَّاث السَّمَاءُ: آسمان، جمع: السَّمَوَاتُ۔ الظَّارِقُ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ، (ن) اسم فاعل واحد مذکور، طَرَقُ النَّجْمَ (ن) طُرُوقًا: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا۔ النَّجْمُ کوئی ستارہ، جمع: النَّجْمُ، الشَّاقِبُ چکنے والا (ن) اسم فاعل واحد مذکور، شَقَبُ الْكَوْكَبِ (ن) ثُقُوتاً وَثَقَابَةً: ستارے وغیرہ کا چکنا۔ نَفْسٌ (شخص) جمع: نُفُوسٌ (مزید تحقیق سورۂ الفطار کے اندر يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسُ لِنَفْسِ شَيْئًا کے تحت) لَهَا بمعنی إلا ہے، جو قبیلہ ہذیل کی لفظ میں استثناء کے لئے آتا ہے۔ حَافِظٌ یاد رکھنے والا، (س) اسم فاعل واحد مذکور، حَفِظَ فِي الْبَالِ (س) حفظاً: یاد رکھنا۔

فَلِيَنْظُرْ (ن) امر واحد مذکور غائب، نَظَرَ إلَيْهِ (ن) نَظَرًا: دیکھنا۔ الْإِنْسَانُ آدمی، جمع: انسانی (مزید تحقیق در رکوع ۵) مَاءٌ پانی، جمع میتا۔ دَافِقٌ اچھلنے والا اسم فاعل واحد مذکور (بمعنی مدفوق ہے، ورنہ دفعی کے معنی اچھانے کے ہیں یا پھر فاعل کا یہ صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے لابن (ای ذی دفتی) اور یہ اسم فاعل واسم مفعول دونوں پر صادق ہے) دَفَقُ الْمَاءِ وَنَحْوَهُ (ن) دَفْقًا: پانی گرانا، زور سے ڈالنا۔ (مزید وضاحت ”در اختیاری مطالعہ“) پَيْغَوْجُجُ (ن) مغارع معروف واحد مذکور غائب، خَرَجٌ (ن) خَرُوجًا: نکلنا۔ تَبَيَّنَ در میان، ظرف مکان۔ الصلب پشت جمع أَصْلَابٍ۔ الْتَّرَابُ تربیۃ کی جمع ہے، سینہ کی ہڈیاں، یا سینہ کا وہ حصہ جہاں ہار پڑا رہتا ہے، (ترائب کو جمع اور صلب کو واحد لانا شاید اس نکتہ سے ہو کہ ترائب سے دو چیزوں کا تعلق ہے یعنی قلب اور کبد کا اور ما فوق الواحد پر جمع کا اطلاق آ جاتا ہے، اور صلب سے صرف ایک چیز کا تعلق ہے یعنی دماغ کا۔ رَجَعٌ مصدر راز باب ضرب، لوٹانا، (دوسراء معنی بارش، جیسا کہ والسماء ذات الرجع میں آ رہا ہے) رَجَعَ الشَّيْءِ (ض) رَجْعًا وَرُجُوعًا: لوٹانا، رَجَعَ الشَّيْءِ،

۱۔ علامہ آلوی رقطار از ہیں کہ طارق در اصل طریق سے اسم فاعل ہے جس کے معنی اتنی زور سے کھڑک مارنے کے ہیں کہ اس کی آواز سنائی دے، اسی سے میطرقه بمعنی وقوف استعمل ہے، پھر یہ لفاظ شب میں آنے والے کے لئے بخش ہو گیا کیونکہ وہ اکثر اوقات دروازہ بند پا کر اس کو بنتا ہے پھر اس کو اتنی وسعت دی گئی کہ ہر رات میں آنے والے کے لئے استعمال ہونے لگا خواہ وہ کچھ بھی ہو، اب یہاں جمہور کے نزدیک رات میں ظاہر ہونے والا ستارہ مراد ہے، یا تو بطور اسم جس کوئی بھی ستارہ یا کوئی معہود مثلاً شریا، یازحل، هرادہ ہے، طارق کی جمع ذوی العقول کے لئے طرائق اور غیر ذوی العقول کے لئے طوارق ہے۔

۲۔ شاقب کے اصل معنی خارق کے ہیں پھر یہ دو شیخ کے معنی میں ہو گیا یا اسی تصور کر دشمن اندھیرے کو چھاڑ دیتی ہے۔ (بيان القرآن)

۳۔ نَظَرَفِيهُ: غور و لکر کرنا، فلینظر کی راء کو بہادرہ الساکن اذا اختر کی خوشی بالکسر، کسر دیا گیا ہے۔

۴۔ راغب نے لکھا ہے کہ صلب کے معنی ملاحت اور شدت کے ہیں، اور پشت کو صلب شدت علی کی وجہ سے کہتے ہیں۔

۵۔ اعراب القرآن میں ہے کہ ترائب، تربیۃ کی جمع ہے، ومعنی بہا التربیۃ و ماحولہا و ما احاطہ بہا والمراد بالصلب الاصلان فاکتفی بالواحد عن الجماعة کما قال تعالیٰ اولم ير الذين كفروا ان السنديتون الأرض كانت ارتقاً للنجول ولم يقل الارضين۔

لوشا (لازم و متعدی) قادِر (ض) اسم فاعل واحد مذکور، قادر علیہ (ض) قدرة: قادر ہونا۔ یعنی (ن) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، بلاء (ن) بلاء و تلوا: آzmanا۔ السرائر واحد سریرہ یعنی بھید لعنة بمعنی طاقت، قوی (س) قوۃ: طاقتور ہونا۔ ناصر (ن) اسم فاعل واحد مذکور، نصر (ن) نصر او نصرۃ: مدد کرنا۔

ترکیب وَالسَّمَاءُ وَالظَّارِقُ وَمَا آخِرَكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الشَّاقِبُ وَأَجَارَهُ قُسْمِيْهِ السَّمَاءُ وَالظَّارِقُ
معطوف ومعطوف عليه ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل مخدوف أقْسِم کے متعلق، اقسام فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (جواب قسم ان کل نفیں اخ ہے) واؤ اعتراضیہ ما اسم استفہام مبتداً آخڑی فعل ضمیر ہو فاعل کاف مفعول با اول، ما اسم استفہام مبتداً الطارق شہر فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (بعض محققین نے ما کو خبر اور الطارق کو مبتداً قرار دیا ہے) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ ہو کر مبتداً کی خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ مفترض (المحل لها) (یہ جملہ مفترضہ مضمون قسم کی تاکید کے لئے ہے) النجم الشاقب مرکب تصمیٰ ہو کر مبتداً مخدوف ہو کی خبر مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنافہ بیانیہ ہوا، (استیناف و قع جوابا عن استفہام نشأعتا قبل کا انه قيل ما هو فقيل هو النجم الخ) ان کل نفیں لئا علیہا حافظ إن نافی
کل نفیں مرکب اضافی ہو کر مبتداً الما بمعنی الاداء حصر، علیہا، ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم حافظ شہر فعل اپنے فاعل سے مل کر مبتداً، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر کل نفیں مبتداً کی خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم (المحل لها)۔

فَلَيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ... فَإِنْصِحَّ إِذَا انْسَانٌ بِعَصَبَتِ الْإِنْسَانِ الْبَعْثَ فَلِيَنْظُرْ فعل امر،
الانسان فاعل ممّ (ای من ای شیء) جار مجرور متعلق مقدم خلق کے، خلق فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر منزلہ مفعول بہ برائے لینظر، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط مقدر کی جزا خلق من ماءً دافقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِ الْصَّلْبِ وَالْتَّرَابِ ... خلق فعل مجہول میں حرف جار ماء موصوف، دافق شہر فعل اپنے فاعل سے مل کر صفت اول، يَخْرُجُ فعل ضمیر ہو فاعل میں حرف جار بین مضاف، الصلب والتراب
فَلَذَ الشَّيْءَ فَلَذَ: اندازہ کا، حیثیت دینا، فائز فلاتا: قدر کرنا، قرآن میں ہے و ما قدر و الله حق قدر، فَلَذَ الرِّزْقُ عَلَيْهِ، کسی کے رزق میں
ٹھکی کرنا، کی کرنا، قرآن میں ہے و اقا اذا ما ابتلم ففَلَذَ علیہ مزقد

۱۔ بیچ میں یا کوہزہ کریا گیا حالانکہ واحد میں ہزہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیچ میں یا میں پہلے الف ہے، اب دوسرا کن جمع ہونے کی بنا پر یاد کو ہزہ سے بدلت کر اس کو کسرہ دیتے یا، اور اگر یا، اصلی ہوتوج میں اس کوہزہ سے نہیں بدلا جائے گا جیسے تعبیثہ میں بیچ مقایش قرآن میں ہے: وَجَعْلْنَا لَكُمْ فیہَا مَقَایِشَ۔

۲۔ قوله لتنا علیہا حافظ اس کو لتنا (باتخفیف) بھی پڑھا گیا ہے، اس وقت ان مخفف ہو گا اور اس کا اسم مخدوف مانا جائے گا اور لاما اما زائد ہو گا اور لاما نافی و ان مخففہ میں فرق کرنے کے لئے ہو گا، علیہا حافظ، علیہا متحقق مقدم بھی ہو سکتا ہے حافظ کا، نیز علیہا کو تبیث فعل مخدوف کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے اور حافظ اس کا فاعل، اور پھر جملہ قطیعہ (جالین) بعض نے جوابی تمثیلہ علی رجب بالغ کو کہا ہے۔
۳۔ اس قاء کو در سے اعراب القرآن میں، سمجھنا یقیناً کھا ہے، اور درج المعنی میں تصریح ہے۔

معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر فعل مذکور کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہو اخلاق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ متنافہ بیانیہ ہوا (گویا یہ جملہ جواب استقہام ہے استیناف و قع جواباً عن استفهم مقدر کا نہ قیل میم خلق فقیل خلق من ماء الخ۔ روح المعانی)

الله على رجيعه لقادره يوم تبلى السرائر فما له من قوه ولا ناصرو ان حرف مشبه بالفعل ضمیر اس کا اسم، على رجعه متعلق مقدم قادر کے، لام مزحلہ قادر صینہ اسم فاعل ضمیر هو مُستتر فاعل پھر یہ شبہ فعل خبر ہے حرف مشبه بالفعل کی، یوم تبلى (یہ طرف ہے رجع مصدر کا) یوم مضاف تبلى فعل مضارع مجہول السرائر ناصرو فاعل، فعل اپنے ناصرو فاعل سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ برائے تفریع لم مانا فیه له (ای للإنسان) ثابتہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، من زائدہ، قوۃ معطوف علیہ واو حرف عطف لا زائدہ برائے تاکیدی، ناصر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا (لفظاً مجرور مثلاً مرفوع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (تبلى السرائر) اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہو ارجعہ میں رجح مصدر کا یا برجمع فعل مخدوف کا، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

دافق کے معنی ہے اچھلنے والا، کو دنے والا، اسم فاعل واحد ذکر از باب نظر مگر دفعہ تدقیق دفعہ کا معنی ہے "اچھالنا" الہداد افی کا اصل ترجمہ ہو گا اچھالنے والا، اب یا تو یوں کہئے کہ یہاں اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے، اب ترجمہ ہو گا، اچھا ہوا، اور اچھالنے کے لیے اچھلا لازم ہے اس لیے اچھلنے اور کو دنے سے ترجمہ کر دیا گیا، یا یوں کہئے کہ دافق، لائن و تامہ کی طرح نسبت کے لیے ہے ای ذی دفقی یا ذی اندفاقتی اچھال والا، یا پھر یوں کہئے کہ یہ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے اور قطرہ منی کی طرف اس کی نسبت مجاز ہے، دراصل اچھالنے والا اور منی کو کو دانے والا صاحب منی ہوتا ہے، (کلمہ من الروح حجیر لسر)

اجزء فماله من قوه ولا ناصر طلبہ عزیزاً اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ قوہ مذکر مؤثر میں سے مؤثر ہے، کیونکہ اس میں گول تاء علمت تائیث موجود ہے، (مؤثر لفظی) مگر میرے عزیزو! آنکہ بند کر کے ہر تاء والے لفظ کو مؤثر نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ بھی تاء برائے مبالغہ بھی ہوتی ہے، جیسے راویہ، نابغتا در بھی تاء یا اضافت کے بدله میں ہوتی ہے جیسے ابی سے ابتدی تاء

- ۱۔ قوله من قوه لا ناصر طلبہ عزیزاً
- ۲۔ اگر حسب ترکیب مذکور یہ یوم تبلى کو رخص کا ظرف بنا یا جائے تو اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں مصدر (یعنی برجمع) اور اس کے معمول (یوم تبلى) کے درمیان اجنبی کا فصل ہے یعنی قادر کا، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ یوم تبلى ظرف ہے، اور ظرف میں وسعت ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے اور عصام الدین نے فرمایا کہ پھر ایسا ہے جیسا کہ فصل ہوئی نہیں کیونکہ اس کو رعایت فوائل کی بناء پر موتخر کیا ہے لہذا وہ تقدیم ہی کے درجے میں ہے (روح الحانی) ایک جواب یہ ہے کہ لفاظ اجنبی ہے یہ نہیں کہوں کہ یا تو علی رجعہ کا عالم موتخر ہے یا علی رجعہ سے پہلے عالم تقدیم کی تسلیم ہے، مبارکہ یہ ہے ائمہ قادر علی رجعہ قادر، قادر کو مذکور کر کے بعد میں اس کی تسلیم قادر کے ذریعہ لالی گئی ہے۔ (بیان القرآن)

تقریباً گیا رہ چیزوں کے لئے آتی ہے دیکھئے مشکل تر کیوں کا حل ص: ۳۲۶ -

وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الرَّجْعِ ۚ وَالْأَرْضُ ذَاتُ الصَّدْرِ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَضْلٌ ۚ وَمَا هُوَ بِالْهَمْزَلِ ۚ

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے کہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اور وہ کوئی لغوچیز نہیں ہے لیکن

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَهِلِ الْكُفَّارِ يُنَأَّمِهِمْ رُؤْيَا ۚ

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے

تشریح ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اب کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوع قیامت کی خبر قرآن میں ہے اور قرآن تو خود اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ کلام الہی ہے بھی یا نہیں، لہذا یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی قسم کھا کر فرمایا کہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یعنی وہ حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ جو کچھ بیان کرتا ہے وہ بالکل صحیح ہوتا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الرَّجْعِ“ قسم ہے آسمان کی جو بارش لانے والا ہے رجوع بمعنی بارش، اور دراصل یہ باب ضرب کا مصدر ہے، بمعنی لوٹنا، اور بارش کا نام رجع کیوں پڑا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بارش کو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقاً لوٹانا رہتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش سے وہ بارش مراد ہے کہ جو پڑے ورنے پر ہو کہ ایک مرتبہ بارش ہو کر ختم ہو جائے اور پھر لوٹے۔ ”وَالْأَرْضُ ذَاتُ الصَّدْرِ“ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یعنی قسم ہے زمین کی جو نجع نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے آگے جواب قسم ہے کہ ”إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَضْلٌ ۚ وَمَا هُوَ بِالْهَمْزَلِ“ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ یعنی حق و باطل اور کھرے کھوئے میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی لغوچیز نہیں ہے۔ الغرض ان آیات سے قرآن کا کلام حق من جانب اللہ ہونا ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ”إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَ أَكِيدُ كَيْدًا“ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں یعنی حق کی نفی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی ان کی ناکامی اور سزا کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آئے گی۔ ”فَمَهِلِ الْكُفَّارِ يُنَأَّمِهِمْ رُؤْيَا ۚ“ تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے یعنی مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے میرا تدبیر کرنا سن لیا تو اگر آپ ان کا سوء انجام دیکھنا چاہیں تو ان پر عذاب کی جلدی نہ کسیجئے بلکہ ان کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں بلکہ تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے اس کے بعد میں ان پر عذاب نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت۔

اہم ازالہ شبہ تفسیر مظہری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنے سے مراد ان کو ڈھیل دینا ہے اس طریقہ سے کہ وہ جانتے نہیں، اول المعنی اجزیہم فی الآخرة جزاء کیدهم۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | قسم اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو مالا مال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے اترتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔

(نکات) الرَّجُعِ مصدر از باب ضرب، لوثا، یہاں مراد بارش ہے۔ الصَّدْعُ ای التشقق مصدر از باب فتح، یہاں مراد زمین سے حصتی کا پھوٹ کر لکھنا ہے، صَدَعَ النَّبَاتُ الْأَرْضَ (ف) صَدْعًا: پودے کا زمین پھاڑ کر لکھنا، یا مصدر معنی اسم مفعول ہے از صَدَعَ الشَّيْءَ: پھاڑنا۔ قَوْلُ مصدر از باب نصر، قال (ن) قَوْلًا وَمَقَالًا وَمَقَالَةً: بولنا، کہنا۔ فَضْلٌ مصدر از باب ضرب معنی فاعل ہے، ای قول فاصل، فیصلہ کن کلام (جیسے بالمصدر للمبالغة کائنہ نفس الفصل) فَصَلَ (ض) فَصَلَ: فیصلہ کرنا۔ الْهَزْلُ مصدر از باب ضرب معنی اسم مفعول، هزَلَ فی کلامہ (ض) هزلاً: مذاق کرنا، غیر سخیدہ بات کرنا، (۲) اسم، غیر سخیدہ بات۔ یَكِيدُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، کاد الشَّيْءَ (ض) کَيْدَا: تدبیر کرنا، حل زکانا۔ کَادَ اللَّهُ كَيْدَا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے اعمال پر جزا کی تدبیر کرنا۔ کَيْدَا مصدر از ضرب۔ مَهْلَلٌ باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، مَهْلَلَةٌ تَمْهِيلًا: مهلت دینا۔ الكافرین الكافر کی جمع بحالت نصی، اسم فاعل جمع مذکر، کَفَرَ (ن) كُفْرًا وَ كُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ امہل باب افعال سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، امہلَهُ امْهَلَهَا الْأَمْهَلَةَ: مهلت دینا۔ رُؤيْدَا سیوطی نے لکھا ہے کہ رویدا اسم ہے اور یہ رُؤُدُ بروزن عَوْدُ کی تصفیر ہے معنی مهلت، الہزار ویدا کے معنی ہوئے تحویلی ای امہل الْأَقْلِيلَ۔

ترکیب اَو السَّهَاءُ ذات الرَّجُعِ والْأَرْضِ ذات الصَّدْعِ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَضْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ... وَأَوْ جَارَهُ قَسْيَةُ السَّمَاءِ موصوف ذات الرجع مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف مع صفت کے معطوف عليه واو عاطف، الأرض ذات الصدع مرکب تصفی ہو کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مخدوف اقسام کے ہو کر قسم، جواب قسم ہے ائمہ لقول اخ این حرفا مشہ باتفاق ضمیر مخصوص متصل اس کا اسم (ای القرآن) لام مزحلق، قول فضل مرکب تصفی ہو کر خبر، حرفا مشہ باتفاق اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسیہ خبر یہ ہو کر معطوف عليه، واو عاطفہ ما مشابہ ہیں ہو اس کا اسم ہا زائدہ برائے تاکیدی و تحسین کلام الهزل لفظا مجرور عمل مخصوص، اے رجع، رجع برچع کا مصدر ہے، بعض نے ذات الرجع کا ترجمہ چکارنے کا کیا ہے، شاہ عبدالقدوس اور قاضی بینادی نے اسی کو اعتیار کیا ہے، اس اعتبار سے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آسمان اپنے ہر دور میں جس جگہ سے حرکت کرتا ہے وہی لوٹ آتا ہے، لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہاں الرجع اپنے مصدری معنی میں مستعمل نہیں بلکہ معنی بارش ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش کا نام رجع کیوں پڑا تو قاضی بینادی نے اس کی دو دلائل کہی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ بارش کو وقار و تقدیر کا نام نہیں دیتا تھا اور پھر زمین کی طرف لوٹا رہتا ہے۔ (۲) ابر سندروں سے پانی لا دلیت ہے اور پھر زمین کی طرف لوٹا رہتا ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ ازواد (جواب افعال کا مصدر ہے) کی تصفیر ہے، یعنی اروا مصدر میں پہلے ترجمہ کی کہ زوائد کو حذف کر دیا گیا اور پھر تصفیر لائی گئی، ازواد فلانا کا معنی ہے مهلت دینا الہذا تصفیر کا ترجمہ ہو گا تحویلی ای مهلت دینا، کیوں کہ تصفیر برائے تقلیل ہے، (امراب القرآن) ازواد بضم الراء کا معنی ہے آہت ہیسے بولتے ہیں افتش علی رُؤُدُ آہتَ چلو۔ جو یوں نے کہا کہ کلام عرب میں رویدا کے سلسلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) اسم فعل معنی امر صادر معروف ای امہل (۲) مصدر ہو گر صادر کی طرح، الہذا یہ اپنے مابعد کی طرف مقابف ہو گا جیسے رویدزید (۳) مصدر مخدوف یا مصدر رد کو کی صفت واقع ہو جیسے ساز و استیز ارویدا، یسا زوار ویدا، مصدر مخدوف کے قائم مقام رویدا کو کر کہ دیا۔ (بيان القرآن، شکل ترکیب کامل)

ما مشابہ بیس کی خبر، ما مشابہ بیس اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر جواب قسم۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكْيَدُ كَيْدًا فَمَهْلِكُ الْكُفَّارِينَ أَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا . . . إِنْ حَرْفَ مُشْبَهٍ بِالْفَعْلِ هُمْ ضمیر اس کا اسم (ای اہل مکہ) یکیدون فعل و اُتمیر فاعل، کیدا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اکید کیدا جملہ فعلیہ معطوف، پھر وہ حرف مشبہ بالفعل کی خبر اور وہ پھر جملہ اسمیہ خبر یہ، فمهل الکفرین ان فا جزا سیہ اور شرط محدود ہے ای ان شئت آن تزی مغبة امرهم فمهل ان فمهل الکفرین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر موکد یا مبدل منه (جواب شرط مقدر) امہلهم فعل فاعل مفعول بہ رویدا (ای اروادا، قوله رویدا) اما مصدر مؤکد للعامیل أو نعت لمصدره المحدود اي امہا لا رویدا آئی قلیلاً) مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کرتا کید یا بدل، موکد اپنی تاکید سے مل کر یا مبدل منه اپنے بدل سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیہ ہوا (فمهل کافاء عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے)

سورة الاعلی مکیۃ

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۚ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۖ وَ الَّذِي قَدَرَ فَهَدَى ۖ وَ الَّذِي

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے ۔ جس نے بنایا پھر شیخ بنایا ۔ اور جس نے تجویز کیا پھر زادہ بست لائی ۔ اور جس

آخِرَجَ الْمَرْءَ عَنِ ۖ فَجَعَلَهُ غُنَّمَاءَ أَخْوَى ۖ

نے چارہ نکالا ۔ پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا ۔

ربط سورۃ سابقہ میں اعمال کا حفظ ہوتا اور آخرت میں ان کی جزا اوسرا کا بیان تھا، اس سورت میں بھی اصل مقصدو فلاح آخرت کے مقصود ہونے اور اس فلاح کے حصول کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے اور وہ طریقہ ہے صوم و صلوٰۃ، ذکر و تسبیح، خدا کی ذات و صفات کی معرفت اور ترکیہ نفوس وغیرہ۔

تشریح آیت مذکورہ میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی پا کی بیان کیجئے اور سبیح میں خاص آپ ہی کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”سبیح اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۚ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۖ“ آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے بنایا پھر شیخ بنایا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ اور جو میں آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح و تقدیم بیان کیجئے، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اس کے نام کی تعظیم و تکریم کیجئے اور نہایت

ادب و احترام سے اس کا نام تجویز (مزید اختیاری مطالعہ میں) خلق کے معنی ہے بغیر کسی سابق ماذہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی مخلوق کے بس میں ہرگز نہیں ہے، اور سٹوی کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو مناسب طور پر شہیک ٹھاک بنایا یعنی جسامت، شکل و صورت اور اعضاء میں ایک خاص تناسب رکھا، حیرت تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور ان کی انگلیوں میں ایسے جوڑ کے اور قدرتی اسپرنگ لگائے کہ وہ ہر طرف موڑتے توڑتے اور تھے جاسکتے ہیں، "وَ الَّذِي قَدَّرَ فَهُدِی" ②، اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی آیت کے اندر قدر تقدیم کے معنی ہے اللہ کا فیصلہ اور اس کی تجویز یعنی جس نے جانداروں کے لیے ان کے مناسب چیزوں کو تجویز کیا یعنی ہر چیز کو کسی خاص کام کے لیے پیدا کیا اور پھر ان جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی یعنی ہر ایک کی طبیعت میں جدا جدا ان اشیاء کا تقاضا پیدا کر دیا۔

ہر یکے رابہر کارے ساختند ☆ میل اور در دش انداختند

چنان چہ ہم لوگ روزمرہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے اور کوئی کسی کام میں، اسی طرح جنگل کے درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کو دیکھو کہ ہر ایک کو اپنی ضروری یا سیاست زندگی حاصل کرنے اور اپنی اپنی انفرادی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رہنمائی حاصل ہے۔ "وَ الَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْءَى" ③ فَجَعَلَهُ غُثَّاءً أَخْوَى" ④ اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ مترجمی مصادر میں معنی اس مفعول ہے، مرادی معنی ہے گھاس، چارہ اور غُثَّاءً وہ کوڑا کہاڑ جو پانی کے بہاؤ میں اوپر آ جاتا ہے اور آخوندی بروز ن افضل صفت مشہب ہے بمعنی سیاہ، مطلب یہ ہے کہ جس نے زمین سے خوشنما چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا، دیکھنے زمین سے نکلتے وقت وہ چارہ کس قدر خوشنما اور سربراہ و شاداب نظر آتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بالکل سیاہ کوڑا یعنی بالکل بے سود ہو جاتا ہے اور اس گھاس کے نیکے سوکھ کر زمین پر پڑے پڑے پھرتے ہیں، جلائیں کے حاشیہ میں ہے کہ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے بیان کیا ہے کہ ایک دن یہ دنیا اپنے سربراہ و شاداب اور خوشنما ہونے کے باوجود ختم اور بے وقت ہو جائے گی۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ ہے ☆ قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

اللہ ایمان و اطاعت کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہیے جہاں اعمال پر جزا اور زنا ہونے والی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب سورہ سبج اسم ریک الاعلی نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجعلو هافی سجود کم یعنی یہ کلمہ سبحان ربی الاعلی اپنے سجدہ میں کہا کرو اور چوں کہ مقصود اسم نہیں بلکہ مسمی ہے اس لیے سبحان اسم ریک الاعلی اختیار نہیں کیا بلکہ سبحان ربی الاعلی اختیار کیا (معارف)

اختیاری مطالعہ

اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سمجھی نہیں اقوله سبج اسم ریک، سبج کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں اللہ اس کے مقدس نام کو ہر ایسی چیز سے پاک رکھا جائے جو اس کے شایان شان نہیں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اس کے امامے

حتنی ہی کے ساتھ پکارنا چاہیے جن کی تعداد سچے احادیث میں نہ اور آئی ہے الہاذ قرآن و حدیث میں جو نام اللہ کے لیے ثابت نہیں ان کو اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً اللہ کو کریم تو کہہ سکتے ہیں سچی نہیں، نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں، اسی طرح جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً عبد الرحمن کو رحمان کہنا، عبد القائل کو غائق کہنا، ہرگز درست نہیں، البتہ اسمے حتنی میں سے وہ اسماء جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ نام غیر اللہ کے لیے بولنا درست ہے جیسے رحیم، رشید، کریم، عزیز، علی، وغیرہ۔

فائدہ بعض علماء نے کہا کہ آیت میں لفظ اسم زائد ہے اور مراد ہے سبع ریک الاعلمی اور بعض نے کہا کہ اسم سے ذات کی مراد ہے جیسے اس آیت میں ہے ما تعبدون من دونه الا اسماء سقیمشموفہا انشتم و آبائے گم۔

لغات سَبَّيْخ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکور حاضر، سَبَّيْخُ اللَّهُ وَلَهُ: خدا کی پاکی بیان کرنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الْأَعْلَى: (ن) غَلُوْسے اسم تفضیل واحد مذکور، عَلَّا الشَّيْءُ (ن) غَلُوْا: بلند ہونا۔ سَوْيٰ (تفعیل) تسویہ سے ماضی معروف واحد مذکور غائب، سَوْيٰ الشَّيْءُ: شیک کرنا، مناسب و معتدل بنانا۔ قَدَّرَ (تفعیل) تقدیر سے ماضی معروف واحد مذکور غائب، قَدَّرَ اللَّهُ الْأَمْرَ عَلَيْهِ وَلَهُ: اللہ کا کسی کے لئے کوئی کام مقدر کرنا تجویز کرنا۔ هَذَا (ف) ماضی معروف واحد مذکور غائب، هَذَا (ف) هَذَى وَهَذِيَا وَهَذِيَا: راہ دکھلانا، رہنمائی حاصل کرنا، آخرج الہراغی (سورۃ النازعات میں تحقیق گزر ہجکی، آخرج منہما مائہما و مزغمہما کے تحریک) جَعَلَ (ف) ماضی واحد مذکور غائب، جَعَلَ (ف) جَعَلًا: بنانا۔ غَلُوْا: اسم جاد (سیلااب کا کوڑا، اور جھاگ، سوکھی گھاٹکا)، مراد ہے سود، جمع آغشاء۔ آخوی خُوّہ سے ماخوذ ہے، بروزن آفقل، صفت مشہر، کالاسیاہ مائل بسیزی، حَوْيٰ الشَّيْءُ (س) حَوْيٰ وَخُوّة: سبزی مائل سیاہ ہونا، یاسیاہی مائل سرخ ہونا، ہو آخوی وہی خُوّا جمیع خُوّو۔ (عرب القرآن وصرف)

ترکیب سَبَّيْخ اسْمَ رِتَكَ الْأَعْلَى الْلَّيْلِيَّ خَلْقٌ فَسَوْيٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَذَا وَالَّذِي أَخْرَجَ الْبَرَّاغِيَّ فَجَعَلَهُ خُفَاجَأَخْوَى... سَبَّيْخ فَعْل امر، فَمِيرَانتِ مُسْتَقْرِرٌ فاعل، اسم مضاف، رِتَك مرکب اضافی ہو کر موصوف، الْأَعْلَى صفت اول الذي اسم موصول خَلْقٌ فَسَوْيٰ معطوف و معطوف عليه ہو کر صلة (خلق کا مفعول مخدوف ہے ای کل شئی) اسم موصول اپنے صلے سے مل کر معطوف عليه، وَأَعْاطَفَهُ الدَّى اسْمَ موصول، قَدَّرَ فَهَذَا معطوف و معطوف عليه ہو کر صلة، اسم موصول اپنے صلے سے مل کر معطوف عليه معطوف، وَأَعْطاَفَهُ الدَّى اسْمَ موصول آخرج الہراغی فَعْل، فاعل (ضمیر ہو) اور مفعول بہ ہو کر معطوف عليه فاعطفہ برائے تعقیب، جَعَلَ فَعْل، ضمیر ہو مستقر فاعل، ضمیر مفعول بہ اول (مرجع

۱۔ عَلَّا الرَّجُل: غالب آتا، علیٰ فی الشرف (س) غَلَادَ: عزت و مرتبہ بہند ہونا، ہو غلیث۔

۲۔ مجرد میں ہے سوی الرجل (س) سیسوی: درست کار ہونا۔

۳۔ مجرد میں ہے قدر علیہ (ض) قدر اڑا و قدرہ: قادر ہونا (اعجم الوسیط، القاموس الوحید) قَدَّرَ الشَّيْءُ، قَنْزًا: اندازہ لگانا (صلاحات کی تبدیلی سے اس کے اور بھی بہت سے معانی ہیں)

۴۔ غَنَّا الْوَادِي: (ن) غَنَّوْا وَغَنَّوْا: وادی کا ز پادہ کوڑے کر کر کٹ دالی ہونا۔

المرغی ہے) غنا احوزی مرکب تصنیفی ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر، زب کی صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مضاد الیہ، اسم مضاد اپنے مضاد الیہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (ال محل لہا)

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفِي ۝ وَ نُعِسْرُكَ

ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے ۰ مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو ۰ وہ ہر ظاہر اور خفی کو جانتا ہے ۰ اور ہم اس آسان

لِلْيُسْرَیٰ ۝

شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے ۰

تشریف ماقبل میں فجعله غثاء احوزی کے ضمن میں آپ نے پڑھاتھا کہ طاعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ ﷺ کو اس کی تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے، سو اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ”سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝“ ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو۔ یعنی ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے یعنی یاد کرا دیا کریں گے (جب ابتداء میں آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ بھول جانے کے خوف سے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ خود بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے لہذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا کہ ہم آپ کو یاد کرا دیا کریں گے پھر آپ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے مگر جس قدر بھانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اور نسخہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مضمون کو سب کے ذہنوں سے فراموش کر دیا جائے، ”إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفِي ۝“ وہ ہر ظاہر و خفی کو جانتا ہے پہ یاد رکھانا اور فراموش کر دینا سب قرین حکمت ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور خفی دونوں کو جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں ہے، ”وَ نُعِسْرُكَ لِلْيُسْرَیٰ ۝“ اور ہم اس آسان شریعت کے لیے آپ کو سہولت دیں گے یعنی جس طرح ہم آپ کے لئے قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دے دیں گے (یعنی شریعت کے حکم کا بھنا بھی آسان ہو گا اور عمل کرنا بھی آسان ہو گا اور تبلیغ بھی آسان ہو جائے گی) (اور شریعت کی صفت یسیلی لانابطور درج کے ہے یا اس لئے کہ ویسیر کا سبب ہے یعنی آخرت میں آسانی کا)

فائدہ نیسر ک کا ایک ترجیح ہے کہ ہم آپ کو شریعت یسری کے لئے آسان کر دیں گے حالانکہ مقام کا تقاضا یہ تھا لے تو لہ احوزی صفة لغثاء ای غثاء اسوة لان الغثاء اذا قدموا صابتة الامطار اسود و تقدّن فصاز احوزی و قل هو حال من المرغى، ای اخارج المرغى اسود و من شدّة الخضراء اس صورت میں احوزی کو خرکرنے کی وجہ عایت فوامل ہے۔

کہ یہ کہا جاتا کہ تم آپ کے لئے شریعت کو آسان کر دیں گے یعنی آسان ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ بندہ کی، تو جواب یہ ہے کہ حکمت اس کے اندر یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طبعی طور پر ایسا بنادیں گے کہ شریعت آپ کی طبیعت بن جائے گی کو یا شریعت پر حلنے کے لئے آپ کو آسان بنادیا۔

لغات سُلْقُرُكْ نُقْرِي، (افعال) مضارع معروف جمع متکلم آفڑۂ فلانا: پڑھانا، قرۂ (ف) قرائۃ و قرآن: پڑھنا۔ لَأَنْتَسِي (س) مضارع واحد ذکر حاضر، نیسی الامر (س) نشیتا و نیشیاتا بھولنا، دراصل نشنسی تھا، قاعدہے جاری ہوا ہے، یَعْلَمُ (س) مضارع معروف واحد ذکر غائب، عَلِمَ الشَّيْءَ (س) علقتا: جانتا۔ الجھر (ظاہر) (خواہ قول ہو یا فعل) باب فتح کا مصدر ہے اور یہاں معنی اسم فاعل ہے۔ جَهَرَ الشَّيْءَ (ف) جھڑوا: ظاہر و آفکارا ہونا، جَهَرَ بالكلام و نحوه جھڑوا و جھڑا: ظاہر کرنا، اعلان کرنا، قرآن میں دوسری جگہ ہے وَ ان تجھہر بالقول فاتحہ یَقْلِمُ السِّرَّ وَ أَخْفَى۔ یَخْفِي (س) مضارع معروف واحد ذکر غائب، خفی الشیء (س) خفاء و خفیہ پوشیدہ ہوتا۔ نُیَسِرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، یَسِرَ الشَّيْءَ: آسان کرنا، یَسِرَ فلانا: سہولت دینا، توفیق دینا، یَسِرَتِیْسِرُ (ض) یَسِرَا: آسان ہونا۔ یُسِرِی موصوف مخدوف ہے ای للشريعة اليسرى (آسان شریعت) اسم تفضیل یَسِرَ کا مؤنث، جمع یَسِرَات، یَسِرَت، یَسِرَ (ض) یَسِرَا: آسان ہونا۔

ترکیب سُلْقُرُكْ فَلَا نَتَسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهَرَ وَ مَا يَخْفِي وَ نُیَسِرُكَ لِلْیَسِرِی۔ سدن برائے استقبال، نُقْرِنک (ای نُقْرِنک ما نُوجِنِیک) فعل فاعل مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ تفریعیہ لَا نَتَسَى فعل مضارع، ضمیر انت فاعل إِلَّا حرفاً استثناءً ما شاء اللہ (شاء کامفعول بہ مخدوف ہے ای آن تنساہ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مشتبہ مفرغ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ (انہ یعلم الجھر و ما یخفی) جملہ تعلیلیہ ہے اپنے ماقبل کا، اس میں الجھر معطوف علیہ ہے اور ما یخفی موصول مع صلہ کے معطوف پھر یعلم کا مفعول بہ) وَ نُیَسِرُكَ لَنْ وَادَ عاطفہ (عطاف علی سُقْرِی) نُیَسِرُ فعل، ضمیر نحن فاعل، کاف مفعول بہ، للیَسِرِی ای للشريعة اليسرى جار مجرور متعلق نُیَسِرُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متناہہ تک (الاصل لہما)

فَذَرْكُرُ إِنْ تَفَعَّتِ الذِّكْرَی ۝ سَيَدِّكُرُ مَنْ يَخْشِي ۝ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي

تو آپ تھیت کیا کیجئے اگر تھیت کرنا مفید ہوتا ہو۔ وہی شخص تھیت مانتا ہے جو ذرتا ہے اور جو سخت بد نصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی

لے قولہ ما یخفی مضارع اس وجہ سے لایا گیا کہ مضارع اثر ارار پر دلالت کرتا ہے اور اشیاء میں غالب احوال اخفاء ہی ہے، انہمار کبھی کبھی ہوتا ہے اور انہمار کبھی اگر ہو تو بعد انہمار وہ مخفی ہو جاتی ہے (یہاں القرآن) دراصل یعنی تھا، بقادہے تعلیل ہوئی۔

۲۔ یَشَرَ الشَّيْءَ (ک) یَشَرَا وَتَسَارَۃ: آسان ہو، (۲) کم اور سہوی ہو۔

۳۔ قولہ إِلَامَا شَاءَ اللَّهُ: استثناءً مفرغ میں اعم المفاعیل ای لاتنسی اصلاح مقا سلترنکہ شیئا من الاشیاء إِلَامَا شَاءَ اللَّهُ (روح العنان) وقد یقائی الاستثناء من اعم الاوقات آی فلاتنسی فی وقت من الاوقات لاؤ وقت مشیت اللہ تعالیٰ۔

یَضْلِي التَّارِ الْكُبْرَىٰ ۚ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَ لَا يَخْبُى ۖ

آگ میں داصل ہو گا۔ پھر اس میں نہ مر ہی جائے گا اور نہ بنے گا۔

تشریح اے پیغمبر ﷺ! جب ہم آپ کے لئے قرآن اور شریعت اسلام کو آسان کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو آپ جس طرح خود تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے چنانچہ فرمایا: ”فَذَكْرُ إِنْ تَفْعِتِ الدِّكْرِ ۚ“ تو آپ نصیحت کیا کیجئے۔ اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (نصیحت فی نفسہ مفید ہی ہوتی ہے کما فی القرآن وَذَكْرُ فِيَنَ الدِّكْرِ تَفْعُلُ الْمُؤْمِنِينَ، لہذا ان تَفْعِتِ الدِّكْرِ کا اضافہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ اگر تو آدمی ہے تو فلاں کام کر لہذا ان تَفْعِتِ الدِّكْرِ کے الفاظ اگرچہ شرط کے الفاظ ہیں مگر در حقیقت شرط مقصود نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کو دوسروں کو نصیحت کرنے کے لیے تاکیدی حکم دینا ہے) ”سَيِّدَ الْكُوَرْ مَنْ يَخْشِي ۖ“ نصیحت اگرچہ فی نفسہ مفید ہوتی ہے؛ مگر اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ سب ہی کے لئے مفید ہو گی اور سب ہی اس کو مان لیں گے بلکہ وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے، ”وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَىٰ ۖ الَّذِي يَضْلِي التَّارِ الْكُبْرَىٰ ۖ“ اور جو سخت بد نصیب ہو (یعنی مستحق دوزخ ہو) وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہو گا (یعنی آتش دوزخ میں جو دنیا کی سب آگوں سے بڑی ہے) حدیث میں وارد ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر وال حصہ ہے، حضرت حسن بصریؓ سے بھی منقول ہے کہ نار صغری دنیا کی آگ، اور نار کبری جہنم کی آگ ہے۔ ”ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَ لَا يَخْبُى ۖ“ پھر اس میں نہ مر ہی جائے گا (کہ مصیبت سے چھکا کارامل جائے) اور نہ بنے گا (یعنی نہ آرام کی زندگی بنے گا، بلکہ ایسی زندگی ہو گی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا، العیاذ باللہ)

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے ☆ مر کے بھی چیزوں نہ پایا تو کدھر جائیں گے

نکتہ: جہنم میں موت کا نہ آنا کفار کے ساتھ خاص ہے، گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہاں ان کو موت آجائے گی اور جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت ہو گی تو ان کو جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا (یعنی نہر حیات میں، اور ان کو از سر نو حیات مل جائے گی۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت موجود ہے (روح تفسیر ابن کثیر))

نکات ذَكْرُ آپ نصیحت کیجئے، باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد ذکر حاضر، ذَكْرُ النَّاسِ: وعظ و نصیحت کرنا، ذَكْرُ تَفْعِتِ (ف) ماضی معروف واحد مؤثر غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا: فائدہ دینا۔ لِ الدِّكْرِ باب نصر کا مصدر، بمعنی نَفْعَتِ ذَكْرُ کو (تفعل) مضارع معروف، واحد ذکر غائب (نصیحت ماننا) دراصل یَتَذَكَّرُ تھا، تاء کو ذال سے نصیحت کرنا۔ سَيِّدَ الْكُوَرْ (س) مضارع معروف واحد ذکر غائب، خَشِيَّ (س) خشیتہ: ڈرتا۔

قولہ میں نفعت شرط سے مقصود امر (ذذکر) کی تاکید ہے ورنہ نصیحت تو نافع ہی ہے یا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کسی کے بیٹے سے کہے کہ آدھمداد کان بالک (بیان القرآن) الفرض تذکیر فی نفہ باعث ہے لگو کسی وقت شرط ذذکر شد پائے جانے کی وجہ سے ذذکر کا ترتیب نہ ہو۔ (بیان القرآن)

یتَجَنَّبُ (تفعل) مضارع معروف واحد مذکور غائب، **تَجَنَّبُ الشَّيْءَ**: گریز کرنا، بچنا۔ **تَجَنَّبَ الشَّيْءَ (ن)** جنبنا: بچنا (۲) بچنا۔ **الْأَشْفَى** (سخت بد نصیب) (س) اسم تفضیل واحد مذکور، شقی (س) شقا و شقاۃ و شقاوۃ: بد بخت ہونا (در اصل آشقی تھا) یفضل (سورۃ الانفطار میں تحقیق گذرچکی) **النَّازَّ أَكَّ**، مراد دوزخ، جمع النیزان و انزو۔ (نیزان کی اصل نیوران تھی، اور نار کے اندر الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ تغیر نوبرة ہے، اعراب القرآن و صرف) الکبڑی (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں فاراہ الآیۃ الکبریٰ کے تحت گذرچکی) **لَا يَمْوُثُ (ن)** مضارع معروف واحد مذکور غائب، ماث (ن) متوٹا: بمنا۔ **لَا يَجِدُ** (س) مضارع معروف واحد مذکور غائب، حیی (س) حیتا و حیواناتا: زندہ رہنا۔

تَرْكِيبٌ **أَفَلَمْ يَرَ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى... فَإِنْ فَصِحَّ** (اعرب القرآن) ای لما یشرنا لک القرآن والشريعة السمحۃ اخ، ذکر فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط مقدر کی جزا، (ذکر کامفعول به مخدوف ہے ای ذکر الناس بما یوحنی اليک) **إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى شَرْطٌ، أَوْ جَزْءٌ مَقْدُرٌ هُوَ فِيهِ، إِنْ ذَكَرُهُمْ** شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیئل کو من یجھشی و یتَجَنَّبُهَا **الْأَشْفَى** الذی یفضل الناز الکبڑی **لَمْ لَا يَمْوُثُ فِيهَا وَلَا يَجِدُ** میں برائے استقبال یہ کر فعل، من یجھشی اسم موصول مع صد کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، **وَأَعْطَافُهُ يَتَجَنَّبُ** فعل ہا مفعول به (ای الذکری) الاشقا موصوف الذی اس موصول یفضل فعل، ضمیر هو فاعل، **النَّارُ الْكَبِيرُ** مرکب تو صیفی ہو کرمفعول فی، فعل اپنے فاعل اور مفعول فی سے مل کر معطوف علیہ، **وَمَنْ** حرفا عطف لا یمود فیها جس ہو کرم معطوف علیہ معطوف، **وَأَعْطَافُهُ لَا يَجِدُ** جملہ ہو کرم معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہو ایصلی کا، معرف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صد، اسم موصول اپنے صد سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل، **يَتَجَنَّبُ** فعل اپنے فاعل اور مفعول به سے مل کر معطوف ہو لسیئل کو کام معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (الجمل لها من الاعراب)

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَّكَّى ۚ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۖ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۗ

بامداد ہوا جو شخص پاک ہو گیا ۖ اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا ۖ بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدس رکھتے ہو ۖ

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّ أَبْقَى ۖ **إِنَّ هَذَا لِفِي الصُّحْفِ الْأُولَى** ۖ **صُحْفِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى** ۖ

حالاکہ آخرت بدرجہ بہتر اور پاکدار ہے ۖ یہ معنوں اگلے صحفوں میں بھی ہے ۖ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحفوں میں ۖ

تَشْرِيفٍ ماقبل میں ایک آیت تھی اسیئل کو من یجھشی (وہی شخص تسبیح مانتا ہے جو ذرتا ہے) اب سوال ہو گاما

۱۔ بعض حضرات ذکر کو جزا مقدم قرار دینے ہیں اور ان نفعت کو شرعاً موخر، مکر عربی کتب کے مطالعے سے معلوم ہتا ہے کہ الی مرد جزا کو قدم نہیں مانتے لہذا اگر کسی تہکہ شرعاً پہنچا ہر موخر تو اس کی جزا عالمہ سے محفوظ مانتے ہیں۔

حال متن تذکر یعنی اس شخص کا کیا حال ہوا جس نے نصیحت قبول کی، تو جواب دیا ”قُدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ بامرا رہا و شخص جو پاک ہو گیا تزکی زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کے اصل معنی پاک کر دینے کے ہیں، مال کی زکوٰۃ کو بھی اس لیے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو انسان کے لیے پاک کر دیتی ہے، لہذا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب اور بامرا رہا ہو گیا کہ جو قرآن سن کر اور نصیحت مان کر عقائد باطلہ اور اخلاقی رذائلہ سے پاک ہو گیا، ”وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى“ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی نماز شامل ہے خواہ فرض ہو یا نفل یا واجب، اور بعض مفسرین نے جو خاص عید کی نماز سے اس کی تفسیر کی ہے وہ بھی اس میں داخل ہے، اور نماز چوں کہ مومن کی معراج ہے اس لیے بوجدا ہمیت کے اس کا ذکر کر دیا اور نہ مرا جملہ احکام شرع کو بجا لانا ہے۔

”بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَاۚ وَ الْأُخْرَةُ خَيْرٌ وَّ أَبْقَىۚ“ مگر اے منکر و تم قرآن سن کر مانتے نہیں اور تم اس کام کو نہیں کرتے جس میں تمہارے لیے صلاح اور بہترائی ہے۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو یہی وجہ ہے کہ کافر، پتھر دل سب کچھ کر لے گا مگر اپنے پا نہار کو یاد نہیں کرے گا، حالاں کہ آخرت دنیا سے بدر جہا بہتر اور پاسیدار ہے (دنیا بہتر نہیں بلکہ دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک چھر کے پر کے برابر بھی نہیں اور پاسیدار بھی نہیں آئے دن اپسے واقعات رو نہما ہوتے رہتے ہیں کہ آج کا باہدشاہ کل تختہ دار پر نظر آتا ہے، آج کا کروڑ پتی کل کافیر، اور آخرت پاسیدار اور باقی رہنے والی ہے، وہاں کی نعمتیں بھی لازوال اور غیر فانی ہیں خود قرآن نے فرمادیا: وَفَاكِهَةٌ كَوِيرَةٌ لامقطوعة ولا مددوعة (دیکھئے تدریس قرآن پارہ: ۲۷، سورۃ الواقع) ”إِنَّ هَذَا لَفْظُ الصُّحْفِ الْأَوَّلِ“ صُحْفِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى“ یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں یہ مضمون یعنی اس سورت کا مکمل مضمون یا آخری مضمون یعنی والآخرة خیر وابقى کا مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے، حضرت موسیٰ کو توریت سے پہلے کچھ صحیفے بھی دیئے گئے تھے وہ مرا دیں، اور ہو سکتا ہے کہ صحفو موسیٰ سے تورات ہی مرا دہو (معارف) روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوع ذکر ہے کہ ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ پر بھی تیل نزول توریت دس صحیفے نازل ہوئے۔

لغات افلح (افعال) ماضی معروف واحد مذکر غائب، کامیاب ہوتا۔ فلَح (ف) فلَاحا کامیاب ہوتا۔ تَزَكَّى (فعل) ماضی واحد مذکر غائب، (باقی تفصیل فعل هل لک الی آن تزکی کے ضمن میں گذر جکی) اصلی باب تفعیل سے ماشی واحد مذکر غائب، صلی صلاۃ: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا: (تحقیق سورۃ النازعات میں

۱۔ قول اصلی، صلی علیہ: کسی کے لئے دعا نے تحریر کرنا قرآن میتوصلی علیہم ان صلات کستگی اہم، صلی بالناس نماز پڑھنا، حمل اہمہ علی رسولہ اللہ کا اپنے پیغمبر کو اپنی برکت و رحمت سے ڈھانپنا۔ (باب تفعیل کے مصادد کس وزن پر آتے ہیں، دیکھئے مؤلف کی درسی کتاب ”قواعد المترکب و خاصیات الابداب“)

وآخر الحیوۃ الدنیا کے تحت دیکھئے) تو شرون، افعال سے مضارع جمع مذکر حاضر "تم ترجیح دیتے ہو" ، الآخرہ عالم بقاء یعنی موت کے بعد کا زمانہ (۲) پھیلی۔ دراصل اسم فاعل ہے، مگر لفظ دنیا کی طرح اس پر بھی اسمیت کا غلبہ ہو گیا، اور یہ موت کے بعد والے زمانہ کا نام ہو گیا ملائی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (اور ما سمعنا بهذا فی الملة الآخرة میں الآخرة یعنی یچھے کے ہے۔ خیرو اسم تفضیل خلاف قیاس (اصله اخیر) یعنی زیادہ بکثر، زیادہ اچھا لد خواز (ض) خیرو و خیارۃ: اچھا اور بھلا ہونا، مفید ہونا۔ آنھی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بقی (س) بقاۃ: دیر پا ہونا، باقی رہنا۔ الصحف اوراق، کتابیں، واحد صحیفۃ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیلہ لکی جمع فعل کے وزن پر نہیں آتی، نادر ہونے میں اس کی نظر سفینہ لکی جمع سفن ہے۔ الاولی پہلی، جمع اول یہ الاولی کا مؤنث ہے، اول (س) آنولاً: سبقت لے جانا، پہلے ہونا۔ ابراہیم اللہ کے مقدس رسول، اور ہمارے نبی خاتم النبیین ﷺ کے جدا امجد اور بجز آپ کے تمام انبیاء ورسلین سے افضل ہیں (بر بنائے عجمہ و علیت غیر منصرف ہے) موسی بن اسرائیل کے مشہور پیغمبر، باپ کا نام عمران تھا گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے تھے، آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سال کی مدت تھی، یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے، عبرانی زبان میں مٹو پانی کو کہتے ہیں اور لہی کا معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا، حضرت موسی کو پیدائش کے بعد فرعون وقت کے ذر سے لکڑی کے صندوق میں بند کر کے درخت کے نیچے پانی کی موجودن میں ڈال دیا گیا تھا اس لئے موسی نام ہو گیا، یہ صندوق قصر فرعون کے کنارہ آگا، فرعون کی بیوی آسیہ نے اس کو نکلا یا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہوا ہے، بے اختیار اس کو سینہ سے لگایا، اور مٹنی بنانے کا فیصلہ کر لیا، بالآخر حضرت موسی علیہ السلام بڑے ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے نکل ہوا۔

فائدہ بعض وہ مضاہین جو حضرت موسی کے صحفوں میں تھے، عجیب لئن آئینَ بالموت کیف یُفرخ، عجیب لئن آئینَ بِالنارِ کیف یَضْحَكُ، عجیب لئن رأى الدنیا و تقلیتہ افی اهلها کیف یطمینُ الیها، عجیب لئن آئینَ بالقدرِ ثُمَّ يُنْصِبُ، عجیب لئن آئینَ بالحسابِ ثُمَّ لا یَعْمَلُ، وَأَوْرَدَ النسفي قولہ و فی صحف ابراہیم، یُنْبَغِي لِلْمَا قَلَ أَرْسَكَوْنَ حَافِظًا لِلْسَّانَه، عَارِفًا بِزَمَانَه، مُقْبِلًا عَلَى شَانَه۔ (عرب القرآن و مرفوہ بیانہ)

ترکیب اَقْدَمْ لَعْنَ مَنْ تَرَكَ وَذَكَرَ اَسْمَ رَتَهُ فَصَلَی..... قَدْ حَرَفَ تَحْقِيقَ اَفْلَعَ فَعْلَ مَنْ اَسْمَ مُوصَلَ تَرَكَ

۱۔ قولہ خیل خیرہ اس حیث کہتے ہیں جو حسن الذاتہ، خیزو بھی بطور اس بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے ولنکن منکم اقتداء یہ دعوں الی الغیر یعنی نہیں۔ یہ کام اسی طرح قمن عمل مثقال ذرۃ خیر امیں یعنی نہیں ہے لہڑ بھی جھڑا بھی نہیں ہے، جیسے سورۃ العدیات میں ہے وانہ لمحۃ الخیر لشدید۔
۲۔ قد افالع میں قد براۓ تحقیق ہے، کبھی لفظ قدما خی پر واصل ہو کر تقریب کے لئے آتا ہے یعنی اپنی کو حال کے قریب کرنے کے لئے اور لفظ قد مضارع پر واصل ہو کر تقلیل کے لئے آتا ہے جیسے قد بیصدیق الکنوب کبھی بکھار بڑا جھوٹا آری، بھی بچ بول دیتا ہے مگر تقلیل کے لئے آتا ہے اکثر یہ ہے، درستہ بھی بھی مضارع پر واصل ہو کر تحقیق کا بھی فاکہہ دیتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے قدیعلم الله المعقوقین منکم یقینا اللہ تعالیٰ تم میں سے روکنے والوں کو جانتے ہیں۔

فعل فاعل ہو کر معطوفہ عالیہ، و اُعاطفہ ذ کر اسم رتبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعاطفہ ضلیل جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول با صلہ فاعل، ضلیل اپنے فاعل سے مل کر جملہ مستانفہ (الْجُلُل لہا)، تَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ حَيْثُ وَأَيْنِی تَلْ برائے اضراب مقدر سے ائی لاتفعلون ما فیہ صلاح امر کم، تَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ ای خداویں حالیہ الآخرة انتقالی، تَلْ تُؤْثِرُونَ فعل، ضمیر و اذ و الحال، الحیاة الدنیا مرکب توصیفی ہو کر فعل بہ، والآخرة ای خداویں حالیہ الآخرة مبتدا خبر و اباقی معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذ و الحال مع حال کے فاعل، پھر مکمل جملہ، جملہ مستانفہ۔ ان هَذَا لَفْنِ الصُّحْفِ الْأُولَى تَحْفَفَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ان حرف مشہہ بالفعل هذا اسم ان (والاشارۃ الی ما ذکر) لام مزحلہ برائے تائید فی حرف جار الصحف الاولی مرکب توصیفی ہو کر مبدل منه صحف مضاف ابراہیم و موسی معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن بمذکوف کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

سورة الْغَاشِیَۃ مَکَّیَۃ

هَلْ أَتَكَ حَدِیثُ الْغَاشِیَۃُ ۝ وَجُو۝ یَوْمَینِ خَاسِعَةُ ۝ عَامِلَةُ تَاصِبَةُ ۝ تَضْلِلُ نَارًا
 آپ کو اس محيط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے ۰ بہت سے چہرے اس روز ذیل ۰ مصیبت جھیلتے، خستہ ہوں گے ۰ آتش سوزان میں حَامِیَۃُ ۝ تُشْقَی مِنْ عَيْنٍ أَنِیَۃُ ۝ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِیعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ وَ لَا داخِل ہوں گے ۰ کھولتے ہوئے چشے سے پانی پلاۓ جاویں کے ۰ ان کو بجز ایک خاردار جہاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا ۰ جونہ فربہ کرے گا

یُغْنِی مِنْ جُو۝عٍ ۝

اور نہ بخوب کو رفع کرے گا ۰

(خط) سورت سابقہ میں آخرت کی تیاری کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں آخرت کی تیاری کرنے اور نہ کرنے پر جزا اوزرا کا ذکر ہے، اور جزا اوزرا جوں کہ قیامت میں ہوگی اس لیے قیامت کے قائم کرنے اور جزا اوزرا کو نافذ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اخیر سورت میں اپنی قدرت کا اثبات کیا اور قیامت اور جزا اوزرا کے انکار پر جو آپ ﷺ کو رنج ہوتا تھا اس پر آپ ﷺ کو تسلی بھی دی گئی۔

شرح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور پھر اہل جنت کا حال بیان کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”ذل

آئیک حَدِیثُ الْغَاشِیَةِ ۚ ”کیا آپ کو اس محیطِ عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے غاشیۃ صیغہ اسم فاعل غشیع سے مشتق ہے جس کے معنی چھا جانے اور ذہان پ لینے کے ہیں، مراد اس سے قیامت ہے کہ جو تمام عالم پر چھا جائے گی، اور اس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا، اور آیت کے اندر استفہام برائے تشویق ہے یعنی اس غاشیۃ کی خبر سننے کا شوق دلانا مقصود ہے، آگے بہ صورت جواب اس خبر کی تفصیل ہے، فرمایا: ”وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاسِحَةٌ ۚ عَامِلَهُ نَاصِبَةٌ ۚ“

بہت سے چہرے اس روز ذلیل، مصیبت جھیلتے، خستہ ہوں گے بہت سے چہروں سے مراد چہروں والے ہیں اور آیت میں کفار کا حال مذکور ہے کہ وہ اس دن خاسیعہ ہوں گے یعنی ذلیل ہے اور عاملہ ہوں گے یعنی مصیبت جھیلتے اور تحکم جانے والے، عاملہ صیغہ اسم فاعل از باب سمع کے لفظی معنی ہے، عمل اور محنت کرنے والے، محاورہ میں عامل اور عاملہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو مسلسل عمل اور محنت کرنے سے تحکم کر چور چور ہو جائے، آیت میں مصیبت جھیلنے سے مراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل اور اغلال یعنی زنجیروں اور طقوں کو اپنے اوپر لادنا اور دوزخ کے پھاڑوں میں چڑھنا ہے، اور اس مصیبت جھیلنے کی وجہ سے ان کا خستہ حال اور نہاد ہال ہونا ظاہر ہے۔ جو کہ ناصبہ کا مفہوم ہے، بعض نے کہا عاملہ اور ناصبہ سے ان کی دنیا کی حالت مراد ہے یعنی کتنے ہی لوگ دنیا میں محنت کرتے کرتے تحکم جاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے جوگی اور نصاریٰ کے راہب کہ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں مگر طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب محنتیں بیکار جاتی ہیں۔

کسی کے ایک آنسو سے دل جاتی ہے یہ دنیا ☆ کسی کام بھر رونا یوں ہی بیکار جاتا ہے
”تَضْلِلُ نَارًا حَامِيَةً ۚ ”آتش سوزاں میں داخل ہوں گے تصلی اللہ وجہہ کی چوتھی خبر ہے۔

نکتہ: آگ کی خاصیت تو گرم ہونا ہی ہے تو پھر آیت میں حامیہ محفوظ لانا کیوں کر درست ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت لانا بطورِ مبالغہ کے ہے اور یہ بتلانے کے لیے ہے کہ وہ آگ دنیا کی آگ کی طرح کسی وقت کم یا ختم نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ تیز گرم اور دمکتی ہوگی۔ ”تَسْقُي مِنْ عَيْنٍ أَنِيَةً ۚ“ کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلاٹے جائیں گے عینیں کے معنی پانی کا چشمہ اور آنیہ صیغہ اسم فاعل از باب ضرب آئیں سے مشتق ہے جس کے معنی تیز گرم یعنی کھولنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار کو جہنم رسید کر کے کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلا یا جائے گا، اور کھولتا ہوا چشمہ وہی ہے جس کو دوسرا آیتوں میں حیم فرمایا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہاں اس کا بھی چشمہ ہوگا۔ ”لَيْسَ لَهُمْ ظَعَامٌ أَلَا مِنْ ضَرَبِ يَعْ ۝ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝“ ان کو بجز ایک خاردار جہاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جونہ فربہ کرے گا، اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔ ضربِ یع دینا میں ایک خاص قسم کی خاردار گھاس ہے جو زمین پر جھیلتی ہے اور ایسی بد بودار اور زہر لی ہوتی ہے کہ کوئی جانور اس کے پاس نہیں جاتا، دوزخ کے اندر بھی ایک خاردار درخت ہوگا

۱۔ نماز میں بھی خشوع کا بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجھے اور ذلت و نیکی کے آثار پہنچنے اور پر طاری کرے، جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و تذلل اختیار نہیں کیا وہ قیامت کے دن ذلت و درسوائی اٹھائیں گے۔

جونہایت کڑوا اور بد بودار ہو گا وہ کفار کو کھانے کے لیے دیا جائے گا، بعض کفار مکہ نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ہمارے اونٹ تو ضریع کھا کر خوب فربہ ہو جاتے ہیں، ان کے جواب میں فرمایا کہ لَأَيْسِمُنْ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُنُعٍ كہ جہنم کی ضریع کو دنیا کی ضریع پر قیاس نہ کرو وہاں کی ضریع کھانے والوں کو نہ فربہ کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی، یعنی اس میں نہ غذا بننے کی صلاحیت ہو گی اور نہ بھوک کو دفع کرنے کی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | ضریع بطور مثال کے ہے الہذا ضریع میں حصر کرنا اس غذا کے مقابلہ میں ہے جو کھانے کے لائق اور خوشگوار ہو، الہذا ضریع کے علاوہ ز قوم غشیلین وغیرہ کا اہل جہنم کے کھانے میں شامل ہونا اس کے منافی نہیں۔

جہنم میں درخت کیسے؟ | آگ تو درخت کو جلا کر خاک کر دیتی ہے تو جہنم میں ضریع وغیرہ کے درخت کیسے باقی رہیں گے؟ جواب یہ ہے کہ جس خدا نے دنیا کے اندر درخت کو پانی اور ہوا سے پالا پرورش کیا اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ جہنم میں درخت کی غذا آگ ہی کو بنادے اور وہ اسی سے پھلے پھولیں (معارف)

لغات هل اثیک حدیف (اس کی تحقیق سورۂ النازعات میں "هل آتاَكَ حِدِيثُ مُوسَى" کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الغاشیۃ چھا جانے والی، ڈھانپ لینے والی، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، مراد قیامت ہے، کہ اس کی ہولنا کی سب پر چھا جائے گی، اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کر لیا گیا، اور یہ قیامت کا نام ہو گیا۔ غشی الامو (س) غشیتا: ڈھانکنا۔ وُجُوهٌ وَخَمَّةٌ کی جمع، چہروں خاکشیدہ ذلیل، باب قُلْ سے اسم فاعل واحد مؤنث، خشوع (ف) خُشُوعًا: ذلیل ہونا، عاجزی دکھانا۔ عَامِلَةٌ باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، عَمِلَ (س) عَمَلًا: کام کرنا، محنت کرنا (یہاں مراد ہے مصیبت مجھلنا) نَاصِبَةً (نہ کھے ہوئے، خستہ حال) باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، نصب (س) نَاصِبَةا: بہت تھک جانا۔ تَضَلِّلٌ (س) مضارع واحد مؤنث غائب (تحقیق اور استعمال سورۂ الانفطار میں یَضْلُّونَهَا یَوْمَ الدِّین کے تحت ملاحظہ فرمائیں) نَازِراً آگ، مراد دوزخ، جمع نیران و آئوڑ۔ حَامِيَةً دُبُتی ہوئی، گرم، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، حمیت الناز (س) حَمِيَّا وَحَمْوَّا: آگ کا گرم ہونا۔ تَسْفِي (ض) مضارع محبول واحد مؤنث غائب، سُقُنی فلانا (ض) سُقُنیا وَأَسْقُنی: پانی پلانا۔ عَيْنٌ چشم، جمع غیون۔ آئیۃ: سخت کھولتا ہوا (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، آئی الماء (ض) آئیتا: پانی کا کھولنا۔ طَعَامٌ کھانا، جمع آطِعَمَه۔ ضَرِيع خاردار گھاس، دوزخ کا ایک خاردار درخت جو نہایت کڑوا اور بد بودار ہو گا۔ لَا يُسْمِنُ باب افعال (اسماء) سے مضارع منفی معروف واحد مذکور غائب، آشمن و سُقُن: فربہ کرنا سیمین (س) سِمَنًا وَسَقَانَةً: موٹا ہونا، (صفت سَمِین و سَقَانَة جمع سِمَان) لَا يُغْنِي باب افعال سے مضارع منفی معروف واحد مذکور غائب، بے نیاز کرنا، غنی فلان (س) غَنِي وَغَنَاءً: مالدار ہونا، عَنِ الشَّيْنِ: بے نیاز ہونا۔ جُو عِ اسْم بمعنى بھوک، جائع (ن) جَوْعًا وَمَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔

۱۔ باب ضرب سے مخفی ہیں گاڑا، نصب الشیء (ض) نصبنا: کھرا کرنا، گاڑنا، والی الجبال کیف نصب میں اسی باب سے ہے۔

۲۔ خستی فلانا (ض) حَمِيَّا وَجَمَاتِيَّة: خافتہ کرنا، بچانا، آخمنی الشیء: گرم کرنا۔

تركيب هَلْ أَتَكَ حَدِيفُ الْغَاشِيَةِ هَلْ حرف استفهام برائے تشویق (یا بمعنی قدْ براۓ اخبار عند بعض) آئی فعل کاف مفعول بہ، حَدِيفُ الْغَاشِيَةِ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ (المحل لها) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاطِشَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَضْلِي نَارًا حَامِيَةٌ تُسْقِي مِنْ عَيْنٍ آئِيَةٌ وجہہ مبتدا (توین برائے تشویق جو منزلہ صفت کے ہے، الہذا مبتدا کا نکرہ لانا صحیح ہو گیا، یا توین بعض مضاف الیہ ای وجہہ الكفار) يَوْمَئِذٍ (أَيْ يَوْمَ اذْ غَشِيَتِ الْغَاشِيَةِ) ظرف مقدم برائے خاطشہ، خاطشہ شہ جملہ ہو کر خبر اول، عاملہ شہ جملہ ہو کر خبر ثانی، ناصبہ شہ جملہ ہو کر خبر ثالث، تَضْلِي نَارًا حَامِيَةً جملہ ہو کر خبر رابع (محل رفع میں) (نار حامیہ مرکب تصیفی ہو کر مفعول فیہ تصلی کا) تُسْقِي مِنْ عَيْنٍ آئِيَةً جملہ ہو کر خبر خامس (تصلی اور تُسْقِي کی ضمیر کا مرجع وجہہ ہے مگر مراد أَصْحَابُ الْوِجْهِ ہیں اے) لیس لهم طعاماً الا من ضریع لا یُسْمِنُ ولا یُغْنِي مِنْ جَوَاعِ لیس فعل ناقص لهم ثابتاً کے متعلق ہو کر خبر مقدم، طَعَامٌ مُتَشَقِّي مِنْهُ إِلَّا حَرْفٌ اسْتَنْاءٌ مِنْ حرف جار ضریع موصوف لا یُسْمِنُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یُغْنِي مِنْ جَوْعٍ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنات مخدوف کے متعلق ہو کر طعاماً مخدوف کی صفت (ای طعاماً کائنناً) موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنی، مستثنی منه اپنے مستثنی سے مل کر اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنافسہ بیانیہ، (کائناً قیل ما هو طعامهم بعد ما ذکر شرابهم) یا خبر سادس مبتدا اپنی تمام خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (وجہہ اُنچ جملہ متنافسہ بیانیہ ہے، وقع جواباً عن سوال نشأ من الاستفهام التشويقي) کائناً قیل مِنْ جَهَةِ النَّبِيِّ ﷺ مَا اتَانِي حَدِيشَهَا مَا هُوَ فَقِيلَ وَجْهَهُ اُنچ ۲

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِيَةٌ ⑧ لِسْعَيْهَا رَاضِيَةٌ ⑨ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا غِيَةٌ ⑪

بہت سے چھرے اس روز بارونق ۱۰ اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے ۱۰ بہشت بریں میں ہوں گے ۱۰ جن میں کوئی لغوبات نہ نہیں کے ۱۰

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۱۲ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ۱۳ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۱۴ وَنَمَارِقُ

اس میں بتتے ہوئے پیشے ہوں گے ۱۰ اس میں اوپنچ اوپنچ تختت ہیں ۱۰ اور رکھے ہوئے آنکھوںے ہیں ۱۰ اور برابر لگے

مَصْفُوفَةٌ ۱۵ وَزَرَابٌ مَبْثُوثَةٌ ۱۶

ہوئے گدے ہیں ۱۰ اور سب طرف قلبین پھیلے پڑے ہیں ۱۰

۱۵ ضمیر درجیں مطابقت کا بیان آپ حضرات "مشکل ترکیبون کا محل" میں دیکھ لیں۔

۱۶ ایک قول یہ ہے کہ خاطشہ، عاملہ، ناصبہ صفات ہیں وجہہ کی، اور تصلی ناز احتمیہ اور تُسْقِی الخا و لیست لہما نجت نہیں خریں۔

قولہ لیس لهم طعام الا من اُنچ کے اندر من ضریع متعلق ہو کر طعام کی صفت اور اس سے بدل بھی بن سکتا ہے۔

قولہ مِنْ جَوْعٍ ایک قول یہ ہے کہ مِنْ امکہ ہے اور ما بعد مغلماً منصوب ہے۔

تشریح ماقبل میں اہل جہنم کا حال ذکر تھا ب ان آیات میں اہل جنت کا حال ذکور ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَجْهُهُمْ مَيْدِنٌ نَّاعِمَةٌ لَّتَسْعِيهَا رَاضِيَةٌ“ بہت سے چہرے اس روز باروف، اپنے کاموں کی بدولت خوش ہوں گے۔ اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور یہ چہرے ایمان والوں کے چہرے ہوں گے جو ناعمہ ہوں گے، یعنی پر روف اور تروتازہ کے نعمتوں کے آثاران کے چہروں پر ظاہر ہوں گے اور چوں کہ ان چہروں والوں یعنی مومنین نے دنیا کے اندر نیک کاموں میں خوب کوششیں کی تھیں، آج ان کا بیٹھا پھل ملا، اس لیے وہ اپنے کاموں اور کوششوں سے خوش و خرم ہوں گے، ”فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ“ بہشت بریں میں ہوں گے۔ بریں فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی بلند، یعنی وہ جنت مرتبہ کے اعتبار سے بھی عالی ہے اور ظاہری اونچائی کے اعتبار سے بھی بلند ہے، ”لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَأَغْيَةً“ جن میں کوئی لغو بات نہ سیں گے لاتسمع صیغہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر کا مرتعن وجوہ ہے اور مراد اصحاب الوجوه ہیں یعنی جنت کے اندر کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں سیں گے (بلکہ خوشی اور سلامتی کا ماحول ہوگا، جگر خراش، دل آزار، گالی گلوچ اور بہتان بازی وال زام تراشی جیسی گھناوی حركت وہاں کوئی نہیں کرے گا۔ ”فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ“ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے عین کی تنوین یا توبڑائے تعظیم ہے یعنی عظیم الشان چشمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے چشمے مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں یا برائے نکشیر ہے ای غیون کثیر یعنی کثیر چشمے (رود) یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ عین نکره فی الاشباث واقع ہے اس لیے ایک چشمہ مراد نہیں ہے بلکہ جنس پر محول ہے یعنی کثیر چشمے (ابن کثیر) ”فِيهَا سُرُورٌ مَّزْفُوعَةٌ“ اس میں اوپنے اوپنے تخت ہیں یعنی مرتبہ کے اعتبار سے بھی اوپنے اور بلند و برتاؤ مرکان کے اعتبار سے بھی اوپنے، جن کی مسافت حدیث ترمذی میں پانچ سو سال چلنے کی مقدار بتائی گئی ہے، اور ان کے تختے لکڑی کے نہیں بلکہ سونے کے ہوں گے، اور ان کے کنارے زمرہ، موئی اور یا قوت سے آراستہ ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اجب جنت کے تخت، بہت اوپنے ہوں گے تو ان پر چڑھنے میں مشقت بھی اٹھانی پڑے گی اور دیر بھی لگے گی، تو جواب یہ ہے کہ جب پیٹھنے والا ان پر بیٹھنا چاہے گا تو وہ فوراً نیچے ہو جائیں گے اور پھر انہوں جا سکیں گے اور اپنے مقام پر چلے جائیں گے۔

”وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ“ اور رکھے ہیں یعنی پیالے اور یہ ان کے سامنے ہی موجود ہوں گے تاکہ جب پانی پینے کو جی چاہے تو دیر نہ لگے، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیالے جنت کے چشموں کے کناروں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ ”وَنَمَارقٌ مَصْفُوفَةٌ“ اور برابر لگئے ہوئے گدے ہیں یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے ہیں۔ ”وَزَرَابٌ مَبْتُوَةٌ“ اور سب طرف قائم پھیلے پڑے ہیں تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کر لیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھا سکیں، خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی، اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔

لغات وجوہ چہرے، واحد و جملہ ناعمہ باروف (س) اسم فاعل واحد مؤنث، نیعم الشیع (س) نعم و نعمۃ

ونعینما: پر رونق ہونا۔ سقع باب فتح کا مصدر سقی (ف) سفیتا: کوشش کرنا، کمائی و کوشش کے معنی میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہوتا ہے، جمع مساعی۔ راضیۃ خوش و خرم (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رضیۃ و به و عنہ و علیہ (س) رضا و رضاۃ و رضاۃ انساناً و مرضاة: خوش ہونا، راضی ہونا۔ عالیۃ (ان) اسم فاعل واحد مؤنث، علا (ان) غلوٹا: بلند ہونا۔ لا تَسْتَمِعُ صیغہ واحد ذکر حاضر سمع (س) سمعاً و سمعاً و سمعاً: سنالا۔ لا غیۃ مصدر ہے بمعنی لغو چیزے عافية (روح المعانی) بیہودہ کلام، لغایل غلو لغواً و لغایل غی لغی و لغی لغی لغی و لغایۃ ولا غیۃ و ملغاۃ: بیہودہ بات کرنا، بغیر سوچ سمجھے بولنا۔ (لا غیۃ دراصل لا غیۃ تھا، واو کو بعد کرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بد لدیا) (مزید عمدہ تحقیق بضم اختیاری مطالعہ) عَيْنَ جاریۃ: بہتے چشمے، عین سے یہاں جنس مراد ہے ان لئے جمع سے ترجمہ کیا گیا ہے، عَيْنَ کی جمع اعین و عیون۔ جاریۃ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، جزی الماء (ض) جزیاً و جزیاناً: بہنا، جاری ہونا۔ سُرُّ واحد سریز تخت - مرفوعۃ او پخ، (ف) اسم مفعول، رفع الشیء (ف) رفعاً و رفعاً: انھانا، او پر انھانا، بلند کرنا۔ آشکاوی آنکھوں کے جن میں پکڑنے کا وسٹہ نہ ہو، یعنی پیالے، گلاس، واحد گوب۔ موضعۃ (ف) اسم مفعول واحد مؤنث، وضع الشیء (ف) وضعاً: رکھنا۔ نَمَارِقُ گدے، واحد نُمْرَقَة (حضرت تھانوی نے گدے ترجمہ کیا ہے) بعض حضرات نے تکیے ترجمہ کیا ہے، اس میں تین لغات ہیں: (۱) نُمْرَقَة (نوں اور راء کا ضمہ) (۲) دونوں کافی (۳) دونوں کا کسرہ، اور بغیرہاء کے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی النُّفُوق (روح المعانی) مضافوقة برابر لگے ہوئے (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، صفت الشیء (ن) صفتاً: ترتیب سے لگانا، زرائی قالین، واحد زریتیہ (زاء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ، روح المعانی) مبنیۃ (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، بیت الشیء (ن) بیتاً: پھیلانا، بکھیرنا۔

تُرْكِيبٌ وجوہہ یعنی مبنیۃ تاعمۃ لتسعیہا راضیۃ... وجوہہ مبتدا (توین برائے تنویع) یوم مبنی مرکب اضافی ہو کر ناعمة کا ظرف، ناعمة شبہ جملہ ہو کر خبر اول، لتسعیہا متعلق مقدم راضیۃ کے (والتقديم للاعتناء مع رعاية الفاصلة) ۲ اور وہ خبر ثانی فی جئۃ عالیۃ لا تسعیہا لا غیۃ... فی حرف جار جنۃ موصوف عالیۃ صفت اول، لا تسعیہا لا غیۃ ۳ صفت ثانی (لا غیۃ مفعول بہ اور فیہا متعلق لا تسقع کے) فیہا عین جاریۃ... فیہا جار مجرور ثابتہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم عَيْنَ جاریۃ مرکب توصیفی ہو کر مبتدامؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ثالث، فیہا سُرُّ مرفوعۃ و آشکاوی موضعۃ و نَمَارِقُ مضافوقة و زرائی مبنیۃ... فیہا جار مجرور ثابتہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم سُرُّ مرفوعۃ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ واو عاطفة اکواب موضوعۃ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف واو عاطفة نَمَارِقُ مضافوقة مرکب توصیفی ہو کر معطوف

۱. سمع لہ: اطاعت کرنا سمع اللہ لیئن خیلہ: اللہ کسی کی حکم کو سننا اور قول کرنا۔

۲. قولہ لتسعیہا الغ و قیل المضاف مقتدرای لشوای سعیہا الغ

۳. قولہ لا تسعی الخ خطاب لکل من يصلح للخطاب، او هو مسند الى ضمير الغائب المؤنث وهو ارجع للوجه على آن المراد بها اصحابها او الاستاد مجاز.

علیہ معطوف، او عاطفہ زر ابی مبیفوونہ مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر مبتداً موخر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت رائع، جنتہ کی، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر کائنۃ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر ثالث، مبتداً اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

عمده تحقیق: قوله لاغیۃ: لاغیۃ کے بارے میں ایک قول تو ضمن لغات لکھ دیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مصدر نہیں بلکہ اسم فاعل ہے، اب تین صورتیں ہیں، یہاں پہلی صورت یہ ہے کہ فاعل کا یہ وزن اسم فاعل کے معنی میں نہیں کیوں کہ اسم فاعل ماننے کی صورت میں ترجمہ ہو گا لغو اور بے ہودہ کام کرنے والا، اور اس کا موصوف کلمہ مخدوف ہے تو ظاہر ہے کہ کلمہ کو لغو بولا جاتا ہے نہ کہ خود کلمہ لغو بے ہودہ کام کرنے والا ہوتا، لہذا فاعل کا یہ وزن نسبت کے لیے ہے، جیسے: تامزو لابن ای ذات لغو یعنی کلمہ ذات لغو۔ ”لغو بے ہودہ بات“ دوسری صورت یہ ہے کہ لاغیۃ نامہ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے، اور کلمہ میں صفت ہی ہے، اور کلمہ کی طرف اس کی نسبت استاد مجازی ہے کیوں کہ کلمہ لاغیۃ نہیں ہوتا بلکہ ملغوبہ ہوتا ہے، یعنی کلمہ خود لغو کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ یعنی اس کو بول کر لغو بے ہودہ کام کیا جاتا ہے، تیسرا صورت یہ ہے کہ یہ نفس مخدوف کی صفت ہے ای لاستمع فیها نفس لاغیۃ یعنی جتنی لوگ کسی شخص کو بے ہودہ بات کرتے نہیں گے، اب یہ استاد اسناد حقیقی ہو گی، اور اسم فاعل اپنے معنی میں ہو گا۔ (روح و مظہری ملخضا)

نکته: قوله فيها عین جاریۃ: چشمون کا پانی تو جاری و ساری ہوتا ہی ہے تو جاریۃ صفت کیوں لائی گئی، جواب یہ ہے یہ صفت بطور مبالغہ کے لائی گئی ہے کہ اس کا پانی ایسا رواں دواں ہو گا کہ کبھی منقطع نہ ہو گا۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْأَيْلِ كَيْفَ خُلِقُتْ ۚ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۚ وَإِلَى الْجِبَالِ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے ۰ اور آسمان کو کہ کس طرح بسند کیا گیا ہے ۰ اور پہاڑوں کو

کیف نصیبت ۱۵ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۱۶

کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں ۰ اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے ۰

تشریح ان آیات سے ماقبل آیات میں قیامت اور مومن و کافر کی جزا اور اکا بیان تھا تو جو بعضے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں جزا اور غیرہ کے سب واقعات ہوں گے تو یہ ان کی غلطی ہے ان کو اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیوں میں غور کرنا چاہیے، چنان چہ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جن میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے قیامت کو قائم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْأَيْلِ كَيْفَ خُلِقُتْ ۖ“ تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے یعنی اونٹ کی بیت اور خاصیت دوسرے جانوروں کی بہ نسبت عجیب ہے، بیت باس طور عجیب ہے کہ اپنے ذیل ڈول کے اعتبار سے سب سے بڑا جانور ہے (ہاتھی بھی اگرچہ بڑا چوپا یہ ہے مگر وہ عرب کے اندر ہوتا ہی نہیں اور قرآن کے اولین

مخاطب وہی حضرات ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں وہ فوائد و خصائص نہیں جو اونٹ میں پائے جاتے ہیں نیز نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ دودھ پیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے ہر پاؤں میں دو گھنٹے بنادیئے جن کی تہہ کر کے وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس پر چڑھنا آسان ہو جاتا ہے، اور باعتبار خاصیت و اوصاف کے بھی وہ عجیب ہے کہ وہ مسکین طبع اور بُر اسادہ مزاج ہے کہ ایک بچی بھی اگر چاہے تو اس کی ری پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے، نیز تمام پالتو جانوروں میں سب سے زیادہ بھوک پیاس گرمی سردی برداشت کر لیتا ہے اور تھوڑی سی دیکھ بھال سے خوش ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پیش میں ایک ایسی ملنگی بنادی کہ وہ سات آٹھ روز کا یانی لی کر اس ملنگی میں محفوظ کر لیتا ہے اور حسب ضرورت اندر اندر پی لیتا ہے، ”وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعْتُ^{۱۵}“ اور آسان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے کہ بظاہر نہ کوئی ستون ہے اور نہ کوئی کھما۔ ”وَإِلَى الْجَبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ^{۱۶}“ اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کے کئے کہ ذرا بھی اپنی جگہ سے بخشش نہیں کھاتے۔ ”وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ^{۱۷}“ اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے کہ اس پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا بھی آسان، اور کھیتی کرنا بھی آسان، خلاصہ یہ ہے کہ کیا مسکرین بعثۃ اللہ تعالیٰ کی ان قدر توں کو نہیں دیکھتے کہ ان میں غور و فکر کے اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے پر قادر ہونا سمجھ لیتے۔

فائدہ مذکورہ آیات میں بطور خاص چار چیزوں کو بیان کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن کے اوّلین مخاطب عرب کے لوگ تھے اور عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے تو اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ، اس لیے ان علامات میں غور کرنے کے لیے فرمایا گیا۔

لغات الایبل اونٹ، یہ بطور اسم جنس واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، ایبل کا کوئی واحد نہیں ہے البتہ اس کی جمع آبال آتی ہے، لفظ ایبل مؤفت ہے اسی وجہ سے اس کی تغیریں تا آتی ہے چنانچہ ابیلہ بولتے ہیں (روح المعانی) گیف اسم بتی برفتح ہے، عموماً یہ استفهام کے لئے ہوتا ہے خواہ استفهام حقیقت ہو یا اعتبار امثالاً تجرب وغیرہ کے لئے، کیف کے بعد اگر کوئی اسم ہو تو کیف خبریت کی بناء پر محل رفع میں ہوگا، اور اگر کیف کے بعد فعل ہو تو کیف مفعول مطلق یا حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہوگا، آیت مذکورہ میں کیف حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے اور الہم تر کیف فعل ریک باصحاب الفیل میں کیف مفعول مطلق ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے، اور کیف شرط کے لئے بھی آتا ہے، جیسے کیف تصنیع اصنیع پس یا ایسے دھنلوں کا تقاضا کرتا ہے جو لفظاً معنی متفق ہوں اور مجزوم نہ ہوں۔ (معنى اللبيب: ص ۲۰۳، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۹۳) **خَلِقَتْ** (ن) ماضی مجرہول واحد مؤنث غائب، خلق الشیء (ن) خلقاً: پیدا کرنا۔ **رُفِعَتْ** (ف) ماضی مجرہول واحد مؤنث غائب، رفع الشیء (ف) رفقاً و رفاعاً: بلند کرنا۔ الْجَبَالِ الجبل کی جمع، پہاڑ۔ **نُصِبَتْ** (ض) ماضی مجرہول واحد مؤنث غائب، نصب الشیء (ض) نصبنا: کھڑا کرنا، گاڑنا۔ الارض زمین، جمع آرڈنون، آڑاچیں، آڑوچیں۔ سطح - سطح - سطح بچھائی گئی۔ (ف) ماضی مجرہول واحد مؤنث غائب، سطح - سطح - سطح

(ف) سطحیاً: بچانا، پھیلانا۔

ترکیب افلاً يَنْظُرُونَ إِلَى الْأَبْلِيلِ كیف خلقت وَإِلَى السَّمَاءِ كیف رُفِعَت وَإِلَى الْجِبَالِ كیف نُصِبَت
وَإِلَى الْأَرْضِ كیف سُطِحَت... همزة برائے استقہام انکاری (اعراب القرآن) فا عاطفہ اور معطوف علیہ محفوظ
ہے آئی ایشکروں البعث فلا ینظرؤں اخی یَنْظُرُونَ فعل، واو ضمیر فاعل، ای حرف جاد الابل مبدل منه کیف
حال از ضمیر خلقت (ای خلقت علی آئی حال، او لا ینظرؤں الی خلق الابل، او الی کیفیۃ خلقہا) ذوالحال اپنے
حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بدل اشتمال (محل جریں) مبدل منه اپنے بدل سے مل کر مجرور، جارا پنے
مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واو عاطفہ الی السماء کیف رُفِعَت (اس کی ترکیب بعینہ الی الابل کیف خلقت کی
طرح ہے) معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ الی الجبال کیف نُصِبَت (حسب سابق) معطوف علیہ معطوف، واو
عاطفہ الی الارض کیف سُطِحَت (حسب سابق) معطوف، تمام معطوفات باہم مل کر متعلق لا ینظرؤں فعل مذکور
کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلام مستانفہ
مسوق لتقریر ما ماضی من حدیث الفاشیۃ)

فَذَكِّرْ شِإِنَّهَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ^{۲۷} لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ^{۲۸} إِلَّا مَنْ تَوَلَّ وَكَفَرَ^{۲۹} فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کجھے۔ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر مسلط نہیں ہیں۔ ہاں مگر جو وگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔ تو خدا اس

اللهُ الْعَذَابُ الْأَكْبَرُ^{۳۰} إِنَّ إِلَيْنَا أَيَّا بَعْهُمْ^{۳۱} ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ^{۳۲}

کو بڑی سزا دے گا۔ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہو گا۔ پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لیتا ہے۔

تشريح ماقبل میں چار چیزوں میں غور و فکر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا تھا، مگر جب یہ لوگ باوجود دلائل موجود ہونے
کے غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”فَذَكِّرْ شِإِنَّهَا أَنْتَ
مُذَكِّرٌ^{۲۷}“ تو آپ (اے پیغمبر) نصیحت کر دیا کجھے اور ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے، کیوں کہ آپ تو بس صرف
نصیحت کرنے والے ہیں۔ ”لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ^{۲۸}“ آپ ان پر مسلط نہیں ہے (جو زیادہ فکر میں پڑیں، اور
بات منوار ہی رہیں) ”إِلَّا مَنْ تَوَلَّ وَكَفَرَ^{۲۹} فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابُ الْأَكْبَرُ^{۳۰}“ ہاں مگر جو وگردانی
کرے گا اور کفر کرے گا تو خدا اس کو بڑی سزا دے گا (یعنی آخرت میں) ”إِنَّ إِلَيْنَا أَيَّا بَعْهُمْ^{۳۱} ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا
حِسَابُهُمْ^{۳۲}“ یہ جملہ ماقبل عذاب کی تقلیل کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑی سزا
دے گا کیوں کہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہو گا، پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لیتا ہے۔ لہذا آپ صرف نصیحت کر کے
اپنی ذمہ داری پوری کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے پروردگر دیجئے کہ ہم ان سے ایک ایک رتی کا حساب لے لیں گے۔

نکتہ: وعید کو قوی بنانے کے لیے انَّا الیٰنا ایا بھم میں الینا کو مقدم ذکر کیا یعنی ان کی واپسی ایسے جبار و قہار کی طرف ہی ہوگی جو ان کو سزا دینے پر قادر ہے۔ (مظہری)

نکتہ: انَّ عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ عَلٰی لِزُومٍ کے لیے آتا ہے لیکن اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں یعنی بالذات لازم نہیں، ہاں اس نے کفار کو معاف نہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس وعدہ کی وجہ سے کفار کو عذاب دینا اس پر لازم ہے، اس یوں سمجھو کر اس جگہ علی کا استعمال تاکید و عید کے لیے ہے۔

لغات **ذَكَرُ بَابِ تَفْعِيلٍ** سے امر حاضر کا واحد ذکر حاضر، **ذَكَرُ النَّاسِ**: **وَعْظٌ وَنَصِيحَةٌ** کرنا۔ **مَذَكُورٌ بَابِ تَفْعِيلٍ** سے اسم فاعل کا واحد ذکر۔ **لَسْتَ** فعل ناقص لینس سے، واحد ذکر حاضر۔ **مُضَيَّطٌ** سلط، اسم فاعل واحد ذکر، از خلاصی مزید فی الحق بر باغی مجرد **صَيْطَرَةً** بروزن **فِيَقْلَهُ** (در اصل **سَيْطَرَةً** ہے، سین کو صاد سے بدل دیا، سیطرة یعنی ذمہ دار ہونا، سلط ہونا) **تَوْلِي** (تفعل) ماضی واحد ذکر غائب، روگردانی کرنا۔ **كَفَرَ** (ن) ماضی واحد ذکر غائب، **كَفَرَ الرَّجُلُ** (ن) **كُفَرَا وَكُفَرَاتِنَا**: **كَافِرُهُنَا**، کفر کرنا۔ **يُعَذَّبُ** (تفعل) مضارع واحد ذکر غائب، عذبة تغذیہا وعدایا: عذاب دینا، سزا دینا۔ **الْعَذَابُ بَابِ تَفْعِيلٍ** کا اسم مصدر، یعنی سزا، وکھ، جمع آعذبة۔ الا کبڑا باب کرم سے اسم تفضیل واحد ذکر (دیکھئے سورۃ النازعات میں فاراہ الایۃ الکبری) ایا ب مصدر از باب نصر، آب **الیٰهِ** (ن) آؤتا وایا بتا، وما بتا: لوٹنا (در اصل اواب ہے، واؤ بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی)۔ ثم (للتراخی الرتبی لا الزمانی) **حِسَابٌ** مصدر از باب نصر، حسب المال و تحوہ (ن) **حِسَابًا وَخُسْبَاتًا**: مال وغیرہ کا حساب کرنا۔ (مزید تحقیق سورۃ النباء میں)

ترکیب **أَذْكُرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكَّرٌ... فَاصْبِحْ** (اور شرط مقدر ہے) آئی ان کانوا لا ینظرؤن الى هذه الاشياء نظر تدبیر فذکرهم (اعراب القرآن) **ذَكَرٌ** فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ **إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكَّرٌ** (ترکیب آسان ہے) اور جملہ تعلیلیہ ہے (ای تعلیل للامر بالذکر) **لَسْتَ عَلَيْهِمْ مُضَيَّطٌ** **لَسْتَ** (تاکید لمضمون انما انت مذکر) فعل، تاء ضمیر اس کا اسم عليهم جار مجرور متعلق مقدم **مُضَيَّطٌ** کے مصیططہ براۓ تمییز و تاکید **مُضَيَّطٌ** لفظا مجرور محلہ منصوب، لیس کی خبر فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، الا من **تَوْلِي** و **كَفَرَ** **فَيُعَذَّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابُ الْأَكْبَرُ** الا یعنی لکن من اسم موصول **تَوْلِي** و **كَفَرَ** معطوف و معطوف عليه جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فازائد (جو مشابہ ہے فا جزا یہ کے کیونکہ مبتدا میں اس جگہ شرط کے معنی کی جھلک ہے) اور یہ الذی یا تینی فی الدار فلہ درہم کی طرح

۱۔ **تَوْلِي** فلا تا: دوست بہنا، محبت کرنا۔

۲۔ قوله ذکر الغ مفعول بـ کو حذف کر دیا گیا ای ذکر یعنی مفعول بـ کو کسی غرض کی بناء پر حذف کرنا جائز ہے، لفظی غرض ہو جیسے رعایت فوائل جیسے ما و دعکریکو ماقلو ای قلای یا سخنی غرض ہو، جیسے مفعول بـ کے ذکر کو تغیر بخشنے کی وجہ سے اس کو حذف کرنا جیسے کتبہ اللہ لاغلبین ان اور سلی ای لاغلبین الكافرین۔

ہے) یعنی اللہ فعل، فاعل، مفعول بہ، العذاب الا کبر مرکب تصییفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ متائفہ یا پھر متین منقطع (اعراب القرآن وصرف و بیانہ) ان **الَّتِي نَا إِيَّا يَهُمْ ثُمَّ إِنْ عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ... إِنْ حَرْفٌ مُشْبَهٌ بِالْفَعْلِ إِلَيْنَا جَارٌ بِجُرْدِ ثَابِثٍ** کے متعلق ہو کر خبر مقدم ۲۳۷ ایا یہم مرکب اضافی ہو کر اسم مؤخر، حرف مشبه بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف **إِنْ عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ** (حسب سابق) معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ تعلیلیہ (ای تعلیل للعذاب الا کبر)

فَإِنَّهُمْ ایا یہم اور حساب ہم کی ضمیر کا جمع لانا لفظ من کے معنی میں عموم کے اعتبار سے ہے اور بعض جگہ ضمیر کا واحد لانا لفظ من کی رعایت میں ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقيق لطیف: قوله إِلَامَنْ تَوْلَى:

عاصم الدین نے فرمایا کہ من تولی اخ کو لست عليهم کی ضمیر ہم سے متین منقطع مانتے میں اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ متین منقطع وہ ہوتا ہے جو والا کے بعد واقع ہو اور اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہوا سکے متعدد میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ اس متعدد یعنی متین متین منہ کے حکم میں مخالف ہو، تو دیکھتے یہاں مَنْ تَوْلَى وَكَفَرَ سے کفار مراد ہیں اور لست عليهم میں ہم ضمیر سے بھی کفار مراد ہیں تو یہاں متین متین منہ متعدد سے نکالا نہیں گیا اور حکم کے اعتبار سے بھی یہاں متین متین منہ کے مخالف نہیں بلکہ حکم میں شریک ہے کہ مستحق عذاب ہے، اس کا جواب دیا کہ کبھی کبھی متین منقطع کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لیے آتا ہے بغیر اس کے کہ وہ حکم میں متین منہ کے مخالف ہو، پس اس کے لیے حکم کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا حکم متین منہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے پس یہاں متین عذاب کے وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ لست عليهم میں ہم ضمیر کے جو مصدق ہیں ان کو توعذاب ہو اور جو من تولی و کفر کے مصدق ہیں ان کو عذاب نہ ہو، لہذا ان کا حکم بیان کیا گیا کہ فيَعِذِّبُنَّ اللَّهُ الْأَخْ



سورۃ الفجر

وَالْفَجْرِ ۚ وَلَيَالٍ عَشْرِ ۚ وَالشَّفْعِ وَالوَثْرِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسْمٌ

تم ہے خبر کی ۰ اور دس راتوں کی ۰ اور جت اور طلاق کی ۰ اور رات کی جب وہ چلنے لگے ۰ کی اس میں عقل نہ لے دو راقول یہ ہے کہ الاحرق استثناء متن تولی و کفر موصول اپنے صدر سے مل کر متین متصل ذکر کے مفعول بہ سے آئی ذکر عبادی الامن تولی اخ یا عليهم کی ضمیر سے، اس صورت میں فيَعِذِّبُنَّ اللَّهُ الْأَخْ کی قاعاطفہ ہو گی اور معطوف علیہ مخروف ہو گا ای تعبیہ فيَعِذِّبُنَّ اللَّهُ الْأَخْ اور یہ جملہ متائفہ ہو گا (اعراب القرآن و بیانہ و صرف) کو قیل الاستثناء منقطع (تفصیل در دروح العالم)

وَالسُّرُوفِ تقدیم الجار وال مجرور التشید بـ بالوعید و فـ المطفب بـ ثم للدلالة على التراخي في الرتبة لافتة الزمان

لذی حجرٌ

کے واسطے کافی قسم بھی ہے۔

رات سورت سابقہ میں جزاۓ فریقین کا ذکر تھا اس سورت کا بڑا مقصد فریقین کے ایسے اعمال کو بیان کرتا ہے جو جزا و سزا کے سبب بنتے ہیں، اور تمہید میں بعض ہلاک شدہ امم سابقہ کا ذکر ہے جن کے اعمال موجب سزا تھے اور اخیر میں فریقین کی بعض جزا کا مضمون ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کہائی ہیں اور جواب قسم مقدر ہے آئی لشَعْدَبِنَّ یا کفار مَنْكَرَ (جلالین) تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالْفَجْرِ“ قسم ہے فجر (کے وقت) کی، یعنی ہر روز کے صبح صادق کے وقت کی کہ وہ عالم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ آدمی سوتے سوتے کیسے بیدار ہو گیا، گویا زندگی کی ایک نئی صبح ہو گئی (حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ماہ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر ہے جو اسلامی قمری سال کا پہلا دن ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک یوم النحر کی فجر مراد ہے (جلالین حاشیہ، معارف القرآن) لے ”وَلَيَالٍ عَشْرِ“ اور دس راتوں کی دوسری چیز جس کی قسم کہائی وہ دس راتیں ہیں یعنی ذی الحجه کی شروع کی دس راتیں کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اور ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ (کذافی الحدیث) ”وَالشَّفْعُ وَالْوَثْرِ“ اور جفت اور طاق کی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی شفعت کے لغوی معنی جوڑے کے ہیں جس کو اردو میں جفت کہتے ہیں اور جفت سے مراد ذی الحجه کی دسویں تاریخ ہے اور وتر کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ اور طاق سے مراد ذی الحجه کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ ہے (کذافی الحدیث) (ایک حدیث میں ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں اور کسی کی جفت، بعض نے کہا کہ طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور جفت سے مراد مخلوق)

”وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِرَ“ اور رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گذر نے اور ختم ہونے لگے، یاد رکھئے کہ رات کا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ و انعامات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے، ”هَلْ فِي ذَلِكَ قَسْمٌ لذِي حِجْرٍ“ یہ آیت بطور جملہ مفترضہ کے ہے تا کہ اس قسم کا عظیم ہونا معلوم ہو جائے کہ کیا اس (قسم مذکور) میں علمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے (یعنی کیا عقل و ایسے آدمی کے لیے یہ قسمیں بھی کافی ہیں یا نہیں، ذی حجر کا ترجمہ ہے عقل والا، اور قسم کی تنوین برائے تقطیم ہے، بنابریں ترجمہ میں لفظ کافی استعمال کیا گیا) یہ استفہام تقریر لے دسویں ذی الحجه یعنی یوم النحر کی تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن کے ساتھ ایک رات لگا کی ہے جو اسلامی اصول کے مطابق دن سے پہلے ہوتی ہے صرف یوم النحر ایسا دن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی رات نہیں، یوم النحر سے پہلے جو رات ہے وہ تویں تاریخ یعنی عزیزی کی رات ہے گویا عزیزی کی دو راتیں ہیں ایک دن سے پہلے کی اور ایک بعد کی بھی وجہ ہے کہ اگر حاجی عرفہ کے دن میدان عرفات میں نہ ہٹکی سکا اور رات میں کسی وقت بھی صبح صادق سے پہلے تک بھی گھا تو اس کا دوقوف معتبر اور حج صحیح ہو جاتا ہے (معارف)

دتا کید کے لیے ہے یعنی واقعۃ ان مذکورہ قسموں میں ہر قسم تاکید کلام کے لیے کافی ہے معمولی نہیں ہے گو خدا نے پاک کی سب قسمیں اُسی ہیں مگر اہتمام شان کے لیے اس کے کافی ہونے کی تصریح فرمادی کافی قولہ تعالیٰ فی سورۃ الواقعۃ، وانہ لفَّقْسِمَ لَوْتَعْلَمُونَ عظیم اب اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے ای لتعذبین یا کفار مکہ اے کفار کہ تم کو ضرور سزا ہو گی اور اس جواب قسم پر آئندہ کلام ترینہ ہے جس میں منکرین سابقین یعنی قوم عاد، ثمود اور فرعون کو عذاب دینے کا ذکر ہے۔ کہ جس طرح وہ منکر خدا تھے تم بھی ہو تو جو حشران کا ہوا تمہارا بھی ہو گا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ سب تصرفات الہیہ کی دلیل ہیں اور جو ایمان و اطاعت کے واجب ہونے کی متفقی ہیں اور ترک واجب پر عذاب کا مرتب ہونا ظاہر ہے۔

فائدہ قسم کا عظیم ہوتا قسم کھانے سے سمجھا گیا بہلُ فی ذلیک قسم الخ سے تاکید ہے یعنی قسم کے عظیم ہونے کی تاکید ہے۔

لفاظ الفجیر (مراد وقت فجر) الفجیر مصدر ہے اور دراصل اس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، بطور اسم صبح کو اس لئے فجر کہتے ہیں کہ اس سے رات کی تاریکی چاک ہو جاتی ہے، فَجَرَ اللَّهُ الْفَجْرُ (ن) فجر طلوع کرتا۔ لیاں راتیں، واحد لیلہ دراصل لیتالیع تھا، یا بوجہ القاء ساکنین حذف ہو گئی، اور لیاں کو نکرہ لانا اس کی دیگر اتوں پر فضیلت کی وجہ سے ہے ۳۔ (اعراب القرآن) غَشِيرَ دُسْ، یہ بغیرہ کے مؤنث کا عدد ہے، اور جب اس کے ساتھ آخذ سے لیکر تسعۃ کا کوئی لفظ استعمال ہو گا تو شیئن پرفتہ ہو گا ۴۔ الشَّفَعَ بمعنی جوڑا، جفت و ثر کے بالمقابل، یہ مصدر ہے بمعنی جوڑا بنانا، کسی چیز کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز ملانا، شَفَعَ الشَّيْ (ف) شَفَعَا: جوڑا بنانا۔ پھر یہ بمعنی مشفوع (ملایا ہو یعنی جفت) استعمال ہونے لگا، شَفَعَ کی جمع أَشْفَاعٍ و شِفَاعَـ الْوَثْرِ طاق، اکیلا، ضد شَفَعَ (بکسر الواو و یفتحها) جمع آؤتاں، يَشَرِّ (ض) مضرار و احد مذکر غائب، سزی اللیل (ض) سزیتا و سزیاتہ: جانا، گذرنا، اصلہ یتسری حذفت الیاء تخفیفاً، (بیان القرآن) روح العالی میں ہے حذفت الیاء عند الجمهور و صلأ و وقفًا للتخفیف ولتوافق رؤس الآی، (یعنی رعایت فاصلہ کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا) بعض قراء نے حال و صل اور حال و وقف دونوں میں یا بعضاً کو ثابت مانا ہے اور بعض نے صرف حال و وقف میں یا کو حذف مانا ہے۔ قسم اسی مصدر بمعنی یہیں، جمع أَقْسَامٍ (قسم کی جمع بھی أَقْسَامٍ ہی ہے) أَقْسَمَ إِقْسَاماً وَمُفْقَسَماً: قسم کھانا۔ فجر عقل، جمع خجور و أحجار، اصل فجر الماء: چشمہ جاری کرنا، فجر (ن) فجروا: گناہ کرنا، الفجیر: وقت فجر میں داخل ہونا، گناہ کرنا، فاجز مفاجزہ: کسی کے ساتھ کر بکاری کرنا۔ فجر الأرض: چشمہ جاری کرنا۔

فلذہ: فجور فجر ہے ہے، دیانت کے پردہ کو چاک کر دینا جسکی دوسری تعبیر ہے نافرمانی و گناہ کرنا

۵۔ اللیل کے معنی بھی رات کے ہیں جمع اللیالی (یا مکی زیادتی کے ساتھ خلاف قیاس) اور لیانل بھی کہا جاتا ہے، اور اللیلہ بمعنی ایک رات، جمع لیالی و لیانل، صبح اللغات میں لکھا ہے کہ لیل نہار کے مقابل ہے اور لیلہ ہر یوم کے مقابل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیل مثل لیلہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیل واحد معنی میں جمع کے ہے، اور اس کا واحد ملیت ہے۔

۶۔ معدود الگزوں تک مذکر ہو تو عشرہ آیا گی میسے غشیر فرجا ہا اور اگر معدود موئث ہو تو عشرہ آیا گی میسے غشون نشقا (المجم الوسید، القاموس الوحید)

معنی روکنے کے ہیں، حجر علیہ (ن) حجرًا: روکنا (عقل کو جھر اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ وہ نامناسب باتوں میں مشغول ہونے سے روکتی ہے، روح المعانی)

ترکیب وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشِيرُ وَالشَّفْعُ وَالْوَقْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَشَرِّ ... وَأَوْ جَارَه قسمی، الفجر معطوف عليه وَأَوْ حرف عطف لیالی عشیر مركب تصمیقی ہو کر معطوف عليه معطوفاً وَأَوْ حرفي عطف الشفع معطوف عليه معطوف وَأَوْ حرفي عطف الوتر معطوف عليه معطوف وَأَوْ حرفي عطف اللیل (ای عظمۃ اللیل) معطوف، معطوف عليه اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مخدوف اُقسِمُ کا، اِذَا مضاف (مجرد عن الشرط) یُشَرِّ جملہ ہو کر مضاف الیہ، مركب اضافی ظرف ہوا، عظمۃ اللیل میں عظمۃ مخدوف کا، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (الْحَلُلُ لَهَا)، جواب قسم مخدوف ہے ای لشعدبن یا کفار مکہ (دوسراؤل یہ ہے کہ جواب قسم ان رثک بالمرصاد ہے) اهل فی ذلیک قسم لذیلی ججر (فی ذلک آی فیما ذکر ث من القسم المذکور) ... هل حرفي استفهام برائے تقریر و تاکید (الفَخَامَةُ الْأَشْيَاءُ المُذَكُورَةُ الْمُقْسَمُ بِهَا، روح المعانی) فی ذلک فلیبت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، قسم موصوف لام جارہ ذی ججر مركب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتداء مسخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مفترضہ ہوا (الْحَلُلُ لَهَا)۔ (یعنی قسم اور جواب قسم مخدوف کے درمیان)

الْهُمَّ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِنَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلِقْ مِثْلُهَا فِي
کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد • یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے • جن کی برابر شہروں میں
الْبِلَادِ ۝ وَ ثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَ فِرْعَوْنَ ذِي الْأَوَّلَادِ ۝ الَّذِينَ
کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا • اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القری میں پتھروں کو تراشنا کرتے تھے • اور پتھروں والے فرمون کے ساتھ • جنہوں نے
ظَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادِ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ
شہروں میں سر اٹھا کرنا تھا • اور ان میں بہت فساد پا رکھا تھا • سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوزا برسایا • بے شک

رَبُّكَ لِبِالْمِرْصَادِ ۝

آپ کا رب گھات میں ہے •

تشریح ان آیات میں موجودین کی عبرت کے لئے مغکرین سابقین کے دنیاہی کے اندر عذاب میں بتلاء ہونے کا
۱۔ قوله ولیالی علامہ مجرہ، الفتھئی بابہ عن الكسرۃ المقدرة على الیاء المحنوقة لاتفاق الساکینین، یمتنع صرفہ لقیام الجمع فيه مقام علیین۔

ذکر ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، ایک تو قوم عاد کا ذکر کیا، عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرائے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جانتا ہے یعنی عاد پیٹا تھا عاص کا اور عاص پیٹا تھا ارم کا اور ارم پیٹا تھا سام ابن نوح علیہ السلام کا، عاد کی نسل داولاد بھی اسی نام سے موسم ہوئی، یعنی اولاد کو باپ کے نام پر عاد بھی کہتے ہیں اور دادا کے نام پر ارم بھی گویا اس قوم کے ولقب ہیں، عاد اور ارم۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاد کی اولاد میں دو گروہ ہوئے ایک ان کے متقدمین جن کو عاد اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے متاخرین جن کو عاد آخری کہتے ہیں، تو جب عاد کے ساتھ ارم کا لفظ ملاتے ہیں تو اس سے عاد اولیٰ مراد ہوتی ہے (کہ یہ لوگ اپنے جدا مجدد یعنی ارم سے بہ نسبت عاد آخری کے قریب تر ہیں) اسی طرح ارم کا ایک پیٹا تھا عابر اور عابر کا پیٹا تھا شمود، پھر شمود کے نام سے بھی ایک قوم موسم ہوئی گویا عاد و شمود کا دادا ارم تھا۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: **اللَّهُ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبِّكَ بِعَادٍ ۚ أَرَمَ ذَاتَ الْعِيَادِ ۖ**، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے، (ہمزہ)، استفہام تقریری کے لیے ہے ای قدر ایت اور مخاطب آپ ﷺ ہیں یعنی واقعۃ آپ کو معلوم ہے گویا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ واقعات اپنی شہرت کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہر ایک کو ان کا علم ہونا چاہیے۔ اور لم ثر میں رویت سے مراد رویت قلبی یعنی علم ہے، اسی وجہ سے لفظ "معلوم" سے ترجمہ کیا گیا اور علم کو رویت سے اس لیے تعبیر کیا کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے چنانچہ صحابۃ کرامؐ اور عرب کے عام باشندے اس قوم سے خوب واقف تھے کہ کس طرح ان کو صفرہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ یاد رکھئے کہ آیت کے اندر قوم کی دو صفت لائی گئیں ایک ذات العماد دوسری التي لم یخلق۔ عمداد ستون کو کہتے ہیں، قوم عاد کو ذات العماد اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے قد و قامت ستون کی طرح بڑے طویل تھے، شاہ عبدالعزیز رکھتے ہیں کہ ان میں کم سے کم قدر کا آدمی بارہ گز کا ہوتا تھا، (عمداد کی جمع عمدہ کما قال تعالیٰ: فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ، سورۃ الہمزة، و قال تعالیٰ: بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، سورۃ الرعد) "الَّتِي لَمْ يُخْلِقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۖ" جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا یعنی دنیا بھر کے شہروں میں قوت و طاقت کے اعتبار سے ان جیسا بہادر کوئی نہیں پیدا کیا گیا، مگر بوجہ سرکشی و نافرمانی انجام کیا ہوا آگے خود آ رہا ہے کہ فَصَبَ عَلَيْهِمْ رِبُّكُمْ سوط عذاب، "وَ تَمُوذُ الَّذِينَ جَاءُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۖ" اور قوم شمود کے ساتھ جو وادی القری میں پھرروں کو تراشا کرتے تھے، شمود کا عطف عابر پر ہے یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ تیرے رب نے قوم شمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو وادی القری میں پھاڑ کے پھرروں کو تراشا کرتے تھے، اور مکانات بنایا کرتے تھے اے (ان کا انجام بھی وہی ہوا)

واضح رہے کہ وادی القری ان کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جیسا کہ ایک کا نام جھر ہے اور یہ سب جاز

۱۔ اللہ نے ان کو یہ فن عطا کیا تھا اور اس سک تراثی میں وہ بڑے ماہر تھے معلوم ہوا کہ کسی فن میں مہارت اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر انہوں نے اس نعمت کا یہ صد و یا کس منہم و محن کی نافرمانی کی۔ فیالعجب۔

و شام کے درمیان میں ہیں اور سب میں خمود رہتے تھے (بیان القرآن) جابوا بروزن قالوا ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی تراشنا، اور الصخر کا واحد صخرہ بمعنی پتھر۔ ”وَ فِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ“، اور میخوں والے فرعون کے ساتھ فرعون کا عطف بھی عاد پر ہے یعنی تیرے رب نے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا، او تاد و تڈ کی جمع ہے بمعنی میخ، فرعون کو ذی الاوتاد یعنی میخوں والا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کے چاروں ہاتھ پر میخوں سے باندھ کر یا خود ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑ کر دھوپ میں لشادیتا تھا اور اس پر سانپ پچھوچھوڑ دیتا تھا، (معارف)

”الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبَلَادِ“ فَأَكْثَرُهُوَا فِيهَا الْفَسَادِ

”جھنوں نے شہروں میں سر اٹھار کھا تھا، اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا الذی طَغَوا لِنْ عَادَ، شمود اور فرعون سب کی مشترکہ صفت ہے ای المذکورین، جھنوں نے شہروں میں سر اٹھار کھا تھا یعنی سرکشی قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور کفر و معاصی سے ایک فساد برپا کر رکھا تھا، چنان چہ ظلم و فساد حد سے بڑھا تو قدرت کو جلال آیا کہ ”فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ“ سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا بر سایا یعنی عذاب نازل کیا۔

نکتہ: سوط کے معنی کوڑا، اور عذاب کو کوڑے سے بایس وجہ تعبیر کیا کہ جس طرح جب کوڑا اور ڈنڈا بدن پر بجا شروع ہوتا ہے تو بدن کے مختلف حصوں پر بجتا ہے اسی طرح ان ظالموں اور فسادیوں پر عذاب بھی مختلف قسم کے نازل کئے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ عذاب کے لیے بجائے لفظ آنzel استعمال کرنے کے صبب بمعنی بر سانا استعمال کیا تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ان پر عذاب بارش کی طرح مسلسل بر سا کہ سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔

”إِنَّ رَبَّكَ لِبِالْمِيزَصَادِ“، پیشک آپ کا رب گھات میں ہے اس آیت میں عذاب کی علت اور موجودین کی عبرت کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے مرصاد اسم ظرف برائے مکان ہے، یعنی گھات کی جگہ کہ جہاں پیٹھ کر کوئی شخص دور دوستک کے لوگوں کو دیکھ سکے اور ان کے افعال و اعمال کی فگرانی کر سکے، اور وہ لوگ اس کونہ دیکھ سکیں، یہ کلام بطور شبیہ کے ہے کہ جس طرح کوئی آدمی گھات میں پیٹھ کر کسی کی نقل و حرکت کی خبرز کھے ہوئے ہو تو بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی نافرمانوں کی گھات میں ہے یعنی ہر انسان کے تمام اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے اور جب دیکھ رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا و سزا دینے والا ہے، لہذا یہ عذاب کی علت ہوئی، چنان چہ عذاب و سزا یہ ہے کہ نافرمانوں میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو آئندہ عذاب دینے والا ہے۔ (پس ان واقعات سے کفار کو عبرت پکڑنی چاہیے اور ایسے اعمال سے بچنا چاہیے کہ جو عذاب کا سبب ہوں، مگر کفار نے عبرت نہیں پکڑی جیسا کہ اگلی آیات میں تفصیل آرہی ہے)

فَانْدَه قوم عاد کی سزا کا ذکر سورۃ اعراف میں ہے فان جینہ والذین معه برحمة منا وقطعنا دا برالذین کذبوا بآیاتنا و ما کانوا مؤمنین، اس قوم پر یعنی عاد اولیٰ پرسات رات اور آٹھوں مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ہلاک کر دئے گئے اور قوم خمود کے متعلق بھی سورۃ اعراف میں ہے فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جثثین (پس آپکو ایک کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندو ہے پڑے) دوسری آیت میں صحیحہ یعنی حقنے سے

ہلاک ہونے کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہو، اور فرعون کی ہلاکت کے متعلق تو آپ جانتے ہیں کہ دریاء قلزم میں غرق کر دیا گیا۔

لئات لَمْ تَرْ مُضارع نفی، حمد بلم واحد مذکر حاضر، دراصل تَرِی تھا، شروع میں لَمْ جازمه کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا، رأة (ف) رؤیہ و رأیا: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا۔ عاد روح العالی میں ہے کہ عاد منصرف ہے حتیٰ (قبیله) کے معنی کے اعتبار سے، اور حتیٰ مذکر ہے، اور قبیله کے معنی کے اعتبار سے اس کو غیر منصرف بھی بولا جاتا ہے (اس صورت میں علمیت اور تانیث و سبب ہو گئے) مگر چونکہ یہ ساکن الاوسط ہے اس لئے منصرف ہونے ہی کو ترجیح دی گئی ہے، ازَمْ بر بناء علمیت و تانیث غیر منصرف ہے (عجمی لفظ ہے) اور تانیث قبیله مراد لینے کی وجہ سے ہے۔ العاد تاج العروش میں ہے کہ آیت شریفہ ازَمْ ذات العمامد میں بعض نے عاد کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں، ستون کی طرح، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عتمد ہے (حوالہ لغات القرآن) الْمِفْلُ مانند، مشابہ، جمع أَمْثَالٍ۔ الْبِلَادُ واحد البَلْدُ، شہر۔ ثُمُودُ بر بناء علمیت و تانیث غیر منصرف ہے۔ (اعرب القرآن و صرفہ و بیانہ) جَابُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، جات (ن) جَوْتَا: تراشنا، (دراصل جَوَّنُوا تھا، واو کو ما قبل متحرک ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا) الْصَّخْرَ واحد الصَّخْرَ، پتھر۔ الْوَادِ جمع الأَوَدِیَةِ مراد وادی القریٰ ہے، دراصل الْوَادِی تھا، رؤس آیات و رعایت فو اصل کی بناء پر یاء کو حذف کر دیا گیا ہے (تفسیر مظہری)، اعرب القرآن و صرفہ و بیانہ فرعون (تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْهَبْ إِلَى فَرَعُونَ کے تحت گذر چکی) الْأَوَادِ وَالْوَادِ کی جمع بمعنی میخ۔ ظَفَّوْا (ف) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْهَبْ إِلَى فَرَعُونَ إِنَّهُ طَغَى کے ضمن میں) اکثرُوْا (افعال) ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی زیادہ کرنا، مجرد میں باب کرم سے ہے کثیر الشئ (ک) کثیرۃ: بہت ہونا۔ الْفَسَادُ باب نصر کا مصدر، فَسَدَ الْأَمْوَأْ (ن) فساداً: معاملات بگڑ جانا، افراتفری پیدا ہونا۔ (یہاں بطور حاصل مصدر استعمل ہے بمعنی بگڑ، خرابی) ضَبَّ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، صَبَّ الْمَاءَ وَنَحْوَهُ (ن) صَبَا: اوپر سے پانی ڈالنا، بہانا۔ (باب ضرب سے یہ لازم آتا ہے بمعنی بہنا اور مصدر ضَبَّ ہے مگر عبارت بالا میں یہ متعدد استعمال ہوا ہے) سَوْطَ اسْمَ جَامِدٌ، کوڑا، جمع آشواط۔ عذاب باب تفعیل (تعذیب) کا اسم مصدر، بمعنی سزا، ذکر وغیرہ جمع آعیزیتم (عذاب اور کوڑا الگ الگ نہیں تھے لہذا اس وقت سوط عذاب میں اضافت بیانیہ ہے ای سوطا من

۱۔ قوله العمامد، بلند عمارت، واحد عمامدۃ (قاموس القرآن، اعرب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ایک قول یہ بھی ہے) مصباح میں علامہ احمد لکھتے ہیں کہ عمامدۃ چیز ہے جس کا سہارا لیا جائے، مثلاً ستون، اسکی جمع عتمد ہے، میں اور میم کے فتح کے ساتھ (حوالہ لغات القرآن و اعرب القرآن و صرفہ و بیانہ) ۲۔ علم چھ مقامات میں غیر منصرف بناتا ہے (۱) موت کا علم، (۲) علم جگی ہو زائد علی الشلانۃ یعنی ابراہیم، ادریس، سقاۃ، (۳) فعل کے وزن پر علم ہو جیسے پترب (۴) ایسا علم ہو جو مرکب امتزاجی ہو اور وہ پر ختم ہو (۵) علم بروزن فعل ہو جیسے عمر (۶) ایسا علم ہو جس کے آخر میں الف و دون زائد ہو جیسے عمان۔ اور وصف تین مقامات میں غیر منصرف ہوتا ہے (۱) صفت افضل کے وزن پر جو جس کا موت فغلاء، ہو جیسے افضل (۲) صفت فغلان کے وزن پر جو اور اس کا موت فغلی ہو جیسے عطشان موت فغلی ہے (۳) صفت مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو جیسے آخر (فعدۃ من ایام آخر، القرآن) اعظمیتی و تلک جیسے الفاظ (اعرب القرآن و صرفہ و بیانہ)

العذاب) (روح) الہر صاد (تحقیق سورۃ النباء میں ان جہنم کا نتھی میز صادا کے تحت گذر چکی)

تركيب اللہ تر کیف فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِيَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلُقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَاءُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ہمزہ برائے استفہام تقریری ای قدر ایت لان المراد بالرویہ ہے

رویہ القلب وہی العلم اور اس کو رویت سے باس و جہ تعبیر کیا ہے کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے، (اعراب القرآن) لفہ تر فعل جازم، ضمیر آئت مستتر فعل، کیف مفعول مطلق از فعل آئی فعل فعل رشک (یا فعل رشک فعلًا عظیماً بعاد اور کیف کو مقدم کرنے کی وجہ اس کا صدر کلام کا مقتضی ہونا ہے) فعل رشک فعل با فعل، با جارہ (معنی فی) عاد مبدل منه إِرَمَ موصوف ذات العياد مرکب اضافی ہو کر صفت اول، الیتی لفہ مطلق مثلہا فی البلاط اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانیہ موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر بدل (عطف بیان بنانا بھی درست ہے) مبدل منہ پنے بدل سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ثمود موصوف الذین جابوا الصخر بالواد (الصخر مفعول به بالواد متعلق جابوا کے، یا فاعل یا مفعول بہ سے حال) اسم موصول مع صلہ کے صفت (معنی ثمود کی وجہ سے صفت کو جمع لایا گیا ہے) موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف فرعون موصوف ذی الاوتاد مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ (عاد) اپنے معطوف سے مل کر موصوف الذین طغوا فی الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادُ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سُوْطَ عَذَابٍ الذین اسم موصول طغوا فی البلاط جملہ ہو کر معطوف علیہ (الاکل لہا) فاعاظہ اکثروا فیہا الفساد جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (فیہا متعلق فعل مذکور کے) فاعاظہ صبب علیہم رشک سوٹ عذاب جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو افعال کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر لفہ تر فعل مذکور کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ متناقض اے ان رشک لب الہر صاد ان حرف مشہب بالفعل رشک مرکب اضافی ہو کر اسم ان لام مزحلہ بالہر صاد جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعليیہ ہوا۔ (الاکل لہا)

الحکایہ ان رشک لب الہر صاد عزیز طلبہ اور ان اجراء آپ حضرات یہ کہیں گے کہ ان شروع کلام میں آتا ہے اور ان وسط کلام میں، اسی طرح صلہ کے شروع میں، جواب قسم میں، قول کے بعد، جملہ حالیہ کے شروع میں، نداء کے بعد ان آتا ہے، اور فاعل، مفعول بہ، مضاف الیہ، مجرور میں آئے آتا ہے، مگر یہ بات واضح رہے کہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد ہر جگہ انہیں آئے گا، بلکہ ان جب آئے گا، جب کہ

۱۔ الذین طغوا اخی مبدل احمدوف فہم کی خبر بھی بن سکتا ہے نیز فرعون کی صفت ثانی بھی بن سکتا ہے اسی قوم فرعون نیز منسوب علی الدم بھی ہو سکتا ہے، قوله فاکشو افیہا، فیہا محدود کے متعلق ہو کر اکثر واکی ضمیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

ترکیب میں مقولہ بنے لہذا مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۱۳ پر ایک مثال ہے، آخضگ بالقول انک فاضل، ای لانک فاضل، یہاں یہ جملہ مقولہ نہیں بلکہ براۓ تعلیل ہے، اور تین شکلوں میں آنے اور ان دونوں کا استعمال برابر ہے، مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۰۸:

فَآمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَمَّهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَكْرَمَنِ۝ وَآمَّا إِذَا

سوآدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام انعام دیتا ہے ۰ تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی ۰ اور جب اس کو

مَا ابْتَلَهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَهَانَنِ۝ كَلَّا بَلْ لَا شُكْرٌ مُؤْنَ الْيَتِيمَ۝

آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر شکنگ کر دیتا ہے ۰ تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی ۰ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو ۰

وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَئِنَّ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ۰ اور میراث کا مال سارا سمیت کر کھا جاتے ہو ۰ اور مال سے بہت یہ

حُبَّا جَهَّا۝

محبت رکھتے ہو ۰

تشریح ماقبل میں ائم رَبِّكَ لِبِالْمُرْضَادِ کے تحت یہ بیان کیا تھا کہ تیر ارب گھات میں ہے کہ مذکورین یعنی عاد و ثمود

کو توہلاک کر دیا اور موجودہ کفار کو عذاب دینے والا ہے، لہذا اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار عبرت پکڑتے اور ایسے اعمال سے پرہیز کرتے جو عذاب کا سبب ہوں مگر کفار کا حال یہ ہے کہ ایسے ہی اعمال کو اختیار کرتے ہیں کہ جو عذاب کا سبب ہوں اور جن سے دنیا کی محبت ظاہر ہوتی ہو، چنان چاہ بذکورہ آیات میں کفار کی دو حالت کو ذکر کیا، پہلی حالت: ”فَآمَّا

الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَمَّهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَكْرَمَنِ۝“ سوآدمی کو جب اس کا پروردگار

آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) انعام و اکرام دیتا ہے مثلاً مال و دولت اور مرتبہ، جس سے اس کی شکر گزاری کو دیکھنا ہوتا

ہے اور اسی وجہ سے اس کو آzmanے سے تعبیر کیا تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی یعنی کافر انسان اس

انعام و اکرام کو اپنا ضروری حق کچھ کر فخر اور غرور سے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی کہ میں چوں کہ اس کا

محبوب و مقبول ہوں اس لیے مجھ کو انعام و اکرام سے نوازا، اگر میں مردود ہوتا تو وہ مجھے یہ نعمتیں کیوں دیتا، کفار کی دوسری

حالت: ”وَآمَّا إِذَا مَا ابْتَلَهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَهَانَنِ۝“ اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی

اس کی روزی اس پر شکنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی یعنی جب اللہ تعالیٰ رزق میں شکنگ اور

نقد و فاقہ دے کر آزماتا ہے جس سے مقصد اس کے صبر درضا کو دیکھنا ہوتا ہے تو وہ بطور شکایت کہتا ہے کہ ربی اہان

میرے رب نے میری قدر گھٹا دی اور میری توہین کر دی کہ میں مستحق انعام و اکرام تھا، مجھے بے وجہ ذلیل و تھیر کر دیا،

مطلوب یہ ہے کہ کافر آدمی دنیا ہی کو مقصود سمجھتا ہے کہ خوشحالی کو دلیل مردو دیت سمجھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی بطور استدرج اور بطور ڈھیل دینے کے معاملہ بالکل برخس ہوتا ہے جیسا کہ فرعون کو کہ باوجود اس کے کہ اس کم بخت نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر کبھی اس کے سر میں درد بھی نہ ہوا (حالانکہ وہ عند اللہ مردو دلیل تھا) اور بعض پیغمبروں کو دشمنوں نے آرے سے چیر کر دنکڑے کر دیا جب کہ وہ عند اللہ مقبول و باعزت تھے، "کلا" ہرگز ایسا نہیں لفظ کالا سے ز جرو تنبیہ فرمائی کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ انعام و اکرام حاصل ہونا دلیل مقبولیت ہے اور تنگی رزق دلیل مردو دیت ہے۔ "بَلْ لَا شُكُرٌ مُؤْنَ الْيَتِيمَ" ⑯ بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی تمہارے اندر اے کافرو یہی مذکورہ اعمال سبب عذاب نہیں بلکہ تمہارے اندر دیگر خصلتیں بھی مذموم ہیں جو سبب عذاب ہیں، مثلاً خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت: "لَا شُكُرٌ مُؤْنَ الْيَتِيمَ" تم لوگ یتیم کی کچھ قدر نہیں کرتے، یعنی یتیم بچہ کہ جس کے سرے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا تم اس کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو، اور ظلم یہ کہ اس کامال کھا جاتے ہو۔

دوسری خصلت: "وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ" ⑯ اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے یعنی تم خود تو کسی مسکین غریب کو کیا دیتے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب نہیں دیتے، یعنی دوسروں کے حقوق واجہہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ دوسروں کو حقوق واجہہ ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہو، طعام بمعنی اطعام ہے (کافر کے لیے ترک واجب زیادتی عذاب کا سبب ہے اور کفر و شرک نفس عذاب کا سبب ہے)

تیسرا خصلت: "وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَهَا" ⑯ اور میراث کامال سارا سمیت کر کھا جاتے ہو۔ تراث کے معنی میراث کے ہیں، اور لَهَا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا، خوب سینا، اور لشاتر کیب میں صفت واقع ہے اور صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالانکہ مصدر و صفت مفعول ہوتا ہے اور صفت مفعول کا حمل درست نہیں ہوتا۔ لہذا یوں کہا جائے کہ یہاں صیغہ صفت کے بجائے مصدر کو بقصد مبالغہ لایا گیا ہے جیسے: زبُدُ عَذْلُ۔ اسی طرح خبّاجَمَ ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر دوسروں کامال بھی کھا جاتے ہو، (واضح رہے کہ میراث موجودہ تفصیل کے ساتھ اگرچہ مکہ مکرمہ میں مشروع نہ تھی مگر نفس میراث شریعت ابراہیمی و اسماعیلی سے برابر چلی آ رہی تھی، (زمانہ جاہلیت کی مذکورہ ذمیوم خصلتیں دور حاضر کے مسلمانوں کے اندر بھی عام ہوتی جا رہی ہیں، خدا حفظہ رکھے)

چوتھی خصلت: "وَتَحْبُبُونَ الْمَالَ خَبَابًا جَهَابًا" ⑯ اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو کہ اس میں کچھ خرچ ہی نہیں کرتے (جَهَابٌ مصدر صفت کے معنی میں ہے ای کثیر علم، ہوا کہ مال سے کثیر محبت مذموم ہے ایک گونہ محبت مذموم نہیں بلکہ وہ تو انسان کا فطری تقاضا ہے)

میں بہت سے مسلمان بھی جتنا ہیں کہ مال کی فراوانی کو محظوظ عند اللہ اور تنگی مال کو مردود عند اللہ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟ **فَوَلِهِ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ:** ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں تو اعتراض یہ ہے کہ اللہ کو تسب کچھ ایسی معلوم ہے پھر اس کو امتحان لینے کی کیا ضرورت پڑی، تو جواب یہ ہے کہ امتحان لینے کے دو مقصد ہوتے ہیں (۱) خود اس کی قابلیت کو جانتا (۲) اس کی حقیقت و صلاحیت سے دوسروں کو آگاہ کرنا، یہاں بھی دوسرے معنی مراد ہیں۔

فَوَلِهِ وَتَأْكُلُونَ التِّرَاثَ [ابطورِ خاص] میراث کے مال کا ذکر کیا حالاں کہ ہر ایک مال جس میں حلال و حرام کو جمع کیا گیا ہونا جائز ہے، وجہ خصوصیت شاید یہ ہو کہ میراث کے مال کے درپے ہونا کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے باہم لوگ مردوں کے مال پر ایسی حریصانہ نظر نہیں رکھتے۔

لغات الإنسان (مرّ تحقیقہ فی سورۃ عبس) ابتلى (افتقال) ماضی واحد مذکر غائب، ابتلا ابتلاء: آزمانا، بِلَا (ن) بِلُؤَا وَتَلَاءً: آزمانا۔ آنْكَرَمَ (فعال) ماضی واحد مذکر غائب، آنْكَرَمَ فَلَانًا: عزت کرنا، آنْكَرَمَ فَلَانَ (ن) آنْكَرَمَا وَآنْكَرَمَةً: صاحب عزت ہونا (کریم کے پانچ معانی آتے ہیں دیکھنے بجوم الحواشی شرح اصول الشاشی شروع خطبہ میں بکریم خطابہ کے تحت) آنْعَمَةً (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، آنْعَمَةً تَنْعِيْمًا: خوشحال کرنا، انعام دینا، نعم الرجل (س) آنْعَمَّا وَآنْعَمَةً وَآنْعِيْمًا: خوشحال ہونا۔ قَدَرَ ماشی واحد مذکر غائب، قَدَرَ الرِّزْقَ عَلَيْهِ (ض) قَدْرًا: رزق میں تنگی کرنا، قدر علیہ: قادر ہونا۔ رِزْقَ اسْمَ بِمَعْنِيِ الرُّوزِيِّ۔ آهَانَ (فعال) واحد مذکر غائب، آهان فلانا: کسی کی بے عزتی کرنا، هان فلان (ن) هُونَا وَهَوَانَا وَمَهَانَةً: حقیر و ذلیل ہونا (آنکرمن اور آهان کے آخر سے یاء متكلم بغرض اختصار محفوظ ہے جس پر کسرہ نون وال ہے) الْيَتَّيِّمَ صیغہ صفت، وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو، جمع الیتامی، يَتِيمَ (ک) يَتِيمًا: یتیم ہونا۔ لَا تَحْاضُونَ (تفاعل) مضارع منفی جمع مذکر حاضر، تم ترغیب نہیں دیتے ہو، دراصل تھاضون تھا، باب تفعل و تفاعل میں ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مصدر تحاضُّ ہے، ایک دوسرے کو غبت دینا، ابھارنا، مجرد میں باب نظر سے ہے خصہ علی الامر حضا: ابھارنا۔ ظعام مصدر ہے از باب سمع بمعنی کھانا کھانا۔ یہاں طعام بمعنی اطعام ہے، کھانا دینا، جیسے عطا، بمعنی اعطاء (وان کان بمعنی ما یوکل فہم جامد جمع آطیعہ اس صورت میں مضاف پوشیدہ ہو گا ای علی بذل طعام المسکین) الْمِسْكِينُ نادر، مفلس، جلائیں میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو جمع: المساکین۔ تَأْكُلُونَ (ن) مضارع جمع مذکر حاضر، أَكْلَ الطَّعَامَ (ن) آنْكَلَا: کھانا۔ الثِّرَاثَ میراث، یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔ دراصل وراثت تھا، واو کوتاء سے بدل دیا گیا، ورث (حسب) وَرِثَةً وَرِثَةً وَرِثَةً: وارث ہونا۔

۱۔ ابتلاء کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے قول میں فقدر علیہ رزقہ کے ساتھ فاہانہ نہیں ہے جیسا کہ پہلی آیت میں فائنکرمہ و آنکرمہ و چیزیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ رزق کو نکل کرنا حقیقت میں اہانت ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن) فَوَلِهِ آنْكَرَمَنِ میں چونکہ اکرام اور تھیم فی واحد کے حکم میں ہیں اس لئے آنکرمن میں اسی پر اکتفاء کیا و آنکرمی کو نہیں ملایا۔ (بیان القرآن)

۲۔ يَتَّمَ (ض) يَتَّمَّا: تھارہ جانا، يَتَّمَ الصِّيَّ: نابالغ اولاد کا بے باپ کردہ جانا۔

اَكْلًا مصدر از نصر۔ لئے مصدر از باب نصر، لَمَّا الشیء (ن) لَئَا: اچھی طرح اکھا کرنا، خوب سینا، جمع کرنا (لئا) بمعنى جمع، استعمل في الآية استعمال الصفة وباللغة اي الجمع **الكثير** والمراد به هنا الجمع بين الحلال والحرام يعني انكم تجمعون بين نصيبيكم ونصيب غيركم) **تُحِبُّونَ** مضارع جمع ذكر حاضر، أحبت شيئاً: چاہنا، محبت کرنا، حت (س) **جُبَّا**: محبوب وپسندیده ہونا، **جُبَّا** مصدر از باب سمع۔ **جُبَّا** آیی کثیراً مصدر بمعنى الصفة هي وباللغة، از باب نصر، جم (ن) **جَمَّا وَجَمُومًا**، بہت ہونا، اکھا ہونا۔

تَرَكَبُوا **فَأَمَا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِي** فاستينا فيه **آمَا** حرف شرط وتفصيل الانسان مبتدأ اذا ظرف في مضارع متضمن بمعنى الشرط، ما زائد ابتدلي فعلهاء ضمير مفعول ببربه مركب اضافي هو كرفاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف عليه فاعطفہ برائے تفسیر (اکرمہ ونعمہ دلوں **جَمَّلَ** ابتدلي کی تفسیر ہیں اور اس پر معطوف ہیں) اکرمہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف عليه معطوف واو عاطفہ **نَعَمَة** فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ معطوف، معطوف عليه اپنے معطوفات سے مل مل کر مضارع الیہ، مضارع اپنے مضارع الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے **جواب** وجزا، **يَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِي** کا، فارابطہ برائے **جواب** **آمَا** يقول فعل، ضمير هو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، رتبی مركب اضافي هو کر مبتدأ اکرم فعل، ضمير هو فاعل، نون وقاية یا ضمير متکلم مخدوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ ہو کر **الإِنْسَان** مبتدأ کی خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف عليه، وآمما إذا ما ابْتَلَهُ **فَقَدَّرَ عَلَيْهِ رُزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِي** واو عاطفہ **آمَا** حرف شرط وتفصيل **الإِنْسَان** مبتدأ مخدوف (یا هو ضمير مبتدأ مخدوف) اذا ظرف في مضارع متضمن بمعنى اشرط ما زاده ابتدله جملہ ہو کر معطوف عليه، فاعطفہ برائے تفسیر **قَدَّرَ** عليه رزقة جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مضارع الیہ، مضارع اپنے مضارع الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے ما بعد **جواب** وجزا یقول کا، فارابطہ برائے **جواب** **آمَا** يقول فعل بافاعل ہو کر قول رتبی مركب اضافي هو کر مبتدأ آهان فعل فاعل مفعول بہ ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول مع مقولہ کے مبتدأ مخدوف **الإِنْسَان** کی خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ ہوا۔

نَلَّا بَلْ لَا تُكَرِّمُونَ الْيَتَيمَ وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْيَسِّكَلِينَ وَتَأْكُلُونَ التَّرَاثَ أَكْلًا لَّئِنَا وَتُحِبُّونَ
الْهَمَّا **جُبَّا**... **نَلَّا** حرف ردع (ای لیس الامر كما تقول ای لیس الکرام بالغنى والاہانة بالفقیر، بل برائے اضراب (**فتح** سے اقبع کی طرف) ای لا ترتكبون هذه الافعال **الشَّنِيعَة** فقط بل لا تکرون **الغَلَّا** تکرون **الیتیمَ** ۲، فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف عليه، واو حرف عطف لا تھاضون على طعام ۱ قوله فاما الانسان مکروه کیب سہلت کے پیش نظر ہے و ناصل یہے مہما یکن من شی فا لانسان یقول الخ (عرب اقرآن و مرفود بیان)
۲ قوله لا تکرون **الغَلَّا** واستعمل الجمع باعتبار معنی الانسان اذا المراد هو الجتش

المسکن فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف تاکلوں التراک فعل با فاعل و مفعول بے احلاً لیا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بے اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تجویون الہا مل فعل با فاعل و مفعول بے، حجا بھائی مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بے اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل مل کر جملہ متائفہ۔ (الْجَلِيلُ لَهَا) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكَّا دَكَّا ۝ وَ جَاءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفَّا صَفَّا ۝ وَ جَاهَىٰ عَيْوَمِيْدِيْنِ ۝

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا ۰ اور آپ کا پروردگار اور جو حق فرشتے آؤں گے ۰ اور اس روز جہنم کو لا یا

بِجَهَنَّمَ ۝ يَوْمَيْدِيْنِ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ ۝ وَ أَنِّي لَهُ الذِّكْرُ ۝ يَقُولُ يِلْكِيْتَنِيْ قَدَّمْتُ ۝

جاوے گا ۰ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا ۰ کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی عمل آئے

لِحَيَاْتِيْنِ ۝

بیچج لیتا ہو

تشریح (الفظ "کلا") کے ذریعہ کفار کو تنبیہ اور رنج ہے کہ تم جمع مال اور اس کے ساتھ بخل اور دیگر امور جن کا اوپر ذکر ہوا انکے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ ان پر عذاب نہ ہو گا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ عذاب ضرور ہو گا، آگے جزا اوسرا کا وقت بتلاتے ہیں "إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكَّا دَكَّا ۝" جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا دکھ کے لفظی معنی کسی چیز کو ضرب مار کر توڑنے کے ہیں، اور ارض سے مراد اس کے پہاڑ اور عمارتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ یوقت نفعہ سنا نیہ پہاڑوں کو باہم ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور بلند و پست زمین سب برابر ہو جائے گی، دوسرا دکھ کی پہلی کی تاکید نہیں بلکہ استیعاب و تسلسل پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ "أَيْدِيْا دَكَّتِ الْأَرْضُ دَكَّا مَتَابِعًا يَعْنِيْ قِيَامَتَ كَاهِيْزَلَه يَكِيْ بعد دیگرے سلسل رہے گا (روح، معارف) "وَ جَاهَىٰ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفَّا صَفَّا ۝" اور آپ کا پروردگار اور جو حق فرشتے آؤں گے باری تعالیٰ کے آنے کی کیا شان ہو گی اور وہ آنا کس طرح ہو گا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے جاءہ کا لفظ مشابہات میں سے ہے یعنی اس کی مراد کو صرف اللہ ہی جانتے ہیں اور رہافتتوں کا آنا تو وہ ظاہر ہے کہ وہ میدانِ محشر میں حساب کے وقت نظم و انتظام کے لیے صاف بصف آئیں گے (یعنی قطار درقطار، اسی کو ترجیح میں جو حق سے تعبیر کیا، اور الملک میں الفلام جنسی ہے اس لیے جس ملائکہ مراد ہیں یعنی آسمانوں کے تمام فرشتے (روح) و فی الجلالین وجاء ربک ای امیر ربک۔ "وَ جَاهَىٰ عَيْوَمِيْدِيْنِ بِجَهَنَّمَ ۝" اور اس روز جہنم کو لا یا جائے گا جہنم کے آنے کی کیا حقیقت اور کیفیت ہو گی اس سلسلہ میں کتب تفاسیر میں دو قول

مذکور ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جہنم کو اس طرح لا یا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہوں گے۔ (ابن کثیر، مظہری، بیان القرآن، سورۃ المدثر) قرطبی نے کہا کہ جہنم کو اس کے پیدائشی مقام سے قید کر کے سرز میں حشر میں لا یا جائے گا اور سوائے پلی صراط کے جنت میں جانے کا کوئی واسطہ نہیں رہے گا، جہنم کو لانے کے سلسلہ میں دوسرا قول وہ ہے کہ جو معارف القرآن میں مذکور ہے کہ اس کو لانے کی کیفیت اور حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ظاہر ہی ہے کہ جہنم جواب ساتویں زمین کی تہہ میں ہے اس وقت وہ بھڑک اٹھے گی اور سمندر سب آگ ہو کر اس میں شامل ہو جائیں گے اس طرح جہنم سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ ”يَوْمَ يُمْزِيَتِ الْأَرْضُ كُلُّ إِنْسَانٍ وَآتَى لَهُ الْذِكْرِ“^{۱۷}، اس روز انسان کو سمجھ آؤے گی۔ یتذکر، إذا ذُكِرَ لِخَلْقٍ کا جواب ہے کہ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروار دگار اور جو ق در جو ق فرشتے آئیں گے اور اس روز جہنم کو لا یا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی کہ ہائے افسوس دنیا میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے تھا اور میں نے کیا کیا، مگر وہ آئی لہا لہ الذکری اور اب سمجھ آئے کا موقعہ کہاں رہا یعنی اب سمجھ آنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ دارالعمل نہیں دارالجزاء ہے، اور سمجھ آنے کے بعد اس کا قول یہ ہو گا ”يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاةٍ“^{۱۸}، کہے گا کاش میں اس زندگی کے لیے کوئی عمل آگے بھیج لیتا آیت میں حیات سے مراد اخروی حیات ہے یعنی اے کاش میں دنیا میں رہتے ہوئے کچھ نیک عمل اخروی زندگی کے لیے کر لیتا، مگر اب کف افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

(۱۷) ذُكْرٌ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ذُكْرٌ (ن) ذُكْرٌ: کوئی، ذُكْرٌ الارض: زمین کے نشیب و فراز کو دور کر کے ہموار کر دینا۔ ذُكْرٌ مصدر از باب نصر۔ جاءَ (رکوع ۲ میں آنْ جاءَهُ الاعْنَى کے تحت اس کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں) ربت (سورۃ النبأ میں جزاً میں رہنک کے تحت ملاحظہ ہو) الملک فرشتہ جمع، الملائکہ صَفَا (رکوع ۲ میں تحقیق گذر گئی) جاءَ (ض) ماضی مجہول واحد ذکر غائب، جاءَ کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں لاما۔ یتذکر کُلُّ (تفعل) مضارع واحد ذکر غائب، تذکر الشَّيْء: یاد کرنا، مادہ ذکر ہے (باب نصر) الانسان (رکوع ۵ میں تحقیق گذر ہجکی) آئی استفہام بمعنی النفی (جلالین) آئی برائے شرط بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے اتنی تذہب اذہب جہاں تو جائے گا میں بھی جاؤں گا، اور برائے استفہام بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی کب، کہاں سے، کیسے، جیسے اتنی جستہم کب آئے؟ لغات القرآن میں لکھا ہے کہ اتنی ظرف زمان و مکان دونوں بتا ہے اگر ظرف زمان ہو تو بمعنی متى اور ظرف مکان ہو تو بمعنی آین، اتنی بھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (نیوم الحوائی شرح اصول الشافعی: ص ۱۲۶، مصنف حسین احمد قاسمی ہردواری، استاد دارالعلوم دیوبند) قَدَّمْتُ (تفعیل) ماضی واحد مخلص، قَدَّمْ تقدیما: آگے بھیجا (قدم القوم (ن) قُدُّومًا: آگے آگے ہونا) حیثائی (مرکب اضافی) باب سمع کا مصدر رخیبی (س) حیثاء و حیوانا: زندہ رہنا (معنی زندگی حاصل مصدر ہے)

(۱۸) ترکیب مکلاً إِذَا ذُكِرَتِ الْأَرْضُ ذُكْرًا ذُكْرًا وَجَاءَ رَهْبَكَ وَالْمَلَكَ صَفَا صَفَا وَجَاءَتِ يَوْمَ مِيزِنٍ مُّبَهَّثَةً... مکلاً

حرفردع (ردع الكافرين عن جمع المال والبخل به وغير ذلك) اذا ظرفية مضاد مthesmen بمعنى الشرط دلت الارض فعل مع نائب فاعل دئاد تما اسم مفعول کے معنی میں ہو کر حال، پھر جملہ فعلیہ معطوف علیہ (محل جر میں اے واؤ عاطفہ جاء فعل رہیک مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف الملک (ای جنس الملک) ذوالحال صفا حال (ای مصطفین او ذوی صفوی) صفا اول کی تاکید، ذوالحال اپنے حال سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر)، واؤ عاطفہ جاء فعل مجہول یومئذ ظرف چاء کا، با برائے تعدیہ، جہنم لفظا مجرور محا مرفوع نائب فاعل، جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاد الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے، اپنے جواب وجز ایتذگو کا جو کہ اگلی آیت میں ہے، يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنِّي لَهُ الَّذِي كُرِيَ یومئذ ظرف مقدم یتذگر کا، یتذگر فعل الانسان ذوالحال واؤ حالیہ اپنی اسم استقہام ثابت مخدوف کاظرف مکان ہو کر خبر مقدم، لہ بھی خبر کے متعلق الذ کرنی مبتداً مؤخر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا، بالفاظ دیگر یتذگر الانسان شرط ذکر یعنی اذا ذکرت انخ کی جزا ہے۔ (ال محل ابھا جواب شرط غیر جازم) (انی لہ الذ کری کو جملہ مفترضہ بنانا بھی صحیح ہے) ۲

— يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاةٍ یقول فعل ضیرہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، یا حرف تعبیر (یا پھر یا حرف ندا اور منادی مخدوف ہے مثلاً ایسا الحاضرون یا الفظ قوم وغیرہ) لیست حرف مشہہ بالفعل، نون وقاہہ یا ضمیر اسم لیست، قدّمت فعل با فاعل (اور مفعول بمحضہ مخدوف ہے ای اعمالاً صالحة، روح المعانی) لام جارہ حیاتی مرکب اضافی ہو کر مجرور، جارہ اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو اقدّمت فعل ذکور کے، پھر جملہ فعلیہ خبر بنی حرف مشہہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر مقولہ ہوا (فی محل نصب) (اور اگر یا کو حرف ندا ماما تھاتولیشنی انخ جواب ندا ہو کر مقولہ بنے گا) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قوله متنافہ۔ (وقع جوابا عن سوال نشأ منه کانه قيل ماذا يقول عند ذكره فقيل يقول ليشنی انخ سے)

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُؤْثِقُ وَثَاقَةً أَحَدٌ ۝ يَا يَتَّهَا النَّفْسُ

پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ کا ۰ اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نہ کا ۰ اے طہران والی روح تو

۱۔ قوله دئاد تما ابو جیان اور زمخشری نے کہا ہے کہ دئاد تما دونوں معدود محل حال میں ہیں اور ثانی تاکید نہیں ہے بلکہ یہ سکر استیعاب پر دلالت کرنے کی غرض سے ہے جیسے قرأت النحو باتا باتا۔ (عرب القرآن) اور بعض نے مفعول مطلق قرار دیا۔

۲۔ قوله یومئذ یتذکر، ایک قول یہ ہے کہ یومئذ تاکید ہے اول یومئذ کی، دوسرا قول یہ ہے کہ یومئذ ثانی بدلت ہے اذا ذکرت سے ای یوم اذا ذکرت ارض وجای بجهنم (تفسیر مظہری، اعراب القرآن) قوله واثنی لما الذ کری تفسیر مظہری میں ہے لیس لمعنی ذکری۔

۳۔ قوله یقولون لیشنی یہ جملہ یتذکر کے فاعل سے محل بھی ہو سکتا ہے اور یتذکر الانسان سے بدلت اشتمال بھی۔ (روح الحالی)

الْمُطَمِّنَةُ ﴿٢﴾ ازْ جَعْنَى إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ﴿٣﴾ فَادْخُلِنِي فِي عِبْدِيَّتِي ﴿٤﴾

اپنے پروردگار کی طرف چل۔ اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ۔ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا۔

وَادْخُلِنِي جَنَّتِي ﴿٥﴾

اور میری جنت میں داخل ہو جاہ

تشریح اقبل میں بیان کیا تھا کہ کافر انسان تمنا کرے گا ”یا لیتني قدّمت لحیاتی“ مگر اس وقت یہ تمنا کرنا بے سود ہو گا اور مجبوراً عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا، اور عذاب کیسا ہو گا فرمایا ”فَيَوْمَ مَيْدِلَلَا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٦﴾ وَ لَا يُؤْثِرُ وَ شَاقَةَ أَحَدٌ ﴿٧﴾“ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑ نے کے برابر کوئی جکڑ نے والا نکلے گا یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دے گا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی بھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہو گی اور نہ ایسی قید کی ہو گی (لہذا ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکل پائے گا کہ اس نے کسی جانی دشمن کو بھی ایسی خطرناک، روح فرسا سزا دی ہو العیاذ بالله) یہاں تک تو کفار کے عذاب کا بیان تھا عذاب آگے مومنین کے ثواب کا ذکر ہے۔ ”يَا أَيُّتُهَا النَّفْسُ الْمُطَمِّنَةُ ﴿٨﴾ ازْ جَعْنَى إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ﴿٩﴾“ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ ”يَا أَيُّتُهَا النَّفْسُ الْمُطَمِّنَةُ“، والا جملہ یا تو بذات خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یا بربان فرشتہ کہلوایا جائے گا، اور یہ حساب سے فراغت کے بعد کہا جائے گا لفظ نفس سے مراد آدمی ہے اور آدمی کے بدن میں جزو اشرف روح ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا گیا اے اطمینان والی روح، اور مطمئنہ سیغہ اسم فعل ہے یعنی ایسی روح کہ جس کو امر حق میں اطمینان و تلقین تھا اور کسی طرح کا شہرہ تھا، اور وہ روح اس کی اطاعت میں سکون پانے والی تھی، لہذا اس سے کہا جائے گا ارجمندی الی ربک، ای الی محل عنایتہ تو اپنے پروردگار کے جوارِ حمدت اور اس کے فضل و کرم کی طرف چل، اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش یعنی یہ نفس اللہ تعالیٰ کے تشریعی و تکوینی احکام پر راضی ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے کیوں کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام پر راضی ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوتا تو بندہ کو رضا با القضا کی توفیق نہ دیتا۔

”فَادْخُلِنِي فِي عِبْدِيَّتِي ﴿٤﴾ وَادْخُلِنِي جَنَّتِي ﴿٥﴾“ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یعنی نفس مطمئنہ کو کہا گیا تھا کہ تو اپنے پروردگار کے جوارِ حمدت کی طرف چل، اب کہا جا رہا ہے کہ ادھر کو چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا (یہ بھی نعمتِ روحانی ہے کہ انس کے لیے احباب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں) اور پھر ان خاص بندوں کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جا۔

اختیاری مطالعہ

قوله ارجعی الى ریک: ای الی محل عنایتہ و موقف کرامتہ (روح) یعنی اللہ کی عنایت و رحمت اور اس کے کرم کی جگہ کی طرف لوٹ جا، لوٹنے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک صالح آدمی حساب و کتاب سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی جو ارحمت میں تھا، تو جواب یہ ہے کہ ہاں نیک صالح آدمی کا حساب و کتاب سے پہلے بھی محشر میں مخصوص مقام تھا، اب حساب سے فراغت پر بھی اس کو اللہ کے جوار رحمت کی طرف چلنے اور لوٹنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ پھر ادھر کو چل کر میرے خاص بندوں کے زمرہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہو جا۔ (روح) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کوموت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے کہ ارجعی الى ریک اخ.

قوله المطمئنة: آدمی کافش ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے، نفس مطمئناً، نفس لواحہ، نفس امارہ، تفصیل تدریس قرآن پارہ تبارک الذی میں بھسن سورۃ القيامة۔

قوله ارجعی الى ریک: الی اللہ یا الی نہیں کہا بلکہ رب کا لفظ استعمال کیا تاکہ مزید لطف و کرم پر دلالت ہو کہ وہ تیراپا نہار ہے۔ اسی طرح جنت کی نسبت اپنی طرف کی جو بڑا عز ازا و کرام ہے۔

سوال: کافر کو اس قدر سخت سزا کیوں دی جائے گی کہ قرآن نے کہا کہ **فیو مثیل لا یُعذب عذابہ احد اخ**۔

جواب: کفر و شرک بغاوت ہے اور بغاوت جرم عظیم ہے اس لیے سزا بھی عظیم دی جائے گی۔

نَفَّاثٌ لَا يُعذَبُ (تفعیل) مضارع منفی واحد مذکور غائب، عذاب دینا۔ (مفرد میں دوسرے معنی ہیں) **أَخْلُ** کوئی، **الْأَخْذُ** ایک، **أَكَلَ** (۲) اکیلا، جمع آحاد۔ **لَا يُوْقِعُ** (اعمال) سے مضارع معروف واحد مذکور غائب، رسی وغیرہ سے باندھنا یعنی جکڑنا۔ **وَثَاقَةٌ** (مركب اضافی) **وَثَقَةُ الشَّيْءِ** (ک) **وَثَاقَةً**: مضبوط ہونا، زنجیر میں باندھنا، جکڑنا (اعراب القرآن و صرف و بیانہ میں ہے کہ وثاق یا تو باب افعال بمعنی الایشاق سے اسم مصدر ہے یا اسم جامد ہے بمعنی القید او العجل۔ **النَّفْسُ** (**حضرت تھانوی** نے روح ترجمہ کیا ہے) اس کے معنی شخص، ذات، اصل، دل، جان کے بھی آتے ہیں، **نَفْسُ النَّفَوْسِ لِـ الْمُطَمَّنَةِ** طمینان والی، باب **إِفْعَالٌ** (رباعی مزید فیہ باہمزة وصل) سے اسم فاعل واحد مؤنث، **إِطْمَانٌ إِطْمَانَاتٍ**: تھہرنا، پر سکون ہونا، مادہ طمیتن از جھی (ض) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، رجوع الشیئ و الرَّجُلُ (ض) زجوعاً و مترجعاً لوشما، رجوع الشیئ: لوثانا۔ **رَاضِيَةٌ** (س) اسم فاعل واحد مؤنث، راضیتہ و بہ وعلیہ و عنہ (س) رضا و رضا و رضا و مرضیہ: پسند کرنا، قبول کرنا و عنہ: کسی سے خوش ہونا۔ **مَرْضِيَةٌ** (س) اسم مفعول واحد مؤنث لـ ادخلن (ن) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، دخل المکان و نحوہ وفیہ (ن) **دُخُولاً**: اندر آنا، داخل ہونا۔

۱۔ وفی الروح، النفس قيل بمعنى الذات وقيل هي النفس المؤمنة المطمئنة الى الحق۔

۲۔ **قوله راضیہ** ای عن ریک و مرضیہ عنہ، مرضیہ مؤنث ہے مرضیہ کا، اس کی اصل مرضیہ ہے، واکا اور یا و دنوں ایک کلمہ میں تھے، ان میں سے یہ لاسکن ہے اس لئے اس کو یا اس ادغام کرو یا اور بالکل کو یا کی مناسبت کی بناء پر کسرہ دیدیا گیا۔

فَإِنَّ دُخُولَ مَكَانٍ كَمَا لَيَزِيدُ زِيَادَةً اسْتَعْوَالَ حَذْفُ فِي كَسَاطِحِهِ هُوتَابِهِ جِيمَسِ دَخْلَ الدَّارِ، اور دُخُولَ مَعْنَوِيَّةِ لَئِنْ فِي لَئِنْ كَمَا لَيَزِيدُ زِيَادَةً اسْتَعْوَالَ هُوتَابِهِ جِيمَسِ دَخْلَ فِي السَّلَمِ (القاموس الْوَاحِدِ، اعراب القرآن)

تَرْكِيباً أَنَّ يُؤْمِنِيلَأَنْ يُعَذِّبَ عَلَيْهِ أَخْدُولَأَنْ يُؤْتِقَ وَقَاقَةَ أَخْدُولَ فِي اسْتِيَانِيَّةِ (اعراب القرن و صرف و بیانہ) یوم مثیل ظرف مقدم لا یعذب کا (ای دیوم اذ یکون ماذ کر مین الاحوال والاقوال) لا یعذب فعل، علیہ مركب اضافی ہو کر مفعول مطلق (ای کعذاب اللہ) آخَدْ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرفاً عطف لا یوق نفع، وفاقة مركب اضافی ہو کر مفعول مطلق، آخَدْ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ، یا آیتِہا النَّفْسُ الْمُظْهَرَةُ إِذْ جَعَلَ إِلَى رَتْبَكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً فَادْخُلْنِي فِي عِبَادِي وَادْخُلْنِي جَنَّتِي..... یا حرفاً نَدَأْیَہ مبدل منه، ہابرائے تشبیہ، النفس المطمئنة مركب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر منادی، اذ جعی فعل مؤنث ضمیر ذوالحال الی ربک فعل ذکور کے متعلق راضیةً مرضیةً ضمیر فاعل سے حال متراوفہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ، فی عاطفہ ادخل فی عبادی (ای فی زمرة عبادی) جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ ادخل فعل با فاعل جتنی مفعول بہ علی السعة (اعراب القرآن) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جواب ندا (الا جل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ ندا سیہ متنافہ (الا جل لہا) ۲

مکیۃ سورة البَلْدَنَ

لَا أَقِسِّمُ بِهَذَا الْبَلْدَنَ ۚ وَ أَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلْدَنَ ۚ وَ إِلَيْهِ وَ مَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا
نمی تم کھانا ہوں اس شہر کی ۰ اور آپ کو اس شہر میں لا ای حلال ہونے والی ہے ۰ اور تم ۰ باب کی اور اولاد کی ۰ کہ ہم یہ انسان کو
الإِنْسَانَ فِي كَبَدِي ۖ أَيَخْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَخْدُولَ ۖ يَقُولُ أَهْلَكُتُ مَالًا لَبَدِي ۖ
بڑی مشقت میں پسیدا کیا ہے ۰ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا ۰ کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر دیا ۰
أَيَخْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَخْدُولَ

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے ذکر نہیں ۰

۱۔ اعراب القرآن مصنف مفتی الدین میں اس فاؤ عاطفہ کے حاصل ہے۔

۲۔ اوہی مقول القول لقول مقدار ای یقول اللہ تعالیٰ کیوں عالی للنفس المطمئنیا ایتہا النفس الخ

رسالہ سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے جو جزا اوسرا کا سبب بنتے ہیں، اور ختم سورت پر اعمال شروع کی جزا اوسرا مذکور ہے۔

تشریح یہاں اللہ تعالیٰ نے تمیں چیزوں کی قسم کھا کر یہ بتلایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلْدَةِ“ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی شہر مکہ کی، اور شہر مکہ کی قسم کھانا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ رحمتو اللہی کے نزول کا مقام ہے اور اس میں تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے، اور اس میں جنت کا پتھر یعنی مجرم اسود لگا ہوا ہے اور اس میں شکار کرنا حرام ہے، اور اس کی شرف و فضیلت کی بناء پر یعنی سردار انبیاء و سر تاج اولیاء محمد عربی ملی علیہ السلام نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محظوظ ہے، اور اگر مجھ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرو یا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا۔ (ترمذی، مظہری) ”وَ آتَتَ حِلًّا بِهَذَا الْبَلْدَةِ“ اور آپ کو اس شہر میں لٹائی حلال ہونے والی ہے، ابھی دوسری و تیسری قسم باقی ہے درمیان میں یہ آیت بطورِ جملہ معتبر ضہ کے ہے اور اس میں آپ ملی علیہ السلام کو بطورِ تسلی کے پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں کے نزدیک نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہو گا اور کفار و مشرکین کو مار گرانے اور اس سرز میں مقدس کو کفر و شرک سے پاک کرنے کے لیے آپ کے لیے لٹائی حلال ہو گی چنانچہ ۸۸ھ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی فتح مکہ کے روز صرف ایک دن آپ کے لیے قاتل جائز کر دیا گیا اور احکام حرم باقی نہیں رہے چنانچہ جو آپ سے لٹا سے مار گرایا، پھر اس دن کے بعد سے وہ ممانعت قیامت تک کے لیے قائم ہو گئی، مذکورہ ترجمہ و مطلب اس شکل میں ہے جب کہ حلل صیغہ صفت بمعنی حلال ہوا زباب ضرب ای حلال لک مالم تحلل لغيرك من قتل (آپ حلال ہیں یعنی آپ کے لیے وہ چیز حلال ہونے والی ہے جو آپ کے علاوہ کے لیے حلال نہیں ہے یعنی لٹائی آپ کے لیے حلال ہونے والی ہے۔) (روح، جلائیں)

وانت حلل میں بقیہ احتمالات ”اختیاری مطالعہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَ إِلَيْهِ مَا وَلَدَ“ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں، اور ماؤ لد سے مراد اولاد آدم ہے جو قیامت تک ہو گی، اس طرح اس لفظ میں حضرت آدم اور تمام بنی آدم کی قسم ہو گئی۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ فِي كَبِيرٍ“ یہ جواب قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا چنانچہ عمر بھر کبھی مرض ہے تو بھی رنج و غم، اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان میں عاجزی و انکساری آتی اور اپنے کو ملکوم اور اپنے پیدا کرنے والے کو قادر مختار سمجھ کر مطیع فرمائیں بردار بنتا لیکن کافر انسان کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ ”أَيَحُسْبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ“ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اس قدر خوب غفلت میں پڑا ہے اور یہ سوچ بیٹھا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس کی سرکشی کی سزا دے سکے، ”يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لِّبَدَانَ“

۱۔ ترجمہ استقبال کا ہو گا اس پر بنا کرتے ہوئے کہ نزول سورت قبل ہجرت ہے۔

کہتا ہے کہ میں نے اتنا افرماں خرچ کرڈا یعنی بیک وقت تین گناہ کرتا ہے ایک تو یہ کہ شنجی بھگارتا ہے اور منہ پھیلا پھیلا کر کہتا ہے کہ دیکھو میں نے اتنا کثیر مال خرچ کرڈا، دوسرے یہ کہ عداوت رسول و مخالفت اسلام میں خرچ کرنے کو ہنر اور مکمال سمجھتا ہے۔ پھر تیسرے یہ کہ جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے، یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے مخالفین کے سبھی اقوال و احوال تھے (بیان القرآن) "أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهَا أَحَدٌ فَكَيْا وَهُ يَهْ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں یعنی یہ بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا نہیں حالاں کہ اس کا خالق اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس نے معصیت میں خرچ کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خرچ تو کم کیا اور لوگوں کو جھوٹ بول کر زیادہ بتلاتا ہے پس خدائے قہار اس پر سزا ضرور دے گا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ اس بلد میں اس وقت افضل الخلق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مشقت میں تھے جس مشقت کے رفع کرنے کے لیے جملہ مفترضہ یعنی وانت حل بہذا البلد لایا گیا۔ پس غیر افضل کی مشقت بدرجہ اوی ثابت ہو گی جس کا بیان جواب قسم لقد خلقنا الانسان فی کبد میں ہے، اسی طرح والد و ولد محل مشقت ہیں جیسا کہ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ اس کی واضح دلیل ہے۔

اختیاری مطالعہ

قوله وانت حل۔ حل کو صیغہ صفت مان کر دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے ای انت مشتھل فی زعم الکفار بہذا البلد کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں، حالاں کہ وہ اس شہر میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے اور اگر جل کو صیغہ صفت یا مصدر مان کر خالی اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو مطلب دوسرا ہو گا، اور پورا جملہ ترکیب میں حال بننے گا، حل یعنی (ن، ض) حلًا و حلولًا: ای نَزَلَ نَزُولًا: ای انت نَازَلَ بہذا البلد (حل مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی) یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہیں۔ یعنی شہر مکہ خود بھی محترم ہے خصوصاً جب کہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں کہ مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے گویا اب تو اس شہر مکہ کی عظمت میں چار چاند لگ گئے (روح، مظہری، معارف) گویا کل تین قول ہو گئے۔ (۱) حل بمعنی حلال (۲) حل بمعنی مشتھل (۳) حل بمعنی حلال (اسم فاعل)

نکتہ: قولہ لقد خلقنا الانسان فی کبد: مشقت میں تو جانور بھی ہیں تو انسان کی تخصیص کیوں؟

الجواب: انسان شعور و ادراک سب جانوروں سے زیادہ رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بڑی محنت و مشقت دوبارہ زندہ ہو کر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے اس لیے بطور خاص انسان کا ذکر کیا، بعض علماء نے کہا کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لیے اسی کی تخصیص کی گئی۔

لغات لاءُ أَقِسْمٌ (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر جگی) البَلْدُ شہر، جمِّ الْبَلَادُ۔ حل صیغہ صفت خالل کے معنی میں ہے جو حرام کی ضد ہے، حلَ الشَّيْء (ض) حلَّالًا: جائز و مباح ہونا۔ (مزید تحقیق بضم انتیاری مطالعہ گزر جگی)

ل حلَ الدِّينَ حلُولًا: قرض کا واجب الاداء ہونا، حلَ المَكَانَ تَرْبَه (ن، ض) مخلوٰلا: قیام کرنا: مقیم ہونا۔

وَالد (ض) اُس فاعل واحد مذکور، وَلَدَتِ الْأَنْسَانِ (ض) وَلَادًا وَلِوَلَادَةً: حاملہ کا بچہ جتنا۔ وَلَدَ (ض) ماضی واحد مذکور غائب۔ الْأَنْسَانُ (تحقیق گذر چکی ہے) کَبِدِ اس بمعنی مشقت، تحکاوت، یا مصدر از سع (اعراب القرآن و صرف و بیانہ) کَبِدَ (س) کَبِدَا: در و چکر میں جلا ہونا، پھر مطلق ختنی اور مشقت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) پیختسب (س) مضارع واحد مذکور غائب، حیثیت الشیء کذا (س) حِشْبَانًا: گمان کرنا۔ لَنْ يَقْدِيرَ (ض) نفی تاکید بن واحد مذکور غائب، قَدَرَ عَلَيْهِ (ض) قَدَارَهُ وَقُدْرَةً: قادر ہونا۔ أَخْدُ (سورۃ الفجر میں گذر چکا) أَهْلَكَ (افعال) سے ماضی واحد متكلم، أَهْلَكَهُ إِهْلَاتِیَا: ہلاک کرنا، یہاں مراد ہے خروج کرنا، اور خروج کرنے کو ہلاک کرنے سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس نے چوں کے عداوت رسول میں خروج کیا ہے جس سے اس کو اس مال کے بدله کچھ فرع تو ہونے والا نہیں تو صحیح بکھارنے میں ہی کیوں کی کرے تو بطور فخر یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے کثیر مال اڑا دیا۔ هَلَّکَ فلان؟ (ن، ض) هَلَّکَیٰ وَتَهَلَّکَهُ: ہلاک ہونا، مر جانا۔ مَالًا جَمْع اموال، یہ میل سے مشتق ہے جس کے معنی بصلہ الی ماں ہونے کے ہیں اور بصلہ عن اعراض کرنے کے ہیں۔ لَبَدَ اسم بمعنی الکثیر، مِنْ تَبَدَّلَ الشَّيْءِ إِذَا اجْتَمَعَ (بیان القرآن، القاموس الوحید، روح المعانی) لَمْ يَرِهَا أَخْدُ (مرتّب تحقیقہ)

ترکیب لا أَقِسْمُ هَذِهِ الْبَلَدِ وَأَنْتَ حَلْ بِهَذِهِ الْبَلَدِ وَوَالِدٌ وَمَا وَلَدَ... لَا زَانَكَهُ ۲، أَقِسْمُ فَعْلٍ، ضمیر اُنکا فاعل، یا حرف جار، هَذِهِ الْبَلَدِ هَذِهِ اسماں اشارہ مبدل منه، البَلَد مشار الیہ بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے بدل کر معطوف علیہ (وَأَنْتَ حَلْ بِهَذِهِ الْبَلَدِ درمیان میں جملہ معترض ہے، اُنْت مبتدا اور حَلْ خبر اور بہذا البَلَد متعلق ہے حَلْ کے) وَأَهْرَف عطف والِدِ معطوف علیہ معطوف، وَأَهْرَف عطف مفعول (ما بمعنی من) اس موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق أَقِسْم کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، لَقَدْ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ فِي كَبِدٍ... لَام قسمیہ قَدْ حرف تحقیق خَلَقْنَا فعل، ضمیری بارز فاعل، الْأَنْسَان (ای جنس انسان) ذوالحال فی کَبِدِ کاتنا وغیرہ مخدوف کے متعلق ہو کر حال (ای مکابداللمساق) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بـ فعل اپنے فاعل اور مفعول بـ سے مل کر جملہ علیہ ہو کر جواب ہے۔ آئیختسب آن لَنْ يَقْدِيرَ عَلَيْهِ أَخْدُ... هَرَة حرف استفهام برائے تو شخ و انکار۔ پیختسب فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، آن مخففہ من المثقلہ، ضمیر مخدوف اس کا اسم لَنْ يَقْدِيرَ فعل علیہ جار مجرور اس کے متعلق، أَخْدُ فعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) پھر آن مخففہ اپنے اسم خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر پیختسب کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ علیہ انشائی۔ (لَا حَلَّ لَهَا) يَقُولُ أَهْلَكَتْ مَالًا لَبَدَ... یقول فعل، ضمیر هو فاعل، فعل اپنے مل کو مل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک کی طرف ہائل، ہذا اور بعد سے کی طرف سے اعرض کرتا ہے یا اس لئے کو مل میں نہیں ہے یعنی زوال (ناف) یا اس لئے کہ لوگوں کی خواہشات یا طبائع کا اس کی طرف میلان ہتا ہے۔ (تجمی)

فاعل سے مل کر قول، اہلکت فعل، ضمیر تاء بارز فاعل، مالا لہدا مرکب تصمیل ہو کر مفعول بے فعل اپنے فاعل اور مفعول پسے مل کر مقول (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ متناہی، یا حالیہ (حال از ضمیر تھست) اینجست آن لفڑیہ آخذ... ہمراہ حرف استفہام برائے انکار و تونخ، باقی ترکیب آئی تھست آن لئے تقدیر غلبیہ مأخذ کی طرح ہے۔

الَّمْ تَجْعَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ۝ وَ لِسَانًا۝ وَ شَفَتَيْنِ۝ وَ هَدَيْنَةُ النَّجْدَيْنِ۝ فَلَا اقْتَحَمَ كِبَرَهُمْ لَهُمْ نَهَىٰ۝ وَ مَا آذَنَكَ مَا الْعَقَبَةُ۝ فَلَكُ رَقَبَةٌ۝ أَوْ إِطْعَمْ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ۝

ہو کر نہ لکا ۰ اور آپ کو معلوم ہے کہ گھائی کیا ہے ۰ وہ کسی گروں کا چسٹا دینا ہے ۰ یا کہاں کھلانا فاقہ کے دن میں ۰ یتیمہا ذا مقربۃٌ۝ اُو مسکیننا ذا متربۃٌ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الظِّيْنَ أَمَنُوا۝ وَ تَوَاصَوْا کسی رشتہ دار سیسم کو ۰ یا کسی خاک نشین محتاج کو ۰ پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے پالصبر وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۝ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ۝ اور ایک درسے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک درسے کو تحریم کی فہمائش کی ۰ یہی لوگ دانے والے ہیں ۰

وَ الظِّيْنَ كَفَرُوا۝ أَيْتَنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْكَرَةِ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ۝

اور جو لوگ ہماری آئیوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیکیں والے ہیں ۰ ان پر آگ بیج دیتے ہو گی جس کو بسند کر دیا جائے گا ۰

تشریح انسان دو چیزوں سے متاثر ہوتا ہے (۱) رنج و غم اور مشقت سے (۲) انعامات و احسانات سے، چنانچہ شروع سورت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انسان کی زندگی رنج و غم سے بھری ہوئی ہے کما فی قوله تعالیٰ لقدن خلقنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبِيْرٍ مَگْرَ غَافِلَ إِنْسَانَ نَهَىٰ تُرْجُمَ وَ غَمَ اُوْرَ مشقتوں سے متاثر ہوا کہ را اور راست پر آ جاتا۔ (بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) اور نہ غافل انسان انعامات و احسانات سے متاثر ہوا جس کا بیان ان آیات میں ہے، فرمایا۔ **الَّمْ تَجْعَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ۝ وَ لِسَانًا۝ وَ شَفَتَيْنِ۝** ”کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہمراہ حرف استفہام برائے تقریر ہے یعنی ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھتا ہے ہے (واقعی آنکھ بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر اس سے پوچھنے جس کے پاس آنکھ نہ ہو) اسی طرح زبان بہت بڑی نعمت ہے جس سے انسان بولتا ہے اور اپنی ماں الفیر کو ادا کرتا ہے، اسی طرح دو ہونٹ دیئے اور ہونٹ کا ذکر اس لیے کیا کہ زبان کے کام میں ہونٹ بڑے مددگار ہیں کہ آزاد اور حروف کی ممتازیں دیکھتے ہیں اسی طرح کھانے، پینے اور خوبصورتی میں بھی ان کو بہت دخل ہے۔ **وَ هَدَيْنَةُ**

النَّجْدَیْنِ ﴿٦﴾ اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتائے (یعنی کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتائے) (النجدين، النجد کا مشکلہ ہے، نجد کے معنی اس راستے کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد کھلا ہوا اور واضح راستہ، یہاں نجدين سے مراد خیر اور شر کے دور استے ہیں تو اللہ نے دونوں راستے دکھلائے تاکہ انسان خیر اور جنت کے راستے کو اختیار کرے یعنی صوم و صلوٰۃ اور شریعت کے دوسرے تمام احکام کی تعمیل کرے اور شر اور جہنم کے راستے سے پرہیز کرے یعنی زنا، چوری، حقوق تلفی اور تمام برائیوں سے بچے۔ لہذا ان انعامات و احسانات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان احکام الہی کا تابع ہو جاتا مگر کافر انسان نہ مشقتوں سے متاثر ہوا اور نہ احسانات سے، چنانچہ فرمایا "فَلَا افْتَحْمَ الْعَقَبَةَ ﴿٧﴾ " و شخص دین کی گھٹائی میں سے ہو کر نہ نکلا یعنی اس نے دین کے کاموں کو انجام نہیں دیا۔ العقبة کے معنی دشوار گزار پہاڑی راستے یعنی گھٹائی کے ہیں، یہاں دین کے کاموں کو گھٹائی سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ نفس پر مشکل اور شاق گذرتے ہیں۔ " و مَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿٨﴾ " اور آپ کو معلوم ہے کہ گھٹائی کیا ہے یعنی مذکورہ آیت میں گھٹائی سے کیا مراد ہے تو کیا آپ کو معلوم ہے، خود فرمایا "فَلَكُّ رَقْبَةٌ أَوْ اطْعَمُ فِي تَوْمَرٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿٩﴾ يَتَبَيَّنًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٠﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَنْتَرَبَةٍ ﴿١١﴾ " وہ کسی گروں کا چھڑا دینا ہے یعنی کسی کی گردن کا غلامی سے چھڑا دینا اور اس کو آزاد کر دینا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت بلال وغیرہ کو کافروں سے خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا جب کہ بلال جبشی پر ظلم و تم کے پھاڑ توڑے جا رہے تھے کہ تینی ہوئی ریت میں ان کو ڈال کر ایک بڑا پھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

فائده کھانا کھانا کسی کو بھی ثواب سے خالی نہیں مگر بعض کو کھانا بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مثلًا رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں دو بڑا ثواب ہے ایک تو بھوک کا پیٹ بھرتا اور دوسرے رشتہ دار کے ساتھ صلدہ رجی اور اس کا حق ادا کرنا، مسغبة مصدر یعنی سعْب ہے یعنی بمعنی بھوک، اور بھوک کی نسبت بجائے یتیم کی طرف کرنے کے یوم کی طرف کی گئی تو وہ مجازا ہے، مقریۃ مصدر یعنی ہے بمعنی قرابت، لہذا مقریۃ کا ترجمہ ہوا قرابت والا، یعنی رشتہ دار۔ مشریۃ بھی مصدر یعنی ہے، از ترب ای التصدق بالتراب مراد ایسی مفلسی جو مٹی سے چمنا دے، اب اگلی آیت میں اس گھٹائی کی سب سے بڑی شرط یعنی ایمان کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا "ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ أَمْنَأُوا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمُتَّرَجِّهَ ﴿١٢﴾ " پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی، اور ایک دوسرے کو ترجمہ کی فہمائش کی (تفی کا ترجمہ اس لیے ہوا کہ کان فعل ناقص کا عطف افتتحم پر ہے اور دونوں صیغہ تفی کے تحت ہیں، ای لا افتتحم ولا آمن (روح) تو اسی بالصبر سے مراد ہے ایمان پر پابند رہنے کی ایک دوسرے کو نصیحت

۱۔ مجدد کے معنی اس راستے کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف کو جاتا ہو مراد واضح راستہ، لہذا خیر کے راستے کی بلندی تو واضح اور ظاہر ہے مگر سوال یہ ہے کہ شر کے راستے میں کیا بلندی و رفتت ہے، الجواب: اس کو بوجہ تغلیب کے بلند کہہ دیا جیسے باپ کو ماں پر غلبہ دینے کی وجہ سے ابین اور والدین بولتے ہیں (روح المعنی میں ہے فهو على التغلیب و على توهם المتخلیلة لمحضها)

ووصیت کرنا، اور تو اوصی بالمرحمة سے مراد ہے ترجم علی الخلق کی ایک دوسرے کو نصیحت و وصیت کرنا، یعنی ایک دوسرے کو لوگوں پر رحم و کرم اور ترک ظلم کی تاکیدی نصیحت کرنا۔ (بیان القرآن)

فَلَمَّا كَانَ مِنَ الظِّنَّ آمَنُوا **فَلَمَّا تَرَتَّبَ ذَكْرِي** اور ایمان کے مرتبہ کے عظیم ہونے کو بتلانے کے لیے ہے نہ کہ ترتیب زمانی کے لیے ورنہ لازم آئے گا کہ فی رقبۃ یعنی غلام کو آزاد کرنا ایمان لانے سے بھی مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو تمام اصول و فروع یعنی ایمان عمل ہر ایک میں اطاعت کرنی چاہیے تھی، نہ صرف یہی کہ اعمال تو اچھے کئے جائیں اور ایمان نام کو بھی نہ ہو بلکہ ایمان کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے پھر تو اوصی بالصبر پھر تو اوصی بالمرحمة پھر فکر رقبۃ پھر اطعم طعام (بیان القرآن)

أَوْلَىكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ یہ الذین آمنوا کی جزا کا بیان ہے یہی لوگ داہنے والے ہیں یعنی ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے دوسروں کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور ترجم علی الخلق کی وصیت کی (مظہری) آگے ان کے مقابل لوگوں کا بیان ہے کہ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَبْلَيْتَنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْعَمَةِ** ۖ علیہم نار مُؤَصَّدَةٌ ۖ اور جو لوگ ہماری آئیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ باعین والے ہیں، ان پر آگ محيط ہو گی جس کو بند کر دیا جائے گا۔ یعنی اصول ہی کے منکر ہیں یعنی نفس ایمان ہی ان کے پاس نہیں، فروع و اعمال تو کیا ہوں گے تو ان کا نامہ اعمال باعین ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان پر آگ محيط ہو گی جس کو بند کر دیا جائے گا یعنی دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کیوں کہ خلود فی النار کی وجہ سے نار سے نکلا نصیب نہ ہو گا۔

سوال: ثم کان من الذین آمنوا ایمان جزء اشرف ہے اور اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے نیک عمل کا ثواب ملے گا یا نہیں، جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان لے آیا تو حالت کفر کے کئے ہوئے نیک اعمال مقبول ہو جائیں گے ورنہ تو دنیا میں ہی ان کا صلدے دیا جائے گا۔

نکتہ: حکماء کا قول ہے کہ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان دے کر تشبیہ فرمادی کہ بولنا دیکھنے سے کم ہونا چاہیے، دیکھنا تو خیر اور شر دونوں کو عام ہے، لیکن بولنا خیر ہی کا ہونا چاہیے، ورنہ خاموش رہے، اس لیے زبان کو بتیں فوجیوں یعنی بتیں دانتوں کے اندر بند رکھا گیا۔

احفظ لسانك ايها الانسان
لا يلذعنك الله ثقباً

لَغَات اللَّمَّا نَجَعَلُ (ف) مضارع نفی جمد بلم جمع متکلم، جَعَلَ اللَّهُ الشَّيْئَ (ف) جَعْلًا: پیدا کونا۔ (۲) بناء، جَعَلَ لَهُ کذا: دینا (یہاں لام کے صلم کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے) عَيْنَیْن، عَيْنَ کاشنیہ، آنکھ، جمع عَيْنُوں، وَأَعْيَنْ، لِسَائِک، زبان، جمع الْسِنَنُ شَفَقَتَنِیْن، شَفَقَةً کاشنیہ، ہونٹ، جمع شِفَاهٍ وَشَفَوَاتٍ (بعض کے نزدیک لام کلمہ ہاء ہے اور

اس کی اصل شفہہ ہے، ہاصلیہ کو حذف کر دیا گیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل شفہہ ہے، واو کا فتحہ ماقبل کو دیدیا اور اس کو حذف کر دیا۔ هَذِهِنَا (ض) ماضی جمع متكلّم، هذی فلانا الطریق وَلَهُ وَالیہ (ض) هذی وہذیتا وہذا یا کسی کو راستہ بلانا۔ الْتَّجَدَدُونَ، دوراستے، واحد التَّجَدُّدُ، یعنی خیر و شر کے راستے۔ (روح المعانی) جمع آنجد و آنجاد و نیجاد و نجود۔ لَا افْتَحْمَ (افتعال) ماضی منفی واحد مذکر غائب، ای الدخول بسرعیہ و شدّة، إِفْتَحْمَ المکان: کسی جگہ زبردستی گھنا، داخل ہونا۔ الْقَبْةَ اسم للطريق الصعب فی الجبل، یعنی گھائی یعنی دشوار گذار پہاڑی راستے، جمع عَقْبَ و عِقَابٍ یہاں بطور استعارہ اعمالی طاعات جو نفس پر شاق ہوں مراد ہیں، (مطلوب یہ ہے کہ جس طرح عقبہ دشمن سے نجات دلانے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بننے ہیں) فک باب نصر کا مصدر، فَكَ الشَّيْءَ (ن) فیکا: کھولنا، فیک الرقبة: قیدی کو رہا کرنا، غلام کو آزاد کرنا۔ (یہاں آخری معنی مراد ہے) رَقَبَةٌ گردن، مراد غلام و باندی، تسمیہ الکل باسم الجزء کے قاعدہ سے، جمع رِقَابٍ۔ إِطْعَامٌ مصدر از باب افعال أَطْعَمَ فلانا: کھلانا۔ طَعِيمٌ (س) طفقاً و طعاماً: کھانا، چکھنا۔ مَسْعَبَةٌ مصدر میمی بمعنى الجوع مع التعب۔ سَعَبَ (ن) و سَعِبَ (س) سَعْبَا و سَعْوَتَا و سَعْبَا و مَسْعَبَةٌ: بھوکا ہونا۔ یتیما (مرے فی سورۃ الاجر) مَفْرَبَةٌ مصدر میمی از باب کرم بمعنى قرابت، رشتہ داری، قَرْبُ الشَّيْءِ (ک) قَرَابَةٌ وَقُرْبَةٌ وَقُرْبَةٌ وَقُرْبَةٌ وَمَقْرَبَةٌ، قریب ہونا، جمع مقابرات۔ مِسْكِينًا (مرے فی سورۃ الاجر) مَمْرُبَةٌ مصدر میمی از سمع (بیان القرآن) تَرِبَ (س) تَرِيَا و مَتَرِيَّة، مٹی لگ جانا، محتاج ہونا، ایسی مفلسی جوز میں سے چھٹا دے تو اصوا (تفاعل) ماضی جمع مذکر غائب، (در اصل تو اصیو اتحا، قاعدہ ے جاری ہوا ہے پھر بوجہ اجتماع سائینیں الف حذف ہو گیا) تو اصیی القوم: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت و تلقین کرن گے الصَّبْرُ باب ضرب کا مصدر بمعنى ہمت سے کام لیتا اور نہ گھبرا نا۔ (مراد استقامة على الایمان والطاعة واحتراز عن المعاصی)۔ الْمَرْحَمَةُ باب سمع سے مصدر میمی، رَحْمَ فلانا: (س) رَحْمَةٌ و رَحْمَةٌ و مَرْحَمَةٌ: کسی پر شفقت کرنا، معاف کرنا۔ اخفاق صاحب کی جمع بمعنى والا، دوست۔ الْمَيْمَنَةُ اسم بمعنى داہنی جانب، جمع میامن۔ (اس کے معنی برکت و خوش بختی کے بھی آتے ہیں یعنی (ض) یقنا: داہنیں طرف ہونا یا آنا)

۱۔ قوله النجدين، التجدد اسم بمعنى الطريق المرتفع، وقصديه هنا طريق الخير والشروع فيهما الشذيان۔ روی عن ابن عباس وعلی،

لأنهما كالطريقين لحياة الولد ويرثيه

۲۔ مجرد میں از باب نصر، قحہ (ن) اُقْحُونَا: اپنے کوشکل میں ڈالنا، قحہ فی الامر و علیه: کسی کام میں انجام سوچے بغیر کو دڑنا۔ (اعراب القرآن و مروہ وہیاشر)

۳۔ وصی فلانی (ض) اُوصیا: ترقی کے بعد تنزلی ہونا، الشیئی: ملنا۔

۴۔ شریعت میں مبرکتہ ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جماں رکھنا، اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رہنا، میرا ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف نام ہو جاتے ہیں، مثلاً اگر جنک میں مبرہ ہو تو اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اگر بات کو روک کر رکھنے کے بارے میں مبرہ ہو تو اس کو سکھان کہتے ہیں (مبرکی تکنیں ہیں: صبر عن العاصی، صبر على الطاعات، صبر على المصائب)

المُشَمَّةُ اس بمعنی پائیں جانب۔ (دوسرے معنی ہیں کبھی) **مُؤَصَّدَۃُ** باب افعال سے اسم مفعول واحد مؤنث، آصد ایضاً: بند کرنا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں وَضَدَ (ض) وَضَدًا: قائم رہنا)

تَرْكِيبٌ الْمَنْجَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ وَهَذِئُنَّ النَّجْدَيْنِ فَلَا أَقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ همزة حرفة استفهام تقریری، (لأنَّ نفی النفی اثبات و تقریر) لم جازمه، نجعل فعل ضمیر نحن فاعل، له جار مجرور متعلق نجعل کے (يجعل نخلق کے معنی میں ہے) عینین و لسانا و شفتین باہم معطوف ومعطوف عليه ہو کر مفعول به فعل اپنے فاعل اور مفعول به سے مل کر معطوف عليه، و او عاطفہ، هدینا فعل با فاعل ہا ضمیر مفعول به اول النجدین مفعول بـ ثانی یا منصوب بـ بزرع الخافض، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف عليه، معطوف فاعاطفہ، لانا فیہ اقتحام فعل ضمیر ہو فاعل العقبة مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف عليه معطوف لـ وَمَا أَذْلَكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٌ أَوْ أَطْعَامٌ فِي يَوْمِ ذِي مَسْعَبَةٍ يَتَبَاهُ أَذْلَكُمْ مَقْرَبَةٌ أَوْ مَسْكِينَةٌ ذَادَ مَتْرِبَةٌ وَأَوْ اعْتَرَاضِي، ما اسم استفهام بمعنى ای شیء مبتداء، اذی فعل ضمیر هو فاعل کاف مفعول به اول ما العقبة ما اسم استفهام مبتداء، العقبة خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بـ ثانی اذی فعل کا (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، (فی محل رفع) مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ مفترضہ، فک رقبة مرکب اضافی ہو کر معطوف عليه، او حرفي عطف، اطعام مصدر لـ فی حرفة جار يوم موصوف ذی مسغبة مرکب اضافی ہو کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اطعام مصدر کے، یتیما موصوف ذا مقربۃ مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف عليه او حرفي عطف مسکیناً ذا متربة مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مفعول بـ اطعام مصدر اپنے متعلق اور مفعول به سے مل کر معطوف (مصدر کا فاعل حذف کرنا جائز ہے لہذا اطعام مصدر کا فاعل حذف کر دیا گیا ہے، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۱۲۳) معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مبتدا حذف ہی کی خبر (ای ہی فیک الخ اور ہی ضمیر کا مرجع العقبة ہے

۱۔ لا اقتحام ماضی پر لاداصل ہے جبکہ ماضی پر دخول لا کے لئے سکرار کا ہونا لازم ہے جب کہ یہاں بظاهر سکرار نہیں ہے اس کا جواب بیان القرآن میں یہ لکھا ہے کہ سکرار کا لازم ہونا اکثری قاعدہ ہے، واجب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو لازم ہی سمجھا جائے تو علام زمخشری نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہاں معنی سکرار ہے، کیونکہ فلا اقتحام العقبة کے معنی یہ ہیں فلا فیک رقبۃ ولا اطعماً مسکیناً اور زجاج کا قول یہ ہے کہ ثم کان من الذين العquam مقام سکرار کے ہے کیونکہ اس کا عطف لا اقتحام مثی پر ہے اور یہ بھی مثی ہی کے تحت ہے گویا معنی یہ ہیں فلا اقتحام العقبة ولا آخر اخترنے علام زمخشری اور زجاج کا یہ قول اعراب القرآن سے نقل کیا ہے، تغیر مظہری میں ہے کہ یہاں لا معنی ہلا ہے والمعنی فھلا اقتحام ہے۔

۲۔ یاد رکھئے کہ هذینا الخ کا عطف نجفل لله الخ پر ہے نہ کہ لمن نجفل پر اور جس طرح نجفل فی کے تحت ہے اسی طرح هذینا بھی فی کے تحت ہے ای اما هذینا النجدین کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلادیے۔

۳۔ مصدر تین مالتوں میں مل کرتا ہے: (۱) مضاف ہونے کے وقت جیسے عجیث من ضریک عمرًا (۲) جب مصدر پر تنوین ہو جیسے عجیث من ضرب عمرًا (۳) جب اس پر الف لام ہو جیسے عجیث من الضرب عمرًا

ای اقتحام العقبة مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنانفہ بیانیہ ہوا) یہ ترکیب درمیان میں آگئی تھی، الحال صلہ ہم نے اقتحام العقبة کو معطوف علیہ بنایا تھا۔ **وَمَنْ كَانَ مِنَ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمُرْحَمَةِ**.....

وَمَنْ حرف عطف کان فعل ناقص، ضمیر ہو اسم من حرف جار الذین اسم موصول امنوا و تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر ثابتہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، اقتحام پر، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، هدینا انخ کا، پھر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہو اور جعل الخ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنانفہ ہوا۔ **أُولَئِكَ أَصْطَبَ اللَّهِمَّةَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِإِيمَنَا هُمْ أَخْبَثُ الْمُشْتَمَةَ عَلَيْهِمْ نَازٌ** موضدة..... **أُولَئِكَ** مبتدا، اصطحب **الْمُبَيِّنَةَ** مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ نے واً حرف عطف الذین اسم موصول کفروا فعل بافعال بآجارتہ آیاتنا مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کفروا کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، ہم مبتدا اصحاب المشتمة مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خراول علیہم جار مجرور ثابتہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم ناز مؤصدہ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خرثانی، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنانفہ تھے۔ (عرب القرآن و صرفہ)

سورۃ الشمیں

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحْنَهَاۚ وَ الْقَمَرِ إِذَا تَلَمَّهَاۚ وَ النَّهَارِ إِذَا جَلَّهَاۚ وَ الَّيلِ إِذَا
تم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج سے بچھے آؤے اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے اور رات کی جب
يَغْشِيْهَاۚ وَ السَّيَاءُ وَ مَا بَنَتْهَاۚ وَ الْأَرْضِ وَ مَا طَعْنَهَاۚ وَ نَفْسٍ وَ مَا سَوَّيْهَاۚ
وہ اس کو چھپائے اور آسمان کی اور اسکی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا

- ۱۔ **فَوْلَهْ نَهَمْ** کان ایک قول یہ ہے کہ کان صیغہ ماضی بتاویں مصدر ہو کر فگر رقبہ پر عطف ہو، ای کونہ من الذین امنوا الخ، دوسری بات یہ ہے کہ جب کان کا عطف اقتحام پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ کان کے تحت جو ایمان کا ذکر ہے وہ ایمان عقبہ میں داخل نہیں اور بہ عقبہ میں توفک رقبہ اور اطعام ہی ہے۔ لہذا عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آئے گا، بلکہ ایمان چوں کہ عقبہ کا جزا اشرف ہے اس لیے اس کو بصورت عطف علیہ سے ذکر کر دیا۔
- ۲۔ یہ جملہ الذین امنوا الخ کے لئے بطور جزا کے ہے۔ (بیان القرآن)
- ۳۔ علیہم ناز مؤصدہ جملہ متنانفہ بھی ہو سکتا ہے۔

فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوِيَهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا ۝

پھر اس کی بد کرداری اور پرہیز گاری کا اس کو الفتا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا۔ اور نامراود ہوا جس نے اس کو بداریا۔

﴿۲﴾ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ کی جزائے اخرویہ کا بیان تھا، اس سورت میں قصد اکذب شمود اخ لئے یہ بتانا ہے کہ اعمال کفریہ پر دنیا میں بھی سزا کا احتمال ہے، اور قد آفلح اخ لئے میں جزائے اخرویہ کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ وہ انسان کامیاب ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیا اور وہ ناکام ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں کی ذل ذل میں دھنسا دیا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:
پہلی قسم: ”وَالشَّمَسِ وَضُحْنَهَا ۝“ قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ سورۃ النازعات میں وَأَغْظَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحْنَهَا کے تحت لکھا گیا ہے کہ ضھی کے تین معنی ہیں چنانچہ یہاں ضھی کے معنی روشنی کے ہیں یعنی وہ روشنی جو سورج کے کچھ بلند ہونے یعنی چاشت کے وقت ہوتی ہے۔

دوسری قسم: ”وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَهَا ۝“ اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آئے یعنی قسم ہے چاند کی جب کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد نکلے، اس سے مراد وسط ماہ کی بعض راتوں کا چاند ہے کہ سورج کے پیچنے کے بعد طلوع ہوتا ہے جب کہ چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور اس کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔

فائدہ والقمر کے بعد اذا تلاکی قید شاید اس لیے لگائی کہ وہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی جن راتوں میں چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد جلد ہی طلوع ہوتا ہے اس وقت چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور یہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی چاند کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے، جیسا کہ والشمس کے بعد ضخھا کا اشارہ کمال نور آفتاب کی طرف ہے کیوں کہ ضھی کے ایک معنی اگرچہ روشنی کے ہیں مگر درسے معنی وقت چاشت کے ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہو جائے اور اس کی روشنی پھیل جائے لہذا ضھی سے مراد وہ روشنی ہے کہ جو وقت چاشت میں ہوتی ہے (چنانچہ معارف القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں اگرچہ ضھی کو واحرف عطف کے ساتھ لکھا ہے مگر بقیرینہ بعد کی اشیاء کے ضھی کا ذکر بطور وصف مثہل کے ہے یعنی سورج کی قسم اس کی روشنی کے مکمل ہونے کی خالت میں ہے)

تیسرا قسم: ”وَالثَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝“ اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے۔ یعنی قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو خوب روشن کر دے یعنی دل نکل آنے کے سبب آفتاب روشن نظر آنے لگے۔ (یہ اسناد مجاز ہے ورنہ دن بے چارہ سورج کو کیا روشن کرتا، سورج ہی دنیا کو روشن کرتا ہے مگر چوں کہ سورج کی روشنی دن میں ہوتی ہے نہ کہ رات میں اس لیے روشن کرنے کی نسبت دن کی طرف کر دی)

چوتھی قسم: ”وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشِيَهَا ۝“ اور رات کی جب وہ اس کو چھپا لے یعنی قسم ہے رات کی جب

لے قسموں کا عدد سات ہو معارف القرآن میں مکتب ہے۔

وہ سورج کوڈھانپ لے یعنی خوب تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے دن کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے (چاروں مقسم میں جو قیدیں لگائی گئی ہیں وہ ان کے کمال حالت کے اعتبار سے ہے)

پانچویں قسم: ”وَ السَّمَاءُ وَ مَا بَثَثْنَاهَا” اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا، بنانے والی ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح ما طخہ اور ماسٹوںہا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد ہیں اور تینوں جگہ ما معنی من ہے اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم کرنا بایس وجہ ہو سکتا ہے کہ اس میں ذہن کو دلیل سے مدلول کی طرف منتقل کرنا ہے کیوں کہ مصنوع یعنی بنائی ہوئی چیزیں دلیل ہیں صاف یعنی بنانے والے خدا کے وجود پر۔

هرچہ دیدم در جہاں غیرے تو نیت ☆ یا توئی یا خونے تو یا بوئے تو

چھٹی قسم: ”وَ الْأَرْضِ وَ مَا طَحَّنَهَا” اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچایا (طخہ کے معنی بچانے اور پھیلانے کے ہیں)

ساتویں قسم: ”وَ نَفْسٍ وَ مَا سَوَّيَهَا فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَ تَقْوَاهَا” اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا یعنی قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی یعنی اللہ تعالیٰ کی جس نے اس کو خلقت میں درست بنایا یعنی شکل و صورت اور اعضاء گویا ہر طرح سے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں کو القا کیا (اللہ کی جانب فجور و تقویٰ کے الہام والقاء کی نسبت باعتبار تخلیق کے ہے کہ قلب میں نیکی و بدی کے میلان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو فجور و بدی پر مجبور محض نہیں بنایا لہذا انسان کو اپنے قصد و اختیار سے گناہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اور اپنے قصد و اختیار سے نیکی کرنے پر ثواب۔ ”قَذَ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّى هَا ① وَ قَذَ خَابَ مَنْ دَسَّهَا ②“ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا اور نامراہ ہوا جس نے اس کو دبادیا یہ جواب قسم ہے اور ترکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو فتن و فحور سے روک کر تقویٰ اختیار کر لیا اور خاب خبیہ کے معنی نامراہ ہونے کے ہیں یعنی وہ شخص نامراہ دن کا مام ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خواہشات نفسانی میں دبادیا اور گناہوں کی ذل ذل میں دھنسا دیا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی، دن کا آجالا اور رات کی اندر ہیری، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں بھی خیر و شر کی متفاہدوں تین رکھیں، اسی طرح مختلف متفاہد اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ (تفسیر عثمانی)

لغات الشمس سورج، جمع شمس۔ ٹھنڈی اسم ہے اس کے معنی دھوپ پھیلنے کے ہے، پھر دمعنی میں معروف ہو گیا یعنی سورج کی روشنی (یہ مجازی معنی ہے) (۲) وقت چاشت۔ القدر چاند، جمع آسمار (تیسرا تاریخ سے آخر مادہ

تک کا چاند۔ (قاموس) یا تیسرا تاریخ کے بعد والی رات سے آخر ماہ تک کا چاند۔ (راغب) ثلا (ن) ماضی واحد ذکر غائب۔ ثلا (ن) ثلوا: بیچھے آنا، اور اگر مصدر ثلا ہو تو معنی ہوں گے ”پڑھنا“ النهار دن، جمع آئہو وئہو۔ جھل (تفعیل) ماضی واحد ذکر غائب، جھل تعلییۃ: روشن کرنا، ظاہر کرنا۔ یغشی (س) مضارع واحد ذکر غائب، غشی (س) غشیتا وغشیانا: چھپانا، ڈھانکنا (رعایت فواصل کی بناء پر مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے) اور غشاہا اس لیے نہیں کہا کہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدد ہوتا ہے اس لیے ایک مفعول کو مخدوف ماننا پڑتا (روح) بٹی (ض) ماضی واحد ذکر غائب، بٹی (ض) بنتیا، ویناء ونیتیانا: تعمیر کرنا، بنانا۔ ظلحی (ف) ماضی واحد ذکر غائب، طحی الشیع (ف) طحجا: پھیلانا۔ طحی الشیع: پھیلنا (باب نصر سے اس کے معنی بعید ہونے اور ہلاک ہونے کے ہیں) سٹوی (تفعیل) ماضی واحد ذکر غائب، سٹوی الشیع تسویہ: درست کرنا، سوی الرجل (س) سوی درست کار ہونا۔ اللهم (افعال) ماضی واحد ذکر غائب اللهم إلهاما: القاء کرنا یعنی دل میں بات ڈالنا، اور مجرد میں دوسرے معنی ہیں (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف میں یہ فرق ہے کہ کشف کا تعلق حیات کے ساتھ ہوتا ہے اور الہام کا وجود انیات سے) فجور باب نصر سے مصدر، فجر (ن) فجورا وفجروا: گناہ کرنا، بد کرداری کرنا اور بمعنی بد کرداری حاصل مصدر ہوگا، تقوی اتنقاء (باب افتخار) سے اسم مصدر، بمعنی پر ہیز گاری، بچنا، لغت میں اس کے معنی ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا، پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقوی اور تقوی بول کر خوف مراد لیتے ہیں، اور عرف شرع میں نفس کو ہر گناہ کی طرف لے جانے والی چیز سے بچانے کا نام ہے۔ افلحة (افعال) ماضی واحد ذکر غائب، افلحة افلاتحا: با مراد و کامیاب ہونا، فلخ (ف) فلاخا: مقصد میں کامیاب ہونا۔ زگی (تفعیل) ماضی واحد ذکر غائب، زگی الشیع تزکیہ: پاک صاف کرنا۔ خاب (ض) ماضی واحد ذکر غائب، خاب (ض) خیبیۃ: ناکام و نامراد ہونا۔ دشی دبایا اس نے، (تفعیل) ماضی واحد ذکر غائب، دراصل دستس تھا، (مصدر تدبیس) آخر والے سین کو یاء سے بدل دیا تخفیفاً (جلالین) پھر قاعدہ سے یاء کو الف سے بدل دیا، دشی تدبیہ: چھپانا، دبانا۔

تركيب الشیع وضھیها والقمر اذا ثلآھا والنہار اذا جھلھا واللیل اذا یغشیها والسماء وما بناها
والارض وما ظھیها ونفسیں وما سٹوها فاللهمہا فجورها وتقوها..... واو حرف جار برابے قسم، الشمس
معطوف عليه واو حرف عطف ضھیها مرکب اضافی ہو کر معطوف عليه معطوف، واو حرف عطف القمر معطوف عليه

۱۔ جلاء (ن) جلاء: ظاہر ہونا، واضح ہونا، جلالا لامز (ن) جلاء: واضح کرنا، ظاہر کرنا، مادہ جلو ہے)

۲۔ تقوی کی اصل تثییتا ہے، یاء کو واو سے بدل دیا، لام فقلی بالفتح کی یاء واو ہو جاتی ہے۔ (علم المصید قاعدة ۲۶) اور اس کا مادہ وفیہ ہے، لہذا شروع کا تاء بھی اصل نہیں ہے بلکہ واو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا گیا، اس میں طلبہ عزیز کو دھوکہ لگ جاتا ہے، وقی الشیع یقی (ض) وقیانا ووقایہ: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، فلاخة: فجور کو رعایت فوصل کی بناء پر مقدم کیا، فجورها اور تقوہا کی ضمیر کا مرتعنفس ہے۔

۳۔ زکا الشیع (ن) زکؤ او زکاء اوزکا: نشوونما پانا، بڑھنا، زکا فلان: نیک و صالح ہونا مذکون (س) زگی وزکاء: بڑھنا۔

۴۔ ذشہ (ن) ذشاؤ ذسیشا: چھپانا، دشی الشیع: دھنسنا۔

معطوف، اذا ظرفیہ مجردن الشرط مضاف تلا فعل ضمیر هو مستتر فاعل، ها ضمیر مفعول به (راجح الی الشس) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ، وکرمضاف الیه، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوالقمر سے پہلے مضاف مخدوف لفظ عظمہ مصدر کالم و او حرف عطف النہار معطوف علیہ معطوف اذا جلھا (اس کی تركیب اذا تلاھا کی طرح ہے) واو حرف عطف اللیل معطوف علیہ معطوف، اذا یغشیھا (اس کی تركیب اذا تلاھا کی طرح ہے اور استاد مجازی ہے) واو حرف عطف السماء معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ، ما بینھما اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (ما تینوں مقامات میں مصدریہ بھی ہو سکتا ہے) واو حرف عطف الارض معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف ما طلھا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف نفیں معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف ما اسم موصول سٹوی فعل، ضمیر هو فاعل، ها ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فا حرف عطف الھم فعل، ضمیر هو فاعل، ها ضمیر مفعول بہ، فیورھا مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف تقوھا مرکب اضافی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مخدوف اقسم کے۔ اقسم فعل، ضمیر ایسا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (الاکل لہا ابتدائیہ)، جواب قسم ہے قد افلح من زکھا و قد خاتم الخ (جلالین، اعراب القرآن) (اور جب جواب قسم ماضی ثبت متصرف ہو تو اس پر لام اور قد کا آنا ضروری ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا درست نہیں، مگر طول کلام کے خوف سے، لہذا طول کلام کی بناء پر لام کو حذف کر دیا گیا (جلالین) قد افلح من زکھا و قد خاتم من دشھا..... قد حرف تحقیق افلح فعل، من اسم موصول زکی فعل، ضمیر هو فاعل مستتر، ها مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اذا تلھا جسی تکیبوں کے متعلق کم تفصیل سورۂ الحکیم کے اندر واللیل اذا عسعس کے حصہ میں بھی مذکور ہے، فہذا اذا تلھا کی ایک تركیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ القمر، النہار، اللیل سے پہلے مضاف مخدوف مانا جائے، اور ظرف کو اس کا معمول بنا یا جائے یا صفت، مأی وانجلاء القرآن اذا تلاھا ای وقت تبیینیہا للشمس و حصول النہار اذا جلھا ای وقت تجلیلہ الشمس و حدوث اللیل اذا یغشیھا ای وقت غشیانہا، یا مضاف مخدوف لفظ عظمہ مانا جائے کیونکہ جس کی قسم کھائی جائے وہ اس کی تعییم پر دلالت کرتی ہے، اب ظرف کا متعلق مضاف مخدوف سے ہو گا۔ (تغیر مظہری) روح العالمی میں اس طرح ہے وتلو القرآن اذا تلاھا و تجلیلہ النہار اذا جلھا و غشیان اللیل اذا یغشیھا نیز روح العالمی میں یہ درا احوال ذکور ہے کہ اذا تلاھا وغیرہ کو مخدوف کا متعلق مانا جائے اور حال مقدر بنا یا جائے ای اقیم بالقرم کائن اذا تلاھا و باللیل کائن اذا جلھا، تغیر مظہری میں ہے کہ علامہ تفتیز اثی نے ان جسی تکیبوں میں اذا تلاھا وغیرہ کو اپنے مائل مثلاً القرم وغیرہ سے بدلت اشتغال مانا ہے، اعراب القرآن میں ہے کہ و جوزان نیقم بالشیء المستقبل كما تقول اقسام بالله اذا طلعت الشمس فالقسم متھتم عند طلوع الشمس و انسا يكون فعل القسم للحال اذا الممكن معتمداً على شرط (لہذا اس آخری صورت کی بناء پر ظرف فعل قسم کا یہ غرف ہے کہ، کذان الجلالین) اذا کوصل اقسام کا غرف ہانے میں ایک غرائبی ہے جس کو اللیل اذا غشیس کے تحت لکھ دیا۔

فاعل، قد افلح فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف قبل حرف تحقیق خاتم فعل، من اسم موصول، دشی فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، ها ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم (الاصل اسما کے)

كَذَّبُتْ نَمُوذُ بِظُفُونَهَا۝ إِذَا تَبَعَثَ أَشْقِيَهَا۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ

قوم شود نے اپنی شرارت کے سب تکذیب کی۔ جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اللہ کھڑا ہوا۔ تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ

نَاقَةَ اللَّهِ وَ سُقِيَهَا۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوهَا۝ فَدَمَدَرَ عَلَيْهِمْ

اللہ کی اوثنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا۔ سو انہوں نے پیغمبر کو جھلایا پھر اس اوثنی کو مار ڈالا تو ان کے

رَبُّهُمْ بِذَلِيلِهِمْ فَسَبُّونَهَا۝ وَلَا يَخَافُ عَقْبَهَا۝

پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندر یہ نہیں ہوا۔

تشريح ماقبل میں ایک آیت تھی و قد خاتم دشیہا چنان جو اسی کی ایک مثال عبرت ک لیے بیان کر رہے ہیں

کہ قوم شود بوجہ فتن و فجور دنیا ہی کے اندر عذاب خداوندی کی زد میں آئی، چنان چہ قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قَوْمٌ شَوَّدُوا وَأَوْثَنُوا مَخْتَرًا وَاقِعًا | قوم شود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح عليه السلام کو پیغمبر بنانے کے بعد حضرت

صالح عليه السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبد نہیں، قوم نے ایک خاص مجذہ کی

درخواست کی کہ اس معین پتھر میں سے ایک حاملہ اوثنی پیدا ہو تو ہم ایمان لے آئیں گے، چنان چہ حضرت صالح عليه السلام

کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اوثنی نکلی اور اس کے پیٹ سے اسی جیسا پتھر پیدا ہو گیا،

حضرت صالح عليه السلام کا یہ مجذہ دیکھ کر کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا مگر قوم کے

چند سرداروں نے لوگوں کو قبول اسلام سے روک دیا، یہ عجیب الخلق تھی اوثنی جب پانی پیتی تھی تو پورے کنوں کا پانی ختم کر دیتی

تھی، حضرت صالح عليه السلام نے باذنِ رب اپنی یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ هذه ناقہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم یعنی

ایک دن یہ اوثنی پانی پیئے گی، اور دوسرے دن دیگر جانور تاکہ یہ جانور پیاسے نہ مرسیں، جب اوثنی کی باری کا دن ہوتا تو

اوثنی تمام پانی پی جاتی اور اس روز نہ دوسرے جانوروں کو پانی ملتا اور نہ آدمیوں کو، اس لیے قوم کے لوگوں کو یہ تقسیم ناگوار

گزرنی اور اس اوثنی کو مارڈا لاتا کہ پورا پانی نہیں اور انہیں کے جانوروں کو ملے، چنان چہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ

۱۔ بعض حضرات نے جواب قسم مخدوف مانتا ہے، ای ثبیقش اور قد افلح الخ اس صورت میں مستائد ہو گا، بیان القرآن کی تشرع کے اعتبار سے بھی

جواب قسم مخدوف ہے، مثلاً تعدیب یا کفار مکہ وغیرہ، اور قد افلح من زگھا و قد خاتم دشیہا سے ال جنور اور ال تقوی کا مآل بتلایا ہے، کیونکہ فالہمہا فجور ہا و تقدیما میں فجور اور تقوی کا ذکر ہے۔

زمیں سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے فرشتہ کا نعرہ یعنی سخت بیت ناک چیز، جس سے سب کے سب بیک وقت بیٹھے بیٹھے اوندھے منہ گر کر مر گئے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنوں تھا جس میں یہ باری تھی اور اونٹی کو قتل کرنے والا قوم کا ایک بد بخت شخص قدار ابن سالف تھا (کلمہ در بیان القرآن، پارہ: ۱۸، ۱۹) تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

مَذَبَّثٌ شُؤُودٌ بِطْغَوْيَهَا آتُّ ۱۵) قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی تکذیب کا مفعول بہ مخدوف ہے، اور طفوی مصدر ہے بھس کی اصل طفیلی، یعنی سرکشی کرنا، انتہائی سرکش ہونا، اور یعنی سرکشی و شرارت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود نے اپنی شرارت یعنی گناہوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانے کی بنا پر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ **إِذَا نَبَغَثُ أَشْقَقُهَا** ۱۶) یہ شرارت کرنے کا قصہ اس زمانہ کا ہے کہ جب آشقی القبیلہ یعنی اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا انھوں کھڑا ہوا یعنی قدار بن سالف اس اونٹی کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا، اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے، یعنی مشورہ قتل میں سب شریک تھے، **فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَ سُقِيَاهَا** ۱۷) تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا یعنی ان لوگوں سے ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ناقہ اللہ و سقیاها ای اخذروا عَقْرَنَاقَةَ اللَّهِ اللَّدِي اُنْتُمْ كے قتل کرنے سے بچو یعنی اس کو قتل مت کرنا، اور نہ اس کا یا بند کرنا ای اخذروا سقیاها (روح) (سقیا یعنی پینے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس اونٹی کے قتل کے درپے تھے) **فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا** ۱۸) سوانحوں نے پیغمبر کو جھٹلایا یعنی دلیل نبوت کو جو ناقۃ اللہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی جھٹلا دیا، کیوں کہ وہ صالح علیہ السلام کو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ **فَعَقَرُوهَا** پھر اس اونٹی کو مارڈا اما بیعت واحد کا صیغہ ہے کہ قدار نامی شخص قتل کے لیے انھوں کھڑا ہوا، اور یہاں عَقَرُوا اجمع کا صیغہ ہے کہ انھوں نے اس اونٹی کو مارڈا۔ تو واضح رہے کہ قتل کرنے والا تو قدار ہی تھا، مگر چوں کہ مشورہ قتل میں سب شریک تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فنادوا صاحبہم فتعاطی فعقر، اس لیے قتل کی نسبت سب کی طرف کرو۔ **فَدَمَدَرَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنِبِهِمْ فَسَوْلُهَا** ۱۹) تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمادیا۔ سوتی کا مطلب یہ ہے کہ عذاب پوری قوم کفار پر عام اور محیط ہو گیا کہ مرد و عورت، بچے اور بوڑھے سب برابر ہو گئے یعنی سب فنا ہو گئے۔ **وَ لَا يَخَافُ عَقِبَهَا** ۲۰) اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جس طرح شاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کو سزا دینے کے بعد کسی ہنگامہ اور انقلاب کا خطرہ رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں ہے کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے۔

اختیاری مطالعہ

قویہ ناقۃ اللہ: اللہ کی اونٹی اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھہ کے طور پر عجیب طرح سے پیدا کر کے دلیل نبوت بنادیا تھا، اور اس کے احترام کو واجب فرار دیا تھا، گویا یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی اونٹی کے شرف و عظمت کو بیان کرنے کے لیے جیسے

مسجد کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) یا طلبہ دین کو مہمانان رسول کہتے ہیں۔

کیفیت و عذاب اتفیر مظہری میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم روز تک تو تم لوگ زندگی سے بہرہ انداز ہو، پہلے دن نج کو تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور دوسرا دن سرخ اور تیسرا دن سیاہ اور تین روز کے بعد تم سب ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ **قاعدہ مفیدہ خوبیہ** اجب اسم تفضیل کی اضافت معروف کی جانب ہو تو اس سے واحد اور متعدد دونوں مراد ہو سکتے ہیں اسی طرح ذکر مؤمن و دوئیں (روح) چنان چہ مقائل نے فرمایا کہ اُنہی کو قتل کرنے والے نوآدمی تھے۔
اویٰ کا بھر کھاں گیا اکھا ہے کہ پیاروں میں جا چھا اور پھر ملانیں۔

لغات گذشت (تفعیل) ماضی واحد مؤمن غائب، (کون ۳ میں تحقیق گذر چکی فکذبت و عضی کے تحت) **ثمود** (سورہ الفجر میں تحقیق گذر چکی) اتنا یاد رکھئے کہ ثمود قبیلہ کے معنی میں ہے اس لیے فعل کو مؤمن لایا گیا (روح) ظغوی مصدر من الطغيان معنی تجاوز الحد فی العصیان (روح المعانی) اصلہ طغیا یا کو واد سے بدل دیا) طغی فلاں (ف) طغیا و طغیاناً: انتہائی سرکش ہونا اسم انبیعَ باب الفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، معنی روانہ ہونا، اٹھ کھڑا ہونا، مادہ بتفہٹ ہے ۲۔ آشغی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، برابر بخت، شقی (س) شقا و شقاء و شقاوة بدبخت ہونا، اشقہا، ہاشمیر کا مرجع ثبوہ ہے۔ ناقہ اویٰ جمع نُوق و نُواق و ناق و آئیٰ، سُقیٰ اسقیٰ مصدر سے اسم معنی سیرابی، (۲) مصدر معنی پانی پلانا (یہاں مصدر بمحبول مراد ہے پانی پلایا جانا آیت میں اس کے لازمی معنی سے ترجمہ کر دیا گیا) سقی (ض) سقیتاً: پلانا۔ عَقْرُوَا (ض) ماضی جمع مذکر غائب، عَقْرَه (ض) عَقْرَه: زخم کرنا، ذبح کرنا، کوچیں کاٹنا (یعنی پاؤں کے پھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں ان کو کاٹنا تاکہ بھاگ نہ جائے) یہاں مراد ہے مارڈانا، (باب فعلة) دَمَدَمَه، دَمَدَمَه سے واحد مذکر، دَمَدَمَه عَلَيْهِ: ہلاک کرنا، دَمَمَ فلاناً (ان) سزادینا، مارنا۔ ذئب گناہ، جمع ذئبوب (المراد ذہنا تکذیب الرسول و عقر الناقة) لا یخاف (س) مضارع واحد مذکر غائب، خاف (س) خوفاً و مخافة و خیفة: ڈرتا۔ عقبی، اسم معنی جزاء الامر و عاقبتہ ای عقبی الدَّمَدَمَة (عرب القرآن و صرف و بیان)

ترکیب گذشت ثمود بظفوہا اذ انبیعَ آشقہا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةُ اللَّهِ وَسُقیَّهَا فَكَذَبَوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَلَدَمَدَه عَلَيْهِمْ رَبِّهِمْ بِذَئبِهِمْ فَسَوْهَا..... گذشت فعل، ثمود فاعل، (مفہول بمحذف ہے ای الصاح علیہ السلام) بظفوہا فعل مذکور کے مشعل اذ ظرفی مضاف انبیعَ فعل آشقہا مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا گذشت کا، فعل اپنے فاعل اور مشعل اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ (الا محل لہما) فاعلاطفہ قال فعل لہم (ای قوم ثمود) جار مجرور متعلق قال کے، رسول اللہ مرکب اضافی

- ۱۔ طفَا (ان) طفو او طفو او طفو اونا: حد سے بڑھ جانا، (طفی یا اور دادی دوؤں ہے بمقابل طفو و طفیث) (روح المعانی) قاموں القرآن اور لغات القرآن میں طفوی کو اسم مصدر لکھا ہے از طفیان۔
- ۲۔ بقشہ (ف) بقشہ: بیعتہ الیہ، ولہ بمحبنا، ولہ بمحبنا۔

ہو کر فاعل (رسول اللہ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قول، ناقہ اللہ و سقیاہا مرکب اضافی پھر مرکب عطفی ہو کر مفعول بہ ہے فعل مخدوف کا بر بناء تحذیر آئی اتّقُوا یا احذرو عَقْرُهَا و احذرو اسقیاہا پھر یہ جملہ مقولہ ہو اقول مذکور کا (فِي مُعْلَمِ نَصْبٍ) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ برائے تعقیب، کلیوہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعاطفہ عَقْرُهَا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (ہاضمیر کا مرجن ناقہ اللہ) فاعاطفہ دَمْدَمَ فعل، عَلَيْهِمْ اس کے متعلق، رَبِّهِمْ مرکب اضافی ہو کر اس کا فاعل، بِذَنْبِهِمْ متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ سُوْهَا جملہ ہو کر معطوف (ای سوی الدمدمة) یہ سب معطوفات مل ملا کر جملہ متائفہ۔ وَلَا يَخَافُ عَقْبَهَا وَأَمْتَانَهُ لَا يَخَافُ فعل منفی، ضمیر ہو مستتر فعل، عَقْبَهَا (ای عقبی الدمدمة) مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (الاچل ہا) لے

فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ مَنْ يَعْلَمُ یہ کہ تحذیر کے لیے تو شرط یہ ہے کہ مhydr منہ مکرر ہو جیسے الطريق الطريق۔ یا پھر مhydr بے بعد ہو یعنی کسی کو با بعد چیز سے ڈرایا گیا ہو جیسے ایا ک والاسد، حالاں کہ یہاں ناقہ اللہ و سقیاہا مکرر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یا تو یہی شرط ہے جو مذکور ہوئی یا پھر اگر مhydr منہ مکرر نہ ہو تو اس پر دوسرے مhydr منہ کا عطف ہو (حاشیہ بیان القرآن، روح المعانی)

البلاغة: الشمس والقمر، اور اللیل والنہار، اور فجورها و تقوها کے درمیان صنعت طباق ہے، اور والنہار اذا جلها واللیل اذا یغشها اور قد افلح اخی کے درمیان صنعت مقابلہ ہے۔

سورة الیل مکیۃ

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشِيُ ① وَ النَّهَارِ إِذَا تَجْلَىٰ ② وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرُ وَ الْأُنْثَىٰ ③ إِنَّ سَعْيَكُمْ
تم ہے رات کی جبکہ وہ چھپا لے ۰ اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو جاوے ۰ اور اس کی جس نے نہ اور مادہ کو پیدا کیا کہ ۰ بے شک تمہاری کوششیں
لَشَقْتُ ۝ فَآمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَ اتَّقَىٰ ۝ وَ صَدَقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝
خف ہیں ۰ وجس نے دیا اور اللہ سے ڈرا ۰ اور اچھی بات کوچا سمجھا ۰ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے ۰
وَآمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَىٰ ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَ مَا يُغْنِي
اور جس نے بغل کیا اور بے پرواہ انتیار کی ۰ اور اچھی بات کو جھٹلایا ۰ تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے ۰ اور اس کا مال اس کے کچھ کام
عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝

نہ آدے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا ۰

یہ سوی کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے یا لیخاف کے واکو اعراب القرآن میں واکعاطفہ لکھا ہے، لہذا دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔

رسٹ سورت سابقہ کی طرح اس سوت میں بھی اعمال اور ان کی جزا اور اکاذکر ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کی کوششیں یعنی اعمال الگ الگ ہیں لہذا یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ جس طرح کوششیں اور اعمال مختلف ہیں ان پر مرتب ہونے والی جزا میں بھی مختلف ہوں گی جیسا کہ فَآمَّا مِنْ أَعْطَى إِنْ مِنْ بَيَانَ كیا گیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: **وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشُو** ۖ قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھپا لے یعنی آفتاب اور دن کو چھپا لے۔ **وَالنَّهَارُ إِذَا تَجَلَّ** ۖ اور دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے۔ **وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى** ۖ اور اس کی جس نے زر اور مادہ کو پیدا کیا ماما اسم موصول یعنی ملنے ہے اور مراد باری عز اسمہ ہے آگے جواب قسم ہے کہ **إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَفَقٌ** ۖ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ یعنی اعمال مختلف ہیں کسی کے اچھے اور کسی کے برعے، لہذا ان کے ثمرات اور نتائج بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ **فَآمَّا مِنْ أَعْطُى وَ أَثْقَى وَ صَدَقَ بِالْحُسْنَى** ۖ سوجس نے دیا یعنی راہِ خدا میں مال خرچ کیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا (جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ احکام خدا کی خلاف ورزی سے بچتا رہا، اور اس کی اطاعت کرتا رہا، تفصیل سورۃ الحجۃ کے ربط میں) اور اچھی بات کو سچا سمجھا حسنی یعنی اچھی بات سے مراد ملت اسلام یعنی لا الہ الا اللہ وغیرہ ہے، اور سچا سمجھنے سے مراد اس کو اختیار کرنا ہے۔ **فَسَنَنِيَتِرُهُ لِلْيُسْرَى** ۖ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، اور راحت کی چیز سے مراد نیک عمل ہے اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ وہ یسر کا سبب اور محل ہے اسی لیے یسری کہہ دیا گیا ورنہ **يُسْرَى** کے معنی ہیں آسان چیز۔ (بیان القرآن) **وَ آمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَى وَ كَذَبَ بِالْحُسْنَى** ۖ اور جس نے بخل کیا (یعنی حقوق واجبہ زکوہ و صدقات وغیرہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کیا) اور بے پرواہی اختیار کی۔ یعنی خدا سے ڈرانے کے بجائے اس سے بے پرواہی اختیار کی۔ اور اچھی بات کو جھٹالا یا یعنی ملت اسلامیہ کو جھٹالا یا، تو **فَسَنِنِيَتِرُهُ لِلْعُسْرَى** ۖ تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی برے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، تکلیف کی چیز سے مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے وزخ مراد ہے کہ وہ عمر کا سبب اور محل ہے، **وَ مَا يُفْنِي** **عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى** ۖ اس آیت میں صاحب غسلی کا حال مذکور ہے کہ۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا، جب وہ بر باد ہونے لگے گا۔ بر بادی سے مراد جہنم میں جانا ہے، یعنی جس مال و دولت پر وہ گھمنڈ کر کے آخرت سے بے پرواہ رہتا تھا وہ مال و دولت ذرا بھی اس کو آخرت کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

فائدہ **نیسترو** کے معنی لغت میں آسان کرنے کے ہیں اور آسان یا مشکل ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ آدمی کی لہذا یوں کہا جاتا کہ فَنِنِيَتِرُهُ لِلْيُسْرَى ای الاعمال یہیں کی طرح العسری، ای الاعمال الفسری مگر قرآن کی تعبیر ہے کہ ہم انسان کو آسان کر دیتے ہیں تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم ان کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنادیتے ہیں کہ ان سے اعمال جنت یا اعمال جہنم کا صدور آسان ہو جاتا ہے، اور ان اعمال کا صدور ان کی طبیعت بن جاتی ہے۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں باہم مناسبت ظاہر ہے کہ لیل و نہار بھی تمہاری مختلف کوششوں کی طرح مختلف ہیں اور اسی مناسبت سے خالق کی صفت بھی ایسی لائی گئی کہ جس میں دو مختلف چیزیں مذکور ہیں یعنی نزو و مادہ۔

اختیاری مطالعہ

مصنّله: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى فِي مِنْ خُنْثَيْ مشکل کا ذکر نہیں کیا واضح رہے کہ وہ خُنْثَيْ مشکل ہمارے خود یک ہے ورنہ اللہ کے علم میں تو اس کا ذکر ہونا طے ہے یا مؤنث ہونا، چنانچہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ فلاں دن نہ مذکر سے گفتگو کرے گانہ مؤنث سے، اور وہ شخص پھر اس دن خُنْثَيْ مشکل سے گفتگو کر لے تو حادث ہو جائے گا۔ (جلالین)

تکتہ: یاد رکھئے کہ عقیدہ توحید کی تکمیل کے لیے چار درجوں کی توحید کا ماننا لازم ہے اگر کسی بھی درجہ کی توحید میں ذرہ برابر بھی کی رہ گئی تو انسان ہرگز موحد نہیں بن سکتا۔ (۱) توحید ذات یعنی یہ ماننا کہ واجب الوجود یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۲) توحید خلق یعنی یہ تسلیم کرنا کہ تمام مخلوقات کا خالق صرف خدا ہے واحد ہے۔ (۳) توحید تدیر یعنی یہ یقین کرنا کہ کائنات عالم کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ رب الظالمین ہے۔ (۴) توحید الہیت یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معبد اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں۔

لفاظ اللیل رات جمع اللیالی۔ یغشی (سورۃ الشس میں گذر چکا) النهار (رکوع ا میں گذر چکا) تھجھیل (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، تَجَلَّ الشَّيْءَ تَجَلَّيْتا: واضح ہونا، روشن ہونا، جَلَّ الْأَمْرُ (ن) جَلَّاء: واضح ہونا۔ الذکر، نہ، مذکر، جمع الذکر، وذکران، الْأُنْثَى عورت، مادہ، جمع الإناث۔ سُفْنی باب فتح کا مصدر، سُفْنی بمعنى مساعدی ہے (کوششیں) یہاں مصدر مضارع عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ سُفْنی فلاں (ف) سُفْنیتا: کوشش کرنا، چنان، دوڑنا، السُّعْدی کوشش جمع مساعی، سُفْنی بمعنى کوشش حاصل مصدر ہے اور بطور اسم مستعمل ہے اور اس کی جمع آجائی ہے۔ شَلَّی، واحد شَلَّیت بمعنى متفرق، جیسے مریض کی جمع مَرْضَی، شَتَّ (ض) شَتَّا و شَتَّاتا و شَتَّیتا: متفرق ہونا۔

أَعْطَلی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَعْطَلی فلانا الشیئ اعطایۃ: دینا، عطا الشیئ والیہ (ن) عَطْوَا: لینا۔ اِتَّقْلی (افتقال) ماضی واحد مذکر غائب اِتَّقْلی ایقاؤ: پڑھیز کرنا، ذرنا (مادہ و قیم ہے) وَقَیْ (ض) وِقَایَةً وَوَقِیَتا: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا۔ صَدَقَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، صَدَقَه وَصَدَقَ بہ تصدیقاً وَتَضْدَادًا: سچا ماننا، صَدَقَ فلان؟ فی الحديث (ن) صَدُّقَا: سچ بولنا۔ الحسْنی (اچھی بات، مراد ملت اسلامیہ) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، حسْنَی (ک) حسْنَیا: بہتر اور اچھا ہونا۔ نُیَسِّرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، لغت میں اس کے معنی آسان کرنے کے ہیں، مگر روح المعانی میں ہے کہ یہ نیسرا الفرش للرکوب سے مشتق ہے ویطلق ادا آشتَرَجَهَا وَالْجَمَهَهَا (یعنی گھوڑے کو زین اور لگام لگا کر تیار کرنے کے وقت بولا جاتا ہے) الہذا نیسرا کو اسی سے ماخوذ مان کر حضرت تھانوی نے ترجمہ کیا "سامان دینا" یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے۔ نیسرا (راحت کی

چیز، مراد نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، یَسْرُ الشَّيْءِ (کرم) یُشَرِّا: آسان ہونا۔ بَخْلٌ (س) ماضی واحد ذکر غائب، بَخْلٌ (س) بَخْلًا وَبَخْلًا وَبَخْلًا: کنجوی کرنا۔ استغفی (سورۃ عبس میں گذر چکا) الحشی (ابھی ابھی گذر چکا) العسری (تکلیف دہ چیز، مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے، باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، عَسْرًا وَعَسْرًا: مشکل و دشوار ہونا۔ مَا يُغْنِي (افعال) مضارع منفی واحد ذکر غائب، أَغْنَى عَنْهُ اغْنَاءً: کافی ہونا، اغْنَى اللَّهُ فَلَانًا: مال دار کرنا۔ غَنِي فَلَانٌ عن الشَّيْءِ (س) غَنِي وَغَنَاءً: بے نیاز ہونا۔ تَرْذِی (فعل) ماضی واحد ذکر غائب، بِمَعْنَى كُرْهَةٍ میں گرنا، ہلاک و بر باد ہونا (مراد جہنم میں جانا ہے) (اصلہ ترددی مقاعدہ بے جاری ہوا ہے) رَدَی (س) رَدَی: ہلاک ہونا۔

ترکیبیاً وَالْيَلِ إِذَا يَغْشِي وَالنَّهَارِ إِذَا تَجْلِي..... ان جیسی آیات کی ترکیب والقمر اذا تلاها کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ كَرَّ وَالْأَنْثَى..... واو حرف عطف مامکعنی ممن اسم موصول خلق فعل، ضمیر هو فاعل، الذ کر والا نلمی معطوف و معطوف عليه، هو کرمفoul به، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ (المحل لها) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف عليه اول (والليل اخ) اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہو فعل مخدوف اقیسہ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، ان سعِيْكُمْ لِشَيْيٍ جواب قسم۔ فَآمَّا مَنْ أَعْظَمَ وَأَتْقَى وَصَدَقَ بِالْحَسْنَى فَسَنُيَّسِرُهُ إِلَيْهِ لِلْيُسْرَى..... فا حرفا استیاف آقا حرفا شرط و تفصیل، ممن ائمہ موصول، آعظی و آتقی و صدق بالحسنى باہم معطوف و معطوف عليه جملہ فعلیہ هو کرم صلہ (آغٹی) کامفعول بہ مخدوف ہے ای مالة فی سبیل اللہ بالحسنى متعلق صدق کے، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا فارابطہ برائے جواب آقا بالفاظ دیگر فارابطہ برائے جواب شرط، کیونکہ یہاں مبتدا شرط کے معنی کو تضمیں ہے، سین برائے استقبال نیتیتہ فعل، ضمیر نہیں فاعل، باء ضمیر مفعول بہ لیلیسرا جار مجرور متعلق نیتیتہ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ هو کرم معطوف عليه، وَإِمَّا مَنْ بَخْلٌ وَاسْتَغْلَى وَكَذَّبَ بِالْحَسْنَى فَسَنُيَّسِرُهُ إِلَيْهِ لِلْعُسْرَى..... واو حرف عطف، آقا حرفا شرط و تفصیل، ممن ائمہ موصول، بخیل واستغفی و کذب بالحسنى باہم معطوف و معطوف عليه جملہ فعلیہ هو کرم صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فارابطہ برائے جواب شرط، سین برائے استقبال نیتیتہ فعل، ضمیر نہیں فاعل، باء ضمیر مفعول بہ لیلیسرا متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ هو کرم معطوف عليه، وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرْذِي..... واو حرف عطف، ما یُغْنِي فعل منفی، عنہ اس کے متعلق، مالہ مرکب اضافی ہو کرم فاعل، إِذَا ظرفیہ مضاف، ترڈی جملہ فعلیہ هو کرم مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ

۱۔ باخیل کنجوی کرنے والا من بخیل، بخیل (ک) بخیل او بخیل او بخیل: کنجوی ہونا بخیل بخیل بخیل۔

۲۔ الفسرا و سر احتی ہے الضيق والشدہ اس وقت یا اسم وہا (عرب القرآن وصرفہ بیان)

سے مل کر ظرف ہو اما یعنی فعل مذکور کا فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتداً ہمی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانہ ہوا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَكَهْدِیٌّ وَ إِنَّ لَنَا لِلأُخْرَةَ وَ الْأُولَیٌ ۝ فَائِذْ رُشْكُمْ نَارًا تَلَظِّیٌّ ۝

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے ۰ اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا ۰ تو میں تم کو ایک بھرتی ہوئی آگ سے ڈراچکا ہوں ۰

لَا يَصْلِحُهَا إِلَّا الْأَشْقَىٖ ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَ تَوَلَّ ۝ وَ سَيُجَنَّبُهَا الْأَثْقَىٖ ۝ الَّذِي يُؤْتَىٖ

اس میں وہی بدینکت داخل ہو گا ۰ جس نے جھٹالا یا اور روگردانی کی ۰ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے ۰ جوانا مال اس غرض

مَا لَهُ يَتَرَكَّىٖ ۝ وَ مَا لِأَحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٖ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَ جُهَدُهُ رِبِّهِ الْأَعْلَىٖ ۝

سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے ۰ اور بجز اپنے عالمیان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتنا رہا ہو ۰

وَ لَسُوفَ يَرْضِیٌ ۝

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا ۰

تشریح ”إِنَّ عَلَيْنَا لَكَهْدِیٌّ“، واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے یہ آیت بطور استیناف کے ہے جس میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں، ہاں یہ ہم نے بطور فضل و احسان اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی و بدی کی راہ سمجھادیں سو وہ ہم نے پورے طور پر سمجھادی۔ (ظاہر ہے کہ اس سورت میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی جنت میں لے جانے والی راہ اور اعمال اور جہنم میں لے جانے والی راہ اور اعمال بیان کر دیے گئے) پھر کسی نے ایمان و طاعت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر ابھی ابھی متن آنحضرت و ائمۃ النبیخ میں ہوا ہے، اور کسی نے کفر و معصیت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر متن بخل و استغشی النبیخ میں ہوا ہے، اور جو شخص جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی شرہ اس کو دیں گے، کیوں کہ ”وَ إِنَّ لَنَا لِلأُخْرَةَ وَ الْأُولَیٌ ۝“ اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے، اس لیے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے اور آخرت میں ان کی مخالفت پر سزا اور موافقت پر جزا دیں گے جس کا بیان فتنیتیشہ میں ہوا ہے، ”فَائِذْ رُشْكُمْ نَارًا تَلَظِّیٌّ ۝“ چوں کہ دنیا و آخرت ہماری ہی ہیں لہذا جو شخص ان کو ہمارے غیر سے طلب کرے تو اس نے بڑی غلطی کی اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا، پس میں تم کو ایک بھرتی ہوئی آگ سے ڈراچکا ہوں (جس پر مقابل جملہ

۱۔ فاما من اعطى النبیخ کی ذکرہ ترکیب سہولت کے پیش نظر ہے ورنہ اصل ترکیب یہ ہے مہما یکن الامر فمن اعطى النبیخ واما النبیخ حذفت الفاء لہنا تخفیف۔

فسنیستہ للفسروی دلالت کر رہا ہے) تاکہ تم لوگ ایمان و اطاعت اختیار کر کے اس آگ سے نجی جاؤ، ”لَا يَضْلِلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَبَ وَ تَوَلَّ ۝“ اس میں وہی بد بخت داخل ہو گا جس نے جھٹلا یا یعنی دین حق کو جھٹلا یا اور روگردانی کی یعنی دین حق سے روگردانی کی۔

فائدہ یہاں جہنم میں دخول سے مراد داعی دخول ہے جو کہ کفار کے لیے ہے لہذا مسلمان جو تکذیب دین تو نہیں کرتا مگر دین پر عمل بھی نہیں کرتا تو وہ جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر اس سے نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، یا پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کی سفارش سے یا خالص اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کسی سراپا گنہگار پر نظر شفقت فرمادے اور جہنم میں داخل کئے بغیر اس کو شروع میں ہی جنت میں داخل کر دیں۔

”وَ سَيِّئَ جَنَبُهَا إِلَّا ثُقَى ۝ الَّذِي يُؤْتَى مَالَهُ يَتَرَكَّبُ ۝“ اور اس نار سے ایسا شخص دور زکھا جائے گا جو بڑا پھر ہیز گار ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ اثُقَى یعنی وہ آدمی جو مکمل اطاعت و حق کا خواگر ہو اور اپنا مال را خدا میں صرف اس لیے خرچ کرتا ہو کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے، یعنی محض رضاۓ الہی اس کا مطلوب ہے نہ کہ اس کے علاوہ ”وَ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ تِعْمِلَةٍ تُجزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ إِلَّا عَلَى ۝“ اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتنا ہو یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتنا مقصود نہیں اگرچہ فی نفسہ احسان کا بدلہ اتنا بھی کارثواب ہے مگر یہ شخص تو محض رضاۓ پروردگار عالیشان کے لیے ہی گھر بار بثارہ ہے تو وہ شخص یقین رکھے کہ اسے ضرر خوش کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلی آیت ہے کہ ”وَ لَسَوْفَ يَرُضُى ۝“ اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا یعنی اس کے کمال اخلاص اور نام و نمود سے کلی اجتناب کی بناء پر اس کو آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو داعی خوشی نصیب ہوگی۔

فائدہ وما لا حید کے الفاظ اگرچہ عام میں مگر سب اس کا ایک خاص قصہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلاںؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا تھا (بیان القرآن، جلالین شریف) (والاعتبار لعموم الالفاظ لالخصوص الاسباب)

اختیاری مطالعہ

قولہ إِنَّ عَلَيْنَا اللَّهُدِی: علی الزام یعنی لازم کرنے کے لیے آتا ہے حالاں کہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں، تو جواب یہ ہے کہ چون کہ اللہ نے راہ دکھانے کا خود وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس پر رہنمائی کرنا وعدہ کے مطابق لازم ہو گیا کسی کے واجب کرنے سے نہیں ہوا۔

قولہ لَا يَضْلِلُهَا إِلَخ: مومن فاسق کا جہنم میں دخول داعی نہ ہو گا بلکہ عارضی ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مومن موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے کیوں کہ باجماع اہل سنت ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے کوئی فاسق نہ تھا۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کو اُگ نہیں لگے گی، (رواہ الترمذی عن جابر)

لغات الہدی باب ضرب سے مصدر، راہ بتانا، نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے بمعنی رہنمائی، ہدی فلانا (ض) ہدی و ہدیتا و ہدایۃ: کسی کو راہ بتانا۔ الاخِرَةُ وَالْأُولَى (سورۃ النازعات میں دونوں کی تشریح گذرچکی ہے) اندڑت (افعال) ماضی واحد متكلّم، اندڑہ الشیئہ انڈاڑا: ڈرانا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) کارا آگ، جمع نیران و انزوڑ-تلکٹی (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب (اصلہ تتلظی ایک تاء حذف ہو گئی) تلظیت الناز تلظیا: آگ بھڑکنا، لظیت الناز (س) لظی: آگ بھڑکنا۔ لا یَصْلِی (س) مضارع واحد ذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یصلوٰنہا یوم الدین کے تحت) الاشْفَقی (سورۃ الشمس میں تحقیق گذرچکی) سیججتب (تفعیل) مضارع مجہول واحد ذکر غائب، جنت فلانا الشیئی: دور رکھنا، (مزید تحقیق سورۃ الاعلی میں ویتنجنبہما الاشْفَقی کے تحت) الاشْفَقی بڑا پر ہیزگار، باب ضرب سے اسم تفضیل واحد ذکر، دراصل آؤ فی تھا، واو کو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا۔ (مزید تحقیق سورۃ الشمس میں فالہمہا فجوڑہا و تقواہا کے تحت) یووی (افعال) مضارع واحد ذکر غائب، آئی فلانا الشیئی ایتاء: دینا، آئی (ض) آئیا و آئیانا: آنا۔ یَتَرَّکِی (تفعل) مضارع واحد ذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ عبس میں لَعَلَهُ یَتَرَکِی کے تحت) نعمۃ خوشحالی، فضل، احسان، یہاں مراد آخری معنی ہیں جمع نعم و انعم۔ تجزی (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث، جزی فلانا بکذا و علیہ (ض) جزا: بدلہ دینا۔ ابتداء مصدر از باب افتعال بمعنی چاہنا، تلاش کرنا، بقی الشیئی (ض) بقیۃ: چاہنا۔ وجہ چہرہ، ذات، خوشنودی، پہلے معنی میں حقیقت ہے بقیہ معانی میں مجاز، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ یَرَضِی (س) مضارع واحد ذکر غائب، راضی عنہ (س) رِضا و رِضاۃ و رِضاوائیا و مرتضاۃ: خوش ہونا۔

ترکیب ائِ عَلَيْنَا اللَّهُدِیٌ وَإِنَّ لَنَا لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى... ائِ حرف مشہ باتفاق علینا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، لام برائے تاکید الہدی اسم مؤخر، حرف مشہ باتفاق اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ائِ حرف مشہ باتفاق لَنَا جار مجرور متعلق ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم (وتقديم الخبر للحصر) لام برائے تاکید الاخِرَةُ وَالْأُولَى معطوف و معطوف علیہ ہو کر اسم مؤخر، حرف مشہ باتفاق اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلام مستانف مسروق لأخبارهم بآئِ علیہ سبحانہ بمقتضی حکمتہ بیان الہدی من الضلال، اعراب القرآن، بیان القرآن میں ہے کہ یہ دونوں آیتیں بطور تعطیل سابق کے ہیں) فَإِنَّدُكُمْ قَارًا تَلَقَّلَ لَا يَصْلَهَا إِلَّا الْأَشْفَقُ الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّ وَسِيَجَجَتْهُمَا الْأَكْفَنُ الَّذِي یُوَوِّی مَالَهُ یَتَرَّکِی... فَاعطف اس کا عطف جملہ مقدارہ پر ہے، آئی فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةَ مِنْ غَيْرِنَا فقد اخطأ فاندرئ کم اخ (اعراب القرآن) اندڑت فعل بافعال کم مفعول به نازرا موصوف ۱۔ بقی (ض) بقیۃ: تجاوز کرنا، زیادتی کرنا۔

تلثیہ جملہ ہو کر صفت اول، لا یصلی فعل ہا مفعول بہ إلا اداۃ حصر الاشتقی موصوف، الذی اسم موصول کہتے و توٹی جملہ ہو کر صله (ای کذب الرسول و توٹی عن الایمان) اسم موصول اپنے صله سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل لا یصلی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف میں برائے استقبال یچھٹب فعل مضارع مجہول ہا مفعول بہ، الاتقی موصوف الذی اسم موصول یوقی فعل مضارع، ضمیر هو ذوالحال مالہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، یتزلجی جملہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صله سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثالی ناراً کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ مقدره پر عطف، اور وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متائفہ یا ماقبل پر عطف، بعض نے اس کو فاتحہ یعنیہ کہا ہے، فافہم) وَمَا إِلَّا حِدَىٰ عِنْدَكُمْ مِنْ تَعْبُدَةٍ تُجْزِي إِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهَ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَأَسْتِيَّا فِيهِ مَا تَفَيَّهَ إِلَّا حِدَىٰ جَارِ مَجْرُورٍ مُتَعْلِقٍ ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم عندَكُمْ کائنۃ کے متعلق ہو کر حال مقدم نعمۃ سے مِنْ زَانَهُ برائے تحسین کلام، نَعْمَةٌ لِفَظًا مجرور، محلًا مَرْفُوعٌ موصوف تجزی جملہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنی منه إِلَّا حرف استثناء ابتداء مضاف وجه مضاف الیہ مضاف رتبہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الاعلی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر پھر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مستثنی منقطع، (لان ابتداء وجہ ریدہ لیس من جنس النعمۃ) مستثنی منه اپنے مستثنی سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ یہ جملہ متائفہ ہے ۱) وَلَسُوقَ يَرْضَى وَأَسْتِيَّا فِيهِ لَام قسمیہ اور قسم مقدر ہے ای بالله (روح المعانی) جار مجرور متعلق فعل مخدوف اُقیسم کے سو ف برائے استقبال یوڑھی فعل، ضمیر ہو فاعل (مرجع ہے الاتقی) فعل اپنے فاعل سے مل کر جواب قسم۔ (بیان القرآن کے اندر اس آیت کے ترجیحہ میں قسم کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات نے اس لام کو لام ابتدائیہ لکھا ہے اور لام قسمیہ ہونے کو منع کیا ہے، اور مبتدا مخدوف مان کر اس کو جملہ اسمیہ مانا ہے ای وله سو ف یوڑھی)

فَإِنَّمَا جب فعل مضارع پر لام قسم داخل ہو تو ساتھ ساتھ فعل مضارع پر نون تاکید کا دخول بھی ضروری ہے حالانکہ آیت بالا میں نون تاکید نہیں ہے، الجواب: اس تلازم سے دو صورتیں مستثنی ہیں: (۱) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان میں یا سو ف حائل ہو۔ (۲) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان معمول فعل حائل ہو، جیسے لِإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ۔

۱۔ در احوال یہ ہے کہ یہ تجزی کا ظرف ہے (اعراب القرآن وصرف ویانہ)

۲۔ قوله ابتداء الغیر ترکیب میں مفعول رہ گی ہو سکتا ہے اس وقت الاصنی لکن ہو گا، ای لکن فعل ذلک ابتداء رہ لغ

سورة الضُّحَیٰ مکیۃ

وَالضُّحَیٰ ۚ وَاللَّیلِ إِذَا سَجَنِی ۖ مَا وَدَعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَی ۖ وَلِلأُخْرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ
**قِمْ ہے دن کی روشنی کی ۰ اور رات کی جگہ وہ قرار پڑے ۰ کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی ۰ اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدر جہا
 الْأُولَیٰ ۖ وَلَسَوْفَ يُعْطِیْکَ رَبُّكَ فَتَرَضَیٰ ۖ**

بہتر ہے ۰ اور عقربی اللہ تعالیٰ آپ کوے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے ۰

ربط سورة اللیل میں فاما من آعطی سے لفہسری تک مہمات اصول و فروع اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و عید کا ذکر تھا اور یہ مضمون تمام قرآن کا بمنزلہ خلاصہ کے ہے کیوں کہ فاما من آعطی میں عبادت مالیہ آگئی، اور اتفاقی میں دیگر عبادات آگئیں، یعنی جنات پر عمل کرنا اور سینات کو ترک کرنا، حنات مثلاً اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجا لانا خواہ وہ ظاہری نعمت ہو جیسے انسان کا پیدا ہونا، اس کا احسن تقویم میں ڈھالا جانا، رزق و راحت وغیرہ یا معنوی نعمت ہو جیسے رسالت و نبوت، علم و قرآن وغیرہ، اور ترک سینات جیسے اعمال قبیحہ سے بچنا، غفلت عن الآخرت کا ترک کرنا عمر کو ضائع کرنے سے بچانا، غیبت و طعنه، کفر و نفاق، مخالفت رسول اور ہر ایسے کام سے بچنا جو سبب عذاب ہو دیگرہ اور صدق بالحسنى میں توحید اور ہروہ چیز آگئی جن پر ایمان و اعتقاد ضروری ہے مثلاً قرآن، وقوع قیامت، جزا امر اکا اعتماد، حضور ﷺ سے محبت و عقیدت، توکل علی اللہ وغیرہ۔ اور یہی مضمون قدرے تبدیلی کے ساتھ سورۃ الناس تک چلا گیا ہے اور اسی مضمون میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے بعض مضامین کے سورۃ الضُّحَیٰ میں ہے (مثلاً آپ ﷺ کو بعض اوصاف و نواہی کا مخاطب بنانا) اسی طرح بقیہ سورتوں میں ان مہمات کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سوت کے شروع میں ان جزئیات و مناسبات کی تعین بھی معلوم ہو جائے گی، اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ربط اور ماقبل سے بھی ارتباط واضح ہو گیا۔

شرح وشان نزول: شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ کی بیماری کی وجہ سے دو تین شب تہجد کے لئے نہیں اٹھے، اور اتفاق سے وجی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی تو ایک کافرہ (ام جیل، ابو لهب کی بیوی) نے کہا، اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تھجھ کو تیرے شیطان نے چھوڑ دیا ہے، دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے، اس پر والضھی لغ نازل ہوئی (بیان القرآن) تاخیر و جی آنے کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں ایک شروع نزول قرآن کے وقت جس کو زمانہ فترت وجی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ طویل تھا (علوم القرآن میں ۳ سال کی مدت لکھی ہے ص ۵۷)

تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَالضُّحَىٰ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَدَ ۖ“ قسم ہے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑنے کا معنی ہے کہ اس کی ظلمت و تاریکی کامل ہو جائے اور اندر ہیرا خوب چھا جائے۔ آگے جواب قسم ہے کہ ”مَا وَدَعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۖ“ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دھمنی کی کیوں کہ آپ سے ایسی کوئی بات صادر نہیں ہوئی، لہذا آپ کفار کی خرافات و لغو نگتوں سے غمگین نہ ہوں، جو چند روزوی کی تاخیر کے سبب یہ کہنے لگے کہ آپ کو آپ کے خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ آپ برابر نعمتِ وحی سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لیے دنیا میں ہے، آخرت کے بارے میں اگلی آیت ہے کہ ”وَلَلَّا خَرَةُ حَيْثُ لَكَ مِنَ الْأُولَى ۖ“ اور آخرت آپ کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی وہاں آپ کو دنیا سے زیادہ نعمتیں ملیں گی، اور دوسرا مطلب وَلَلَّا خَرَةُ کا یہ ہے کہ پھطلی حالت بہتر اور افضل ہے پھلی حالت سے، یعنی آپ کو دن بہ دن ترقی ہو گی چنانچہ اس میں علوم و معارف اور قربِ الہی میں ترقی بھی داخل ہے۔ اور دنیا کے معاشی مسائل اور عزت و حکومت بھی، ”وَلَسُوفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضُىٰ ۖ“ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے یعنی آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ ان کے عطا ہونے سے خوش ہو جائیں گے، اور اگر يُعْطِيْكَ میں عموم مراد لیا جائے تو دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں مراد ہوں گی،

فقد أعطيت مالم يقط خلق ☆ عليك صلاه ريك بالسلام

قسم و جواب قسم میں مناسبت اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی اور رات کی قسم کھائی تو جس طرح سورج کی روشنی کے بعد رات کا چھا جانا اللہ کی نارِ ضگی کی دلیل نہیں اور رات کی اندر ہیری میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب سورج کی روشنی میسر نہ ہو گی بس اسی طرح وحی کا تسلسل اور کبھی تاخیر ہو جانا اللہ کی نارِ ضگی کی دلیل نہیں نیز وحی کی تاخیر میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب نور وحی میسر نہ ہو گا۔ (پس وحی کا مسلسل آنا یا کبھی تاخیر ہونا لیل و نہار کے تبدل کے مشابہ ہے)

لغات الصلوة اسی ہے (تحقیق گذر چکی) سبھی (ن) ماضی واحد مذکر غائب، سبھی (ن) سجودا و سجودا:

قرار پکڑنا (در اصل سجود تھا، قاعدہ ہے جاری ہے، قیاس کے مطابق سجودا ہونا چاہئے مگر رسم مصحف یاء کے ساتھ ہے) مَا وَدَعَ (تفعیل) ماضی منفی واحد مذکر غائب، وَدَعَ الشَّيْءَ تَوَدِيْقًا: چھوڑنا، وَدَعَ الشَّيْءَ يَدَعَ (ف) وَدَعَا: چھوڑنا۔ ماقولی (ض) ماضی منفی واحد مذکر غائب، قلی فلانا (ض) قلی: دھمنی کرنا، ترک تعلق کرنا، (نا) ناقص یا نی ہے، بعض نے واوی بھی مانا ہے) الآخرة والأولى (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی ہے) يُعْطی (افعال) مضارع معروف واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ اللیل میں) ترضی (س) مضارع واحد مذکر حاضر، رضی عنہ (س) رضا و رضاۃ و رضوانا و مرضاۃ: خوش ہونا۔

ترکیب والضُّخْرِیْہ وَاللَّیْلِ إِذَا سَمِعَیْہ کی ترکیب واللیل اذا یغشی کی طرح ہے (اللیل کا عطف الضُّخْرِیْہ ہے) والضُّخْرِیْہ اُن متعلق اقسام کے اور وہ اپنے فاعل سے مل کر قسم مَا وَدَعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَیْ وَلَلَّا خَرَّ حَنِیْلَکَ میں الْأَوَّلی وَالسُّوْفَ يُعْطِیْکَ رَبُّكَ فَتَرْضِیْ... ما وَدَعَ فعل منفی کاف مفعول بہ رَبُّکَ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ماقلو فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل (اور مفعول بہ مخدوف ہے ای ما قلا کی مفعول بہ رعایت فو اصل کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے) فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ لام برائے قسم الآخرہ مبتدا خیڑا اسم تفضیل لَکَ جار مجرور اس کے متعلق میں الاوی جار مجرور اسم تفضیل ہی کے متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف لام برائے قسم سوْفَ حرفاً استقبال يعْطِیْکَ رَبُّکَ فعل فاعل مفعول بہ پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (یعطی کا مفعول ثانی بر بنائے عموم حذف کر دیا گیا یعنی رَبُّکَ عطاً جزِیْلَا مِنَ النَّصْرِ وَالْتَّمْكِینِ وَكَثْرَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَشَيْوَعَ دِيْنِکَ فِي الدُّنْيَا وَكَثْرَةِ الشَّوَّابِ وَغَيْرِ ذَلِكَ) فا عاطفہ ترضی فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم۔ (عرب القرآن وصرف و بیانہ)

الَّمْ يَجِدُكَ يَتِيمًا فَأُولَئِيْکَ ۚ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ وَجَدَكَ عَابِرًا فَأَعْنَىٰ ۖ فَأَمَّا

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین نہیں پایا پھر تمکا نادیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین دن کا سوتہ جلایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تادار پایا سو ما دار بنا دیا۔ تو آپ

الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهِرْ ۖ وَأَمَّا السَّابِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۖ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۖ

یہیم پر سختی نہ کیجئے۔ اور سائل کو مت بھر کئے۔ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

تو لہ وللآخرہ الخ اور ذکر کردہ ترکیب بھولت کے پوش نظر افتخار کی گئی ہے اور یہ اعراب القرآن سے نقل کی گئی ہے اور روح العالی میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ جواب قسم چاروں جملے ہیں، دو ثابت و منفی (بُلْدَانِ الْجَلَلِينَ) دوسرے اعراب القرآن (معنف مُنْجَدِ الدِّینِ درویش) میں دوسری ترکیب نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وللآخرہ کalam قسمیہ نہیں بلکہ ابتدائی ہے، (برائے تاکید) اسی طرح وَالسُّوْفَ يُعْطِیْکَ رَبُّکَ اُنْجَ کلام بھی ابتدائی ہے کیونکہ لام قسمیہ ای فعل مفارع پر آتا ہے جس کے آخر میں نون تاکید ہو جیسے تاَللَّهُ لَا كَيْدَ لَهُ اسْتَأْمِنْکُمْ لِبَلَلَيْدَ لَمْ قسمیہ نہیں ہوگا، بلکہ ابتدائی ہوگا، اب مبتدا مخدوف ہے اسی لائن سو فی عطیک الخ اور یہ جملہ متنانہ ہے نہ کہ جواب قسم پر معطوف، لیکن نونوں کی ایک جماعت نے وللآخرہ الخ اور وَالسُّوْفَ يُعْطِیْکَ رَبُّکَ کو جواب قسم میں ہی داخل فرمایا ہے اور علامہ ابن حاجب کا یہ قول روح المعانی میں منقول ہے کہ وہ مبتدا جو مکد باللام ہوا اس مبتدا کو مخدوف نہیں کیا جاتا (تو پھر یہاں لانت کو کیسے مخدوف مانا جاسکتا ہے) اور رعنی یہ بات کہ لام قسم اسی فعل مفارع پر داخل ہوتا ہے جس پر نون تاکید داخل ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب لام قسم اور فعل مفارع کے درمیان فصل ہو تو پھر نون تاکید داخل نہیں ہوتا، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ لام اور فعل مفارع میں سو ف کا فصل ہے، لہکذا لائن مُثُمْ او فیکلہم لَا لَلَّهُ حَشْرُونَ، یہاں اللہ کا فصل ہے، ماقبل میں بھی اس طرح کی کچھ تفصیل آچکی ہے۔ (مزید تفصیل در روح العالی ص ۱۸۲، ج ۱۵)

تشریح ماقبل میں آیت و لسوف یُعْطِینَکَ رَبُّکَ فَتَرْضَیۡ ۝ میں نعمتوں کا ذکر تھا اب بعض نعمتوں کا ذکر کر کے اسی مضمون مذکور کی تائید ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”الَّمْ يَرْجُدَكَ يَتَبَيَّنَا فَأُولَئِيۡ ۝“ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقین نہیں پایا پھر مٹھکانا دیا استفہام برائے انکار نہیں ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقین پایا کہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے دادا سے کرائی، پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب سے کرائی، یہی مطلب ہے مٹھکانا دینے کا (والدہ ماجده آمنہ بنت وہب کی وفات جب ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی۔ ”وَوَجَدَكَ ضَالًا فَهَدَى۝“ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سورۃ بتلا یا الفاظ ضال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور نادا قف و بے خبر کے بھی، یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہوں سکتے ہیں۔ یعنی شریعت سے بے خبر پایا تو اللہ نے آپ کو شریعت کا راستہ بتلا یا کقولہ تعالیٰ: مَا كُنْتَ تَذَرِّيْ مَا الْكِتَابَ وَلَا الْإِيمَانَ إِنَّ أُرْوَجِي سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں۔ ”وَوَجَدَكَ عَالِيًّا فَأَغْنَي۝“ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا لفظ عائل، عیلہ سے مشتق ہے جس کے معنی فقیر و نادار ہونے کے ہیں۔ یعنی آپ کے والد نے کوئی مال و دولت اور جاند ادنیں چھوڑی تھی کہ وہ آپ کو پہنچ گئی ہو، بلکہ آپ غریب اور مفلس تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالدار بنادیا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مال میں بطور مضارب تجارت کی اور اس میں نفع ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیا، گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو موردناعمات ٹھہرا یا ہے اور آئندہ بھی آپ پر انعامات نازل ہوتے رہیں گے، ”فَآمَّا الْيَتَيْمَ فَلَا تَنْهَى۝“ تو آپ یقین پر سختی نہ کبھی یعنی جب آپ کا یہ حال تھا اور ہم نے طرح طرح آپ کو نواز ا تو آپ اس کے شکریہ میں یقین پر سختی نہ کبھی بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کبھی۔ (جلالین شریف میں ہے) فَآمَّا الْيَتَيْمَ فَلَا تَنْهَى۝ ای باخذِ مالہ او غیرِ ذلك

حدیث: حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان و محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ براسلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری)

”وَآمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَى۝“ اور سائل کو مت جھڑ کئے یعنی آپ کے اوپر جو طرح طرح کی نعمتیں ہیں ان کے شکریہ میں سائل کو مت جھڑ کئے، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے، اور اگر کچھ دے نہیں سکتا تو نزی کے ساتھ معدرت کر دے، یہ تو شکر فعلی ہوا، آگے شکر قولی کے متعلق فرمایا کہ ”وَآمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدَّثَ ۝“ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کبھی یعنی انعامات کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کرنا بھی ایک طرح سے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے بشرطیکہ تکبر کے انداز میں نہ ہو جیسا کہ انبیاء کے انبیاء نے کہا تھا کہ انا خیزو منه خلقتی من نار وَ خلقتُه من طین۔ نعمة

سے جنس نعمت مراد ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے انعامات کا الفاظ اختیار کیا)

اختیاری مطالعہ

قوله وَلَآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى: صوفیہ کا قول ہے کہ جس کے دونوں دن برابر ہوں (دوسرادن پہلے دن سے بہتر نہ ہو) وہ گھائے میں ہے۔

مسئلہ: اگر سائل جم کر کھڑا ہو جائے اور بالکل معدرت قبول ہی نہ کرے تو پھر اس کو ڈانٹنا جائز ہے (روح)

قول حسن بصری: وَإِمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهِهِ کے ضمن میں حسن بصریٰ نے فرمایا کہ اگر طالب علم کچھ معلوم کرے تو اس کو مت جھڑکو۔

لغات لَمْ يَجِدْ (ض) نَفِي جَدْ بِلْم در فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب، وَجَدَ فَلَانُ المطلوب (ض) وَجَدَا وَجَدَهُ وَوْجُودًا وَوِجْدَانًا: پانا۔ یتیماً (مَرْفِيٰ سُورَةُ الْفَجْرِ) آؤی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آؤی ایواءَ: مُهْكَانًا دِيَنَا، آؤی (ض) آؤیَا وَأَوْاءَ: مُهْكَانًا دِيَنَا-ضَالًاً بے خبر (ض) اسم فاعل واحد مذکر، ضَلَّ (ض) ضلاًّ وَضْلًاً وَضْلَالًا: گراہ ہونا، بے خبر ہونا هدی (ض) هدی و هدایۃ: ماضی واحد مذکر غائب عَائِلًا (متاج و نادار) (ض) اسم فاعل واحد مذکر، عَالَ (ض) عَيْلًا وَعَيْلَةً: متاج و نادار ہونا (اجوف یا تی ہے) (در اصل عایل تھا مش بایع، جو واو اور یاء عین فاعل ہو وہ تمزہ سے بدل جاتی ہے جیسے قائل و بائع کسی اس حرف علت کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: علی شَفَاقُ جُزِّ فَهَارِ فَانْهَارَ الْخَيْرَ، رکوع ۳ کہ در اصل هائز تھا۔ (عائیل کی جمع عَالَوْعَيْلُ) آغْلَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آغْنَى اللَّهُ فَلَانَا إِغْنَاءً: مال دار کرنا، غَنِيَ فَلَانُ عن الشَّيْءِ (س) غَنِيَ وغناۃ: بے نیاز ہونا۔ لا تَقْهَرْ (ف) نبی حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَهْرَةً (ف) قَهْرًا: مغلوب کرنا، سختی کرنا۔ السائل (ف) اسم فاعل واحد مذکر، سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا (ف) سَوَالُ وَمُسَأَّلَةً پوچھنا، سَأَلَ فَلَانَا الشَّيْءَ: کوئی چیز مانگنا۔ لَا تَنْهَرْ (ف) نبی حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَهَرَ فَلَانَا (ف) نَهَرَا: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حَدِيقَ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، حَدَّثَ بِالنِّعْمَةِ تَحْدِيثًا: اظہار نعمت کرنا، نعمت پشکردا کرنا۔

ترکیب الْمَمْيَجِدُكَ يَتَبَعِّدُكَ يَأْوِي... هَرَةٌ حرفاً استفهام برائے انکار نبی (روح العانی) لَمْ حرفاً نبی یہ جذ فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول، یتیماً مفعول بہ ثانی لئے فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ (لامحل لہا) فاعاطہ آؤی فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ مخدوف ہے آئی آؤی (رعایت فو اصل کی بناء پر مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مخدوف سے مل کر معطوف الْمَمْيَجِدُكَ اخ پر، جو وَجَدَکَ کے معنی میں ہے، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ وَوَجَدَكَ ضَالًاً فَهَدِي... وَأَعْطَاطَهُ وَجَدَ فعل، ہو ضمیر مستتر

۱۔ حدث (ن) خَذُنَّا وَحْدَانَةً: نیا ہونا، حدث لا مژحدو ثا: پیش آتا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

۲۔ أَنْمَيَجِدَكَ، الوجود بمعنى العلم ويجوز أن يكون الوجود بمعنى المصادفة لا بمعنى العلم فتكون الكاف مفعولاً به و يتيماء ثغر حاً لِمَنْ الْمَفْعُولُ بِهِ (امراہ القرآن) الْمَبْعَذُ چونکہ بعثت وَجَدَ ہے اس لئے اعراب القرآن میں اس استفهام کو تقریری لکھا ہے۔

فَاعلٰ، کاف مفعول بہ اول، ضالاً (آئی عن الشریعۃ) مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فاعاطفہ هذی فعل، ضمیر ہو فاعل، مفعول بہ مخدوف ای هداک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مخدوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف۔ وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَأَغْلَى..... وَوَاعاطفہ وَجَدَ فعل، ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، عائلاً صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، فاعاطفہ اغلى فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ سابق مخدوف ہے ای أغنا ک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مخدوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر قبل پر عطف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ (کلام مستانف مسوق لتعداد نعمہ علیہ والغرض من تعدادها تقویہ قلبیہ)

فَأَمَّا الْيَتِيمُ فَلَا تَقْهَرْ فَاصیحہ (اعرب القرآن) آئی إذا کان حالک کذلک یتماوضلاً وفقرا فمهما یکن الامر فلا تقریب الیتیم، امما حرف شرط و تفصیل (آئی مهما یکن الخ، اعرب القرآن وصرفہ و بیانہ) الیتیم مفعول بہ مقدم، لا تقریب کا، اور فلا تقریب میں فارابطہ کی ہے برائے جواب آمما، لا تقریب فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جزا (لام محل لہا، جواب شرط غیر جازم) شرط (مهما یکن الخ) اپنی جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَى كی ترکیب آمما الیتیم فلا تقریب کی طرح ہے اور یہ پورا جملہ شرط و جزا سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَأَمَّا بِنَعْمَةِ رَبِّكَ فَخَلِّفْ وَوَاعاطفہ آمما حسب سابق برائے شرط و تفصیل آئی مهما یکن الامر، شرط، بنعمة ربک متعلق مقدم حدیث کے (متعلق مقدم ہونے سے فامانع نہیں ہے لانہا فی حکم الزائد) حدیث فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جزا شرط مقدر کی (آئی إذا کان حالک کذلک ای یتماوضلاً الخ کی) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ بیان القرآن کی تشریع کے اعتبار سے فاما الیتیم الخ کی فاصیحہ سے پہنچ یہ عبارت مقدر مانی چاہئے اذا انعمنا علیک کذا و کذا فلا تقریب الخ۔

مکیۃ سورۃ الانشراح

اللَّهُ تَسْرِخُ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَضَعَنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعَنَا

کیا ہم نے آپنی خاطر آپ کا سید کو خادم نہیں کر دیا۔ اور ہم نے آپ پر سے آپکا دبوجہ تاریخیا جس نے آپ کی کمر توڑ کی تھی۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ

لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ

بلند کیا ۝ سو بیکھ موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے ۝ بیکھ موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے ۝ تو آپ جب فارغ ہو جایا

فَإِنْصَبُ ۝ وَإِلَى رَبِّكَ فَازْ غَبٌ ۝

کریں تو نعمت کیا سمجھے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ کئے۔

ربط والصلحی میں جو مضمون اور نعمتوں کا ذکر کرتا یہ سورت بالکل اس کا تمثہ ہے (اور یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے: (۱) شرح صدر (۲) وضع وزر (۳) رفع ذکر۔

تشریح یہ سورت والصلحی کے بعد نازل ہوئی اور اس میں بھی آپ ﷺ پر نازل شدہ نعمتوں اور آپ کی عظمت کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”آلمَ نَشَرَخَ لَكَ صَدْرَكَ ۝“ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا استقہام برائے انکار الغی ہے اور الغی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے اس لیے آلمَ نَشَرَخَ کمعنی شرخنا ہے۔ اور شرح کے لفظی معنی کھولنے اور کشادہ کرنے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو علم و حلم سے کشادہ کر دیا، یعنی علم بھی وضع عطا فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اوئیت علم الاولین والآخرین اور تبلیغ میں جو مخالفین کی مزاحمت سے ایذا میں پیش آتیں اس میں حلم اور حمل بھی دیا، ”وَضَعَنَا عَنْكَ وَزِرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهَرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی ہی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر بعض مبارح اور جائز امور آپ ﷺ سے ایسے صادر ہو جاتے جن کا بعد میں خلاف اولیٰ و خلاف مصلحت ہونا ثابت ہوتا تو آپ ﷺ اس بات سے بوجھ علوٰ شان و تقریب الہی کے ایسے مغموم ہوتے جیسے گناہ سے کوئی مغموم ہوتا ہو گویا کہ آپ ﷺ کی کراس غم سے جھکی اور ٹوٹی جا رہی ہو، مشہور مقولہ ہے ”نزدیک را بیش بود حیرانی“ لہذا اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے ایسے امور پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہے۔ (وذر سے مراد آیت مذکورہ میں ایسے ہی جائز و مبارح امور مراد ہیں) ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ یعنی آپ کا ذکر بلند کیا یعنی تیسری نعمت آپ ﷺ کو یہ دی گئی کہ عرش و فرش اور منبر و محراب اور میناروں پر آپ ﷺ کا ذکر خیر بلند کر دیا گیا، چنان چہ اکثر جگہ شریعت میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام مبارک بھی لیا جاتا ہے مثلاً کلمہ میں، اذان و اقامۃ میں خطبہ اور تشهد وغیرہ میں، خود قرآن میں ہے آطیعوا اللہ و اطیقو الرسول۔ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُنَّهُ نَارَ جَهَنَّمَ۔

جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں محمد بھی ☆ اللہ جو کہتا ہے وہی کہتے ہیں محمد بھی

”فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝“ سوبے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ یسر کے معنی آسانی اور راحت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کو روحانی راحت دی جیسا کہ آلمَ نَشَرَخَ لَكَ صَدْرَكَ سے معلوم ہوا، سوا کی طرح دنیوی راحت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہتا چاہیے اور وقت پریشانی سے مالیوں نہ ہونا چاہیے، چنان چہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے، اور چوں کہ اس وقت مکہ میں آپ ﷺ اور مومنین طرح طرح کی تکالیف اور مشکلات میں بتلاتے

اس لیے اس وعدہ کو مکر رفما پا کہ ”إِنَّ صَعْدَ الْعُسْرِ يُسْرًاٖ“ چنان چہ وہ مشکلات ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں جیسا کہ روایات تو ارتخ اس پر متفق ہیں۔ آگے ان کھتوں پر شکر کا حکم ہے کہ ”فَإِذَا فَرَغْتَ فَأَنْصَبْ فَ“ توجب آپ فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کبھی لفظ فانصب، نصب سے مشتق ہے جس کے معنی محنت کرنے اور تھکنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دی ہیں تو جب آپ تبلیغ احکام سے جو دوسروں کی نفع رسائی کی وجہ سے عبادت ہے، فارغ ہو جایا کریں تو اپنی ذات خاص کے لیے بھی محنت کیا کریں (مراد کثرت عبادت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے یعنی نماز، ذکر، دعا و استغفار کی کفرت) ”وَإِلَى رِتْكَ فَازْغَبْ“ اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے یعنی جو کچھ مانگنا ہواں میں اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے، یعنی صرف اسی سے مانگئے (اس میں بھی ایک حیثیت سے بشارت ہے کہ مانگنے کا حکم کرنا گویا مانگ کر پورا کرنے کا وعدہ ہے)

فَإِنَّهُ آیت میں لفظ الفسر معرفہ لا یا گیا ہے ہے اور لفظ یسرا نکرہ، اور قاعدہ ہے کہ جب معرفہ دوبارہ لوٹایا جائے تو عین اول مراد ہوتا ہے اور جب نکرہ کو دوبارہ لوٹایا جائے تو غیر اول مراد ہوتا ہے لہذا اس آیت میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے۔ (اور دو سے مراد بھی خاص دو کا عدد نہیں بلکہ متعدد ہونا مراد ہے، یعنی اے محمد ﷺ جو غسر یعنی مشکل آپ کو پیش آئی اسی کے ساتھ بہت سی آسانیاں آپ کو دی جائیں گی۔

إِذَا أَشَدَّتْ بِكَ الْبُلُوْيَ فَقَدِّحْ فِي الْمَنْشَرْخْ ☆ فَعَنْتْ بَيْنَ يَسْرِينَ إِذَا فَكَرَّةَ فَافْرَخْ
ترجمہ: جب تجھ پر بلوی یعنی مصیبت سخت ہو جایا کرے تو توالم نشرح میں غور کر لیا کر، کہ اس میں ایک شیگی دو آسانیوں کے درمیان ہے، جب تو یہ بات سوچ لے تو خوش و خرم ہو جا۔

اختیاری محتوى

قوله فان مع العسر یسرا: دو قاعدے تو اوپر فائدہ کے تحت بیان کردیئے گئے، تیسرا اور چوتھا قاعدہ ملاحظہ فرمائیں، تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کو پہلے نکرہ ذکر کیا گیا پھر معرفہ تو ثانی بھین اول ہو گا جیسے کما ارسلنا الی فرعون رسول افعی فرعون الرسول، دونوں جگہ رسول سے مراد حضرت موسیٰ ہیں، چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ایک لفظ کو پہلے معرفہ استعمال کیا گیا پھر دوبارہ نکرہ تو ثانی غیر اول ہو گا (اور ان قواعد میں معرفہ سے مراد اس کے جملہ اقسام کے ساتھ معرفہ ہونا نہیں بلکہ صرف الف لام اور اضافت کے ساتھ معرفہ ہونا مراد ہے، وَلَا تُضِّنِّ الَّذِي مِنْ قَالَ غَيْرَهْ)

مسئله: تحت قوله و ر فعلنا اللک ذکر کی: حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عمارت اور اس کی تقدیق کرے اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت نہ دے تو یہ اس کے لیے بے سود ہے وہ کافر ہی رہے گا۔

فَإِنَّهُ آیت کے اندر الف لام عہد کا ہے اور مراد آس حضرت ﷺ اور صحابہؓ کا عہر ہے، اب اگر دنیا میں کسی شخص کو عہر کے بعد نیز نسب نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، البتہ عادۃ اللہ اب بھی سمجھی ہے کہ جو شخص مبرکرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ (فواز عثمانی)

لغات الْهُنَّ شَرَح (ف) نفی جمد بلم و فعل مضارع جمع متکلم، شرح الشیئ (ف) شرحنا: کھولنا، کشادہ کرنا۔ صدر سینہ، جمع صدور (المراد به مافی الصدور وهو القلب) وَضَعْنَا (ف) ماضی جمع متکلم، وضع عنہ الامر (ف) وَضْعًا: ساقط کرنا، اتارنا۔ وَزْرٌ بوجہ، جمع اوزار۔ انقض (انعال) ماضی واحد ذکر غائب، انقض الظہر (ف) انقضًا: کرتوڑنا، کر جھکانا، نقض الشیئ (ن) نقضًا: بنا کرتوڑنا، ختم کرنا۔ ظہر کر، جمع ظہور و آظہرو و ظہر ان۔ رفعنا (ف) ماضی جمع متکلم، رفع الشیء (ف) رفعًا: بلند کرنا۔ العشر، یسراً دونوں مصدر ہیں، دیکھئے سورۃ اللیل میں یسرا اور عشرہ، (عسر بمعنی مشکل اور یسرا بمعنی آسانی بطور حاصل مصدر مستعمل ہیں) فرغت، (ن، ف) ماضی واحد ذکر حاضر، فرغ میں الشیئ (ن، ف) فراغاً: فارغ ہونا، پورا کرنا، انصب، (س) امر کا واحد ذکر حاضر، نصب (س) نصبًا: بہت ٹھکنا، محنت کرنا، (المراد به الجهد فی العبادۃ) إِرْغَب، (س) امر حاضر کا واحد ذکر حاضر، رغب فلان؟ (س) رغبًا و رغبة وَرُغْبَةً: عاجزی کے ساتھ مانگنا، توجہ کرنا، (وصلہ فی خواہش کرنا، بصلہ عن اعراض کرنا، بصلہ الی خواری و عاجزی ظاہر کرنا)

ترکیب الْهُنَّ شَرَح لَكَ صَدْرَكَ وَضَعْنَا عَنْكَ وَرَزْكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهَرَكَ وَرَفْعَنَا لَكَ ذُكْرَك.....
ہمزة استفهامیہ برائے انکار نفی ای شرحنا (روح المعانی) لہم حرف نفی شرح فعل، ضمیر نحن فاعل، لک جار مجرور متعلق، صدرک مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ وضعنا فعل با فاعل، عندک جار مجرور متعلق، وزرك مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول، انقض فعل، ضمیر هو فاعل ظہرک مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صدہ، اسم موصول اپنے صدہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ رفعنا فعل با فاعل، لک متعلق، ذکرک مفعول بہ (وتقديم الجار والمجرور هنها و في ما تقدم على المفعول الصریح مع ان حقدہ التاخیر عنہ لتعجیل المسرة والتشویق) فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ متنافہ ہوا۔ (الخلل لہما)

فَإِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُشْرِكُ... فاعاطفہ برائے تفریج اور معطوف علیہ مخدوف ہے ای خولنا ک ما خولنا ک فلا یخامرک الیاس (خَوْلَ، کسی کو از راه کرم کوئی چیز دینا، الیاس، نامید) ائے حرف مشہہ بالفعل مع الیسر مرکب اضافی کسی مخدوف مثلا کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم یُشَرِّکاً اسم مؤخر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ مخدوف اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ، (اعراب القرآن، روح المعانی) لہم ائے

۱۔ والتعبير عن ثبوت الشرح بالاستفهام الانکاری عن انتفانه للاینان بان ثبوته من الظهور چونکہ المشرح بمعنی شرحنا ہے اسی لئے اعراب القرآن میں اس کو استفهام تقریری کہا جائے۔

۲۔ تفسیر مظہری اور اعراب القرآن و معرفہ بیان میں اس قاء کو استثنای قرار دے کر اس جملہ کو متنافہ نہیں ہے۔

مع العُشَرِ يُشَرِّعُ بِتَرْكِيبٍ سَابِقٍ جَمْلَةً مَسْتَانَةً فَإِذَا أَفْرَغْتَ فَالنَّصْبَ وَالْأَيْرِثَكَ فَازَ شَبَّ فَإِنَّا نَوْاسِطُهَا لَيْهُ هُنَّ جَيْساً كَأَعْرَابِ الْقُرْآنِ مِنْ مَذْكُورٍ هُنْ، يَا پُھر عَاطِفَةً بِرَأْيِ تَفْرِيقٍ هُنْ إِذَا ظَرْفِيَّةً بِمَعْنَى الشَّرْطِ مَضَافٌ طَرْشِيَّةً (ای عن دعوة الحق) فعل بافعال، جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب و جز النصب کا فارابطہ برائے جواب شرط، النصب فعل ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور اپنے ظرف سے ملکر جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ (لام محل لہا جواب شرط غیر جازم) وَأَوْ عَاطِفَةً أَوْ شَرْطًا مَقْدَرٍ هُنْ إِذَا دَعْتُكَ الْحَاجَةَ إِلَى مَسْتَانَةٍ، مُكَلِّمَةً شَرْطَهُ، إِلَى رَبِّكَ مَتْلُقٍ مَقْدَمٍ أَوْ شَبَّ کَفَلَ، ضَمِيرَ انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا ہیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (فَإِذَا أَفْرَغْتَ فَالنَّصْبَ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانہ، اور دوسری ترکیب کے اعتبار سے فاذا فرغت فانصب معطوف ہے ان مع العسر یسرا پر (إِلَى رِبِّكَ فَارَغَبَ کی یہ ترکیب اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں مذکور ہے)

سُورَةُ التَّيْنٍ مکہ

وَالتَّيْنِ وَالرَّزَيْتُونِ ۚ وَطُورِ سِينِيْنِ ۚ وَهَذَا الْبَلْدِ الْأَمِينِ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا إِلَيْسَانَ
تم ہے انجیر کی اور زیتون کی ۰ اور طور سینین کی ۰ اور اس امن والے شہر کی ۰ کہ ہم نے انسان کو بہت
فِيْ أَخْسَنِ تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَفِيلِيْنِ ۖ إِلَّا الَّذِيْنَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا
خوبصورت سانچے میں ذھالا ہے ۰ پھر ہم اس کو بھتی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں ۰ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور

الصِّلْحَتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ

اجتنب کام کے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو بھی منقطع نہ رہگا ۰

ربط والضئیلی کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر ہوا ہے میں جملہ ان کے انسان کا مسجد اور معاویہ بھی ہے کہ اولاً انسان پیدا ہوتا ہے پھر نیک و بد امور کو انجام دیتا ہے پھر معاویہ یعنی آخرت میں ان کی جزا اوسرا پاتا ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا إِلَيْسَانَ فِيْ أَخْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ
رَدَدْنَاهُ إِلَّيْ مَزِيدٍ مَعْلَوَاتٍ بِهِمْ تَفْرِيقٌ ”وَالتَّيْنِ وَالرَّزَيْتُونِ ۚ وَطُورِ سِينِيْنِ ۚ وَهَذَا الْبَلْدِ
الْأَمِينِ ۖ“ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم
کھائی ہے یعنی انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی، (تین اور زیتون کا اطلاق ان کے درختوں پر بھی ہوتا ہے
اور ان کے چلوں پر بھی) یہ دونوں درخت اشرف الاشجار اور کثیر المنافع ہیں، کیوں کہ انجیر ایک مدد میوه ہے جس

میں سخنچلی نہیں ہوتی، اور سریع لہشم ہوتا ہے، نیز طبیعت کو زم اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور زیتون پھل کا پھل ہے اور سالن کا سالن اور دوا کی دوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طور سینہن کی قسم کھائی جو بایں وجہ با برکت ہے کہ طور سینہن پر یعنی اس نام کے پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور ان کو نبوت سے نوازا گیا، اور بلدانہن یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی جو بایں وجہ با برکت ہے کہ آپ ﷺ کا مولذ و مسکن اور نزولی وحی کا مقام ہے، آگے جواب قسم ہے۔ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَخْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَّنَاهُ أَشَفَلَ سَفَلِينَ** ۱۰ کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ساختے میں ڈھالا ہے، پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت بنایا یعنی اس کی جسمانی اور ظاہری شکل و صورت کو بھی تمام مخلوق سے بہتر اور حسین بنایا اور اس کی جیلت و فطرت کو بھی، یہی مطلب ہے احسن تقویم کا، پھر بوڑھاپے میں انسان پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان انتہائی بوڑھا اور کھوست ہو جاتا ہے تو خوبصورتی بد صورتی سے اور قوت ضعف سے بدل جاتی ہے اور اہل خانہ کی نظروں میں بھی حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے، مشہور ہے ”بڑھا پا برا آپا“ مقصود کمالی نعمت کو بیان کرنا ہے جس سے انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر حق تعالیٰ کا قادر ہونا واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ فماین گذبک بعْدِ الدِّين ہے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

انقلابات جہاں واعظِ رب ہیں سن لو، ہر تغیر سے صدا آتی ہے فاقہم فاقہم

”اَلَا الَّذِينَ اَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۱۰ ”لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو بھی منقطع نہ ہو گا چون کہ **ثُمَّ رَدَّنَاهُ أَشَفَلَ سَفَلِينَ** کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے سب کے سب فتح اور برے ہو جاتے ہیں اور ان کے عمل کرنے کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، تو وہ شاید آخرت میں بھی خستہ حال ہی رہیں گے تو اس وہم کودفع کرنے کے لیے بطور استثناء کے فرمایا کہ بے شک بوڑھا آدمی روی ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر اجر و ثواب ہے جو بھی منقطع نہ ہو گا بلکہ ان کے لیے بڑھاپے کے ایام میں جوانی کے عمل کی طرح اجر و ثواب لکھا جائے گا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ان پر بوڑھاپے کے حالات اور ضعف نہیں آئے گا بلکہ یہ حالت تو آئے گی لیکن اس جسمانی بیکاری اور ماڈی خرابی کا نقصان ان کو نہیں پہنچتا، لہذا مومن آدمی انجام کاراچھا ہی رہا)

فَاثْنَهُ اگر اسفل سافلین سے طبقہ نار مراد لیا جائے تواب الذین آمنوا لخ متثنی متصل ہو گا اور ردناہ کی ضمیر جس سے انسان مراد ہے جمع کے درجہ میں ہو گی اور مراد کافر انسان ہو گا، والمعنى فالمومنون لا يردون اسفل سافلین يوم القيمة (روح)

قسم اور جواب قسم کے درمیان مناسبت اچار چیزوں کی قسم کھائی گئی درختوں کی جو کثیر المنافع ہیں اور دو جگہوں کی جو کثیر البرکت ہیں، درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی انسان کی طرح نشوونما ہوتا

ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور چوں کہ یہاں اشرف المخلوقات یعنی انسان کا بیان ہے تو قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی، اور طور سینین اور بلدا میں دونوں وجی نازل ہونے کے مقام ہیں تو آخرت کی جزا اوس زمانے سے ان کو زیادہ مناسبت ہے کہ وجی سے ہی آخرت کی جزا اوسرا کا علم حاصل ہوا ہے۔

اختیاری مطالعہ

انجیر و زیتون کے فوائد | گردہ اور مشانہ سے نگریزوں کو صاف کرتا ہے، بواسیر کا دشمن ہے، فانج سے مامون رکھتا ہے، فاسد مادہ کو بذریعہ پسند بدن سے خارج کرتا ہے، یہ درخت اول پھلتا ہے پھر پھولتا ہے برخلاف دیگر درختوں کے کہ اول خود پھولتے ہیں پھر دوسروں کو پھل دیتے ہیں مرید بضم تشریح، اور زیتون بدن کو فربہ کرتا ہے، قوت باہ کے لیے اکیرہ ہے، نمک کے پانی میں زیتون کا پھل ڈال کر کلی کریں تو دانتوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہے۔ مرید بضم تشریح (زیتون کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے مگر انجیر کا ذکر صرف ایک بار اسی سورت میں آیا ہے)

اعترض وجواب | ابلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر مخالف خالی الذہن ہو اور مکرہ نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لایا جاتا ہے تو انسان کا احسن تقویم میں پیدا ہونا اور پھر کسی کا ناکارہ عمر کو پہنچنا کھلی ہوئی بات ہے کوئی اس کا مکرہ نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے اس کلام کو قسم اور لام تاکید اور حرف قد کے ساتھ استعمال کیا، جواب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی دلیل واضح اور کھلی ہوئی ہو اور آدمی اس کے مدلول مقتضی کا انکار کرے تو گویا دلیل کا انکار ہو گا پس جو شخص بعثت بعد الموت کا مکرہ ہے جیسا کہ کفار تو وہ گویا احوال انسانی کے تغیرات کے مکرہ ہیں۔ (یہ تغیرات ہی دوسری زندگی پر داں ہیں، اس لیے کلام کو تاکید کے ساتھ پیش کیا۔

الفات التین، (۱) درخت انجیر یا انجیر پھل، اسم جنس (۲) ایک پہاڑ کا نام جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) الزیتون، ایک درخت جس سے روغن لکھتا ہے اس کے پھل کو بھی زیتون کہتے ہیں، (اسم جنس) (۲) بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) طور، پہاڑ، خواہ کیسا بھی ہو، بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت نہ ہو اس کو طور نہیں کہتے، سریانی اور قبطی زبان میں بھی طور، پہاڑ کو کہتے ہیں، طور سینین، وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واللہ تعالیٰ سے ہمکاری نصیب ہوئی تھی، اور ان کو خلعت نبوت سے نواز گیا تھا، یہ پہاڑ مصر و مدین کے مابین ہے، سینین، یا سینا اس مقام کا نام ہے جہاں پر کوہ طور واقع ہے (سینا، بفتح السین و بکسر الراء) سینین واحد ہے، اور اس کو دو طرح سے اعراب دیا جاسکتا ہے (۱) واؤ اور یا کے ساتھ یعنی جمع مذکر سالم جیسا اعراب (اعراب بالحرف) (۲) یاء اور نون متحرک کے ساتھ یعنی اعراب بالحرکت (غیر منصرف بوجہ جمہ و علیت) انفشن نے کہا کہ سینین جمع ہے اور اس کے معنی شجر کے ہیں، واحد سینٹہ، فکانہ قبیل: طور الاشجار (روح) البلد الامین، مکہ مظہم، (زادها اللہ شرف و عظمۃ) البلد، شہر جم جم بلاد، الامین بروزن فعل، یا تو امانة (باب کرم) سے مشتق ہے بمعنی فاعل (یعنی آمن)، مگر امانت سے اسم فاعل آمن کے وزن پر سنا نہیں گیا اس لئے یہ نسبت کے لئے ہو گا ای ذی آمن (فاعل کے معنی میں ہونے کی شکل میں ترجمہ ہو گا امانت دار شہر، اور شہر کی امانت

داری یہ ہے کہ ہر داخل ہونے والے کو وہ محفوظ رکھے جیسا کہ امین شخص امانت کی حفاظت کرتا ہے پس اس کلام میں شہر کو رجل امین سے تشبیہ دی ہے، دوسرا احتمال لفظ امین میں یہ ہے کہ یہ بمعنی مفعول ہو یعنی امین بمعنی مامون، بے خوف، (باب سع سے، مشتق من الامن) اس وقت یہ کلام مجاز پر محظی ہو گا کیونکہ مامون درحقیقت اس میں رہنے والے ہوتے ہیں، (روح المعانی ص ۱۹۹ جلد ۱۵) احسن، اسم تفضیل بہت خوبصورت، مادہ حسن، حسن (ک) حسننا: بہتر اور اچھا ہونا، حسین ہونا، تقویم، باب تفعیل کا مصدر، بمعنی تعدل و تخفیف، یعنی سیدھا کرنا، درست کرنا، مادہ قوم ہے قام (ن) قوما و قیاما و قومۃ: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، رددا، (ن) ماضی جمع متکلم، ردۃ الیہ (ن) ردۃ وردۃ: لوٹانا۔ اسفل، (پست تر) باب نصر سے اسم تفضیل واحد مذکر سفل (ن) سُفُلًا و سَفَالَة و سَفَالَا: (ضد علا) پست اور حیر ہونا، کم درجہ ہونا، (۲) نیچا اور نچلا ہونا، سافلین، پستی والے، اسم فاعل جمع مذکر، (جمع سافل) مادہ سفل ہے، باب ابھی ابھی گذر چکا۔ الا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلْحَتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ کی تحقیق سورۃ الانشقاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

تُرْكِيبُ وَالتَّيْنُ وَالزَّيْتُونُ وَطُورِ سِينِيْنَ وَهَذَا الْبَلْدُ الْأَمْيَنُ..... وَأَجَارَهُ قَسِيْمُ التَّيْنِ معطوف علیہ واو حرف عطف الزیتون معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف طور سینین مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف هذا اسماں اشارہ مبدل منه البلد الامین مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ہا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اقسام مخدوف کے، اقسام فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم۔ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَشْفَلَ سَافِلِيْنَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلْحَتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ..... لَامْ قَسِيْمُ يعنی داخل بر جواب قسم، قد حرف تحقیق فعل بافعال زوال انسان ذوالحال فی حرف جر احسن تقویم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کاتنا مخدوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول به خلقنا فعل اپنے فاعل اور مفعول به خلقنا فعل اپنے مفعول به اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ **لَمْ** فی حرف عطف (زمان یا مرتبہ کی تراخی کے لئے، روح المعانی) رددا فعل بافعال ہاء ضمیر ذوالحال اشفل سافلین مرکب اضافی ہو کر حال (ای ردناہ حال کونہ اقبیح من قبح صورۃ) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول به فعل اپنے فاعل اور مفعول به سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم، **إِلَّا** بمعنی لکن (مشقی منقطع) **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلْحَتِ** اسم موصول مع صله کے مبتدا فاربط کیونکہ اسم موصول میں یہاں شرط کے معنی کی بو ہے، **لَهُمْ** جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم اجر و موصوف غیر ممنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف صفت مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا اول (الذین آمنوا) کی،**

۱۔ قوله فی احسن النّجح بعض حضرات نے اس کو خلقنا کا متعلق بنایا ہے۔

۲۔ یا اسفل سافلین موصوف مخدوف مکان کی مفت ہے اور وہ ظرف مکان، وأرد بالسافلین الامکنة السافلة ای ردناہ إلى مکان **- أَشْفَلَ الْأَمْكَنَةَ السَّافَلَةَ** وجوہ جهنم، اور اسفل سافلین مفعول ثانی بھی انا جا سکتا ہے کیونکہ رکورڈ کے لئے و مفعول آجائے ہیں جب کہ بمعنی بعقل ہو۔

مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالَّذِينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ۝

پھر کون چیز تجوہ کو قیامت کے بارے میں منکر بنارہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں۔

تشریف ماقبل میں خلقنا وردنا یعنی تخلیق انسان و تقلیب احوال کی اس بات پر دلالت تھی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں تو اب انسان کو تشبیہ ہے کہ ”فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالَّذِينِ ۝“ پھر کون چیز تجوہ کو قیامت کے بارے میں منکر بنارہی ہے یعنی وہ کون سی دلیل تیرے پاس ہے جس کی بناء پر تو ان دلائل اور تقدیرت کے مناظر کے ہوتے ہوئے قیامت کا منکر ہو رہا ہے، ”أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ۝“ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں استقہام برائے تقریر ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ حاکم ہیں یعنی تصرفاتِ دنیویہ میں بھی جیسا کہ خلقنا وردنا سے معلوم ہوا، اور تصرفاتِ اخرویہ میں بھی جن میں سے قیامت اور جزا اور مزاجی ہے۔ مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ التین پڑھے اور الیس اللہ با حکم الحاکمین پر پہنچ تو اس کو یہ کہنا چاہیے۔ بلی وانا علی ذلك من الشاهدین۔

لغات يُكَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکور غائب جھلانا، ای آئی شیئی يُكَذِّبُكَ، کون چیز تجوہ کو جھلان رہی ہے، بالفاظ دیگر کون چیز تجوہ کو منکر بنارہی ہے، (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) الدین (مرء فی سورۃ الانفطار) أَحْكَمَ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم (ن) اسم تفضیل واحد مذکور، حکم بالامر (ن) حکماً: کسی بات کا فیصلہ کرنا۔ حاکِمِينَ (ن) اسم فاعل، جمع مذکور، فیصلہ کرنے والے، دیکھنے احکام۔

ترکیب فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالَّذِينِ ... فَإِنْصِبَحَ (ای ان علمت ما ذکر من خلق الانسان فی احسن صورة ثم ردہ الى ارذل العمر الدالة على القدرة على البعث) ما اسم استقہام برائے انکار، مبتدا يُكَذِّبُ فعل، ضمیر هو فاعل، کاف مفعول به (فیه التفاٹ من الغيبة الى الخطاب لتشدید التوییخ) يَعْلُمُ ظرف فعل مذکور کا، (مبنیٰ علی الضم لانتقطاعه عن الاضافة لفظاً لا معنی واصل الكلام ما يُكَذِّبُكَ بعد ذکر خلق الانسان فی احسن صورة ورقة الى ارذل العمر) بِالَّذِينَ متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول به او ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محدود کی جزا، أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ... هَمْزَة حرف استقہام برائے تقریر ن فعل ناقص، اللہ اس کا اسم ہا زائدہ احکم الحاکمین لفظاً مجرور، محلہ منصوب خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائی ہوا۔

۱۔ مذکورہ ترکیب متنیٰ متفق ہونے کے اعتبار سے کی ہے (اگرچہ متنیٰ متن کی جسی ہے)

مکیۃ سورۃ العلق

اَقْرُأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ^۱ خَلْقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلْقٍ^۲ اِقْرَا وَرَبُّكَ

اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا سمجھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لاغز سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا سمجھ اور

الاَكْرَمُ^۳ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمِ^۴ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ^۵

آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

(ربط) سورۃ الضھی کی تمہید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے عطاۓ نبوت اور تعلیم وحی بھی ہے اور اسی کی مناسبت سے صاحب وحی کی مخالفت پر درج بھی ہے، اس سورت میں انہی چیزوں کا بیان ہے۔

تشريح شروع سورت کی یہ پانچ آیتیں صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی وحی ہے جس کے نزول سے نبوت کی ابتداء ہوئی جس کا قصہ حدیث شیخین میں یہ ہے کہ عطاۓ نبوت کے قریب زمانے میں آپ ﷺ کو از خود خلوت و شہادی پسند آنے لگی، چنانچہ آپ ﷺ غارِ حرام میں تشریف لے جا کر کئی کئی شب رہتے، اور عبادت میں گزارتے، ایک روز دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا اقرأ، یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا ماانا بقاری یعنی میں پڑھا ہو انہیں ہوں، حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ دیا، جبریل علیہ السلام نے پھر دوسرا مرتبہ کہا اقرأ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین بار ہوا کہ آپ ﷺ پڑھنے سے عذر کرتے رہے اور جبریل علیہ السلام زور سے دباتے رہے، پھر آخر میں یعنی تیسرا بار زور سے دبانے کے

بعد جبریل علیہ السلام نے کہا اقرأ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلْقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلْقٍ اِقْرَا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمِ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ بسیئیں سے نبوت اور وحی کی ابتداء ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام تو اللہ کا کلام سننا کر رخصت ہوئے اور آپ ﷺ کا ایک کلام لے کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زملوونی، زملوونی (مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ) گھر والوں نے آپ کو کمبل اڑھا یا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا (جبریل علیہ السلام کا زور سے دبانا شاید آپ ﷺ کے اندر باروچی کے تحمل کی استعداد پیدا کرنے کی غرض سے ہو، واللہ اعلم بحقيقة الحال) اور آپ ﷺ سے یہ کہنا کہ پڑھ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ معلم متعلم سے الف، با، تا شروع کرتے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھ الف، با، اخ۔

آپ ﷺ کا عذر کرنا آپ ﷺ کا عذر کرنا بایں وجہ تھا کہ آپ ﷺ اتنی تھے اور جبریل علیہ السلام کے قول اقرأ کی مراد آپ پر اس وقت تک واضح نہ تھی کہ کیا اور کس طرح پڑھوانا چاہتے ہیں، کیا کوئی لکھی ہوئی تحریر دیں گے جس

کو پڑھنا ہو گا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے امی ہونے کا اعذر کر دیا۔ آپ ﷺ کے امی ہونے کی وضاحت | آپ ﷺ کی جگہ تجویز ہوئی جو متمدن دنیا اور علم و حکمت کے گھواروں سے بالکل علیحدہ تھی اسی لئے عرب سب کے سب امین کھلائے، جیسا کہ پارہ ۲۸ میں ہے هو الذی بعث فی الاممین اخ، اور پھر حق تعالیٰ نے اسباب بھی ایسے پیدا کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم و حکمت اور خط و کتابت سیکھ لیتا تھا آپ ﷺ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقع نہ دیا گیا تا کہ آپ ﷺ کی شان کو لوگوں کے فکر و قیاس سے بالکل بالاتر بنادیا جائے پھر اچانک حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی اور علم و حکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر جاری فرمادیا، فصاحت و بلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء و بلغاۓ آپ کے سامنے عاجز ہو گئے، یہ ایک ایسا کھلا ہوا مجھزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپ کے کمالات، انسانی سیعی و عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں اور آپ ﷺ کو خط و کتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی،

”أَقْرَأْ إِبْرَاهِيمَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ①“ اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کجھے جس نے پیدا کیا۔ یعنی آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا اس کو اپنے رب کا نام لے کر یعنی بسم اللہ الرحمن الرحيم کہہ کر پڑھئے، خواہ وہ آئیں جو بھی نازل ہو رہی ہیں، یا وہ آئیں جو بعد میں نازل ہوں گی (بعض روایات میں اس سوت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحيم کا نازل ہونا بھی آیا ہے، بیان القرآن) باسم ربک میں دوسرا اشارہ آپ ﷺ کے عذر کے جواب کی طرف ہے آپ نے عذر کیا تھا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں لہذا اس عذر کا جواب ہو گیا کہ اگرچہ آپ امی ہیں تو اپنی قوت اور علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، وہ امی شخص کو بھی پڑھو سکتا ہے اور اعلیٰ علوم سے نواز سکتا ہے، اس مضمون کی مزید تاکید لفظ رب لا کر بھی ہو گئی کہ وہ آپ کا پانہوار ہے وہ امی ہونے کے باوجود آپ سے پڑھو سکتا ہے (مظہری) اُفْرَا کا مفعول بہ مخدوف ہے ای ما یوحی الیک اور خلق کا مفعول بہ بھی مخدوف ہے ای کل شیء (تو جس ہستی نے سب چیزوں کو پیدا کیا کیا کیا وہ تمہارے اندر صفت قرأت پیدا نہیں کر سکتا) آگے بطور تخصیص بعد التعمیم کے ارشاد باری ہے ”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ②“ جس نے انسان کو خون کے لوقٹر سے پیدا کیا پیدا ہونا ایک نعمت ہے مگر اس نعمت میں بھی انسان عام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے کہ اللہ نے انسان کو حسین صورت، عمدہ سیرت، عقل و شعور، اور علم و دانائی سے نوازا، اسی لیے انسان کو تخصیص بعد التعمیم کے طور سے ذکر کیا، علائق کے معنی خون کے لوقٹر سے یعنی جسے ہوئے خون کے ہیں، انسان کی تخلیق پر مختلف دور گزرتے ہیں ان میں علقدہ درمیانی حالت ہے اس لیے اس کو بطور خاص ذکر کرو یا۔ (تفصیل در اختیاری مطالعہ)

”أَقْرَأْ وَرَبِّكَ الْأَكْرَمُ ③“ آپ قرآن پڑھا کجھے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے لفظ اُفْرَا کو مرلانے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے اقرأ کے بعد ایک قید ہے، ”باسم ربک“ تو اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ

اصل مقصود اللہ کے نام کا ذکر کرنا ہے نہ کہ قراءت اس شبہ کو ختم کرنے کے لیے بطور تاکید دوبارہ افڑا لایا گیا کہ قراءت خود بھی فی نفسہ مقصود ہے کیوں کہ تبلیغ دین کا ذریعہ یہی قراءت ہے۔ دوسری وجہ افراؤ کو مکر رلانے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا افراد آپ کے پڑھنے کے لیے فرمایا ہو، اور دوسرا افراد تبلیغ دعوت اور دوسروں کو پڑھانے کے لیے فرمایا ہو کہ صاحبِ وحی کا اصل کام اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دعوت ہی ہے۔

اور آیت مذکورہ میں لفظ الْحَمْمَ کے ذریعہ صفت لا کر آپ ﷺ کے عذر کو ختم کر دینے کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت جبرئیل سے مانا بقاری کہہ کر کیا تھا کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، "الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَنْ" ⑥، جس نے قلم سے تعلیم دی (یہ رٹک کی خبر ثانی ہے) مطلب یہ ہے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کو قلم سے تعلیم دی، یعنی قلم سے لکھی ہوئی تحریروں سے (ظاہر ہے کہ کتابیں اور مضامین قلم سے ہی لکھے جاتے ہیں گواں ترقی یافتہ دور میں قلم کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی) "عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا كَمْ يَعْلَمُ" ⑦، "انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا یعنی تعلیم قلم و کتابت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اللہ نے مطلق انسان یعنی عام لوگوں کو دوسرے طریقوں سے بھی ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتے تھے مثلاً قلمی تعلیم کے علاوہ دوسرا طریقہ زبانی تعلیم کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس بارہ تعلیم موثر بالذات نہیں بلکہ مسبب حقیقی اور علم دینے والے ہم ہیں پس اگر آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو یہ کوئی مانع نہیں، ہم آپ کو قراءت اور علوم وحی کے حفظ پر قدرت دے دیں گے، چنان چاہیا ہی ہوا، پس ان آیات میں آپ ﷺ کی نبوتوں اور اس کے مقدمات و متممات کا پورا بیان ہو گیا۔

اختیاری مطالعہ

قوله اقرأ باسم ربك: اسی طرح ایک جگہ ہے و اذا قرأت القرآن فاشتهد عني اعوذ بالله پڑھ کر قرآن پڑھنے تو دونوں امرنوں سے جو مقصود ہے یعنی توکل واستعانت وہ تو واجب ہے، البتہ اعوذ بالله و اسم اللہ کے الفاظ زبان سے کہہ لیتا مسنوں و مندوب ہے۔

قوله من علّق: انسان کی ابتدائی سے ہے اور پھر غذاوں پر چند دو روز رکزنا کے بعد منی ہی، پھر علاقہ یعنی خون بستہ پھر مفسدہ (گوشت) اس کے بعد ڈیاں وغیرہ پھر ان پر گوشت چڑھتا ہے اور پھر رُخ روح ہوتا ہے۔

ایک شبہ: مالِم پتغلُم کا کیا فائدہ ہے تعلیم تو نامعلوم چیز کی ہوتی ہی ہے ورنہ تو تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

جواب: یہ ہے کہ بھروسان کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ وہ اپنی لا اعلیٰ کا اعتراف کرے اور نعمت علم کا شکر گزار ہو (منظہری) غار حرام: مکہ مکرہ کے قبرستان جنہے المعلی سے سمجھا گئے ایک پہاڑ پر یہ غار ہے اس پہاڑ کو جبل النور کہا جاتا ہے، صحیحین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔

۱۔ اور تبلیغی صاحبِ وحی کا اصل کام ہے پس اس بھروسن آپ کی نبوت اور مامور بالتبليغ ہونے کا اظہار بھی ہو گیا۔

۲۔ کتنے ہی لوگ بغیر پڑھنے اور لکھنے سن سکتے ہیں کہت ہی چیزوں کو جان لیتے ہیں اسی طرح ایک قلمی تعلیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے چیزوں قلب میں القاء دالہام فرمادیتے ہیں، اسی طرح بہت سی چیزوں کا علم پذریعہ محتل ہوتا ہے، ایک نوملود بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی نذرا کے مرکز یعنی ماں کی چما تھیں کو خود نکلو دیکھان لیتا ہے، پھر چھاتی سے دو دفعہ حاصل کرنے کے لیے منکو دباتا ہے۔

قلم تین ہیں | (۱) جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا۔ (۲) فرشتوں کا قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ (۳) عام انسانوں کے قلم اور پیشل۔

فضیلت قلم | چار چیزیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنائیں یعنی قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام، باقی چیزوں کے لیے حکم دیا کئی یعنی ہو جا، وہ موجود ہو گئیں (معارف)

لغات اقراء (ف) امر حاضر کا واحد مذکور حاضر، قراء (ف) قرائۃ و قرآن: پڑھنا۔ علق، علقہ کی جمع، خون کا لوہڑا، (علق جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلا لفظ "انسان" جس ہے جو جمع کے معنی میں ہے اور لفظ علقہ استعمال کر کے لفظ نطفہ یا تراب سے عدوں کرنار عایت فواصل کی وجہ سے ہے اور ایک دوسری وجہ تشریع کے ضمن میں لکھ دی گئی۔ تفسیر مظہری) الا کرم باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکور، (لغات القرآن) وفي اعراب القرآن و صرفه و بیانہ ہو بصیغہ اسم التفضیل وزنه أَفْعُلُ ولکنة فی المعنی مبالغة الكرم أَيْ كَرَمٌ يَزِيدُ عَلَى كُلِّ كَرَمٍ۔
کو مرہ فلاں؟ (ک) گزما و کرامۃ: سخنی اور کشاورہ دل ہونا، صاحب عزت ہونا۔

نکتہ: علماء نے لکھا ہے کہ صفات خداوندی میں افعُلُ اور فَعِيلُ کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔

علم (تفعیل) ماضی واحد مذکور غائب علَم فلانا الشیع: تعلیم دینا، سکھانا۔ القلم جمع أَقْلَام، لکھنے کا آلہ۔

تروکیم اقْرَأْ إِبْرَاهِيمَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ... اقراء فعل، ضمیر انت مستتر ذوالحال با جارہ برائے ملابست اسم مضاف رتبک مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول خلق فعل، ضمیر فاعل اور مفعول بہ مخدوف ہے ائی کل شیء فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق متلبسا یا مفتتحا یا مبتدیا کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (مفعول بہ مخدوف ہے ائی ما یو خی الیک) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ (الاکل لہا ابتدائیہ) خلق الانسان ای فعل، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ، ما قبل خلق سے بدل (تخصیص بعد التعمیم، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اقراء و ربک الا کرم الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمِ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَهُ يَعْلَمُ... اقراء فعل، ضمیر انت مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ما قبل اقراء کی تاکید، وزبک الا کرم ای واد استینا فیہ (اعراب القرآن، روح المعانی) ربک مرکب اضافی ہو کر مبتدی الا کرم خبر اول، الذی علَم بالقلم... الذی اسم موصول علَم بالقلم جملہ ہو کر مبدل منه (علم کے دونوں مفعول مخدوف ہیں ائی علَم الانسان الخط بالقلم) علَم فعل، ضمیر ہو فاعل الانسان مفعول بہ اول ما اسم موصول لہ یعلم فعل منفی، ضمیر ہو فاعل (عامد مخدوف ہے ای لم یتَعَلَّمَ) فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بدل، (بدل اشتغال روح المعانی) مبدل منه اپنے بدل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر ثانی (اعراب القرآن) بعض نے الذی ای

کو الاکرم کی صفت قرار دیا ہے مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ متنافس ہوا۔

**کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۚ أَنْ رَأَهُ اسْتَغْنَىٰ ۖ إِنَّ إِلَيْ رَبِّكَ الرُّجُعُ ۖ أَرَعِيهِتَ الَّذِي
يَنْهُىٰ ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۖ أَرَعِيهِتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۖ أَوْ أَمْرَ بِالْتَّقْوَىٰ ۖ**

جس بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے ۰ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے ۰ اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹا ہو گا ۰ اے مخاطب بجا اس فحص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے ۰ اے مخاطب بھلا کی تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو ۰ یادہ تقوی کی تعلیم دیتا ہو ۰

أَرَعِيهِتَ إِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّ ۖ اللَّهُ يَعْلَمُ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۖ

اے مخاطب بھلا کی تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھلاتا ہو اور روزگاری کرنا ہو ۰ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ۰

تشریح صاحب نبوت کی مخالفت بڑا گناہ ہے اس لئے آئندہ آیات میں آپ ﷺ کے ایک خاص مخالف یعنی ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی ہے مگر الفاظ عام اختیار کئے گئے تا کہ اس میں دوسرے مخالفین بھی شامل ہو جائیں۔

سبب نزول ایہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں آپ کو اس سے بار بار منع کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے اس کو جھڑک دیا تو ابو جہل کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو آپ کی گردن پر پیر کھدوں گا، چنانچہ ایک دفعہ اس ناپاک حرکت کے ارادہ سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور چیچپے کو لوٹنے لگا، لوگوں نے وجہ معلوم کی تو بتلا یا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس کے اندر پردار چیزیں نظر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے چنانچہ اگر اور آگے آتا تو فرشتے اس کی بوئی بوئی کر ڈالتے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۚ أَنْ رَأَهُ اسْتَغْنَىٰ ۖ** **اسْتَغْنَىٰ ۖ** ”بیان القرآن میں لفظ کَلَّا کو خَفْقاً کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے کہ جس بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے یعنی کافر آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے کہ بجائے عبدیت و سیدھی را اختار کرنے کے سرکشی و نافرمانی اور دوسروں پر ظلم و جور کرنے لگتا ہے جیسا کہ ابو جہل سید الانبیاء و اشرف الخالق کی شان میں گستاخی کر رہیا۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی طغیانی و سرکشی اور حد آدمیت سے باہر نکلنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے بے نیاز بھجنے لگتا ہے، حالاں کہ یہ کس قدر احقانہ قدم ہے کہ آدمی گومن وجہ مخلوق سے مستغنی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سے تو کسی حال میں بھی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا، اگلی آیت میں ایسے سرکش کو اس کے برے انعام پر تعییہ ہے کہ ”إِنَّ إِلَيْ رَبِّكَ الرُّجُعُ ۖ“ اے مخاطب (عام مخاطب یا مراد انسان طاغی ہے) بے شک تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹا ہے لہذا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سرکش کی سزا بھی دے گا۔ آگے بصورت استفهام اس کی سرکشی پر

ب۔ دریک الاکرم الح میں واو کو عالیہ بھی بنایا جاسکا ہے، اس صورت میں ربک الاکرم جملہ، و کراہ فراہ کی نیز سے حال ہو گا۔

تعجب ہے (یعنی تعجب دلانا) ”أَرَعَيْتَ الَّذِي يَنْهَا ؟ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ﴿٦﴾“ اے مخاطب (یعنی عام مخاطب) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اُرائیت بمعنی آخرینی ہے اور مقصد تعجب ہے نہ کہ سوال، مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا حال دیکھ کر تو بتلا کہ اس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے کہ وہ شخص ہمارے ایک خاص بندہ یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، حاصل یہ ہے کہ نمازی کو نماز سے روکنا نہایت عجیب اور بڑی بات ہے (الذی ینهی سے مراد ابو جہل اور عبداً سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے) آگے اسی تعجب کی تاکید و تقویت کے لیے آگے دو جملے آرہے ہیں ایک میں ایک قید کے ساتھ منی عنہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کا حال مذکور ہے اور دوسراے جملہ میں ایک قید کے ساتھ ناہی یعنی نماز سے روکنے والے یعنی ابو جہل کا حال مذکور ہے، چنان چہ فرمایا ”أَرَعَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾ أَوْ أَمْرَ بِالثَّقَوْى ﴿١٢﴾“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقوی کی تعلیم دیتا ہو اس آیت میں منی عنہ یعنی حضور ﷺ کا حال مذکور ہے کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا ہے ہدایت پر ہو (ہدایت پر ہونا اپنے لیے فائدہ کی چیز ہے) یا وہ دوسروں کو بھی تقوی کی تعلیم دیتا ہو (دوسروں کو تقوی کی تعلیم دینا یہ دوسروں کے لیے فائدہ کی چیز ہے) تو اس کو نماز سے روکنا کس قدر عجیب بات ہے (یہاں کلمہ تردید یعنی لفظ آؤلانے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ مذکورہ دو صفات میں سے اگر اس بندہ میں ایک صفت بھی ہوتی تب بھی نماز سے منع کرنے والے کی مذمت کے لیے کافی تھی بچھ جائے کہ اس بندہ میں دونوں صفات ہوں) ”أَرَعَيْتَ إِنْ كَذَّابَ وَ تَوْلِي ﴿١٣﴾“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ اس آیت میں ناہی یعنی نماز سے روکنے والے ابو جہل کا حال مذکور ہے، فرماتے ہیں کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (یعنی منع کرنے والا) دین حق کو جھٹلاتا ہو اور اس سے روگردانی کرتا ہو یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل، یعنی منع کرنے والا ایک گمراہ شخص ہے اور جس کو منع کر رہا ہے وہ خود بھی ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور دوسروں کو بھی تقوی کا حکم کرے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گمراہ آدمی دوسرے کو بھائی اور نماز سے روکے، آگے اس منع کرنے پر اس کو وعید ہے کہ ”أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ﴿١٤﴾“ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یعنی اس کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے لہذا اس پر ضرور سزا دے گا (المیعلم کی ضمیر کا مرجع الذی ینهی ہے)

لغات **النَّطْفَى** (ف) مضارع واحد ذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى کے تحت) رأی (ف) ماضی واحد ذکر غائب، راه (ف) رأیتا و رؤیتہ: آنکھ سے دیکھنا، اور اک کرنا (۲) رائے رکھنا، اعتقاد و گمان کرنا ذا استغنى (استفعال) ماضی واحد ذکر غائب اشتغنى عنه: بے نیاز ہونا، مادہ غنیم ہے۔ الرُّجْنَى باب ضرب کا مصدر بمعنى الرجوع والالف فيه للثانية (روح المعانی) رجع (ض) زجُونَعَا و مَزْجَعَا و زَجْنَى: واچس ہونا، لوٹنا۔ رأیت (ف) ماضی واحد ذکر حاضر، اُرائیت بمعنی آخرینی۔ کیوں کہ کسی چیز کا دیکھنا یا جاننا سبب، اور خبر

دینا مسبب ہوتا ہے اور سبب بول کر مسبب مراد یعنی مجاز مرسل ہے، اور اس کی چوبیں قسمیں ہیں جو سوم کے طلبہ عزیز کے لیے ضروری نہیں۔ فللتفصیل مقام آخر۔ یعنی (ف) مضارع واحد مذکور غائب، نہی عن الشیء (ف) نہیتاً: رُكْنًا، جَهْرًا - الْهُدْيًا (سورۃ اللیل میں گذر چکا) امر (ان) ماضی واحد مذکور غائب، امر فلاٹاً کذا و نکنا (ان) امر او امارة و آمرۃ: حکم دینا۔ التقوی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) کلتب و توٹی وغیرہ کی حقیق بھی گذر چکی)

ترتیب کلاؤ انَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى لَنْ رَأَاهُ أَسْتَغْنَى تکلاً بمعنی حقاً (یا پھر حرف ردع ای رداع لمن کفر میں جنسی الانسان بنعمۃ اللہ علیہ بطبعیانہ) ان حرف مشہب بالفعل الانسان اسم ای لام متعلقہ برائے تاکید: یطغی فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، آن حرف مصدری (حرف مصدری یعنی ہیں ما، آن، آن) رائی فعل، ضمیر هو مستتر فاعل (ضمیر فاعل کا مرجع انسان ہے) ہاء ضمیر مفعول به اول (والہاء یعود الى الانسان آئی رائی نفسہ) استغثی فعل با فعل، جملہ فعلیہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بتاویل مصدر مفعول لہ یطغی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشہب بالفعل کی خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ائی ای رَبِّك الرَّجُحی ان حرف مشہب بالفعل ای خرف جاریہ کر مکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، (والالتفات للتشديد في التهديد لمخاطبة الانسان الطاغی) الرَّجُحی اسم مؤخر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متناہی ہوا۔ (کلام مستانف مسوی لمخاطبة الانسان الطاغی)

اڑیت الذی یعنی عبیداً ایذا صلی... هرہ حرف استفهام برائے تعجب (تینوں مقامات میں، جلالین) رایت فعل با فعل (یہاں تین جگہ ارایت استعمال ہوا ہے اور یہ بمعنی احیانی ہے، لہذا ہر ایک کو دمفعول چاہئے اور مقصود تعجب ہے نہ کہ سوال) الذی اسم موصول یعنی فعل ضمیر هو فاعل عبیداً مفعول بہ ایذا صلی... ایذا ظرفی مجرد عن الشرط مضاف صلی جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اینہی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صله سے مل کر مفعول بہ اول، اور مفعول بہ ثانی مخدوف ہے ای فما اعجب من ذا (صیغہ تعجب) رایت فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اڑیت ای ان کیان علی الْهُدْی اُو امرٍ پالْتَقْوی... هرہ حرف استفهام برائے تاکید تعجب رایت فعل، ضمیر بارز فاعل، اور دونوں

۱۔ **البلاغة:** قوله یعنی، التعبير بما يفيد الاستقبال لاستحضار الصورة الماضية لنوع غرابة.

۲۔ **قوله رئی یعنی علم ہے** (فعل قلب) اور فعل قلب میں یہ جائز ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیریں فرد واحد کی طرف راجح ہوں جیسا کہ رائلی ضمیر فاعل اور مفعول دونوں انسان کی طرف راجح ہیں۔

قوله آنراہ اس کو لائندہ کی تاویل میں کر کے یطغی کے متعلق بھی کر سکتے ہیں ای لرویت نفسہ مشفقیتاً۔

۳۔ رایت فعل کو دمفعولوں کی ضرورت جب ہے جب کہ فعل قلب مانا جائے اور اگر رویت بصیری مراد ہو تو پھر ایک مفعول کافی ہے۔

مفعول مخدوف ہیں، مفعول اول ہے نہیہ اور مفعول ثانی ہے فما عجب من ذا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انسائیہ ہوا، ان کا ان علی الہدی اور امر بالتقوی... ان حرف شرط کا ان فعل ناقص، ضمیر ہوستہ اس کا اسم علی الہدی، ثابتہ کے متعلق اور وہ شیہ جملہ ہو کہ خبر فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، اور حرف عطف امر فعل، ضمیر ہو فاعل، بالتقوی متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جواب شرط مخدوف ہے ای فما عجب من ذا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ معتبر ضمہ ہوا۔ (ال محل لہا) اُر آیتِ ان گذب و تولی... همزہ حرف استفہام برائے تاکید تعبیر، رأیت فعل بافاعل اور مفعول اول مخدوف ہے ای نہیہ اور مفعول ثانی ہے فما عجب من ذا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انسائیہ ہوا، ان کذب ان شرطیہ کذب فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل (ای الناہی اور مفعول بہ مخدوف ہے ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جزم، فعل الشرط) واد حرف عطف تولی (ای عن الإيمان) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جزا مخدوف ہے فما عجب من ذا (لام محل لہا، اعتراضیہ)۔ الْمُرْعَى عَلَمَ بِإِنَّ اللَّهَ يَزِي... همزہ استفہام برائے تقریر و تجہب، لم یعلم فعل بافاعل بازائدہ، ان اللہ یزی جملہ ہو کر یعلم کے لئے دونوں مفعولوں کے قائم مقام، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انسائیہ ہوا (بری بعین یعلم ہے، سابق کی دلالت کی وجہ سے اس کے دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا، ای بری اللہ الناہی ناہیتا عن الہدی والامر بالتقوی، تفسیر مظہری)

كَلَّا لَيْنُ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۚ نَاصِيَةٌ كَاذِبَةٌ خَاطِئَةٌ ۖ فَلَيَدْعُ نَادِيَةٌ ۗ
ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آوے گا ۖ تو ہم پڑھے پڑا کر جو کہ دروغ اور خطائیں آکوہ پڑھے ہیں گھٹیں گے ۖ سو یہ اپنے ہم جلس لوگوں کو بدلے ۖ
سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۚ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۗ

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بدلیں گے ۖ ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے ۖ

شرح ماقبل میں ابو جہل کی ایک بری حرکت کا بیان تھا کہ وہ نمازی کو نماز سے روکتا ہے جو بڑے تعبیر کی بات ہے تو اب اس آیت میں لفظ کللا کے ذریعہ اس پر زجر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں: «كَلَّا لَيْنُ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۚ نَاصِيَةٌ كَاذِبَةٌ خَاطِئَةٌ ۖ» ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آئے گا تو ہم پڑھے پڑا کر جو کہ دروغ اور خطاء میں آکوہ پڑھے ہیں گھٹیں گے، سفع کے معنی سختی کے ساتھ ہشیتے کے ہیں، اور ناصیہ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں، اور جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اس کے ہاتھ میں مجبور ہو کر رہ لے ۖ ذکورہ آیات کی ترکیب میں اور بھی احتلالات ہیں فارجع الی روح العانی و تفسیر المظہری نیز تفسیر مظہری میں مکتوب ہے کہ ان کا ان علی الہدی ان جملہ شرطیہ ہو کر رأیت کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہو جائے گا وہ کذا ان کذب۔

جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی دھمکی اور شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیں گے، ”فَلَيَدْعُ
نَادِيَةً^{۱۵}“ سو یہا پنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے یعنی اس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھرم کا تاب ہے تو اگر وہ
ہمارے نازل کردہ عذاب کو درفع کرنے پر قادر ہے تو وہ اپنے مجلس والوں کو بلا لے، اگر اس نے ایسا کیا تو ”سَنَدْعُ
الْزَّبَانِيَةَ^{۱۶}“ ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے (چونکہ اس نے نہیں بلا�ا تو اس لیے اللہ نے بھی فرشتوں کو
نہیں بلا�ا) ”كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ^{۱۷}“ پھر زیادتی ذجر کے لیے اس کو تنبیہ ہے کہ ہرگز نہیں یعنی اس
کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر فرمایا لا تُطِعْهُ اخْ اے پیغمبر آپ اس کا کہنا نہ مانتے یعنی آپ اس کی حرکتوں کی کچھ
پرواہ نہ کریں اور نہ اس کا کہنا نہیں جیسا کہ اب تک نہیں مانا۔ اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔
یعنی آپ نماز و عبادت میں مشغول رہئے کہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

فائدہ اوسجد میں سجدہ سے مراد نماز ہے نہ کہ صرف سجدہ، الہذا یہ تسمیہ اکل باسم الجزر کے قبیل سے ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ لنسفقا: پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی ایک وجہ تو بضم تشریع الکھی مگنی دوسری وجہ یہ ہے کہ غرور و تکبر کا اصل مصدر و مرکز سری
ہے اس لیے سر کے بال پکڑ کر اس سر کو کھینچا جائے گا۔

قولہ کاذبۃ خاطئۃ: کذب و خطأ کا مرتبہ دراصل پیشانی والا ہے الہذا ناصیہ کی طرف نسبت مجاز ہے، خاطلی و شخص جو قصد اخطاء کرتا
ہے اور خاطلی و شخص جس سے نادائستہ یا بوج غفلت خطأ سرزد ہو جائے۔

لغات الْمَيْلُتُهُ (افتغال) لغی جمد بلم واحد مذکر غائب، انٹھنی عن الشیئی: باز آتا، مجرد تنهی، نہی عن
الشیء (ف) انٹھنیا: روکنا۔ لَسْفَقَهُ (ف) مضارع معروف بانون خفیفہ جمع شکلم، سفع (ف) سفقا: زور سے پکڑ
کر کھینچنا، کھینچنا۔

فائدہ لَنَسْفَقَنْ کے نون خفیفہ کو الف سے لکھا گیا ہے، کیونکہ حالت و قلی میں نون تاکید خفیفہ الف کے ساتھ پڑھ
جاتا ہے۔ الہذا اسی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں حالتہ وصل میں بھی الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ الناصیۃ
پیشانی کے لبے بال یعنی پٹھے (۲) پیشانی۔ جمع النواصی کا دیتہ جھوٹی، باب ضرب سے اسم فاعل واحد مؤفت۔ خاطئۃ
(س) اسم فاعل واحد مؤفت، خطیئہ (س) خطأ و خطئنا غلطی کرنا، گناہ کرنا۔ لَيَدْعُ (ن) امر غائب کا واحد مذکر
غائب، دَعَافَلَانَا (ن) دَغْوَادَغْرَةً وَدَعْمَاءً وَدَعْوَی: پکارتا، بلا نا۔ نَادِيَه (مرکب اضافی) نادی بمعنی مجلس جمع
آنیدیۃ و نَوَادِ (مرا دا مل مجلس) نَدَا القوم (ن) نَدَوَا: مجلس میں جمع ہوتا۔ سَنَدْعُ (ن) مضارع جمع شکلم (وقد
اسقطت الواو من المصحف فی کل واو ساکنۃ استثقلتہا اللام الساکنۃ) چوں کہ بوجہ اجتماع ساکنین علقطا
واد نہیں تو کتابہ و خطأ بھی حذف کر دیا گیا۔ الزَّبَانِيَة عذاب کے فرشتے، دراصل اس کے معنی پولیس کے ہیں، کہا گیا
ہے کہ یہ جمع ہے، جس کا کوئی واحد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زینیۃ ہے، جیسے عُفْرَیَۃ (بد باطن، خبیث) اور

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زینیش، ہے مشتق میں الزین و هو الدفع، زین (ض) زننا: دفع کرنا۔ (ہکیلنا، کیونکہ یہ فرشتے گنہ گاروں کو دوزخ کی طرف ہکلیں گے، دراصل زیانیہ تھا، ایک یاء کے بدلہ میں تاء لائی گئی۔ (روح المعانی) لا تُطْعِنْ بَابَ الْفَعَالِ سے نبی واحد مذکور حاضر، آطاع فلانا: فرمان برداری کرنا، طاع (ن) طوعا: فرمان بردار ہونا، دراصل لا تطیفہ تھا، بر بناء نبی آخر کو یعنی عین کوسا کن کیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہوا یاء اور عین کے مابین اس لئے یاء کو حذف کر دیا۔ اشہد (ن) امر حاضر کا واحد مذکور حاضر، سَجَدَ (ن) سُجُودًا: سجدہ کرنا، سَجَدَ له، عبادت کرنا۔ اقترب (افتغال) امر حاضر کا واحد مذکور حاضر۔ منه کسی سے قریب ہونا۔

ترکیب كَلَّا لَمْ يَذْكُرْ لَنْسَفَعَا بِالنَّاصِيَةِ كَادِيَةٌ خَاطِقَةٌ... كَلَّا حرفاً ردع وزجر (ردع للناہی اللعین) لام موطنہ للقسم، (لام مؤذنہ) اور ضم مذوف ہے آی والله، ان حرف و شرط لم یذکُرْ فعل مضارع منفی، ضمیر هُو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، لام قسمیہ نسفعَنْ فعل مضارع منی، ضمیر نَحْنُ فاعل، ہا جارہ الناصیۃ مبدل منه، ناصیۃ موصوف، کادیۃ خاطِقَةٌ دونوں صفت، موصوف مع صفت کے بدل (وجاز ابدالہا من المعرفۃ وہی نکرۃ لانہ اوصفت والبصريون لا يشتّرون في البدل المطابقة (اعراب القرآن وفي روح المعانی قد ذکر البصريون انه يشتّرط لا بدل النکرة من المعرفة الا فادة لاغیں) مبدل منه اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر لفظاً جواب قسم، معنی جزا (تفیر مظہری) لے۔ فلیذع کادیۃ..... فاصحہ اور شرط مقدر ہے آی ان کان قادیراً على دفع العذاب فلیدع اخ (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ) لام لام امر یذْكُرْ لدع مضارع مجروم، (علامہ جزمه حذف الواو) ضمیر هُو مستتر فاعل کادیۃ مرکب اضافی ہو کر مفعول بے سے فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے مل کر جواب شرط، شرط اپنے جواب شرط سے مل کر جملہ متائفہ، سَنَدُ الزَّيَادِیَةِ... سین حرفاً استقبال، نَدْعُ فعل مضارع مرفوع، ضمیر نحن فاعل، الزیادیۃ مفعول بے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ كَلَّا لا تُطْعِنْ بَابَ الْفَعَالِ وَاشہدْ وَاقتربْ... كَلَّا حرفاً ردع وزجر (ردع لذلک اللعین) لا تُطْعِنْ فعل نبی، ضمیر انت فاعل، ہا ضمیر مفعول بے، فعل نبی اپنے فاعل اور مفعول بے سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، وَاوَ عاطفہ اشہدْ فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ معطوفات سے مل لا کر جملہ فعلیہ انشائیہ متائفہ ہوا۔

۱۔ قرب (ک) قرائب موقریتا و قریب موقری و مفتریہ: قریب ہونا، قرب منموالید: قریب ہونا۔

۲۔ **البلافة:** قوله بالناصیۃ اللام فيه عوض عن المضاف اليه، آی ناصیۃ المذکون، قوله کادیۃ خاطِقَةٌ وینق الناصیۃ بالکتب والخطاوہم الصاحبہما على الاسناد المجازی للمبالغہ (روح العالی و تفسیر مظہری)

۳۔ قوله نادیتہ على تقدير المضاف آی اهل نادیہ فاطلق المحل و ارتدا الحال فالمجاز مرسل علاقته المحلية (اعراب القرآن) او الاسناد فيه مجازی (روح العالی) والنادی هو المجلس الذى ينتدى فيما القوم ولا يسنى المكان نادیا حتى يكون فيما اهلہ

مکہ

سورۃ القدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَذْرَكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ

بے تھک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتنا رہا ہے ۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کسی چیز ہے ۔ شب قدر ہزار ہیزوں

شہرِ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلِیْكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۝ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ شَهِيْرٌ حَتَّىٰ

سے بہتر ہے ۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیز کو لے کر اترتے ہیں ۔ مراپا سلام ہے

مُطْلَعُ الْفَجْرِ ۝

وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے ۔

ربط والضخی کی تمهید میں جن اہم امور کا ذکر تھا مجملہ ان کے قرآن کی عظمت اور اس کی حقانیت بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے، یا اس طرح یاد کیجئے کہ سورت سابقہ میں قراءت قرآن کا حکم تھا یعنی اقرأ باسم ربك الذي خلق اور اس سورت میں اس کی علت کو بیان کیا گیا ہے یعنی اس کی عظمت و حقانیت کو۔

تشريح وشان نزول: ان آیات میں قرآن کریم کا شب قدر میں نزول اور شب قدر کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے، اور شان نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ساری رات عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا اور دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، چنانچہ اس نے ایک ہزار مہینے اسی طرح گزار دیے، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ (بایں وجہ کہ ہماری عمریں اتنی کہاں ہیں کہ ہم اتنی عبادت کر سکیں) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرمائی اس امت کی فضیلت کو تمام امتوں پر ثابت کر دیا کہ شب قدر کی ایک رات کی عبادت اس مجاہد بنی اسرائیل کی عمر بھر یعنی ہزار ہیزوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝“ پے تھک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتنا رہا ہے آنے لئے جمع متكلم کا صیغہ ہے اور ازال قرآن کی نسبت چوں کہ اللہ کی طرف ہے اس لیے قرآن برحق بھی ہے لہذا حقانیت ثابت ہو گئی، اور چوں کہ مبارک رات یعنی شب قدر میں نازل ہوا اس لیے قرآن باعظمت بھی ہے، اور شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیتے عزت نامی مقام پر اس رات میں اتنا رکھا گیا، اور پھر بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا تھیس سال کے عرصہ میں غیر ملکی تھا پر اتنا، اور غیر ملکی تھا پر بھی صحیح قول کے مطابق اسی رات میں اتنا شروع ہوا۔

۱۔ وَمَعْنَى آنِ الزَّلْهُ مِنَ الْلَّوْحِ الْمَعْفُوظِ إِلَى السَّمَااءِ الدُّنْيَا جَمِلَةً أَنَّ جَبَرَ نَبِيلَ أَمْلَاهُ إِلَى مَلَائِكَةِ سَمَاءِ الدُّنْيَا وَكَتَبُوهُ فِي ضَخْفٍ وَكَانَ تَلْفُ الصَّحْفِيُّ مَبْعَلٌ مِنْ تَلْكَ السَّمَااءِ يَقَالُ لَهَا يَسِّعُ الْعَزَّةِ (جلالیں حاشیہ)

آگے مزید شوق دلانے کے لیے فرماتے ہیں کہ: ”وَمَا آذِنَكُمَا لِيَلَةُ الْقَدْرِ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے آگے جواب ہے کہ ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ“ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔

قدر کے معنی | قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں، چون کہ اس رات میں عظمت و شرف ہے اس لیے اس کو شب قدر سمجھتے ہیں، مزید تفصیل بضم لغات۔ ”تَنَزَّلَ الْمَلِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ“ سَلَامٌ“، اس رات میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبریل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور حضرت جبریل اگرچہ لفظ الملائکہ میں داخل تھے مگر علیحدہ سے ان کا ذکر کرنا افضلیت اور عظمت شان کی بناء پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس رات میں جبریل ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں، من گلیں امیر میں مبنی بباء ہے، حدیث بیہقی میں ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبریل فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود اور ہڈ کر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوٰۃ صحیحہ ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ سلام، اسی ہی سلام کہ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی یہ رات سلامتی اور خیر ہی خیر ہے اسکیں شرک نام نہیں اور امر خیر سے مراد بھی نہیں ہے۔ ”هِيَ كَثِيرٌ مَطْلَعُ الْفَجْرِ“ وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے یعنی وہ رات اسی صفت و برکت کے ساتھ طلوع فجر تک رہتی ہے، یعنی پوری رات شرف و عظمت اور سلامتی کی ہے ایسا نہیں کہ یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص ہو۔

لیلۃ القدر کی تعین احادیث کے لیے میں میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں زیادہ احتمال ہے یعنی اکیسویں رات، تیسیسویں، چھیسویں، تیسیسویں، اٹھیسویں۔ (معارف) مخصوص دعا: اس رات کی مخصوص دعا یہ ہے: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌ وَحْبُ الْعَفْوَ فَاغْفِ عَنِّي (یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطا میں معاف فرمائیے۔ (قرطبی)

اہم اشکان: لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل فرمایا تو ان ہزار مہینوں میں بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی اور وہ بھی ہزار مہینوں سے افضل ہو گی وہکذا، تواب حساب کیسے لگے گا بظاہر تسلیل لازم آرہا ہے، انہر تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ہزار مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں شب قدر نہ ہونا ملحوظ ہو، یا ان کا ہزار مہینوں سے افضل نہ ہونا ملحوظ ہو۔ فلا احتکال (بیان القرآن، معارف)

اختیاری مطالعہ

نکتہ: قوله انما نزلناه: قرآن میں دو لفظ ذکر ہوئے ایک انزال، دوسرا تنزیل، انزال کے معنی ہے کسی چیز کو ایک دفعہ میں کامل نازل کرنا، اور تنزیل کے معنی ہے تجوڑا تجوڑا نازل کرنا، چنانچہ جہاں انزال استعمال ہوا وہاں مراد وہ نزول ہے جو لوح مکوٰۃ سے آسمان

دنیا کی طرف ہوا اور تنزیل سے مراد وہ نزول ہے جو آں حضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا ہوا۔

نحوہ لیلۃ القدر خیر من الف شهر: شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے، پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں لکھی بہتر ہے یعنی دو گنی، چو گنی، دو گنی، سمجھی احتمالات ہیں۔

ایک قول: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ اس سورت میں تین مرتبہ آیا ہے اور تو کوئی سے ضرب دینے سے تائیں ہوتے ہیں، اس سے یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر ستائیں سویں شب ہے۔ (یہ ایک اندازہ ہے قول حکیم نہیں)

لفاظ آنٹلنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اتارنا، نازل کرنا، مصدر انتزال ہے مجرد میں ہے نَزَّلَ (ض) نَزُولًا: اترنا، اوپر سے نیچے آنا۔ القدر برکت و عظمت، چونکہ اس رات میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں جمع آفیار، (۲) ہو مصدر بمعنى التقدير (اعراب القرآن و صرفه و بیانہ) اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہو گی کہ جو کچھ تقدیر نہیں کیا ہے اس کا جو حصہ اس رمضان سے اگلے رمضان تک کا ہے وہ اس رات میں فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، یعنی ہر انسان کی موت، رزق، بارش وغیرہ کی مقدار (معارف القرآن) خیڑہ (سورۃ الاعلیٰ میں گذر چکا) الْفُ (ہزار) جمع الاف شہر (مہینہ) جمع أَشْهُرٍ و شَهْرٍ، نَزَّلُ (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب دراصل نَتَّرَّلُ تھا، ایک تاء حذف ہے، بمعنی اترنا۔ الْمَلَائِكَةُ (رکوع ۲ میں اس کی تحقیق گذر چکی) الرُّوحُ مراد حضرت جبریل علیہ السلام (روح کی مراد میں مفسرین کے تقریباً آٹھ اقوال ہیں جن کو تفسیر کی کتب میں دیکھا جاسکتا ہے) اِذْنُ اجازت، حکم، ارادہ (باب سمع کا مصدر ہے) اَمْرُ کام، معاملہ، جمع امور، لفظ امر تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے (۲) حکم، جمعہ اوامر قرآن میں ہے وقضی الامر، امر، (ن) امْرًا: حکم کرنا۔ سلام سلامی، امان، باب سمع کا مصدر بمعنى الشِّلَامَةُ (روح المعانی) سَلِيمٌ مِنَ الْأَقَاتِ (س) سَلَامًا و سَلَامَةً: آفات وغیرہ سے محفوظ رہنا۔ مَظْلَمٌ مصدر تسمی از باب نصر طَلَعَ طَلُوعًا (ن) طلوع ہونا، الفجر (مرتفع سورۃ الفجر)

ترکیب اِنَّ الَّذِي فِي لَيْلَةِ الْقُدُّوْمِ ... إِنَّ حِرْفَ شَهْرٍ با فعل، نامیرا اسم (دراصل انشاتا تھا، تخفیفاً ایک نون کو حذف کر دیا گیا) انزلنا فعل بافاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ (ضمیر کا مرتعن قرآن ہے اور مرتعن کا ذکر بوجہ تعظیم با قبل میں نہیں کیا گیا کیونکہ بوجہ شہرت اور بوجہ نسبت انزال الی اللہ علی لیلۃ القدر کے ذہن صرف قرآن علی کی طرف منتقل ہو گا، فی حرف جار لیلۃ القدر مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق آنٹلنَا کے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلقے مل کر خبر، حرف مشہر بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وَمَا ادْرَكَ مَا لِيَلَةَ الْقُدُّوْمِ وَأَوْ اعْتَرَاضَهُ مَا اسْمَ استفهام، مبتداء، ادڑی فعل، ضمیر ہو متنزہ فاعل کافی مفعول بہ اول ما اسم استفهام مبتداء، لیلۃ القدر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مفترضہ ہوا۔ لِيَلَةَ الْقُدُّوْمِ خَيْرٌ مِنْ الْفِ شَهْرٍ... لیلۃ القدر مرکب اضافی ہو کر مبتداء، خیڑہ صیغہ اسم تفضیل، ضمیر اس کا فاعل میں حرف جار، الف مضاف میز، شہر مضاف الیہ تمیز، پھر

مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق خیرو کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خیر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (لامل لہا) (کانہا جواب لسوال نشأ عن تفحیم لیلۃ القدر تقدیزہ وما فضائلہا) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ... تَنَزَّلُ فَعْلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحُ مركب عطیٰ ہو کر فاعل (وانما أفرید جبریل بالذکر مع انه داخل فی الملائکة تنویرہا بفضلہ) فیہا تنزل کے متعلق باذن ربہم متعلق ثانی تنزل کے، من کل امر متعلق ثالث تنزل کے (من بمعنی باعہ ہے) فعل اپنے فاعل اور عنیون متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (کانہا مسوقۃ للاجابة عن السوال نفسه) سلام مبتدا مخدوف ہی کی خبر ہے (سلام مصدر کا حمل مبالغہ ہے) ھی حتی مطلع الفجر... ہی مبتدا حتی جارہ مطلع الفجر مرکب اضافی مجرور، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر خیر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سورۃ البینۃ

**لَمْ يَكُنْ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّيْنَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمْ
جُو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل
البینۃ① رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتَلَوَّ صُحْفًا مُظَهَّرًا② فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمةٌ③
نہ آئی ۔ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنادے ۔ جن میں درست مفہیم لکھے ہوں ۔
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ البینۃ④ وَمَا أُمْرُوا إِلَّا
اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آئے ہی کے بعد مختلف ہو گئے ۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم
لیتَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنُ ۚ هُنَّفَاءٌ وَيُقْيِسُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكُوَةَ وَذِلِّكَ
ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں یعنی ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور سبی**

دِيْنُ الْقَيِّمَةِ⑤

طریقہ ہے ان درست مفہیم کا ۔

رَبِّكُمْ وَالضَّحْنِی کی تہمید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کی تصدیق و تکذیب کرنے والوں کی جزا اسرا بھی ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔ یا یوں کہتے کہ سورۃ القدر میں انزال قرآن کا ذکر تھا جو بمنزلہ دعویٰ تھا اور اس سورت میں اس کی دلیل ہے گائیقیل، إِنَّا أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ لِأَنَّهُ لِمَنْ يَكُنُ الدِّيْنَ كَفِرَ وَالْخَ-

تشریح آیات کی تفسیر ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ ذہن نشیں رہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کفر و شر کی ظلت پھیلی ہوئی تھی، جب حضور ﷺ کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا تو دو قسم کے انسان تھے، ایک تو وہ جو کسی نبی پر ایمان لا چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں ملا کر اور تحریف کر کے کافر ہو چکے تھے جیسے یہود و نصاریٰ کہ جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا، دوسرے مشرکین کہ جو کسی بھی یا کسی کتاب پر ایمان نہ رکھتے تھے بلکہ بتوں، ستاروں اور درختوں وغیرہ کو پوچھتے تھے، (واضح رہے کہ مشرکین تمام کے تمام کافر ہیں) اب ایسے خطرناک ماحول کو سدھارنے کے لئے اور انسانوں کی ڈوبتی کشی کو بچانے کے لئے کسی رسول برحق کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صحیح راستہ و کھلانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا، ان آیات میں بھی مضمون ہے ملاحظہ فرمائیں:

”لَمْ يَكُنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَعَكِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيْتَنَةُ①“ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی یعنی جس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت جو لوگ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے جو کافر تھے اس ان کا کفر بڑا شدید تھا وہ کفر سے بازاںے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی اور واضح دلیل یعنی بینہ سے جو مراد ہے اس کو اگلی آیت میں بیان کیا کہ ”رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَأْتِلُوا صُحْفًا مُّظَهَّرًا②“ فیہَا كُتُبٌ قَيِّمةٌ③“ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناؤے جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ یہ آیت البینہ سے بدلتی ہے، یعنی واضح دلیل سے مراد اللہ کا رسول ہے جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں، مراد قرآن شریف ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کا کفر و شرک ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں بنتا تھا کہ بغیر کسی رسول عظیم کے ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت تمام کرنے کے لیے آپ ﷺ کو قرآن دے کر مبوعت فرمایا۔ ضخُفْ جمع ہے صحیفۃؐ کی اور صحیفہ کا معنی ہے وہ ورق جس میں کوئی تحریر لکھی ہوئی ہو حالانکہ اس وقت قرآن تحریری شکل میں نہیں تھا، بلکہ حافظہ میں تھا تو جواب یہ ہے کہ قرآن کو ضخُف یا اس کے مضامین کو کُتب بمعنی مکتوبات کہنا مجاز مایوں یعنی آئندہ کے اعتبار سے ہے۔

”وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبَيْتَنَةُ④“ اور جو لوگ اہل کتاب تھوڑہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے تفرق کے معنی انکار و اختلاف کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ کہ ان کے پاس تعلیم سماوی بھی نہ تھا) وہ اس واضح دلیل یعنی حضور ﷺ کے آنے کے بعد دین میں مختلف ہو گئے، جب کہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے سب اہل کتاب متفق اور خوش تھے کیونکہ ان کی آسمانی کتب تواریخ و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور آپ کی خاص اور وہ لوگ کہ حضور ﷺ کی بحث سے پہلے انتقال فرمائے اور وہ اپنے نبی کی ثریافت پر قائم و دام رہے تو وہ کافرین کہلا میں گے (روج)

خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر موجود تھا اس لئے کسی یہودی و نصرانی کو اس میں اختلاف نہ تھا کہ آپ ملکیت اللہ تشریف لا سکیں گے، اور سب کو آپ کا اتباع کرنا لازم ہو گا، مگر جب آپ ملکیت اللہ تشریف لائے تو بجا ہے اس کے کہ آپ ملکیت اللہ کی تشریف آوری کو اہل کتاب غنیمت سمجھتے اور ایمان لے آتے تھے مگر افسوس صد افسوس کہ بجا ہے غنیمت سمجھنے کے دین کے سلسلہ میں مختلف ہو گئے کہ بعض تو حضور ملکیت اللہ پر ایمان لے آئے اور دوسرے بعض انکار کرنے لگے۔

وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ هُنَّفَاءٌ وَيُقْنِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْثِرُوا الرِّزْكَ عَوَّةً "حالاں کہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ خنفاء یکسو ہو کر، یعنی ادیان باطلہ کی طرح کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔" وَذَلِكَ دِيْنُ الْقَيْمَةِ ۝ "اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا ذلک کامشار الیہ ماذکور ہے یعنی جو چیزیں ابھی ابھی ذکر کی گئیں یعنی عبادت با خلاص، اور نمازو زکوٰۃ کی پابندی ہی ان درست مضامین یعنی قرآن کا طریقہ ہے، اور ذلک اسم اشارہ بعید کا استعمال کرنا ان مذکورہ چیزوں کے علوشان و بلندی مرتبہ کی وجہ سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ان اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں انھیں مذکورہ چیزوں کا حکم ہوا تھا اور یہی تمام باتیں کتب قیمة یعنی درست مضامین (قرآن) کی بھی ہیں اس لیے قرآن کو نہ ماننے سے اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ یہ الزام تو اہل کتاب کو ہوا، اور مشرکین اگرچہ کتب سابقہ کو نہیں مانتے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا حق ہونا یہ بھی تسلیم کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بالکل بری تھے اور کتب قیمه یعنی قرآن کا اس طریقہ ابراہیم کے ساتھ متواتق ہونا بھی ظاہر ہے اس لیے ان پر بھی جدت تمام ہو گئی، لہذا جب مشرکین طریقہ ابراہیم کو حق سمجھتے تھے تو ان کو قرآن شریف کو بھی حق سمجھنا چاہیے تھا۔

لغات اہل الکتب یہود و نصاریٰ۔ **المشرکین** (افعال) اسم فاعل جمع مذکر، آشَرَ کَبَاللَّهِ! اللہ کی حاکیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، شرِّکَ فلانا فی الامر (س) شرِّکَ و شرِّکَۃٌ: کسی کے ساتھ شریک ہونا۔ **مُنْفَكِّيْن** بازاں نے والے (افعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِنْفَكَ الشَّيْءُ اِنْفَكَائِي: جدا ہونا، بازاں، فَكَ الشَّيْءَ (ن) فَكَاهُونَا الْبَيْنَةُ صیغہ صفت از باب ضرب، واضح دلیل، گویا موصوف مخدوف ہے ای الحجۃ الواضحۃ مراد مجزہ اور یہاں اس کے مصدق آپ ملکیت اللہ تشریف میں اور وجہ یہ ہے کہ آپ ملکیت اللہ تشریف کے اخلاق و عادات، صفات و کمالات، صورت و سیرت گوآپ کی ہر چیز مجزہ تھی۔ جمع بیتات، بَأَنَ الشَّيْءُ (ض) بَيْتَانَا وَتَيْتَانَا: واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ **رَسُولٌ** (سورۃ التکویر میں اَنَّهُ لِقَوْلِ رَسُولٍ کے تحت گذر چکا، والمراد **هُنَّا مُحَمَّدٌ** (پ) **يَقُولُوا** (ن) مضارع واحد مذکر غائب، تلاً الکتاب وغیرہ (ن) **تَلَوَّةٌ**: پڑھنا، پڑھ کر سنانا۔ **صَخْفًا وَاحِدًا صَحِيفَةٌ**، اور اق جس میں کوئی تحریر ہو، کتاب میں (یہاں مراد لے بان الشیع (ض) واضح کرنا، بان مندو عنہ (ض) بیتانا و بیوتا، ویٹوئنڈ: جدا ہونا، دور ہونا، قویہ البینہ اس میں صفت کو یعنی اسم فاعل بھی لیا جاسکتا ہے۔ ای المبین للحق، او هي سمعناها المعروف وهو الحجۃ المثبتۃ للمدعى (روح العالی)

قرآن شریف ہے) **مُظہرَة** (سورۃ عبس میں گذر چکا) کُثُر کتاب کی جمع، یہاں کٹب سے مراد مکتبات ہیں یعنی مضاہین (روح المعانی) **قَيْمَة** پھی، درست (ای المستقیمة واستقامتہ انطقہ بالحق) صیغہ صفت مؤنث قیام سے، اس کی اصل **قَيْمَة** ہے، قاعدہ سیڑ جاری ہے، قامر (ن) **قَوْمًا وَ قِيَامًا**: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، قام الامر: درست ہونا۔ **تَفْرِقَ** (تفعل) سے ماضی واحد مذکور غائب بمعنی مختلف ہونا، بکھر جانا، فرق الشیئ (ن) **فَرَقًا**: جدا کرنا۔ **أُوتُوا** (افعال) ماضی مجہول کا جمع مذکور غائب، آئی فلانا ایتنا: کوئی چیز دینا، آئی (ض) **أَتَيَا وَ أَتَيْتَا**: آنا۔ **مَا أَمْرُوا** (ن) ماضی منفی مجہول جمع مذکور غائب (مزید تحقیق سورۃ علق میں آؤ امر بالتلقوی کے تحت لیے عبدوا مغار، جمع مذکور غائب، از باب نصر، تَبَدَّلَ اللَّهُ (ن) عِبَادَةً وَعَبُودَيَّةً: عبادت کرنا۔ **فُحْلِصِينَ** (افعال) اسم فاعل جمع مذکر آخلص لِلَّهِ دینہ، خلوص نیت سے خدا کی عبادت کرنا۔ **الَّذِينَ** (اطاعت و بندگی) **بَاب ضرب** کا مصدر، دان (ض) **دِينًا وَ دِيَانَةً**: جھکنا، فرمادار ہونا، جمع آدیان (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) **خَنْفَاءً، خَنْفِ صَيْغَةِ صفت کی جمع، تمام ادیان باطلہ شرکیہ کو چھوڑ کر دین اسلام کی طرف جھکنے اور یکسو ہونے والا، خنف عن الشيء** (ض) **خَنْفًا**: ایک طرف کو جھکنا۔ **الصَّلُوةُ نَمَازٌ**، **تَصْلِيَةٌ** (تفعیل) کا اسم مصدر بقاعدہ مشہورہ واو کو الف سے بدل دیا (اس کے معنی دعا اور رحمت کے بھی آتے ہیں) **يَوْمًا** (افعال) مغار، جمع مذکور غائب، **الزُّكُوَّةُ**، **تَزْكِيَةٌ** (باب تفعیل) سے اسم، شرع میں زکوٰۃ مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو صاحب نصاب بحکم شرع را خدا میں نکالتا ہے، اور اس کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مالدار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے (لغوی معنی زیادتی اور پاکیزگی کے ہیں) **دِينَ** اس کے کثیر معانی ہیں جیسا کہ سورۃ الانفطار میں لکھا گیا مجاز اس کے معنی طریقہ کے بھی آتے ہیں یہاں ہی ہے۔

تَرْكِيبٌ لَهُ يَكُنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّرِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيْتَنَةُ رَسُولُ قِنَ اللَّهِ يَتَّلَوُ **أَصْهَافًا مُظہرَةً** فِيهَا **كُثُرٌ قَيْمَةٌ**... لَمْ يَكُنْ فعل منفی (وختی ک لالتقاء الساكنين) الذین امر موصول **كَفَرُوا** فعل، واو ضمیر ذوالحال میں جارہ اہل الكتاب مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جارہ اپنے مجرور سے مل کر کائنین مخدوف کے متعلق اسکے متفقین صیغہ اسم فاعل (یہ تامہ ہے نہ کہ از قبل فعل ناقص، روح المعانی) **حَتَّىٰ** جارہ تاتی فعل مغار (ای) آتشہم تفسیر مظہری) **هُمْ** ضمیر مفعول بہ، **الْبَيْتَنَةُ** مبدل منه رسول موصوف میں اللہ جار مجرور کائن مخدوف کے متعلق ہو کر صفت اول، **يَتَّلَوُ** فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، **أَصْهَافًا** موصوف مظہرَةً صیغہ اسم مفعول شبہ جملہ ہو کر صفت اول، فیها جار مجرور ثابت مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم، کتب قیمتہ مرکب تو صیغی ہو کر مبتداء مسخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ

فعلیہ ہو کر رسول کی صفت ثانی لہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (بدل الکل من الکل علی سبیل المبالغہ) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا صیغہ اسم فاعل کے (یعنی منفکین کے) صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل (ضمیرہم) اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فعل ناقص کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، **وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ** واد حرف عطف (واد متنافہ بھی ہو سکتا ہے، اعراب القرآن مجی الدین الدرویش) ما تفرق فعل منفی الذین اسم موصول اوتوا فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل (جو درحقیقت مفعول بہ اول ہے) الكتاب مفعول بہ ثانی فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صلة سے مل کر فاعل، الا حرف استثناء ملنگی میں جارہ بعده مضاد ما مصدریہ جائتہم البینۃ (البینۃ فاعل) جملہ ہو کر مضاد الیہ، مضاد اپنے مضاد الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور تفرق کے، فعل اپنے فاعل بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، **وَمَا أُمِرُوا إِلَّا** **لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الَّذِينَ حَنَفَاءٌ وَيُقْبِلُونَ الصَّلَاةً وَيَنْهَا عَنِ الْزَّكُورَةِ وَأَوْحَالِيهِمَا أُمِرُوا فَعْلَ مِنْهُ وَاد ضمیر نائب فاعل، الا ادا حصر لام برائے تعیل یعبدوا فعل واد ضمیر ذوالحال اللہ مفعول بہ مخلصین صیغہ اسم فاعل ضمیر هم فاعل لہ جار مجرور مخلصین کے متعلق، الذین مفعول بہ، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر حال اول، حنفاء حال ثانی لہ ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واد حرف عطف یقیموا الصلوة فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واد حرف عطف یوتووا الزکورة فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور (ما اہروا) کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے الذین اوتوا الكتاب سے۔ (نوٹ لاحظہ ہو) **وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ وَأَوْسَيْنَا فِيهِ سَهْلَكَ مِبْتَدَأ** (اشارة الی ما ذکر من عبادۃ اللہ تعالیٰ بالاخلاص واقامة الصلوة وایتاء الزکورة واستعمال اسم الاشارة للبعید للإشعار یقلو مرتبته) دین القيمة (آئی دین الكتب القيمة ای المستقيمة) گہر کب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔**

۱۔ قوله يتلوا الحجۃ بہ جملہ من اللہ کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اسی طرح فیہا کتب قیمة، مطہرہ کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے، نیز یہ ترکیب بھی ممکن ہے کہ حال یا مفت فیہا ہو متعلق ہو کر، اور کتب قیمة فاعل ہونے کی بناء پر فروع ہو، نیز رسول مبتدا محدود فحی کی خبر بھی بن سکتا ہے اور رسول من اللہ مبتدا اور یتلوا الحجۃ بھی ہو سکتا ہے، اور پھر کمل جملہ بینٹکی تغیر۔

۲۔ یا بھریہ حال ہے مخلصین کی ضمیر سے، حال متداخلہ۔

۳۔ وقیل الواو عاطفتا وحالیت۔

۴۔ وقال الغراء اضافۃ الدین الی القيمة وهي نعتة لاختلاف اللفظین ودخلت الناء للمدح والبالغة (اعراب القرآن)

نحو تدریس قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے اعتبار سے جو کہ بیان القرآن کے مطابق ہے لیے عبادوا اللہ مخلصین ان میں لام تعلیل کا نہ ہوگا بلکہ اصل آن یعبدوا ہے آن کو حذف کر دیا گیا اور لام لا یا گیا، اور ترکیب میں ما امروا کا مفعول بہے، گو نظماً مجرور ہے (مزید تحقیق در اعراب القرآن)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَلِدِينَ فِيهَا
 جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے ۔
أُولَئِكَ هُمُ شَرُّ الْبَرِّيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاختِ ۝ أُولَئِكَ هُمُ خَيْرُ
 یہ لوگ بدترین خلائق ہیں ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین
الْبَرِّيَّةِ ۝ جَزَّ أَوْهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتُ عَدَنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ
 خلائق ہیں ۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہتیں ہیں جن کے نیچے نہیں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ
فِيهَا أَبَدًا ۝ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۝ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

رہیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے ۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ۔

تفسیر ماقبل میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا (۱) اہل کتاب اور مشرکین (۲) مومنین۔ لہذا ان آیات میں دونوں فرقوں کی جزا و سزا کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَلِدِينَ فِيهَا** ۔ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے مشرکین تو سب کے سب کافر ہیں ہی، اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جنہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کر دی اور دین موسویٰ و دین یسوسیٰ پر مقام نہ رہے وہ بھی کافر ہیں، اور حضور ﷺ کے شریف لانے کے بعد تو تمام ادیان منسوخ ہو گئے، صرف آپ ﷺ پر ایمان لانا معتبر رہا۔ لہذا جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ بھی کافر ہیں، اور جو آپ ﷺ پر ایمان لے آیا وہ مومن ہے جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے، **أُولَئِكَ هُمُ شَرُّ الْبَرِّيَّةِ ۝** ۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں یعنی کفار و مشرکین، جیسا کہ دوسری آیت میں بھی ہے، **إِنْ هُمُ الْأَكْلَانُ** اعماں ہم اصل۔

سوال و جواب اولنک ہم شر البریّۃ میں اہل کتاب اور مشرکین کو سب سے بدترین مخلوق کہا گیا حالاں کہ خدا کی مخلوق میں ان سے بدترین لوگ بھی ہیں مثلاً ابلیس، دیگر شیاطین، منافقین (منافقین میں کفر و شرک کے علاوہ نفاق کا جرم علیحدہ سے ہے) اسی طرح فرعون و نمرود کے کفر و شرک کے ساتھ خدا کی کادعویٰ بھی کیا تھا۔

جواب بریّۃ بمعنی مخلوق ہے مراد اکثر مخلوق ہے اور مقصود اصلیٰ ان کا فی نفسہ شر میں کامل ہوتا ہے نہ یہ کہ مخلوق میں ان

جیسا شتری اور بدتر کوئی ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن)

”إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُ الْبَرِيَّةُ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں یہاں بھی بہترین خلائق سے مراد اکثر مخلوق خدا سے بہتر ہونا ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام مومنین تمام ملائکہ سے بھی افضل ہیں بلکہ خواص مومنین مثلاً انبیاء کرام تمام ملائکہ سے افضل ہیں (یعنی خواص ملائکہ جریئل وغیرہ سے بھی) ”جَزَا أُو هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا“ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی پیشتمیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (دودھ، شہد اور شراب وغیرہ کی نہریں) ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے بعد اہل جنت سے کوئی محصیت تو صادر ہوگی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی نارِ اضکل کا سبب بنے اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے باس وجد کہ ان کی تمام تمنا میں پوری ہو چکی ہوں گی۔ ”ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ“ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ذلک کا مشارا لیہ المذکور ہے یعنی جنت و رضا اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (اور اسی خشیت و خوف کی وجہ سے وہ ایمان لا کر اعمال صالحہ میں مشغول رہا کہ یہ دخول جنت و حصول رضا کا سبب ہے) خشیت: اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت و جلال کی وجہ سے پیدا ہونہ کہ وہ خوف جو کسی دشمن، یاد رندہ یاد رندہ صفت انسان سے طبعاً ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اوں کم شر البریۃ: اہل کتاب اور مشرکین کے بدترین مخلوق ہونے پر جو اشکال تھا اس کے روح المعانی میں دیگر جوابات بھی دیے گئے ہیں مثلاً یہ اعتراض تھا کہ اہل کتاب اور مشرکین سے بدترین ابلیس اور اس کا شکر اور منافقین بھی ہیں تو جواب یہ ہے کہ بریہ بمعنی مخلوق سے مراد ان اہل کتاب اور مشرکین کے ہم عمر ہیں لہذا وہ ان کے مقابلہ میں بدتر ہیں نہ کہ جمیع مخلوق سے، مگر اعتراض ہو گا کہ ان کے زمانہ میں شیاطین بھی تو رہے ہوں گے تواب جواب دوسرا ہو گا کہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے یعنی بہ نسبت مومنین کے یہ لوگ بدتر ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہاں بریہ بمعنی مخلوق سے مراد بشر ہیں لہذا ابلیس اور اس کے شکر کے شر البریۃ ہونے کی لفظ نہ ہو گی۔

قولہ شر البریۃ و خیر البریۃ: شر اسم تفضیل کی اصل اشارة ہے، را کی حرکت شین کو دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، اور را کا راء میں ادغام کر دیا، اسی طرح خیر کو بھی سمجھتے، یاد رکھئے کہ خیر اور شر ہر جگہ اسم تفضیل ہو کر عی استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی محض اس نام ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر ایزہ و من یعمل مثقال ذرۃ شر ایزہ۔ خیر کا استعمال کبھی شر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور کبھی حضر (سخت) کے کمانی قولہ تعالیٰ وَإِن يمسك الله بضر فلام کا شیف الموان یمسسک بخیر فهو على كل شئ قادر۔

فَالَّذِينَ خَالِدُونَ حال مقدرہ ہو گا اور حال کی اقسام لاحظہ فرمائیں صفحہ ۳۹ پر۔

لغات خالدین ہمیشہ رہنے والے۔ (ن) اسم فاعل جمع ذکر، خلدا (ن) خلدا و خلوذا: ہمیشہ رہنا۔ شر، خیز

کی طرح اسم فضیل ہے، اور دراصل آشُر اور آخرت ہے مزید تفصیل در اختیاری مطالعہ۔ شَرَّ (ن، س) شَرًا: شری اور فسادی ہونا، البریۃ مخلوق، جمع البرایا، دراصل بتریثہ تھا (ہمزة کے ساتھ) فَعِیْلَةُ صِيَّدَةٍ كَمْفُولَةٌ ہے، ہمزة کو یاء سے بدل کر یاء کایاں میں او غام کر دیا، مُشْتَقٌ مِنَ الْبَرِّ، بتری (ف) بتریا: پیدا کرنا۔ عَدْنَ (ض) کا مصدر، عَدْنَ (ض) عَدْنًا: قیام کرنا، رہائش اختیار کرنا، جَنَّةً عَدْنَ، رہائش یا قیام کا باغ، بعض حضرات عَدْنَ کو علم کہتے ہیں اور بعض جنت کی صفت قرار دیتے ہیں جو علم قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک خاص مقام اور درجہ کا نام ہے، امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں، دارالخلد، دارالجلال، دارالسلام، جنت عدن، جنت الماوی، جنت فیم، جنت الفردوس، جو لوگ عَدْنَ کو صفت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی اثبات واستقامت کے ہیں لہذا اس اعتبار سے تمام جنتیں جنت عدن ہیں۔ ابی ابیشہ، جمع آباد (زمانہ مستقبل غیر محدود کے لئے) رَضِیَ (س) ماضی واحد مذکور غائب، رَضِیَ عنہ (س) رِضا و رِضاۃ و رِضوانا و مِرْضَاۃ: کسی سے خوش ہونا۔ خَشِیَ (س) ماضی واحد مذکور غائب، خَشِیَ (س) خشیۃ: ڈرنا۔

ترکیب إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكُونَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا... (کلام مستانف مسوق للشروع فی بیان مقر الاشقياء وجزا الشعفاء) ان حرف مشہ بالفعل الذین اسم موصول کفروا فعل واو ضمیر ذوالحال من جارہ اهل الكتاب مضارف مع مضارف الیہ معطوف عليه واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف عليه اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنین مخدوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلة، اسم موصول اپنے صلة سے مل کر اسم ان، في جار فعال جهنم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ساکنون یا محرّقون یا کائنون مخدوف کے متعلق، اور اس کے اندر ضمیر ذوالحال خالدین فیها (فیها متعلق خالدین صیخہ اسم فاعل کے) کائنون کی ضمیر سے حال مقدرة، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبه فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، حرف مشہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ أولیٰك هُمْ شَرُّ الْبَرِّیۃِ..... اولیٰك مبتدا هم ضمیر فعل است، شر البریۃ مرکب اضافی خبر، مبتدا الہنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (ال محل لها، استینا فيه) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ أولیٰك هُمْ خَيْرُ الْبَرِّیۃِ..... ان حرف مشہ بالفعل الذین اسم موصول آمَنُوا و عَمِلُوا الصَّلِحَاتِ معطوف و معطوف عليه ہو کر صلة، اسم موصول مع صلة کے اسم ان، اولیٰك مبتدا هم ضمیر فعل، خیر البریۃ مرکب اضافی خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حرف مشہ بالفعل کی خبر، حرف مشہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ جَزَّاً أُوْهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

تو یہ تم دوسری ترکیب یہ ہے کہ ضمیر مبتدا اور ما بعد خبر، مبتدا مع خبر کے خبر مبتدا اول کی، تو یہ اولیٰک هم شر البریۃ یہ جملہ تعليمه بھی ہو سکتا ہے یعنی ان لوگوں کے خلود فی النار کی تفصیل۔ اور ایمان حرف مشہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

جئٹھے عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ جِزَاءُهُمْ مَرْكَبُ اضَافَى هُوَ كَمِنْ
ظَرْفٍ هُوَ جِزَاءُ مَصْدَرٍ كَ(اعرب القرآن وصرف وبيان، تفسیر مظہری) لـ جئٹھے عَدْنٌ مِنْ
تَجْرِي فَعْلٌ وَمِنْ تَحْتِهَا اس کے متعلق الاِنْهَارُ فَاعِلٌ، فَعْلٌ اپنے فاعِلٌ اور متعلق سے مل گر حال، ذوالحال اپنے حال سے
مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، خالدین فیہا آہدًا خالدین صیغہ اسم فاعِل، ضمیرہم فاعِل،
آہدًا اس کا ظرف (ظرف زمان) خالدین کا عامل مخدوف ہے آئی دَخْلُوهَا، خالدین صیغہ اسم فاعِل اپنے فاعِل اور
ظرف سے مل کر شبہ جملہ ہو کر حال مقدارہ ہے دَخْلُوكی ضمیر فاعِل سے ہے۔

رَحْمَةُ اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضْوَانُهُ رَحْمَى فَعْلٌ، اللَّهُ فَاعِلٌ عَنْهُمْ متعلق، فَعْلٌ اپنے فاعِلٌ اور متعلق سے مل کر
جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف رضوا فَعْلٌ با فاعِل عَنْهُ متعلق، فَعْلٌ اپنے فاعِلٌ اور متعلق سے مل کر
جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متنافس ہوا (استیناف نحوی و اخبار عما
تفضل عزو جل بہ زیادۃ علی ما ذُکر مِنْ اجزیة اعمالہم، روح المعانی) ڈلک لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ڈلک
(ای المذکور من الجزاء والرضا) مبتدا الام جارہ مِنْ اسم موصول خَشِيَ فَعْلٌ، ضمیرہ هو مستتر فاعِل، رَبَّهُ مركب
اضافی ہو کر مفعول بہ، فَعْلٌ اپنے فاعِل اور مفعول بہ سے مل کر صلة، اسم موصول مع صلة کے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر
ثابت کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متنافس ہوا۔

سورۃُ الزلزال مددیۃ

إِذَا زُلْزَلتُ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۚ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۚ وَقَالَ إِلَيْنَا مَا لَهَا ۖ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی چاوے گی ۰ اور زمین اپنے بوجہ باہر کال ہیسکے گی ۰ اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ۰

يَوْمَئِذٍ تَحْرِثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا ۖ يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ رَبَّ النَّاسِ أَشْتَأْنًا ۖ لَمْ يُرَوَا

اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی ۰ اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو سیکھ حکم ہو گا ۰ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر داہم ہوں گے

۱۔ عَدْرِبِہم کسی مخدوف کا ظرف ہو کر جزا اسے اور ہم ضمیر سے اور جناث سے حال بھی ہو سکتا ہے (اعرب القرآن وصرف وبيان)

۲۔ ذوالحال معرفہ ہوتا ہے یا انکرہ مخصوصہ، لہذا جناث کی اضافت علم (عدن) کی طرف ہونے کی بناء پر اس میں تعریف آئی، یا اگر عَدْن مبنی ہے تو اس میں تخصیص آئی (اعرب القرآن وصرف وبيان)

۳۔ خالدین انج کو جانہم کی ہم ضمیر سے حال قرار دیے جانے کا عرب القرآن میں منع لکھا ہے اور تفسیر مظہری میں جائز لکھا ہے۔

۴۔ قوله رَحْمَةُ اللَّهِ إِذْ يَأْوِ لَكُمْ بَدْنًا بَحْرَهُ مَنْ ہے، نیز ان حرف میہہ بالتعلیل کی خبر ہاتھی بھی ہو سکتا ہے، اس وقت جانہم انج جملہ مفترض ہو گا (اعرب القرآن وصرف وبيان) روح المعانی میں ہے کہ ویجُوز انہیں کون بیانا لعن يقول اللہ فوْقَ ذلک امر آخر و جنُوز انہیں کون دعا اے لَهُمْ مِنْ زِبَدِهِمْ وَهُوَ خَلَافُ الظَّاهِرِ یعنی اس کا جملہ دعا یہی ہو نا خلاف ظاہر ہے (روح المعانی)

أَعْمَالَهُمْ ۖ فَمَنْ يَعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَمَنْ يَعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں ۔ سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا ۔ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا ۔

(ربط) والضخی میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے وقوع قیامت اور اس میں جزا اوزرا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے ۔ بالفاظ مختصر سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت میں وقت جزا کا ذکر ہے ۔

تشریح شروع آیات میں وقوع قیامت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں ۔ ”اذا زلزلت الارض زلزالها“ ”جب زمین اپنی سخت جہنش سے ہلائی جائے گی“ ”سخت جہنش“ مفعول مطلق یعنی زلزال کا ترجمہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ ساری زمین کو نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلاڑائے گا (اس زلزلہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ ایسا یہ زلزلہ نہیں اولیٰ سے پہلے دنیا میں واقع ہو گا یا نہیں ثانیہ کے بعد جب مردے زندہ ہو کر زمین سے اٹھیں گے، اس سورت میں جو آگے احوال قیامت اور حساب کتاب کا ذکر ہے وہ قرینہ اس بات کا ہے کہ یہاں نہیں ثانیہ کے بعد کا زلزلہ مراد ہے، اور اس زلزلہ و جہش سے پھاڑ وغیرہ سب گزر زمین کے برابر ہو جائیں گے تاکہ محشر کامیدان بالکل ہمارا اور صاف ہو جائے ۔ ”وَآخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا“ ”اور زمین اپنے بوجہ باہر نکال پھینکے گی بوجہ سے مراد دینے یعنی سونا چاندی اور مردے ہیں، اور کیفیت یہ ہو گی کہ کوئی بھی اس مال و زر کی طرف ڈرائی توجہ نہ کرے گا بلکہ کف افسوس ملے گا کہ اس بے حیثیت مال و زر کی وجہ سے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا، فلاں سے قطع تعلق کیا تھا، فلاں پر ظلم کیا تھا وغیرہ وغیرہ ۔ ”وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۖ“ ”اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا یعنی کافر آدمی بوجہ تعب اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا کہ یہ اس طرح ہل رہی ہے اور سب دینے باہر آرہے ہیں، آگے جواب شرط ہے یعنی ”يَوْمَذِلَّتْ أَخْبَارَهَا ۖ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْلَى لَهَا ۖ“ اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہو گا یعنی اچھی برسی سب خبریں، مثلاً کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے فلاں کو ناحق قتل کیا تھا وغیرہ وغیرہ ۔

فائده زمین اگرچہ بے زبان ہے مگر خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس کو زبان عقل عطا فرمادے گا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے (چنانچہ درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، بتوں کا کلمہ پڑھنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، ستون حناب کا آہ و بکا کرنا احادیث سے ثابت ہے)

”يَوْمَذِلَّتْ أَشْتَانُ النَّاسِ أَشْتَانًا ۚ لَيْلَوْا أَعْمَالَهُمْ ۖ“ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں ۔ اشتات، شت کی جمع ہے بمعنی مختلف و متفرق، مطلب یہ ہے کہ لوگ باگ موقف حساب سے جب لوٹیں گے یعنی حساب سے فارغ ہو کر تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی قرار پا کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی تاکہ ان کو ان کے اعمال یعنی ثمرات اعمال دکھلادیئے جائیں، (اعمال بولا اور مراد اعمال کے ثمرات

بیں لہذا سبب بول کر مسبب مراد ہے) ”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ“ سو جو شخص ذرہ برابر نسلی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی جو شخص دنیا میں ادنیٰ درجہ یعنی ذرہ برابر بھی نسلی کرے گا وہ اس کو آخرت میں دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کا سلسلہ کام ایمان کی حالت میں کیا ہو، لہذا اگر کوئی کافر بھلا کام کر لے تو اگرچہ اس کو دنیا میں اس کا صلہ دے دیا جائے گا مگر آخرت میں اسکو اس بھلے کام پر کوئی اجر نہیں ملے گا (اور اگر کسی ایمان والے نے کچھ اچھے اعمال کئے اور کچھ برے اعمال، تو وہ بالآخر ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیا جائے گا اور مذکورہ آیت کے وعدہ کے مطابق اس کو اس کے نیک عمل کا بدلہ ضرور ملے گا اور اگر موسیٰ نے کوئی نسلی کام نہیں کیا تو خود ایمان بہت بڑی نسلی سے وہ اس کا صلہ ضرور پانے گا۔ ”وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۚ“ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کی سزا بھگتے گا، (یعنی وہ بدی اور شر جس کی اپنی زندگی میں توبہ نہ کی ہو، اور اگر توبہ سے وہ گناہ معاف ہو گیا تو اب وہ گناہ گناہ نہیں رہا) یا احمد الرأحمن، ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرماتا۔ آمین ثم آمین

یا رب میسری ہستی پر کچھ خاص کرم فرمایا ☆ بخشنے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرمایا

اختیاری مطالعہ

مرتد کے نیک عمل اگر نیکی کے کام کر کے ان کو فنا کرو یا یعنی وہ مرتد ہو گیا تو اس کے بارے میں آیت قرآن ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِ خِيمَنَكُهُ عَنْ دِينِهِ فَقَيْمَشْ وَهُوَ تَكَلُّرٌ فَأَوْلَى كَتِيبَتِ أَنْجَلِ الْمُقْدَسِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَوْلَى كَتِيبَتِ أَنْجَلِهِنَّ الْقَارِهِ هُنَّ فِيْهَا خَالِدُونَ۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (دنیا میں اعمال کا ضائع ہوتا ہے کہ اس کی بھروسی کا حکم سے نکل جاتی ہے، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں، حالت اسلام میں غمازو دوزخ جو کچھ کیا تھا سب کا لعدم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جائے تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پانے کا نہ کہ پہلے اعمال حسنہ کی، امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے چنانچہ اگر یہ حج کرچکا تھا تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد امام صاحب دوبارہ حج کو فرض کرتے ہیں، امام شافعی دنوں باتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی ابتداء سے ہی کافر ہے نہ کہ مرتد، اور کوئی نیک کام کر لے تو اس کا ثواب متعلق رہتا ہے اگر بھی اسلام لے آیا تو سب اعمال حسنہ پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مرگیا تو سب بیکار ہو جاتا ہے، حدیث اشلفت علی مَا أَشْلَفَتَ مِنْ خَيْرِ أَمْمٍ مُّحَمَّدٍ مُّصَدِّقٍ میں وارد ہے، غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے اسی وجہ سے کافر اصلی سے جزیرہ قول ہو سکتا ہے، اور مرتد اگر اسلام نہ لائے تو اگر مرد ہے قتل کر دیا جاتا ہے اور اگر عورت ہے تو جس دوام کی مزادی جاتی ہے کیوں نہ مرتد نے اپنے فعل سے اسلام کی توبہ نہ کی ہے۔ (بيان القرآن)

ملحوظہ: اگر کوئی کافر کفر پر مرگیا تو اس کے بھلے اعمال کے پیکار و ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال اس کو وائی عذاب سے نجات نہ دلائیں گے ہاں احادیث صحیح سے اتنا خود معلوم ہوتا ہے کہ اسکے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی، چنانچہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف نہیں اگر ملکہ نہ کی حمایت کی وجہ سے احادیث صحیح سے ثابت ہے، اور آیت لَا يَخْفَفُ عَنْهُمُ الْقَنَابُ سے مراد

عذاب پر کفر ہے کہ اس میں تخفیف نہ ہوگی اور جس تخفیف کا اور پر ذکر ہوا وہ اعمال کفر کے عذاب سے متعلق ہے، یعنی ایک ہے نفس عذاب جو بوجہ کفر ہوگا اور ایک ہے شدت عذاب جو بوجہ اعمال کفریہ ہوگا تو نفس عذاب میں تخفیف نہ ہوگی کہ عذاب سے خلاصی ہو جائے اور جنت رسید کر دیا جائے۔

لغات زلزلت باب فقلة (رباعی مجرد) سے ماضی مجھول واحد مؤنث غائب، زلزلة زلزلة وزلزلة: ہلاؤنا، زلزل (س) زلزا: پریشان ہونا۔ زلزال مصدر از فعل للهـ الْقَالِ واحد ثقل بوجہ (مراد وفینے اور مردے) تحقیث (تفعیل) مضارع واحد مؤنث غائب، بمعنی بیان کرتا۔ آخبار واحد خبر۔ آؤخی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آؤخی الیہ ولہ: حکم دینا، اشارہ کرنا، وحی الیہ ولہ یوحی (ض) وحیتا: حکم دینا، اشارہ کرنا۔ یَضْلُرُ مضارع واحد مذکر غائب صدر عنہ (ن) صدرًا: واپس ہونا، لوٹا۔ النَّاسُ (مرتّفی سورۃ المطفین) آشتاتا: واحد شت وشتا، مختلف، متفرق۔ یَرِزُوا (افعال) مضارع مجھول جمع مذکر غائب (دیکھئے فاراہ الآیة الکبری سورۃ النازعات) مِفْقَالٌ بمعنی برابر، جمع مشاقيل۔ (مشقال یہاں بطور اسم آلہ مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہے) ذرۃ ریت کاذرہ، (۲) چھوٹی چیزوں، جمع ذاتات (مراد قلت کو بیان کرنا ہے) خیرًا اسم (دیکھئے سورۃ الاعلی) یَرِ (ف) مضارع مجروم واحد مذکر غائب، بمعنی دیکھنا۔ شر براہی، جمع شرور۔ (خیراً و شرراً دونوں یہاں بطور اسم تفضیل مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہیں)

ترکیب اذا زلزلت الارض زلزلتها و اخرجت الارض اتفاقاها و قال الانسان مالها... اذا ظرفی مضارع من بمعنى الشرط، زلزلت فعل مجھول الارض نائب فاعل، زلزلتها مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف عليه، و آخر حرف عطف آخر جئت الارض فعل، معه فاعل (اخراج کی نسبت زمین کی طرف مجاز ہے کیونکہ مخرج حقيقی اللہ تعالی ہیں) اتفاقاها مرکب اضافی ہو کر مفعول ہے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف عليه معطوف، و آخر حرف عطف قال الانسان فعل اپنے فاعل سے مل کر قول ما اسم استفهام مبتدالها ثابت مخدوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف عليه اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضارع الیہ، مضارع اپنے مضارع الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب تحدیث کا، يومئی تحدیث اخبارها باق رہک آؤخی لها، يومئی تبدل ہے،

۱۔ حدث الامو (ن) خذلنا: پیش آتا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

۲۔ هوله وقال الانسان الح انسان میں وقول ہیں (۱) انسان اسم جس ہے اس سے مراد مون اور کافر دونوں ہیں ای المون یقول ذلک بطریق الاستعظام والکافر بطریق التعجب، ای یقول المون هناما وعد الرحمن وصدق المرسلون، وسر اقول یہ ہے کہ اس سے صرف کافر انسان مراد ہے (لذن المعان، احراب القرآن)

۳۔ یومئذ کی خوبیں جلد کے وضیں ہے ای یومئذ زلزلل الارض زلزلہ ای و تخریج الارض اتفاقاها و يقول الانسان مالها، تظاذد کاذل اور خوبیں (وکر کون سا کن کے حکم میں ہوتی ہے) دونوں سا کن ہیں پسند کاذل کو کسرہ دیتا ہے۔

إذ أذللت اخ سے (تفیر مظہری) (مبدل منه یعنی إذا اور بدل یعنی یوم منذ کا عامل شحدث ہے) تحدیث فعل ضمیر فاعل أخبارها مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ ثانی، (اور مفعول بہ اول مخدوف ہے آئی الخلق) با حرفا جر آن رہک او خی لہا جملہ اسمیہ بتاویل مفرد ہو کر مجرور (لہا تعلق او خی کے، واللام بمعنى الى اور بجائے الى کے لام کو رعایت فو اصل کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے، لیکن روح المعانی میں ہے کہ او خی کا صلہ لام بھی آتا ہے) جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا تحدیث کے، تحدیث (جو کہ بمنزلہ جزا کے ہے) اپنے فاعل اور مفعول بہ اور تعلق اور ظرف (اذا زلزلت اخ) سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

يَوْمَئِذٍ يَضْلُّ النَّاسُ أَشْتَأْتَالِلَّهُرُوا أَخْتَالَهُمْ يَوْمَئِذٍ اپنے ما بعد یَضْلُّ کا ظرف لَمْ يَضْلُّ فعل النَّاسُ ذَا الْحَالِ اشْتَأْتَالِ حَالٌ، آئی متفرقین بحسب طبقاتهم ذَا الْحَالِ اپنے حال سے مل کر فاعل، لام برائے تعلیل يَرِوا فعل مجهول، واو ضمیر نائب فاعل (جو کہ بمنزلہ مفعول اول ہے) اعْمَالَهُمْ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، آئی جزا اعْمَالَهُمْ فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا يَضْلُّ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (ال محل لہا، استینا فیہ) (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ) فتن يَعْتَمِلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا أَيْرَةٌ... فاعاطفة تفریعیہ (اعراب القرآن) ممن اسم شرط مبتداء، یَعْتَمِل فعل شرط، ضمیر هو مقتدر فاعل، مثقال ذرّة سرکب اضافی ہو کر میز یا مبدل منه خَيْرًا تمیز یا بدل، میز اپنی تمیز سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط، يَرِوا فعل مجدد، ضمیر هو فاعل هاء ضمیر مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، وَمَنْ يَعْتَمِلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرَّا أَيْرَةٌ... واو حرف عطف ممن یَعْتَمِلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرَّا ایڑہ حسب سابق ترکیب ہو کر معطوف (یَرِوا ای دیڑی جزانہ) معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل ملا کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانہہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ فمن یَعْتَمِل اخ ما قبل لیئر وا کی تفصیل ہے، لہذا اس صورت میں فاتحہ تفصیلیہ ہو گا)

۱. قوله اذا زلزلت اخ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ اذا کر مخدوف کا مفعول بہ، وای اذ کر ذلک الوقت یا نہ صرہون مخدوف کا ظرف ہو۔
۲. قوله یوم منذ اپنے مثقال ذرّة یو منذ سے بدل بھی ہو سکتا ہے اور یو منڈ اول کی تاکید بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ)
۳. قوله لیئر وا الرویہ بہ نہنا بصریہ مولڈلک غدیث شالی اثنین لان آزی یتعددی الى ثلاث، لیروا، او خی کے متعلق بھی ہو سکتا ہے، اور درہ بیانی جملہ جملہ مفترضہ۔ (روح المعانی)

۴. قوله مثقال ذرّة تمیز کے بعض احکام تمیز دو قسم پر ہے (۱) تمیز مفرد سے ہو یعنی اس کا میز ملحوظ ہو، عدد ہو یا وزن ہو یا کل ہو یا ساحت ہو یا مقیاس ہو اور اس قسم میں تمیز منسوب ہو گی، تمیز من جاہ و داخل کر کے تمیز مجرور بھی ہو سکتی ہے جیسے اشتہر صاعاً من تمیز، تمیز مجرور بالاضافہ ہونا بھی درست ہے، جیسے اشتہر صاعاً من تمیز، البتہ بعد کی تمیز منسوب ہی ہو گی، دوسری قسم یہ کہ تمیز جملہ سے ہو یعنی اس کا میز جملہ کے معنی سے طوفہ و مفہوم ہو ہو، قسم منسوب ہی ہو گی جیسے و فجورنا الا درض عیونا (اعراب القرآن وصرفہ وبيانہ)

مکیۃ

سورة العدیت

وَالْعَدِيلَتِ ضَبْحًاٌ فَالْمُؤْرِيْتِ قَذْحًاٌ فَالْمُغْيَرَتِ صَبْحًاٌ فَأَثْرَنَ بِهِ نَقْعًاٌ

شم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر چنگ کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے

فَوَسْطَنَ بِهِ جَهْنَمًاٌ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌٌ وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌٌ

ہیں۔ پھر اس وقت جماعت میں جامگھتے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اس کو خوب بھی اس کی خبر ہے۔

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌٌ

اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔

رب والضھی کی تہمید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سوت میں اس کی
زمت اور اس پر جزا کا مرتب ہونا مذکور ہے۔ (مثلاً ناشکری و حب مال جیسے اعمال قبیحہ)

تشریح اس سوت میں اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں کام آنے والے گھوڑوں کی چند صفات بیان کی اور ان کی
قسم کھا کر یہ فرمایا کہ بے شک انسان (حضرت تھانویؒ نے کافر انسان مراد لیا ہے) اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور مال
کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، واضح رہے کہ مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، یہ اللہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی
مخلوق میں سے مختلف چیزوں کی شم کھا کر خاص احکام و واقعات بیان فرماتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَالْعَدِيلَتِ
ضَبْحًاٌ“ شم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں عادیات، عذو سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے
کے ہیں، جمہور کے نزدیک جنگی گھوڑے مراد ہیں، بعض کے نزدیک اوپنٹ مراد ہیں، اور ضبھا کے معنی اس خاص آواز
کے ہیں جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے جھوٹ لیعنی پیٹ سے لکھتی ہے، یعنی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کے پیٹ
سے آواز لکھتی ہے جس کو سانس پھولنا اور سانس چڑھنا بھی کہتے ہیں۔ ”فَالْمُؤْرِيْتِ قَذْحًاٌ“ پھر ٹاپ مار کر آگ
جھاڑتے ہیں یعنی وہ گھوڑے پھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ مُؤْرِيْت بِإِثْرَا (باب افعال) سے مشتق ہے
جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو پھر ملی زمین پر چلتے ہیں تو ان کی ٹاپوں یعنی پیروں کی
رگڑ سے چنگاریاں لکھتی ہیں جیسا کہ دیا سلامی کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے، اور قذخ کے معنی ہے ٹاپ مارنا۔ (یعنی جب
گھوڑا پھر ملی زمین پر تیزی سے دوڑتا ہے تو خصوصاً جب کہ اس کے پیروں میں آہنی یعنی لوہے کی نعل ہو تو نکراوے سے آگ
کی چنگاریاں لکھتی ہے) ”فَالْمُغْيَرَتِ صَبْحًاٌ“ پھر چنگ کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں یعنی وہ گھوڑے صبح کے
وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور چھاپہ مارتے ہیں (مُغْيَرَات بِإِغْرَازَة سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے کے ہیں

اور حملہ کرنے کی نسبت گھوڑوں کی طرف مجاز ہے ورنہ حملہ تو گھوڑے والے کرتے ہیں۔ اور صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیوں کہ اہل عرب اظہارِ شجاعت کی بناء پر رات کی اندر ہیری میں چھاپے مارنے کو محبوب سمجھتے تھے، اس لیے صبح کے وقت حملہ کیا کرتے تھے۔ ”فَأَتَوْنَ بِهِ نَقْعَادٍ“ پھر وہ گھوڑے اس وقت یعنی صبح میں غبار اڑاتے ہیں نَقْعَاد کے معنی غبار کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت میں غبار اڑنا گھوڑوں کے زیادہ تیز دوڑنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ یہ وقت غبار اڑنے کا نہیں ہوتا، کسی سخت دوڑ ہی کی وجہ سے اس وقت غبار اڑ سکتا ہے، ”فَوَسْطَنَ بِهِ جَمِيعًا“ پھر اس وقت صبح میں جماعت میں جا گھستے ہیں یعنی وہ گھوڑے بے خوف و خطر دشمنوں کی جماعت اور ان کی صفوں میں جا گھستے ہیں، آگے جواب قسم ہے۔ ”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ“ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفا نہیں کرتا ”وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ“ اور اس کو خود بھی اس کی (یعنی ناشکری کی) خبر ہے۔ یعنی بھی تو انسان ابتداء ہی میں اور بھی کچھ غور و فکر کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کر لیتا ہے (ظاہر ہے کہ ایک طرف سے تو انعامات کی بارش اور دوسری طرف انسان کے قول فعل سے اس کی ناشکری اور عدم اطاعت تو انسان کو اپنی اس حرکت کا احساس ضرور ہو گا۔

میری خونخطا تیری خواعطا ☆ نہ وہ مجھے میں کم نہ یہ تجھ میں کم

”وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَهِيدٌ“ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے (مال کی محبت فی نفسہ کوئی امر قیچ نہیں ہے، لیکن اگر مال کے چکر میں پڑ کر احکام خداوندی سے غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو اب مال کی یہ حرص مذموم ہے۔ (لحب الخیر ای فی محبت الخیر)

قسم اور جواب قسم میں مناسبت اقرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان کرتا ہے تو اس چیز کو اس مضمون کے ثبوت میں دخل ہوتا ہے، اور یہ چیز گویا اس مضمون کی شہادت دیتی ہے، جواب قسم یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے اور قسم جنگی گھوڑوں کی کھائی گئی اور جنگ و جدل کا سبب بھی ایک فریق کی کنودیت اور ناشکری ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جنگی گھوڑوں کی خدمات کا ذکر کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑا محن اس وجہ سے کہ اس کا مالک اس کو گھاس اور تھوڑا سادا نہ کھلا دیتا ہے اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے، اور گھسان کی لڑائی میں اور گولیوں کی بارش میں کو دپڑتا ہے حالانکہ انسان نے اس گھوڑے کو پیدا نہیں کیا، صرف تھوڑی سی دیکھ بھال رکھتا ہے، اس کے بالمقابل انسان کو دیکھئے جو قطرہ منی سے پیدا کیا گیا ہے وہ کس قدر ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی ہی کو بھول بیٹھا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ: الْإِنْسَانَ میں الْفَلَامِ خُسِی ہے مگر جنس انسان مراد نہیں۔ یعنی کافر و مومن سب مراد نہیں، بلکہ

جس انسان کے بھض افراد مراد ہیں۔ یعنی کفار، دیگر بعض افراد اس کنودیت سے مستثنی ہیں کیوں کہ ارشاد باری ہے وقلیل من عبادی الشکور (میرے بندوں میں ٹکر گزار کم ہیں) الہذا ناٹکری و حب مال یہ دونوں خصلتیں دراصل کافر کی ہیں اور اگر کسی مسلمان میں بھی خدا نخواستہ خصلتیں پائی جائیں تو اسے ان سے بازا آجائنا چاہیے۔ (روح المعانی)

لغات العادیات (ن) اسم فاعل جمع مؤنث، العادیۃ کی جمع، دراصل العادیات ہے، مشتق من العدیوای تجربی بسرعت مثیل العدو، واو اپنے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ (روح المعانی) عدا (ن) عَذْوَا و عَذَّوَانَا و عَذَّوْا: دوڑنا، (راوی خدا میں مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑے مراد ہیں) ضمیحنا باب فتح کا مصدر، ہانپنا، دوڑنے کی حالت میں گھوڑے کا جوف سے آواز نکالنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جانوروں میں سوائے گھوڑے، کتنے اور لوہڑی کے ہانپنے کی آواز کسی اور جانور کی نہیں ہوتی (مظہری) المُؤْرِيَات باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث (پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے گھوڑے) اوڑی اشراط: آگ نکالنا، وزی (ض) وَرِیتا وَرِیَة: آگ نکالنا۔ قُلْحَا باب فتح کا مصدر، ٹاپ مارنا، قَدَح بالرَّقْبَة، چھماق سے آگ نکالنا (گھوڑوں کا فعل دار ٹاپوں کو پتھر لی زمین پر مارنا) المُغْدِرَات باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، آغاڑا اغواۃ، ساخت تاراج یعنی حملہ کرنا، چھاپہ مارنا۔ حملہ آور ہونا اصحاب الغیل کی صفت ہے، الہذا گھوڑوں کی طرف نسبت ہونا یا تو مجاز ہے یا عبارت بتقدیر مضاف ہے والا اصل فال مغیڑ اصحابہا۔ (روح المعانی) ضمیحنا دن کا ابتدائی حصہ، جمع اضباخ۔ آئُون (افعال) ماضی جمع مؤنث غائب، آثار اشارة: انہانا، اڑانا، ثار الغباز (ن) ثُورَا: گرداؤنا۔ دراصل آئُورُن تھا، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی، اور واو دراصل متحرک تھا اور اب ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین گر کیا۔ نَقْعَا غبار، جمع نقایع و نَقْوَع وَسَطْن (ض) ماضی جمع مؤنث غائب، وسط الشیع (ض) وَسَطَا وَسِطَة: در میان میں گھستا۔ بَجْعَنَا یعنی جماعت، جمع جموع۔ کُنْوَد اسم مہالفہ، برانٹا شکر، کنڈ (ن) کُنْوَدَا: ناشکری کرنا۔ شہیفہ بروزن فعیل صفت مشہہ، یعنی فاعل ہے خبر رکھنے والا، شہید شہیداً اور حاضر ہونا، اور کسی چیز کے پاس حاضر ہونا گویا اس کو جانا اور اس کی خبر رکھنا ہے اس لیے شہید کا ترجمہ ہے خبر رکھنے والا۔ وَفِي الرُّوح فالشَّهَادَةُ بِلِسانِ الْحَالِ الْذِي هُو افصح من لسان المقال، وقيل هي بِلِسانِ المقال لكن في الآخرة، وقيل شہید من الشہود لا من الشہادة بمعنى انه كفور مع علمه بکثیر الحجۃ بعین الحجۃ، باب سعی کا مصدر و محبوب و پسندیدہ ہونا۔ الخیر یہاں مراد مال ہے (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں) شہید مصبوط، (میراث سورۃ البروج)

ترکیب وَالْعَدِيدَت ضمیحنا فالْمُؤْرِيَات قُدْحَا فَالْمُغْدِرَات ضمیحنا فَأَئُونَ يہ نَقْعَا فَوَسَطْن پہ بَجْعَنَا..... واو حرف تم وجر العادیات صیغہ اسم فاعل، ضمیر هُنْ مستتر ذوالحال، ضمیحنا فعل مخدوف یَضْبَعْنَ کا مفعول مطلق،

یَضْبَخُنَ جملہ ہو کر حال، از ضمیر عادیت مَذْوِالْحَالِ اپنے حال سے مل کر فاعل، شہزاد فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف عليه، فا حرف عطف الموریت صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہن ذوالحال قَدْحَا فعل مخدوف یَضْبَخُنَ کامفعول مطلق، پھر مکمل جملہ حال از ضمیر الموریات، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شہزاد فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف عليه معطوف، فا حرف عطف المغيرات صیغہ اسم فاعل ضمیر ہن فاعل، ضبختا مفعول فی، شہزاد فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر معطوف عليه معطوف، فاعاطفہ آئُونَ فعل جمع مؤنث، ضمیر ہن فاعل، به متعلق آئُونَ کے (یہ ای بالوادی و هو مکان العدو، و قیل بعوڈ علی الصبح والباء فی کل من التفسیرین بمعنى فی) نفعا مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف عليه معطوف (آئُونَ کا عطف المغيرات پڑھے کیونکہ وہ الف لام کے لئے بمنزلہ صدھ کے ہے ای فاللاتی اغڑن فاٹرن اسی طرح القاعدیت اور الموریات بعض اللاتی عدوں فاؤرین ہے لہذا اس اعتبار سے عطف افعال علی الفعل، ہو گیا (لا محل لها) فا حرف عطف و سلطان فعل، ضمیر ہن فاعل، به اس کے متعلق (والضمیر یعود علی الصبح او علی النقع) بجھما مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف عليه اول اپنے تمام معطوفات سے مل مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مخدوف أقیس کے، اس میں ضمیر اکی فاعل پھر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم، إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُوْدٌ..... ان حرف مشہہ بالفعل الانسان اس کا ام لوبہ اپنے ما بعد کنوڈ صیغہ اسم مبالغہ کے متعلق، (واللام غیرو مانعہ من ذلک التعلق)، وَلَامَ لِلْفَاصِلَةِ وَقِيلَ لِلتَّخْصِيصِ علی سبیل المبالغة، روح المعانی) لام مزحلہ کنوڈ صیغہ اسم مبالغہ اپنے فعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف - عليه، (لا محل لها) وَإِنَّهُ عَلَى ذلِكَ لَشَهِيدٌ..... واو حرف عطف، وَإِنَّهُ لِحَتْ الخَيْرِ لَشَدِيدٌ..... واو حرف عطف، ان حرف مشہہ بالفعل ضمیر ہاء اس کا اسم، لام حرف وجہ الحیر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہوا شہید کے، لام مزحلہ شدید صیغہ صفت، ضمیر فاعل، پھر مشہہ جملہ ہو کر حرف مشہہ بالفعل کی خبر، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل مل کر جواب قسم۔

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۚ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصَّدُورِ ۚ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ

کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کے جاویں کے جتنے مردے قبور میں ہیں ۰ اور آٹکا را ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے ۰ یہ فکر ان کا پروردگار ہے قویہ ضبختا، ضبختا مصدر بعثتی ضباحت، ہو کر بھی حال ہو سکتا ہے از ضمیر عادیت، نیز العادیت کامفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ حقیقتی میں دلوں شریک ہیں لان الضبع لا یکون الامع العدو اور بھی سب تر کیسیں قدھائیں بھی ہو سکتی ہیں، اور ضبختا سے پہلے یغضبعن اور تضییع دلوں کا لے جاسکتے ہیں، اور ضبع و ذئے وقت گوڑوں کے سامنے کی آواز کہتے ہیں۔

یوْمَیْذٌ لَّخَبِيْرٌ^{۱۰}

ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

تشریح ماقبل میں یہ بیان تھا کہ انسان بڑا شکر اے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، تو اب ان آیات میں جسے مال و ناشکری پروید ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثَرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ① وَ حُصِّلَ مَا فِي الصَّدُوْرِ②“ کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔ فاعاظہ ہے اور معطوف علیہ مخدوف ہے آئی ایفعل القبائح فلا یعلم ان لغتیں وہ ایسی ایسی قسم حرکتیں کرتا ہے تو کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب قبروں کے سب مردے زندہ کئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا اور کوئی چیز پچھی نہ رہے گی، اور چوں کہ رب العالمین ہر ایک کے حال سے باخبر ہے اس لیے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، اس لیے عقلمند کا کام یہ ہے کہ ناشکری و حب مال سے باز آجائے۔ ”إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَيْذٌ لَّخَبِيْرٌ^{۱۰}“ بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے لہذا لوگوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے گا۔

فائده اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے ہر وقت باخبر ہے مگر چوں کہ آخرت میں جزا وزرا کا وقوع ہو گا اس لیے ان رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَيْذٌ لَّخَبِيْرٌ^{۱۰} میں یوْمَیْذٌ کی قید لگادی کہ ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ إذا بعثر ما فی القبور: ما سے مراد انسان ہیں حالاں کہ ما کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، اور من کا استعمال ذوالعقل کے لیے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چوں کہ اگلی آیت حصل ما فی الصدُور میں ما ہے تو اس کی مناسبت کی وجہ سے ما فی القبور میں بھی ما استعمال کر لیا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ چوں کہ ما فی القبور میں ما کا مصداق مردے ہیں اور مردے عقول کے مرتبہ میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ جمادات کی طرح بے عقل ہوتے ہیں۔ (روح، مظہری)

طلیہ عزیز یہ یاد رکھیں من اور ما میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں، البتہ ما بمعنی متن کثیر الاستعمال ہے۔

لغات بعثر رباعی مجرد باب فعل للہ سے ماضی مجرول، واحد مذکر غائب، بمعنی اٹھانا، زندہ کرنا، اللہ پلٹ کرنا۔ حصل (تفعیل) ماضی مجرول واحد مذکر غائب، بمعنی ظاہر کرنا، حاصل کرنا، حصل (ان) حضولاً: حاصل ہونا۔ الصدُور واحد الصدُر سینہ۔ خبیز باخبر، اللہ کا اسم صفت، صفت مشہر، خبر الشیئ (ان، ک) خبیز احقيقیت حال سے پوری طرح باخبر ہونا۔

ترکیب أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثَرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصَّدُوْرِ... همزہ برائے استفهام انکاری، فاعاظہ اور معطوف علیہ مخدوف ہے آئی ایفعل القبائح فلا یعلم اذا ان لغتیں وہ ایسی ایسی قسم فعل، ضمیر فاعل، إذا بمعنی وقت

مضاف، مجرد عن الشرط، بِعِثْرَةِ مَا فِي الْقُبُورِ جملہ ہو کر معطوف علیہ (ما اسم موصول فی القبور ثبت کے متعلق ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے نائب فاعل) وَأَعْاطَهُ حُصْلًا مَا فِي الصُّدُورِ جملہ ہو کر معطوف (ما فی الصدر حسب سابق اسم موصول مع صلہ ہو کر نائب فاعل) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر یَعْلَمُ کا مفعول بہ (روح المعانی میں ہے و قیل ان اذا مفعول بہ لیعلم علی معنی افلا یعلم ذلک الوقت واضح رہے کہ جب علم معرفت کے معنی میں ہو تو علم کے لئے ایک مفعول بہ کافی ہے) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (ینفعل القبائح) اپنے معطوف سے مل کر جملہ متنافہ لِمَ إِنْ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَ مِيقَاتِ الْجَنَاحِيَّةِ إنْ حِرْفُ مشہہ بال فعل رَبَّهُمْ (ای المبعوثین) مرکب اضافی ہو کر اسم ان، بهم اور یوم میعنی دنوں متعلق مقدم خبیث کے، لام مزحلہ برائے تا کید، خبیث صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شہہر اپنے فاعل اور متعلق مقدم اور ظرف مقدم سے مل کر خبر، حرف مشہہ بال فعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ۔

سورۃ القاریعہ مکیۃ

الْقَارِعَةُ ۖ مَا الْقَارِعَةُ ۖ وَ مَا آذْرَكَ مَا الْقَارِعَةُ ۖ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑک رانے والی جیز کیسی ہے وہ کھڑک رانے والی جیز اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہی کچھ ہے وہ کھڑک رانے والی جیز جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو

الْمَبْتُوثُ ۖ وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۖ فَأَمَّا مَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ

جاویں گے اور پہاڑ دھکی ہوئی رکھنے اون کی طرح ہو جاویں گے پھر جس شخص کا پلہ بساری ہوگا ۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۖ وَ أَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأَمَّا هَاوِيَةٌ ۖ وَ مَا آذْرَكَ

وہ تو غاطس رخواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ بکا ہوگا اس کا نہ کانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ

مَاهِيَةُ نَارٍ حَامِيَةٌ ۖ

کیا چیز ہے ایک دھکی ہوئی آگ ہے ۔

ل۔ دوسری ترکیب اس طرح ہو سکتی ہے کہ إذا بعثْرَةً کا عامل مقدر مانا جائے اور عبارت اس طرح ہو، افلا یعلم الانسان فی الدنيا اثناً تجازیہ اذا بعثْرَةً اس وقت اذا بعثْرَةً تجازیہ کاظرف ہوگا، اور اثناً تجازیہ اس فعل مذکور یعلم کے لئے دمغولوں کے درجہ میں ہوگا، اور ان رہنم بہم یو منہ لخبر فعل نجائزی کی تقلیل، ای لآن رہنم اس اس وقت اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ یعلم فعل کے لئے بمنزلہ دمغولوں کے ہو، ھونہ مانی القبور ای را ذمہ مال کونہم اذذا ک بمعزز من رتبۃ العقلاء۔

الْبَحْرُ والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے جزا اوزرا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت آنے کی ایک خاص حالت کہ اس وقت انسانوں اور پھراؤں کی ایک خاص کیفیت ہوگی اس کو بیان کیا ہے، اور پھر اس کے بعد اعمال کے وزن کئے جانے اور ان کے ملکے بھاری ہونے پر جزا اوزرا کا بیان ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”الْقَارِعَةُ ۖ مَا الْقَارِعَةُ ۖ وَمَا آذَانَكَ مَا الْقَارِعَةُ ۖ وَهُنَّا كُهْرَانَةٌ وَالْيَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشُ الْمُبَتُوْثُ ۖ وَتَكُونُ الْجِيَانُ كَالْعُفْنِ الْمَنْفُوشُ ۖ“ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے، اور پھراؤ دھنی ہوئی رکھیں اون کی طرح ہو جائیں گے۔ ہبڑا ہٹ اور کھڑکھڑانے کا یہ عظیم حادثہ اس وقت ہو گا جب لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں پریشان حال پروانوں کی طرح سرگردان اور بدجواب ہوں گے، یہاں آدمی کو پریشان پروانوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ تشبیہ چند چیزوں میں ہے، نمبر ایک کثرت میں کہ جس طرح روشنی کے آس پاس پروانوں کا ہجوم رہتا ہے، اسی طرح سارے اولین و آخرین انسان ایک میدان میں جمع ہو جائیں گے، نمبر دو کمزور اور عاجز ہونے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانوں میں کوئی دم خم نہیں ہوتا بلکہ عاجز و کمزور ہوتے ہیں اسی طرح انسان اس دن شدت ہوں اور بدجوابی میں مثل پروانوں کے عاجز و کمزور اور بے بس ہوں گے، نمبر تین بے چینی اور بے تابی میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پرانے روشنی پر آنے کے بعد بے چین پھرتے ہیں کوئی ادھر کواڑ رہا ہے اور کوئی ادھر کو جا رہا ہے، اسی طرح انسان بے چینی اور مارے ہبڑا ہٹ کے کوئی ادھر کو پھرے گا اور کوئی ادھر کو (البیت بعض خاص موئین اپنی قبروں سے مطمئن اٹھیں گے، گو ضعف و کمزوری سب کو عام ہوگی) دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ پھراؤ با وجود مضبوط اور بھاری بھر کم ہونے کے اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح دھنی ہوئی اون کے اجزاء ہوا میں اڑتے ہیں۔ (غہنون کے معنی رکھیں اون کے ہیں، اور منقوش صیغہ اسم مفعول کے معنی دھنی ہوئی کے ہیں، یاد رکھئے کہ اون کے ساتھ رکھیں ہونے کی قید اس وجہ سے ہے کہ پھراؤں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی کوئی سرخ، کوئی سفید، اور کوئی کالا۔ لہذا مختلف رنگوں کے پھراؤ جب چورا چورا ہو کر اڑتے پھریں گے تو دیکھنے میں ایسا لگے گا کویا وہ پھراؤ دھنی ہوئی رکھیں روئی یا اون کے اجزاء ہیں)

”فَآمَّا مَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۖ“ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہو گا وہ خاطر خواہ

آرام میں ہوگا۔ اس آیت میں اعمال کے وزن کرنے کا بیان ہے کہ انسانوں کے اعمال تو لے جائیں گے، نہیں جائیں گے، لہذا جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا یعنی جو مومن ہو گا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی نجات پا کر جنت میں جائے گا۔ ”وَ أَمَّا مَنْ خَفَقَتْ مَوَازِينُهُ فَأُمَّةٌ هَاوِيَةٌ“ اور جس شخص کا پلہ ہلاکا ہوگا اس کا مٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ یعنی جس کا ایمان کا پلہ ہلاکا ہوگا فر ہوگا اس کا مٹھکانا ہاویہ ہوگا، ہاویہ کے معنی الگی آیت میں ہے ”وَ مَا أَذْرَكَ مَاهِيَةً تَأْرِخَامِيَةً“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے یعنی ہاویہ کیا چیز ہے، فرمایا ایک دلکش ہوئی آگ ہے۔ (لہذا یہ دلکش ہوئی آگ ہی کافروں کا مٹھکانا ہوگا)

وضاحت: اوپر آپ نے پڑھا کہ جس کا پلہ ہلاکا ہو گا وہ جہنم میں جائے گا تو یہ بات واضح رہے کہ پلہ کا ہلاکا ہونا بوجہ قلت ایمان کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ عدم ایمان کے ہوگا، یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے لئے مخصوص ہو گا وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہو گا تو یقیناً خالی پلہ بھرے ہوئے کے مقابلہ میں ہلاکا ہوگا، اور اوپر کو اٹھ جائے گا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایمان و کفر کے علاوہ اعمال حسنة و سیئة کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن کی بعض آیات جیسے وضع الموازين القسط لیوم القيمة فلا تظلم نفس شيئاً و ان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها (هم قیامت کے دن انصاف کی ترازو و قائم کریں گے اس لئے کسی شخص پر ادنی ظلم نہ ہوگا، جو بھلائی یا برائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کی ہے وہ سب میزان عدل میں رکھی جائے گی) اور دیگر احادیث کثیرہ سے تمام اعمال کا موزون ہونا ثابت ہے، لہذا ایک دفعہ کے تول سے مومن و کافر الگ الگ ہو جائیں گے (ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلہ میں اگر مومن ہے تو ایمان رکھا جائے گا اور کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا) پھر دوسری مرتبہ ایک تول ہوگا ایک پلہ میں مومنین کی حسنات یعنی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلہ میں ان کی سینکات رکھی جائیں گی اگر حسنات غالب رہیں تو جنت اور اگر سینکات غالب رہیں تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعتراف اس کیلئے تجویز ہوگی، (بشر طیکہ وہ گناہ حقوق العباد میں سے نہ ہو) پھر خواہ شفاعت سے، قبل سزا کے یا سزا پانے کے بعد مغفرت ہو جائیگی اور مومن ایک نہ ایک دن جنت میں پہنچ جائے گا، اس سورت میں بظاہر پہلے تول کا بیان ہے (کلمہ من بیان القرآن)

سوال: اعمال میں تو وزن نہیں ہوتا تو پھر ان کو کیسے تولا جائے گا؟

جواب: ایک صورت تو یہ ہے کہ نامہ اعمال تو لے جائیں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعمال مجسم ہو جائیں گے، اور ایک جواب یہ ہے کہ وزن کے لیے جسمیت کا شرط ہونا اس عالم دنیا کے ساتھ خاص مانا جائے، عالم آخرت میں غیر اجسام کا وزن بھی ممکن ہو گا اور آج کل تو طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہونے کی وجہ سے یہ چیز قابل تجربہ نہیں رہتی۔ (حسین احمد)

اختیاری مطالعہ

موازین جمع کیوں اموازین، میزان معنی ترازو کی جمع ہے، اس کو جمع کیوں لایا گیا جب کہ ترازو ایک ہو گی اس کے تین جواب یعنی لغات لکھ دینے گئے، (بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک بندہ کی ترازو الگ الگ ہو گی، کیوں کہ متن معنوی اعتبار سے جمع ہے

اور اس کے مقابل موازین بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع کے مقابل جب لائی جاتی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اکائیوں کو اکائیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے پس اس صورت میں ہر شخص کی ترازو و جدا جدا ہونا لازم آتا ہے۔

بعض کے اعمال تو لے نہیں جائیں گے علامہ قرطیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے ان کے اعمال کو وزن کرنے کے لیے میزان کو نصب نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو ایک براءت نامہ دے دیا جائے گا۔ کافر کی حنات کا ذکر سورۃ الزلزال میں آگیا، اتنا یاد رکھئے کہ اس کی حنات کو تو لا نہیں جائے گا وہ بوجہ کفر کسی کام کی نہیں ہوں گی قرآن میں ہے اولنک الذین کفروا بآیت رہمہ ولقاء، فحبطت اعمالہم فلانقیم لہم بوم القيامت وزنا (پا)

تو لہ نماز حامیۃ: آگ تو گرم ہوتی ہے تو پھر حامیۃ کی قید کیوں لگائی۔ دیکھئے سورۃ الفاطیۃ میں۔

لغات القارعۃ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، کھڑکھڑانے والی، مراد قیامت ہے، قرع (ف) فرع: کھڑکھڑانیم الفراش الفراشة کی جمع، پروانہ، الفراش یہاں بطور اسم جنس کے مستعمل ہے، اسی لئے اس کی صفت کو یہاں مفرد مذکر لایا گیا ہے المَبْعُوث (ن) اسم مفعول واحد مذکر، بمعنی منتشر، پریشان، بٹ (ن) بٹا: پھیلانا، منتشر کرنا۔ العَيْن رُكْمین اون، جمعہ عَيْنُهُوں۔ الْمَنْفُوش (ن) اسم مفعول واحد مذکر، نقش القطن او الصوف (ن) نَفْشَا وَنَفْوَشَا: روئی یا اون وغیرہ دھننا۔ فَقْلَث (ک) ااضی واحد مؤنث غائب، شلل (ک) ثقلاؤثقالدہ: بھاری اور وزنی ہونا۔ مَوَازِينہ، میزان کی جمع، ترازو (یعنی جس میں بندوں کے نیک و بد اعمال تو لے جائیں گے) اسم آلہ از وزن (ض) وزنا و وزنہ: وزن کرنا (۲) موزون کی جمع، مراد اعمال (تفسیر مظہری)

فائدہ موازین (بمعنی ترازو) کو جمع لانا یا تو اس لئے کہ عرب لفظِ جمع کو کبھی واحد پر بھی واقع کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا سکیا ہے کہ چونکہ ہر بندہ کیلئے ترازو نصب کی جائے گی اور وہ اگر چہ ایک ہی ہے مگر جن کے اعمال تو لے جائیں گے وہ متعدد ہیں اور ہر ایک کے لیے اس کو نصب کیا جائے گا۔ اس لئے اس کو جمع لایا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ وہ دو پڑوں اور ایک ڈنڈی پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے اس کو جمع سے تعبیر کر دیا۔ (بیان القرآن) عیشۃ زندگی، گذران، مصدر، عاش (ض) عیشَا وَعیشَةً وَمَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی و آرام حاصل مصدر ہوگا) راضیۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث یہاں فاعل کا یہ صیغہ یا تونبت کے لیے ہے لابن و تامر کی طرح، ای ذات رضا، خوشی والی، یعنی ایسا عیش جس سے دوسرا خوش ہو (جلالین) باقی البلاغہ کے تحت دیکھئے۔ خَفَّة (ض) ااضی واحد مؤنث غائب، خف (ض) خَفَا وَخَفَّة: (بالكسر وبالفتح) ہلکا ہونا۔ أَمْ (ٹھکانا) اصل، ماں، جمع امّہات (یہاں مراد ٹھکانا ہے) ہاویۃ نار کا اسم علم، (دہقی ہوئی آگ) (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ، روح المعانی) ہوی (ض) ہوئا: گرنا، اتنا۔ ہیئہ اس میں ہی ضمیر ہے اور آخر میں ہا مسکتہ کی ہے تاکہ یاء ضمیر کے فتحہ کی حفاظت رہے (ہا مسکتہ کی تعریف "مشکل ترکیوں کا حل"

1. حادث کو کبھی تاریخ کہتے ہیں کیونکہ وہ لوں کو مگر اہم اور دہشت سے ارزاد ہیتے ہیں۔

میں) لازم (گذر چکا) حامیۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، حمیۃ الناز (س) حمیۃ و حمیۃ: تیز اور گرم ہونا۔

البلاغۃ: عیشہ راضیۃ: میں مجاز مرسل ہے اس لئے کہ راضی ہونے والا عیش نہیں ہوتا بلکہ صاحب عیش ہوتا ہے، اس میں علاقہ محلیت ہے، وقیل راضیۃ بمعنی مرضیۃ (ماجرا مرسل کی قسمیں نجوم الحوائی میں مذکور ہیں)

ترکیب القاریعۃ مَا القاریعۃ... القاریعۃ مبتدا (او ہی نعمت لمنعوت آی القيامة التي تقع القلوب باهواها) مَا اسم استفهام تعظیمی مبتدا القاریعۃ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (والرابط هو اعادة المبتدأ بالفظه) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو اس و مَا أَدْرَكَ مَا القاریعۃ... وَاعْتَرَاضِيَهُ ما اسم استفهام تعظیمی مبتدا، آذی فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول، مَا اسم استفهام تعظیمی مبتدا القاریعۃ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترض۔ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعَهْنِ الْمَنْفُوشِ... يَوْمَ مضاف (اور یہ اپنے مضاف الیہ سے مل کر اس فعل مخدوف کا ظرف ہے جس پر القاریعۃ دال ہے آی تفرغ القلوب یوں اخ) یکون فعل ناقص الناں اسم كالفراش المبثوث جار مجرور متعلق ہو کر فعل ناقص کی خبر (الفراش المبثوث موصوف صفت ہو کر مجرور ہے) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف تكون الجبال كالعهن المنفوش، حسب سابق ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاد الیہ، مضاد اپنے مضاد الیہ سے مل کر ظرف ہو اس فعل مخدوف تفرع کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ فَإِمَّا مَنْ قُلْتَ مَوَازِينَ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ..... فَإِسْتِئْنَافِ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور اعراب القرآن کی الدین الدرویش میں اس فاء کو تفریعیہ لکھا ہے، بیان القرآن کی تشریع کے اعتبار سے یہ فاعلیہ بھی ہو سکتا ہے) آقا حرقو شرط و تفصیل ممن اسم موصول قُلْتَ فعل موازینہ مرکب اضافی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلة، اسم موصول مع صلة کے مبتدا، فارابط برائے جواب آما، ہو مبتدافی حرقو جر عیشہ راضیۃ مرکب تصفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (الا جل لہما) وَإِمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينَ فَأُمَّةٌ هَاوِيَةٌ..... وَاو حرف عطف آقا حرقو شرط و تفصیل ممن خفت موازینہ حسب سابق اسم موصول مع صلة کے مبتداف اف اربط امة هاویۃ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ

۱۔ قوله القاریعۃ: قرء عیشی القاریعۃ (بالنصب) کو خرج علی انبساط اس فاعل آیا ذکر القاریعۃ (روح المعانی)

۲۔ قوله يوم ہی کون الخ یطلیل مخدوف اذکر کا مفعول پہ بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن، روح المعانی) قوله كالفراش اخ اگر یکون یک نامہ اس نامہ تو ہم كالفراش اخ الناس سے حال ہو جائے گا ای موجودون فی العشر حالة کونہم كالفراش المبثوث

اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانہ، وما ادراک ماہیہ اس کی ترکیب و ما ادراک ما القارعہ کی طرح ہے (ماہیہ، ما اسم استفہام مبتدا، ہی خبر (مرجع هاویہ) نا^۱ حامیۃ مرکب تو صیغہ ہو کر مبتدا مخدوٰف ہی کی خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ۔ (مستانہ بیانیہ)

مکیۃ سورۃ الشکاڑ

الْهَمْكُمُ الشَّكَاثُرُ ۚ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۖ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

خواہ تم کو غافل کئے رکتا ہے ۰ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو ۰ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم

تَعْلَمُونَ ۖ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۖ لَتَرَوْنَ الْجَحِيمَ ۖ ثُمَّ لَتَرَوْنَهَا عَيْنَ

ہو جائے گا ۰ ہرگز نہیں اگر تم یقین طور پر جان لیتے ۰ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے ۰ پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے

الْيَقِينِ ۖ ثُمَّ لَتُشَعَّلُنَّ يَوْمَ مِيزَانِ النَّعِيمِ ۖ

جو کہ خود یقین ہے ۰ پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھو گی ۰

رِبَطٌ والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے غفلت عن الآخرة کا ترک کرنا ہے سواس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کیا ہے کہ دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کئے رکتا ہے اور یہ اس کے لئے آخرت کی تباہی اور نقصان کا سبب ہے، ”**الْهَمْكُمُ الشَّكَاثُرُ ۚ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۖ**“ خواہ تم کو غافل کئے رکتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ دنیوی سامان مثلاً مال و دولت، اولاد وغیرہ پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکتا ہے یعنی کوئی کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس مال و اولاد زیادہ ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میری عزت و مرتبہ بڑا ہے، الغرض شب و روز یہی ذہن لگی رہتی ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاتے ہو، یعنی اسی غفلت میں زندگی برباد کر دیتے ہو یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور آدمی مر کر قبرستان پہنچ جاتا ہے:

رنگ ظاہر پر جو تو مفتون ہے، طفل نابغہ ہے یا مجنوں ہے
جب گیا ظاہر کے اس کارنگ و برو، کیا کرے گا پھر بتائے نیک خوا!

”**كَلَّا**“ ہرگز نہیں، یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت و انکار ہے ”**سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۖ**“ تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے یعنی تم کو اس فخر و غرور کا بر انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا (یعنی قبر میں

جاتے ہی) ”ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝“ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ یعنی پھر دوبارہ متذہب کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ چیزیں قابل فخر اور آخرت قابل غفلت و انکار نہیں تم کو بہت جلد اس کا برانجام قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں معلوم ہو جائیگا، ”كَلَّا ۝“ پھر تیری مرتبہ تم کو متذہب کیا جاتا ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ چیزیں قابل توجہ اور آخرت قابل غفلت و انکار نہیں، ”لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝“ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یہ شرط ہے اور جزا مقدر ہے ای لما الہکم الشکاٹ) مطلب یہ ہے کہ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے، یعنی اگر تم لوگ دلائل صحیحہ سے اس تفاخر کے انجام کو جان لیتے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان پیچ ہیں تو کبھی اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے، آگے اس وعدید کی تاکید اور تهدید کی تشدید ہے کہ ”لَتَرَوْنَ الْجَهَنَّمَ ۝“ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر مکر رتاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ ”ثُمَّ لَتَرَوْنَهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝“ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے یعنی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرو گے (یعنی یہ دیکھنا دلائل اور استدلال کی راہ سے نہیں ہو گا کہ جس سے یقین حاصل ہونے میں کبھی دیر بھی لگتی ہے بلکہ یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہو گا لہذا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کو عین اليقین یعنی نفس یقین سے تعبیر فرمایا) ”ثُمَّ لَتُشَكَّلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝“ پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا حق، ایمان و اطاعت کے ساتھ بجالائے یا نہیں۔

حدیث: رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہو گا وہ تندرتی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرتی نہیں دی تھی، اور کیا ہم نے تمہیں مٹھنڈا اپانی نہیں پلایا تھا (معارف القرآن)۔

اہم بات: بیان القرآن میں لکھا ہے کہ لتسشنل کا خطاب عام ہے کہ نعمتوں کا سوال سب سے ہو گا اور پہلے خطابات بقیرہ ردع و رویت جہنم کے کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

اختیاری مطالعہ

قولہ علم اليقین یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم اليقین یعنی وہ کامل تصدیق جو ہر قسم کے شبہات سے پاک ہو مگر اس کی بنیاد خبر پر ہے جسے جنت کے تحقق کا یقین کہ چاہ سلمان اس کا انکار نہیں کرتا، عین اليقین کی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا جیسے اہل جنت کا حساب و کتاب سے فارغ ہو کر دخولی جنت کیلئے جانا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ حق اليقین اس یقین کی مباشرت، مثلاً جنتیوں کا جنت کے عیش و آرام میں مشغول ہو جانا، اس وقت اہل جنت کو جنت کا حق اليقین حاصل ہو گا۔

قولہ لَتُشَكَّلُنَّ الْخ: ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے قدم پلی صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہ کر لی جائے۔ (۱) عمر کہاں کھپائی (۲) جوانی کہاں گنوائی (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا (۴) ماں کہاں سے کایا اور کہاں خرچ کیا (ظہری)

لغات الْأَنْهَى باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، غافل کرنا، مادہ لہو ہے، لَهَا عن الشَّيْءِ (ن) لہیا: غافل ہونا۔ الشکاٹ باب تفاعل کا مصدر، کثرت پر فخر کرنا، کثیر (ک) کثرة: کثیر ہونا۔ زُرْتُمْ (ن) ماضی جمع مذکر حاضر، زارہ

(ن) زیارت: زیارت کرنا، ملاقات کرنا، (علی وزن فلئم صفت الزاء للدلالة على أن اصل الالف الواو) المقابر، مقبرۃ کی جمع، قبرستان (قبراً و مقبراً: فن کرنا) اليقین صیغہ صفت، یقین الشیء، (س) یقنا: واضح ہونا، الشیء و بہ: جانتا، یقین حاصل کر لینا۔ یقین، طبیعت قلب کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں کسی تم کا استباذه ہو۔ لترؤں (ن) لام تا کید بانوں تا کید لقیلہ در فعل مستقبل معروف، صیغہ جمع ذکر حاضر، مادہ رائی ہے بمعنی دیکھنا۔ عین بمعنی النفس، جیسے جاء زید عیشہ ای نفسہ۔ لشتن (ف) لام تا کید بانوں تا کید لقیلہ در فعل مضارع مجهول، صیغہ جمع ذکر حاضر (باب وغیرہ کا استعمال عمیق پرسائلون کے من میں) التعیم (مزفی سورہ الانفطار)

ترکیب الهُكْمُ التَّكَاثُرُ حَتَّى رُزْمُ الْمَقَابِرِ.....اللَّهُ فَعْلٌ كُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ بِالْتَّكَاثُرِ فَاعِلٌ، حتی حرف جر، آن مصدریہ مقدر، رُزْمُ فعل ثم ضمیر فاعل، المقابر مفعول بہ، جملہ فعلیہ تاویل مفرد ہو کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور الہنی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، كَلَّا سُوفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سُوفَ تَعْلَمُونَ.....كَلَّا حِرْفِ رَدْعٍ (آی ردغ عن التکاثر) سوف حرفا استقبال تعلمون فعل، واد ضمیر فاعل، اور مفعول بہ مخدوف ہے آئی سوء عاقبۃ التفاخر (والعلم بمعنى المعرفة المتعددة لواحد، روح المعانی) ثُمَّ حرفا عطف کلا سوف تعلمون، تکریز تا کید الردع مکمل جملہ معطوف، (وفی ثم دلالة على أن الشانی ابلغ من الاول ولكونہ ابلغ تزل منزلة المغايرة فغطف وقيل الاول عند الموت او في القبر والثانی بعدبعث، تفسیر مظہری، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متناقض ہوا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ... کلا تا کید للرد بعد تا کید (تفسیر مظہری، جلایں میں ہے کہ کلام کی حقا ہے) لو حرفا شرط تعلمون فعل، ضمیر واد فاعل اور مفعول بہ مخدوف ہے آئی عاقبۃ التکاثر، علم اليقین مفعول مطلق (اصلہ العلم اليقین) اور یقین بمعنى متيقن ہے، (اضافۃ الموصوف الى الصفة) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مخدوف اور مفعول مطلق سے مل کر شرط اور جواب شرط مخدوف ہے، آئی لقا الہا کم التکاثر۔

فائده لا یصح أن يكون قوله لترؤن الجحیم هو الجواب لأن محقق الواقع فلا يعلو (اعراب القرآن) اگرچہ روح المعانی میں تاویل کے ساتھ اس کو جواب لو بنانے کو جائز قرار دیا ہے فارجع الی۔

لَتَرُوْنَ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرُوْنَهَا عَلَيْنَ الْيَقِينِ ثُمَّ لَتُشَتَّلُنَّ تَوْمِيدٍ عَنِ التَّعْيِمِ.....لام موظنه للقسم

۱۔ ترؤں اس سے میں کلمہ یعنی ہمزہ اور لام کلمہ یعنی یا مدنوں مخدوف ہیں، اس کی اصل تراجمیون تھی، یا تحرک مامل مخون، یا کاف نے بدل دیا، ہم الف کو بوجہ تمامہ ساکنین ساقط کر دیا، پھر ہمزہ کی حرکت فتح مامل را کو دی اور ہمزہ کو بوجہ تقلیل اور بوجہ تمامہ ساکنین حذف کر دیا، پھر نون جمع کو بوجہ تخلی نون تا کید لقیلہ اور بوجہ نون نون جمع ہونے کے حذف کر دیا، اور واد کو بوجہ جماعت ساکنین حرکت ہم دی لترؤں ہو گیا۔

۲۔ یا جواب قسم لما شغلتم بالتفاخر مانیے یا الفعلتم ما لا يسكن و صفة یا الرجشم عن الكفر والتکاثر۔

اور تم مخدوف ہے آئی والله ترؤن فعل، واؤ ضیر فاعل، (اور یہ نون، نون تا کید ہے) المھم مفعول ہے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، وُلَّ حرف عطف (تکریر للتاکید و ثم للدلالة على الابلغية، روح المعانی) لام موطنة للقسم ترؤن فعل با فاعل، ہآ ضیر مفعول بہ، عین اليقین مفعول مطلق (یہ مصدر مخدوف کی صفت ہے آئی رویہ عین اليقین، یارویہ ہی نفس اليقین گویا اپنی آنکھوں دیکھ لینے کو عین اليقین سے تعبیر فرمایا مبالغہ، لہذا اس بات کا احتمال بھی دفع ہو گیا کہ رویت اس جگہ علم کے معنی میں ہے کہ اس کو دمفعول چاہیں۔ یا ہمارہ راست اس کو مفعول مطلق مانا جائے لان الرویہ والمعاینہ شیئ واحد) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے ملکر معطوف علیہ معطوف، ثم حرف عطف لِتُشْتَلِّنَ يَوْمَئِلَعَنِ التَّعْيِمِ، لترؤنہا کی طرح ہے (لام قسیہ ہے) یومئیل لتسنل کاظف (ای یوم اذ ترونہا) عن الشعیم متعلق لتسنل کے، فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جواب قسم۔

مکیۃ سورة العصر

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ وَتَوَاصَوْا قِيمَہ زمان کی ۰ کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے ۰ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک درسے کو حق کی لمباش کرتے رہے اور

بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّابِرِ ۝

ایک درسے کو پابندی کی لمباش کرتے رہے ۰

وَالضَّحْى کی تہبید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مبلغہ ان کے اپنی عمر کو ضائع کرنے سے بچانا اور اس کو اعمال طاعات میں صرف کرتا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح و شان نزول: شان نزول یہ ہے کہ کلدہ بن اسید جوز ماتہ جاہلیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اس نے صدیق اکبر سے ملاقات کی، اور کہا کہ آپ نہایت عتل مندی سے تجارتیں میں نفع کرتے تھے، آپ کو کیا ہوا کہ ایک دم خسارہ میں پڑ گئے، باپ دادا کا دین بھی چھوڑ دیا اور لات و عزی کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاقت سے مایوس ہو گئے، صدیق اکبر نے اس سے فرمایا کہ جو حق کو قبول اور نیکی کو اختیار کر لیتا ہے وہ ہرگز خسارہ میں نبیس رہ سکتا، چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمایا کہ صدیق اکبر کی تائید فرمائی۔ لترونہا الخ کی حسم علیہ بھی مخدوف مانی جاسکتی ہے اور اس کا مغل پر عطف کرنا بھی درست ہے اسی طرح لتسنل بھی ہے، حمل حسم کو مخدوف کر کش ہے اور حروف قسم میں سے غیر باء کے ساتھ ناصل ہے جیسے لاتقلیٰ کندا ایسا یہ اللہ لا نسلیٰ کندا (عن اللہ)

ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارہ میں ہے یعنی جنت کی نعمتوں سے محرومی اور عذاب جہنم کی مشغولی، مگر اس خسارہ اور نقصان سے وہ لوگ مستثنی ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں، ایمان، عمل صالح، دوسروں کو اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں اور اعمال کی پابندی کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں، ”وَالْعَضْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ“ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں رنج اور خسارہ واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے خسارہ میں ہے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ“ مگر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ دونوں اپنے نفس کے لئے کمال کی چیزوں ہیں) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی وصیت کرتے رہے، (یہ بعد کی دونوں چیزوں ہیں دوسروں کی تکمیل اور ان کے نفع کے لئے ہیں) لہذا یہ لوگ جنہوں نے یہ چار کام کئے تو وہ خسارہ میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں۔

وضاحت: تواصی وصیت سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں کسی شخص کو تاکید کیسا تھوڑا موثر انداز میں نصیحت کرنا، اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے ماں میں سے کسی کو کچھ دئے جانے کی تاکید کرتا ہے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں، لہذا تواصی بالحق کا مطلب ہے اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرنا، اور تواصی بالصبر کا مطلب ہے اعمال صالح کی پابندی اور معاصی سے اجتناب کی نصیحت و وصیت کرنا، صبر کے معنی دراصل نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں لہذا صبر کے مفہوم میں اعمال صالح کی پابندی بھی داخل ہے اور نفس کو معاصی سے روکنا بھی داخل ہے، (صبر کی تین قسمیں ہیں، صبر علی الطاعات، صبر عن المعاصی، صبر علی المصائب)۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت انسان کے تمام اعمال، اخلاق، ایمان، حرکات و سکنات، نشونما وغیرہ سب زمانہ ہی کے اندر ہوتے ہیں، اور جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی وہ بھی اسی زمانہ کے میں وہاں میں ہوں گے لہذا اس مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

لغات العصر اسم بمعنی زمانہ عند المحققین، جمع آغصر و غصور و أغصار۔ الانسان (ما قبل میں گذر چکا) خسیر بمعنی خسارہ باب سمع کا مصدر، خسیر (س) خسراً و خسارةً و خسراً آنَا: نقصان اٹھانا (خسارہ کے معنی میں خسیر بطور اسم یا بطور حاصل مصدر مستعمل ہے) الصالحات سورۃ الانشقاق میں گذر چکا ہے۔ تواصوا (مرفی سورۃ البلد) الحق (مرفی سورۃ النبأ) مرادی معنی، تشریع و ترجمہ کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الصبر (سورۃ البلد میں گذر چکا)

ترکیب وَالْعَضْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ... والْعَضْر جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مخدوف اقسام کے، فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم، ایق حرفا مشہر با فعل الانسان (اسم جنس) مستثنی منه لام متعلقہ فی خسیر متعلق کائن کے ہو کر خبر (والتنوین قبیل للتعظیم

ای فی خسرو عظیم ویجوز آن بکون للتنویع ای نوع من الخسر غیر ما یعرفه الانسان، روح المعانی) الْحَرْفُ استثناء الذین اسم موصول آمُنُوا فعل بافاعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ واو حرف عطف عِلُوا فعل بافاعل الضلخت مفعول به، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تو اصوا بالحقی فعل فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تو اصوا بالصبر فعل، فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ملا کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنی، مستثنی منہ اپنے مستثنی سے مل کر حرف مشہہ بالفعل کا اسم، حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب تم۔

مکیۃ سورة الْهَمْزَة

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لَّمَرَّةٌ إِلَّذِي جَمَعَ مَالًا وَ عَدَدَةٌ

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو ۔ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گناہو ۔

يَخْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ كَلَّا لَيُنَبَّذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ

وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اسکے پاس مدار ہے گا ۔ ہرگز نہیں واللہ وہ شخص انکی آگ میں ڈالا جاوے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے ۔

وَ مَا أَذْرَكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُؤْقَدَةُ

اور آپکو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے ۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلطائی گئی ہے ۔

الَّتِي تَطَلِعُ عَلَى الْأَفْدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ

جو دلوں تک جا پہنچے گی ۔ ” ان پر بند کر دی جاوے گی ۔ بڑے بے بے ستونوں میں ۔

(ربط) والضخی کی تہمید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اپنے کو ایسی خصلتوں سے بچانا ہے جو عذاب کا سبب نہیں اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشريح و شان نزول: اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے تین سخت قسم کے گناہوں پر عذاب شدید کی وعید بیان فرمائی اور پھر اس عذاب کی شدت کا بیان فرمایا، وہ تین گناہ یہ ہیں هُمْزَة، لَمْزَة، جَمَعٌ مَالٌ، اور شان نزول کے سلسلہ میں مقاتل نے فرمایا کہ ولید ابن مخیرہ رسول اللہ ﷺ کی پیشہ یچھے غیبت کرتا اور رو در رو طعنہ دینا تھا اس کے متعلق اس سورت کا نزول ہوا (مظہری)

”وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لَّمَرَّةٍ“ بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در

رو طعنہ دینے والا ہو، ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں سخت گناہ ہیں، همز یعنی پس پشت عیب نکالنا غیبت کھلا تا ہے اور غیبت کی عید یہ قرآن و حدیث میں بڑی شدید آئی ہیں اور غیبت ایسا گناہ ہے کہ اس کے اندر اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی، اور جس بیچارے کی غیبت ہو رہی ہے اس کو جبرتک بھی نہیں کہ اپنی صفائی ہی قیش کر دے، اسی طرح لفڑ یعنی رو در رو کسی کو طعنہ دینا اور برا بھلا کھنا بڑا گناہ ہے کہ اس میں تو ہیں و تذلیل کے ساتھ ساتھ اس کو اذیت اور ندامت بھی ہو گی؛ **الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَ عَدَّهُ فَلَمْ يَحْسِبْ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ** ۱۷ ”جو مال جمع کرتا ہوا اور اس کو بار بار گتنا ہو، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدار ہے گا۔ یہ کل همزہ الخ سے بدل ہے، کہ جو غایت حرص کی وجہ سے مال جمع کرتا ہوا اور غایت درج اس سے محبت اور فخر کے بسبب اس مال کو بار بار گتنا ہو، ظاہر ہے کہ اس کے اس برتابہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ آدمی یہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا یعنی مال کی محبت میں ایسا انہاک رکھتا ہے جیسے وہ اس بات کا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ اس کی غلط فہمی ہے چنانچہ لفظ ”مَلًا“ کے ذریعہ اس پر روغ اور زجر ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ مال و دولت اس کے پاس ہرگز نہیں رہے گا، **لَمْ يَنْبَذْنَ فِي الْحُكْمَةِ** ۱۸ ”یہ اس ویل کی تفسیر ہے جس کا ذکر ویل لکل همزہ میں ہوا کہ واللہ وہ شخص توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں ڈالا جائے گا یعنی اسکی آگ جو جہنمی کو توڑ پھوڑ کر اس کی دھیان اڑادے گی، کیوں کہ اس نے بھی دوسروں کی عزت و آبرو کی دھیان اڑائی تھی، ”**وَ مَا أَذْلَكَ مَا الْحُكْمَةُ** ۱۹ ”اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے، سنے ”**نَارُ اللَّهِ الْمُؤْقَدَةُ**“ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلاکی ہے (آگ کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں اس کی سختی و ہولناکی کی طرف اشارہ ہے) ”**الَّتِي تَطْلِعُ عَلَى الْأَفْدَةِ**“ جو لوں تک جا پہنچے گی (یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ کی طرح نہیں، دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لکتی ہے تو دل تک پہنچنے سے پہلے پہلے بعض جسم جلنے سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے برخلاف جہنم کی آگ کے کوہ دلوں تک سرعت کے ساتھ پہنچ جائے گی اور آدمی کو دل کے جلنے کی شدید تکلیف برداشت کرنی پڑے گی اور موت موت پکارے گا مگر موت بھی نہیں آئے گی کہ تکلیف کا خاتمہ ہی ہو جائے“) ”**إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُسْتَدِّدَةٌ**“ وہ آتش دوزخ ان پر بند کر دی جائے گی، یعنی کفار کو جہنم میں ڈال کر دروازے بند کر دئے جائیں گے اور کوئی راستہ نہ کرنے کا نہیں رہے گا اور حال یہ ہو گا کہ وہ لوگ آگ کے بڑے بے لبے ستونوں میں گمرے ہوئے ہوں گے، یعنی آگ کے شعلے بے لبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے (یا یہ کہ دوزخیوں کو بے لبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں)

فائدہ مذکورہ صفات و افعال پر یہ خاص عید اس صورت میں ہے جبکہ مشاء ان کا کفر ہو، گو مطلق و عید، صفات مذکورہ پر دوسری نصوص میں موجود ہے (بیان القرآن) لہذا غیبت اور طعنہ والی صفات اگر کسی مسلمان میں بھی پائی جائیں تو وہ بھی بڑے گناہ کا مرکب اور سخت سزا کا سبق ہوا، اسی طرح جمع مال بھی مذموم صفت ہے۔ جب کہ اس سے حقوق واجہہ

ادانہ کئے گئے ہوں یا فخر و تقاضاً مقصود ہو۔ (اور اگر ایسا نہ ہو تو طال طریقہ سے مال کمانے میں کوئی حرج نہیں)

نفاثات و نیل (مرفی سورۂ الہمزة) کلیں (دیکھئے ”مشکل ترکیبیں کامل“، ص ۸۹) **ہمزة صیغہ مبالغہ، بڑا عیب گو، پس پشت عیب نکالنے والا ہمزة** (ض) (ھفڑا: عیب جوئی اور نکالتے چینی کرنا۔ **لہمزة صیغہ مبالغہ، رودر و طعنہ دینے والا، لہمزة** (ض) (لہمزا: منه پر برائی کرنا، عیب لگانا۔) **ہمزا اور لہمزا مذکرو موصوف دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے رجل ہمزا امراءہ ہمزا جمیع، جمیع (ف) جمیعاً جمع کرنا۔ عَدَّ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، عَدَّ الشیئ: شمار کرنا، گئنا، عَدَ الشیئ (ن) عَدَا: شمار کرنا۔ **آخَلَّ** (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آخَلَّ و خَلَّ: ہمیشہ رہنا، خَلَّ (ن) خَلُوَّا: ہمیشہ رہنا۔ **لَيْتَ بَلَّ** (ض) لام تا کید بانوں تا کید تقلیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَبَّذَ الشیئ (ض) نَبَّذَا: ڈالنا، پھینکنا۔ **الخطبۃ صیغہ مبالغہ** (وزئہ فعلہ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) توڑ پھوڑ دینے والی، (مراد نار جہنم) **حطم الشیئ** (ض) **حطم** الشیئ (ض) **حطمَا**: توڑنا۔ **المؤقدۃ** (افعال) اسم مفعول واحد موصوف، آؤ قد الناز ایقاداً: آگ جلانا، سلکنا، و قدت الناز (ض) و قَدَا و وُقُودًا: آگ جلنا، سلکنا۔ **تَطَلَّع** (افتقال) مضارع واحد موصوف غائب، بصلہ علی جھاگنکنا، پہنچنا دراصل تعلق تھا، تاء افتقال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں او غام کر دیا، مادہ طلّع ہے طلّع (ن) **طَلُوعًا**: نکنا۔ **الْأَفِيدَة** فواد کی جمع، دل۔ **مُؤصَدَة** (افعال) اسم مفعول واحد موصوف، **أَوْصَدَ الْبَابِ** ایصاداً: دروازہ بند کرنا، **وَصَدَ** (ض) وَصَدَا: ثابت ہونا۔ **عَمَادٌ** یا **عَمَدُ** کی جمع، ستون۔ **مُهَمَّدَة** (تفعیل) اسم مفعول واحد موصوف، پھیلائے ہوئے، لمبے، متدا الشیئ تمدیداً: پھیلانا، لمبا کرنا، بڑھانا، مدد الشیئ (ن) **مَدَا**: بڑھانا۔**

تركيب و نیل لکل ہمزة لہمزة الذی جمیع مالاً و عَدَّۃ یتحسب آن مالاً آخَلَّہا۔۔۔ و نیل مبتدا (اللفظ دال على دعاء فصاع الابتداء بالنكرة) لام حرف جر کل مضاف **ہمزة لہمزة** مرکب تصفی ہو کر مضاف الیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منه، الذی اسم موصول جمیع فعل، ضمیر ہو فاعل، **مالاً** مفعول بہ (مالاً کا نکره لانا تفہیم و تکثیر کے لئے ہے، اور تحریر و تقلیل کے لئے ماننا بھی جائز ہے اس اعتبار سے کہ دنیا کا تمام **مال** و متعار عند اللہ تقلیل و حقیر ہی ہے، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، و او حرف عطف عَدَّ فعل (ای عَدَّ مرہ بعد آخری **خُبَالَه**، و قیل جَلَلَه اضنا فا و انوا **عَقا** کعقار و متعار و **نَقْد**، روح المعانی) ضمیر ہو مستتر ذوالحال، ہاء ضمیر مفعول بہ، یتحسب فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، آن حرف و مشہ با فعل **مالاً** مرکب اضافی ہو کر آن کا اسم، آخَلَّ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل راجع الی الماں، ہاء ضمیر مفعول بہ سے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ ل۔ **فوقہ لہمزة** اس کو همزة سے بدل بنا کیجئے (اعراب القرآن) کو قیل ہو تو کیڈ لفظی بالمراد (اعراب القرآن) گم وزعم عصام الدین انه ي Hutchinson ان یکون فاعل اخَلَّ العاسب و مفعولہ الماں ای یہ نہ حفظ مالاہ ابنا ولا یعرف انه معرض للحوادث وللمفارقة بالموت، روح المعانی۔

سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، حرف مشہہ بالفعل مع اسم خبر کے یہ تسبیح کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صد، موصول اپنے صد سے مل کر بدال (بدل کل، وقیل بدال بعض، روح المعانی) مبدل منه اپنے بدال سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن مخدوف کے، اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو۔ كَلَّا لِيَنْبَذَنَ فِي الْحُكْمَةِ کلاً حرف ردع (رد عن جمع المال او عن الخصال المذکورة) لام قسمیہ، اور تم مخدوف ہے آی والله، يُنْبَذَنَ فعل مضارع م فهو بـبـاـنـونـ تـاـکـيـدـ لـثـقـيلـهـ ضمیر هو مستتر نائب فعل في الْحُكْمَةِ لِيَنْبَذَنَ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جواب قسم۔ وَمَا أَدْرَكَ مَا الْحُكْمَةُ واً واعترافیہ (ما اسم استفهام برائے تقخیم و تہویل، مبتدا، آدڑی فعل، ضمیر هو فاعل، کاف مفعول بہ اول ما الحکمة مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، ناز اللہ الموقدةُ التي تطلع على الافئدة مبتدا مخدوف ہے یعنی هی ناز اللہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الْيُوْقِدَةُ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فعل پھر شبہ جملہ ہو کر صفت اول، اللتی اسم موصول تطلع فعل، ضمیر ہی مستتر فعل، على الافئدة متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صد، موصول اپنے صد سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ان حرف مشہہ بالفعل، إِنَّهَا عَلَيْهِمْ متعلق مقدم موصدة کے (عليهم کی ضمیر کو ماقبل لفظ کل کے معنی کی رعایت میں جمع لایا گیا ہے) موصدة شبه فعل (اسم مفعول) اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، في حرف جر، عمد ممددة مرکب تو صیغی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف مستقر ہو کر عليهم کی ضمیر سے حال، ای موثقین فی عمد ان حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متائفہ ہوا، کا تھا فی جواب ما بالهم لا يخرجون

مکیۃ سورۃ الفیل

أَلْمَ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ ① أَلْمَ يَجْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ②

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا ۔ کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا ۔

۱۔ قوله الذى الخ اس کو کل همنہ لمنہ کی صفت بھی بناسکتے ہیں (روح المعانی، اعراب القرآن) نیز اس کو منسوب علی الذم بھی بناسکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) اور اعنی فعل مخدوف کا مفعول بہ بھی بناسکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) قوله یہ بحسب اخ یہ جملہ متائفہ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے کانہ قیل ما بالی جمع المال، اور اس کو جمع کے فعل سے حال بھی بنا یا جاسکتا ہے۔

۲۔ قوله فی عمد اخ یہ متعلق ہو کر ان کی خبر ہاتھی بھی ہو سکتا ہے، فتنکون النار داخل العمد (اعراب القرآن و صرف و بیان) اور مبتدا مخدوف ہم کی خبر بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَايِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصِيفٍ

اور ان پر غول کے غول پرندے بیجے ۔ جو ان لوگوں پر کشنا کی پتھریاں پھینکتے تھے ۔ سوال اللہ تعالیٰ نے ان کو کہائے ہوئے بھوس کی

مَأْكُولٌ ۝

شرح کردیا ۔

ابحث والضحی کی تمہید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے عذاب الہی سے ڈرنا ہے اس کے احکام کے ترک احترام پر، اس سورت میں بیت اللہ کا احترام ترک کرنے پر عذاب کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں اصحاب فیل کے واقعہ کا مختصر بیان ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے قصد سے ہاتھیوں کو لیکر چڑھائی کی، مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ذریعہ عذاب سماوی نازل کر کے ان کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔

”الَّمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝“ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا، یہ واقعہ رحمتِ عالم ﷺ کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے تو بظاہر یہ سوال بے موقع ہے، آپ اس کو کس طرح دیکھتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو واقعہ ایسا تھی ہو کہ عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہو اور اس کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس کے علم کو روایت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ گویا یہ انہوں دیکھا واقعہ ہے، اور ایک حد تک دیکھنا بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے ہاتھی بانوں کو اندھے اور اپانی بھیک مانگنے دیکھا ہے، لہذا آلم تر میں روایت بصری قرار دینا درست ہے اور اس سے مجاز علم مراد ہے اور استفہام سے مقصود اس واقعہ کی عظمت اور ہونا کی کو بیان کرنا ہے، دوسراؤں یہ ہے کہ آیت میں روایت سے مراد شروع سے ہی روایت قبلی ہے یعنی علم، قول اول ابلغ ہے۔ (روح)

”الَّمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝“ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا یہ استفہام برائے تقریر ہے یعنی واقعہ کی صحت کو ثابت کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو کہ جوانہ دام کعبہ کے لیے تھے، سرتاپا غلط نہیں کر دیا۔ آی جَعَلَ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ”وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَايِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِيلٍ ۝“ اور ان پر غور کے غول پرندے بیجے جوان لوگوں پر لٹکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ ابانکل جمع ہے بمعنی غول کے عوں، جماعت کی جماعت یعنی بڑی جماعت، اردو زبان میں جو ایک خاص چیز یا کو ابا نیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں، حجارہ من سجیل حجارہ کے معنی ایسی لٹکریں جو ترمی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لٹکریاں بھی کوئی مضبوط اور طاقت ور نہیں تھی بلکہ معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں مگر بوجہ قدرتِ خداوندی انہوں نے بندوق کی گولی کا کام دیا۔ ”فَجَعَلَهُمْ كَعَصِيفٍ مَأْكُولٌ ۝“ سوال اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوس کی طرح کر دیا عصف بھوس کو کہتے ہیں اقل تو خود بھوسہ ہی منتشر اجزاء و تنگی ہوتے ہیں بھر جب کہ اس کو کسی جانور نے چبایجی لیا ہو، تو اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کو بھوس کی طرح پامال اور چورا چورا کر دیا (تشییع)

پرانگی، اور پیغام صورت اور منتشر و چوراچورا ہونے میں ہے)

خلاصہ کلام: حاصل یہ ہے کہ احکام الہیہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عذاب و عقاب سے ڈرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ احکام کی بے حرمتی، غیبگردی ایذا وغیرہ پر دنیا ہی میں عذاب آجائے جیسے اصحابِ فیل کے ساتھ ہوا، ورنہ آخرت کا عذاب تو پیشی ہی ہے۔

واقعہ اصحابِ فیل | بادشاہ جیش کی طرف سے یمن کے اندر ابرہہ نامی ایک حاکم تھا، اس نے ایک کنیسه بنوایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس کا نشانہ یہ تھا کہ لوگ کعبہ کا حج اور طواف کرنے کے بجائے یہاں آیا کریں، اور اس کا اعلان کرو دیا، یہ بات عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار گزرا اور کسی نے اس کنیسے میں رات کے وقت جا کر پاخانہ کر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا کی وجہ سے اُز کراس کنیسے میں آگ جا گئی اور سب جل گیا، ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جس میں ہاتھی بھی تھے، خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا، جب مخصوص جو کہ طائف کے راستہ میں ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت ریس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں، صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں، اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا تو البتہ لڑوں گا، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے، اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی، دوران گفتگو عبدالمطلب نے ابرہہ سے یہ بھی کہا کہ آپ کے لشکر نے میرے دوسرا ونٹ گرفتار کر لیے ان کو آپ چھوڑ دیں چنانچہ ابرہہ نے وہ اونٹ واپس کر دیئے۔ اور وہاں سے واپس آکر عبدالمطلب بیت اللہ کے دروازہ کا حلقة پکڑ کر دعائیں مشغول ہو گئے قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی، سب نے اللہ سے دعا کیں اور پھر عبدالمطلب سب قریش کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے، تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں، اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا، جب وادی محترم میں جومز دلفہ کے قریب ہے پہنچا، تو سندھ کی طرف سے کچھ بزرگ رونگ کے پرندے (کبوتر سے کچھ چھوٹے) آئے جن کے پنجوں اور چونچوں میں سور اور حنے کے برابر لشکریاں تھیں، وہ لشکر پر بر سار شروع ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بندوق کی گولی کی طرح لٹکتی تھی اور ہلاک کر دیتی تھی، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہو گئے اور بعض بھاگ لکھے جو دوسری بڑی تکلیفیں اٹھا کر مر گئے، ابرہہ کو چوپوں کی سخت سزا دینا تھی اس لیے وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑگل مڑ کرنے لگا اور اسی حالت میں اس کو واپس یمن لا یا گیا، بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ (یہ واقعہ محروم کے آخر میں پیش آیا پھر اس کے پچاس روز بعد ربع الاول میں حضور ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی)

اختیاری مطالعہ

ابرہہ کا کنیسہ | ابرہہ نے بہت بڑا عالیشان کنیسہ تعمیر کرایا، اور اتنا اوپر جا کر اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا، اور اس کو سونے چاندی اور جو ہرات سے مزین و مرصع کیا گر خدا نے قادر نے اس کو دیکھتے ہی دیکھتے را کھکے ذہر میں تبدیل کر دیا۔

فائزہ شاہ جہش نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا ابہہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے، بعض روایات میں ہے کہ اس کے ساتھ آٹھ ہاتھی دوسرے بھی اس لٹکر کے لیے شاہ جہش نے بھیج دیئے تھے، ہاتھیوں کی یہ تعداد بھینے کا مشاہدہ تھا کہ کعبہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے، تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور طویل زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنگادیں تو سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) فوراً ہی زمین پر آگئے گا، مگر ہوا وہ جو خدا نے چاہا۔ فعال لِعَائِرِید (معارف)

لغات الْمُتَرَّثُ نَفْيٌ جَهْدٌ بَلْمٌ كَا وَاحِدَةٍ كَرْحَاضِرٌ (وزنَةٌ تَقْعُلُ، سَقْطَةٌ الْأَلْفُ لِلْجَزْمِ وَهِيَ لَامُ الْفَعْلِ مُبَدِّلَةٌ مِنْ يَابِي، وَالْهَمْزَةُ سَقْطَةٌ تَخْفِيقًا) رَاهٌ (ف) رَوِيَهُ وَرَأَيَا: دِيْكَهَا، ادْرَاكٌ كَرْنَا يَعْنِي سَجَّهَا، جَانَـا۔ أَصْحَابٌ (مرني سورة البروج) الْفِيَلُ ہاتھی، جمع أَفْيَالٍ وَفَيَوْلٍ، الْفِيَلَةُ: هَتْخَنٌ (ہاتھی کی مادہ) تَضْلِيلٌ بَابٌ تَفْعِيلٌ کا مصدر، یعنی غلط کرنا، گمراہ کرنا ضَلَلٌ (ض) ضَلَّاً وَضَلَّالًا وَضَلَالَةٌ: پوشیدہ ہونا، ہلاک ہونا، بیکار ہونا۔ أَرْسَلَ (انعال) ماضی وَاحِدَةٍ كَرْ غَاسِبٌ "بَهْيَجَنَا" ظَلِيرًا طَائِرًا کی جمع، پرندے جیسے صاحب کی جمع صَنْبَرٌ (القاموس الوحيد) طَازَ (ض) طَيْرًا: اڑانا، بعض نے کہا کہ لفظ طَيْرَ اسْمَ جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے، اور طَيْرَ کی جمع طَيْرُور وَأَطْيَارٌ (لغات القرآن) والتنوین للتحقیر لانہا کانت صغار الجنة، بیان القرآن) آتَابِیلٌ وَاحِدَةِ إِيَّالَةٍ (بیان القرآن) مراد کثرت ہے یعنی غول کے غول لے۔ تَرْمِي (ض) مضراع واحد مؤنث غَاسِبٌ، رَمِيَ الشَّيْءَ وَبِهِ (ض) رَمِيَا وَرِمَايَةٌ: پھینکنا۔ حِجَارَةٌ حَجَرٌ کی جمع، پتھر یا۔ سِتْجِيلٌ لٹکر، یہ لفظ مترتب ہے دراصل سنگ کل تھا، وہ ترمی جو آگ میں پکائی جائے اور آواز دینے لگے۔ عَصْفٌ بھوسا (قال القرطبي في تفسيره) الْعَصْفُ جَمْعُ الْعَصْفَةِ وَالْعَصَافَةِ والعصیفة، عَصَفٌ (ض) عَصَفَا: ہوا کا تیز چلنا کہ چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دے) مَأْكُولٌ (ن) اسم مفعول واحد ذَرَ، أَكَلَ (ن) أَكْلًا: کھانا۔

ترکیب الْمُتَرَّثُ كَيْفَ فَعَلَ رَبِّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيَلِ هَمْزَةُ اسْتِفْهَامِيَّةٍ بِرَاءَةٍ تَقْرِيرٍ (یا برائے تجرب و تہویل) باقی ترکیب الْمُتَرَّثُ كَيْفَ فَعَلَ رَبِّكَ بِعَادِيَةٍ کی طرح ہے (سورۃ الْجَرْجَر) کیف کو بوجہ صدارت مقدم کیا گیا ہے۔ الْمُتَرَّثُ بِجَعْلٍ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ ظَلِيرًا آتَابِيِلٌ هَمْزَةُ اسْتِفْهَامِ بِرَاءَةٍ تَقْرِيرٍ کا تہ قیل قد جعل کیدھم فی تضليل و لذلک عطف علی الجملة الاستفهامیّة ما بعدها، روح المعانی، بالفاظِ دیگر استفهام انکار لفی کے لئے ہے ای جَعْلٌ، مغنى اللہیب: ص ۷۱، ج ۱) الْمُتَرَّثُ بِجَعْلٍ فعل منقی، ضیر هو مستتر فعل، کیدھم مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فی تضليل کاتنا کے متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، وَاوْ حرف عطف ارْسَلَ فعل، ضیر هو مستتر فاعل، عَلَيْهِمْ متعلق ارسل کے، ظَلِيرًا اسم ایتالہ کے اصل معنی لکڑیوں کے گھر کے ہیں، پرندوں کے جنڈ پر کھا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا واحد ایتوں ہے، جیسے پیشور، یا ایتوں ہے بروزن غضفور یا ایتوں ہے بروزن سیکین، بعض نے کہا کہ یا اسم جمع ہے اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں۔ (عرب)

جس موصوف اپاپیل صفت اول تَمَنُّهُمْ بِحِجَارَةٍ قِنْ سِجَيْل صفت ثانی لَهُ (ترمی فعل، ضمیر ہی فاعل، ہم مفعول بہ، با جارہ، حجارۃ موصوف، من سجیل متعلق کانتیہ کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، اور وہ متعلق ترمی کے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صفت ثانی) موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، فَتَعَلَّهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ، فَاحِرٌ عَطْفٌ جَعَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ہم مفعول بہ اول، کاف حرف جر، عصف ماؤں کا مکمل مرکب تو صرفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں نہیں ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سورۃ القریش

لَا يُلِفُ قَرْيَشٌ ۝ الْفِيهِمْ رِحْلَةُ الشَّتَاءِ وَ الصَّيفِ ۝ فَلَيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝

چونکہ قریش خور ہو گئے ہیں ۰ یعنی جاڑے اور گری کے سفر کے خور ہو گئے ہیں ۰ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں ۰

الَّذِي أَطْعَمَهُمْ قِنْ جُوعٌ وَ أَمْنَهُمْ قِنْ خَوْفٌ ۝

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا ۰

ربط والصحی کی تمہید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اللہ کی نعمتوں کے شکر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجا لانا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت کا ذکر کرنے کے بعد قریش کو اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی، یہ بات معلوم و معروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی، وہاں باغات نہیں جن کے پھل اہل مکہ کو مل سکیں (اس لئے بانی بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرمی) اس لئے اہل مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کا سفر کریں چنانچہ یہ لوگ سردی کے زمانہ میں گرم ملک یعنی یمن کا سفر کرتے اور گرمی کے زمانہ میں شہنشاہی ملک یعنی شام کا سفر کرتے، اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس و محترم مانے جاتے تھے اس لئے راستہ کے تمام خوف و خطرے بھی محفوظ رہتے اور جہاں بھی یہ قریشی لوگ جاتے لوگ ان کی بڑی آواز بھگت کرتے، الغرض اس سورت میں یہ ارشاد ہے کہ قریش چونکہ دوسروں کے عادی لترمی، موٹت کا مینہ بائی وجہا لایا گیا ہے کہ طیبر کو جماعت کی تاویل میں کر لیا گیا ہے، و عبر بالمضارع لعکایۃ الحال واستحضار تلک المضرة البیدعة (روح العانی)

تھے اور انہی اسفار کی وجہ سے وہ مالدار تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن اصحاب فیل کو عبرتناک سزا دیکر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھا دی تھی تو اب ان لوگوں کو اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے، اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے رب الہیت ہونے کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت اللہ ان لوگوں کے تمام فضائل و برکات کا سرچشمہ تھا۔

”لَا يَنْفُلُ قُرْيَشُ ۚ الْفَهْمُ رِحْلَةُ الشِّتَّاءِ وَ الصَّيْفِ ۖ“ چونکہ قریش عادی ہو گئے ہیں یعنی جائزے اور گری کے سفر کے خواہ ہو گئے ہیں تو اس نعمت کے شکر میں ان کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے چنان چہ فرمایا:

”فَلَيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۚ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَ أَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۖ“ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا، اور خوف سے ان کو امن دیا، اطعمہم من جوع میں حصول نفع کی طرف اشارہ ہے اور آمنہم من خوف میں دشمنوں، داؤں کے خوف سے مامون ہونا بھی شامل ہے اور عذاب آخرت سے مامون ہونا بھی، معارف) بالفاظ و دیگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو اگر وہ لوگ تمام نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کر سکے تو اس نعمت جلیلہ کے شکریہ میں تو ان کو خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے جس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھلایا، پلایا، اور دشمنوں کے خوف سے امن دیا۔

فائده اس سورت میں تمام قبائل عرب میں سے قریش کے عند اللہ مقبول ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد اساعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کر لیا ہے۔ (معارف القرآن) (نصر ابن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی ہے)

لغات ایلاؤف باب افعال کا مصدر، مانوس ہونا، خواہ ہونا۔ قُرْيَش نظر ابن کنانہ کی اولاد، حضور ﷺ کا تعلق اسی خاندان سے تھا، قریش، قرش کی تصریح ہے، جو بیانِ عظمت کے لئے لائی گئی ہے، اور قرش ایک خاص قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں، جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو لفڑی بناتی ہے اور کشتیوں کو والٹ دیتی ہے، قریش اپنی بُی شرافت اور عظمت اور طاقت کی بناء پر اس نام سے موسوم ہوئے۔ رِحْلَة مصدر از باب فتح، رَحَلَ (ف) رِحْلَةُ وَرِحْلَةُ وَرِحْلَةُ وَرِحْلَةُ وَرِحْلَةُ وَرِحْلَةُ کوچ کرنا، سفر کرنا، دراصل اس کے معنی اونٹ پر کجاوہ کرنے کے ہیں مگر چونکہ اس کا مقصد سفر کرنا ہوتا ہے اس لئے مجاز اسپر اس کا طلاق ہونے لگا۔ (قیل ہوا اسم جنس و لہذا آفرَدَہ او اسم مصدر بمعنى الارتحال) الشِّتَّاء موسم سردی، جمع آشْتِيَّةٍ، الصَّيْفُ موسم گرمی، جمع آصیاف۔ فَلَيَعْبُدُوا (ن) امر جمع مذکر غائب، عَبَدَ اللَّهَ (ن) عِبَادَةً وَغَبُودَيَّةً: عبادت کرنا۔ الْبَيْتُ گھر، جمع بیوت (المراد بہ الكعبۃ التکرمة) أَطْعَمَ (فعال) ماضی واحد مذکر غائب،

۱۔ آلف فلاتا: کسی کو مانوس کر لیں۔ آلف (س) إِلْفَاوَالْفَا: مانوس ہونا، عادی ہونا، ایلاؤف یا توآلوف کا مصدر ہے جو دراصل آلف تھا، لہذا ایلاؤف میں قاعدہ ایمان جاری ہوا ہے، یا آلوَف کا مصدر ہے، لہذا اب مصدر ایلاؤف ہو گا، واو ما قبل کسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدلتی ہے۔ (اعراب القرآن وصرف وہیانہ) اطلاق ایلاؤف نئی ابدل عنہ تفخیقا لامر الایلاؤف۔ ایلاؤف قریش میں اضلاع المصدر ای الفاعل ہے۔

اطقم فلانا: کھلانا، طیم (س) طفقاً و طقاماً: کھانا۔ جو ع اسم بمعنی بھوک، جامع (ن) جمعاً و مجامعاً: بھوکا ہونا۔ آمن (افعال) ماضی واحد مذکور غائب، آمن فلانا: امن دینا، آمن (س) آمناً و آماناً و امانة: بے خوف ہونا۔ خوف ذر، باب سمع کا مصدر ہے، خاف (س) خوفاً و مخافة و خيفة: ذرنا۔

ترکیب لا یلِفْ قُریش ① الفَهْمُ رَحْلَةُ الشَّتاءِ وَ الصَّيْفِ ② فَلَيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ③
الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَ أَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ④ لام حرف جر (برائے تعلیل، وقال غير واحد آن)
 اللام للعاقبة، روح المعانی) **ایلاف قریش** مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ، ایلاف مصدر مضاف هم ضمیر مضاف
 الیہ، رحلہ مضاف الشتاء والصیف معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر
 مفعول ہے، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جاری پائے
 مجرور سے مل کر متعلق مقدم، یعبدُوا کے اور فلیعبُدُوا میں فا جز ایساں لئے لائی گئی کیونکہ کلام میں شرط کے معنی پائے
 جا رہے ہیں کیونکہ کلام کے معنی یہ ہیں ان نعم اللہ تعالیٰ غیر ممحصورة فیاً لِمَ يَعْبُدُوا السَّائِرُونَ قمہ سبحانہ
 فلیعبُدُوا الہذا النعمۃ الجلیلۃ اور چونکہ یہاں شرط محقق نہیں ہے اس لئے یہ فا در حقیقت زائد ہے، الہذا بعد معمول
 کا اس پر مقدم کرنا ممتنع نہیں ہے اس لئے لا یلِفْ قریش اخ کو مقدم رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (روح المعانی)
 لیعبدُوا فعل امر (محل جزم میں) ضمیر واو فاعل، رب مضاف هذَا الْبَيْت اسم اشارہ اپنے مشہد الیہ (الہ عرب اسم
 اشارہ کو مبدل منہ اور مشارالیہ کو بدل کہہ کر ترکیب کرتے ہیں) سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل
 منہ، **الَّذِي** ام موصول، **أَطْعَمَهُمْ** من جو ع متعلق آطقم کے) واد حرف عطف **أَمْنَهُمْ** من
 خوف متعلق (من خوف متعلق آمن کے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صد، ام موصول مع صد کے بدل،
 مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بے فعل اپنے فاعل اور مفعول بے اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر جواب شرط، شرط
 مقدر اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذی اخ یہ رب هذَا الْبَيْت کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (عرب القرآن))
فائده اطیق الایلف فی الاول و قیدہ فی الثاني بر حلقات الشتاء والصیف تفحیماً لامر الایلف
 و تعظیماً له و تذکیراً بسوابغ النعم۔ (عرب القرآن)

مکیۃ سورۃ الْمَاعُونَ

أَرَعَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ① فَذِلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ② وَ لَا يَحْضُ عَلَى

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے ۔ سو وہ وہ شخص ہے جو شتم کو دیکھے دیتا ہے ۔ اور محبت اج کو کھانا دینے
 لے یا فل مخدوف آغیجنوا کا متعلق، یا فل مخدوف فعل کا متعلق ای فقل اهل اک اصحاب الفیل لا یلِفْ قریش اخ، یا انا اہلکنا اصحاب
 الفیل مقدر ما تاجے، یا جار مجرور مائل سورت کے آخری فعل جعل کے متعلق ہے، مگر پیارے پھر ایسا شعر ہے کہ ترکیب کے بد لئے سے تجد بدل جائے۔

طَعَامُ الْمُسْكِينِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۚ الَّذِینَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاہُوْنَ ۚ الَّذِینَ کی ترغیب نہیں دیتا ۔ سو ایسے نمازوں کے لئے بڑی خرابی ہے ۔ جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں ۔ جو ایسے ہیں کہ ریا کازی

هُمْ يُرَأُوْنَ ۖ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُونَ ۚ

کرتے ہیں ۔ اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے ۔

(ربط) سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے کفر و نفاق سے بچنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں کفار و منافقین کے بعض افعال قبیحہ کا ذکر ہے اور ان پر جہنم کی وعید ہے، یہ افعال اگر کسی مومن سے بھی سرزد ہوں تب بھی اگرچہ شرعاً موم اور سخت گناہ ہیں مگر یہاں وعید مومنین پر نہیں اسی لئے شروع سورت میں اس شخص کا ذکر فرمایا کہ جو یوم جزا یعنی قیامت کا منکر ہے ظاہر ہے کہ انکار قیامت جیسا سکین گناہ مومن کی شان سے بعید ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس سورت میں وعید کے مصداق کفار و منافقین ہیں۔

”آرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِاللَّدِيْنِ ۚ“ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھلاتا ہے یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے برے اعمال کے بدالے کے لئے کوئی دن مستعین نہیں ہے، یہ استفہام برائے تشویق ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر آپ اس کا حال سنا چاہیں تو سنئے ”فَذِلَّكَ الَّذِي يَرْدُعُ الْيَتَيْمَ ۚ“ وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، یعنی یتیم کی ہمدردی تو در کنار اس کے ساتھ سنگ دلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے ”وَ لَا يَخُضُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۚ“ اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، یعنی دوسروں کو بھی یہ ترغیب نہیں دیتا کہ محتاج و مسکین کو کھانا کھایا کریں، یعنی ایسا سنگ دل نہ ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسروں کو احسان پر آمادہ کرے۔ ”فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۚ الَّذِینَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاہُوْنَ ۚ الَّذِینَ هُمْ يُرَأُوْنَ ۚ“ جب معاملہ ایسا ہے (یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور کھانا دینے پر ترغیب نہ دینا جو کہ بندوں کے حقوق ہیں ایسا مذموم ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو بدرجہ اولیٰ مذموم ہے) تو ایسے نمازوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں یعنی یہ منافقین کبھی تو نماز کو بالکل ہی بھلا دیتے ہیں اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو محض دھلا و مقصود ہوتا ہے، کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ علانیہ پڑھی جاتی ہے اس لئے نماز کو اگر بالکل یہ ترک کر دیں گے تو ان کا نفاق سب پر ظاہر ہو جائے گا، اس لئے نماز کو محض دھلاوے کے لئے پڑھ لیتے ہیں (یعنی گاہ بگاہ اظہار کے لئے پڑھ لیتے ہیں اور جب گاہ پڑھی تو چھوڑ دیتے ہیں، سہی مطلب ہے غفلت کا) ”وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُونَ ۚ“ اور یہ لوگ زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے یعنی زکوٰۃ میں چونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب کے سامنے ظاہر کر کے دی جائے اس لئے یہ لوگ زکوٰۃ کو

بالکلیہ ترک کر دیتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ اس کا اظہار شرعاً مامور ہے یعنی جماعت کے ساتھ پڑھنا اس لئے اس کو شبھی پڑھ بھی لیتے ہیں۔ (ماون کے متعلق مزید تفصیل بضم لغات)

لغات یُكَذِّبُ بِالدِّينِ (وَيَكْحَنِي سورة الانفطار میں ۖ كَلَّا إِلَّا تَكَذِّبُونَ بِالدِّينِ) یَدْعُ مضارع واحد ذکر غائب، دَعَةً (ن) دَعَاء، دَعْكَه دینا۔ **البَيْتِيمُ** (مَتَّفٍ في سورة الفجر) لَا يَجْعُلُ، (ن) مضارع منفي واحد ذکر غائب، حَضَّةٌ على الامر (ن) حَضَّا: کسی کام پر ابھارنا، تغیب دینا۔ **طَعَامٌ**، کھانا، جمع آطعمہ، (یہاں طَعَام بمعنی اطعام ہے یا پھر طعام سے پہلے لفظ بذل مضاف مخدوف مانا جائے) **الْمَسْكِينُ** (سورة الفجر میں لَذْرَچَكَ) **الْمَصَلِّيُّ**، (تفعیل) اسم فاعل جمع ذکر، (مزید تفصیل سورۃ الاعلیٰ میں وذکر اسم رته فصلیٰ کے تحت) **صَلَّةٌ** (مَتَّفٍ في سورة البینة) **سَاهُونَ** جمع ساہ (ن) اسم فاعل جمع ذکر، سہا عنہ (ن) سَهْوًا وَسَهْوَةً وَسَهْوَةً: بھولنا، غافل ہونا، دراصل ساہیئون تھا، ضمہ ی پر شقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل کو دید یا پھری بوجہ اجتماع ساکھیں حذف ہو گئی۔ **مَيْأَوْنَ** (مفاعل) مضارع جمع ذکر غائب، رَأَيَاهُ مُرَايَاةً وَرِئَايَاةً: دکھوا کرنا۔ **يَهْتَمُونَ** (ف) مضارع جمع ذکر غائب، متنقہ الشیع و منه (ف) متنقا: محروم رکھنا، روکنا۔ **الْمَاعُونَ** زکوٰۃ، اسکی اصل معموقون ہے، قلب مکانی کر کے متوجون ہو ایعنی عین کو واو کی جگہ اور واو کو عین کی جگہ رکھا پھر واو کو الف سے بدلتا ہے، ماغون ہو گیا (اسم مفعول) از آغانی یعنی باب افعال، وزن مشہور مفعول کے برخلاف (روح) مادہ عَوْنُ ہے (بیان القرآن، حاشیہ جلالیہن، روح المعانی)۔

ترکیب أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ... هَمْزَةٌ هَمْزَةٌ استفهام اُرئیذ به تشویق السامِعُ الَّتِي تعرِفُ المُكَذِّبُ وَفِيهِ أَيْضًا تعجیب، روح المعانی) رأیت فعل بافاعل، (أَرَأَيْت بمعنی آخرینی) الذی اسم موصول یُكَذِّبُ بِالدِّينِ جملہ ہو کر صلہ (بِالدِّین متعلق یُكَذِّب کے) موصول مع صلہ کے مفعول بہ اول، اور مفعول ثانی مخدوف ہے، ای مَنْ ہو، (وقیل الرویۃ بصریۃ او بمعنى المعرفة فلا حاجة الى تقدير المفعول به) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فَذِلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْبَيْتِيمَ وَلَا يَجْعُلُ علی ظَعَامِ الْمِسْكِينِ... فَاسْبِيَّهُ، جو مسبب پر داخل ہے اور اس کا سبب وہ تشویق ہے جس پر کلام سابق دال ہے، (روح المعانی و بیان القرآن) (حضرت تھانوی نے اسی کو اختیار کیا ہے) یا فجزائیہ ہے اور شرط مخدوف ہے ای اِنْ لَمْ تعرِفْهُ فذلک الح (روح المعانی، اعزاب القرآن) ذلک مبتدا الذی اسم موصول یَدْعُ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل، **البَيْتِيمُ** مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف، لا یجعُل علی طعام **الْمَسْكِينُ** جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل بعض نے کہا کہ یہ بروزن فاغول ہے شق من المعن، بمعنی شیء سیر جو عموماً ایک دوسرے کو عاریہ دے دی جاتی ہیں جیسے پھاڑہ، چائے کا برلن، ہمک، زکوٰۃ بھی چونکہ مال کا تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس لئے زکوٰۃ کو بھی ماون کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اس کی اصل مقنونت ہے، تاء کے بالعوض الف بڑھا دیا گیا، کیونکہ جو چیز دوسرے کو دے دی گئی وہ اس کے لئے باعث معنوت بن گئی۔ (کلمک روح المعانی)

کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ماقبل کا مسبب یا جواب شرط، شرط اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ ہوا۔ فَوَيْلٌ لِلْمُصْلِّیْنَ هُمْ عَنِ الصَّلَاةِ تَهْمُ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ يُرَاوُنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ... فا جزا یہ اور شرط مقدر ہے ای اذا کان الامر کذلک (ای اذا کان دعی الیتم و عدم الحض موجبا للذم فالسهو عن الصلاة والریا ومنع الزکوة ولی بذلک، تفسیر مظہری) ویل مبتدا، لام جارہ المصلین موصوف الذین اسم موصول، هم مبتداع عن صلاتہم متعلق مقدم ساہون کے، ساہون صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت اول الذین اسم موصول، هم مبتدا، یرواءون فعل با فعل جملہ، ہو کر معطوف علیہ و او حرف عطف یمنعون الماعون جملہ ہو کر معطوف (الماعون مفعول بہ ثانی اور مفعول اول مخدوف ہے یعنی الناس یا الطالبین) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی المصلین کی، موصوف اپنی ذنوں صفتون سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا شرط مقدر کی، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا یہ ہوا۔ (الذین ثانی کو والذین اول سے بدل بھی بناسکتے ہیں)

اختیاری مطالعہ

قولہ عن صلاتہم ساہون: لفظ عن کا مفہوم یہ ہے کہ اصل نماز ہی سے بے پرواہی کرتے ہیں جو کہ منافقین کی عادت ہے اور نماز کے اندر کوئی سہو اور بھول ہو جانا تو اس سے کوئی مسلمان خالی نہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کبھی خالی نہیں، لہذا وہ اس کلمہ کی مراد نہیں ہے، اگر یہی مراد ہوتی تو عن صلاتہم کے بجائے فی صلاتہم کہا جاتا۔



إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحِرْ ۗ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۗ

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی سمجھئے۔ بالقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔ **(دیکھ)** واضح و دادوت ہے، اس سوت کی اول و آخر آیت میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیانی آیت میں اس کو پہلی آیت کے تابع بنایا کر آپ ﷺ کو نعمتوں کا شکرداد کرنے کا حکم ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سوت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے اندر حضور ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم کا انتقال ہو گیا تو عاص ابن واکل اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام و نشان اور مقطوع النسل ہیں، مطلب یہ تھا کہ اب آپ کے دین کا خچ جا چند روزہ ہے پھر

آپ کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا کیونکہ جب پرسی اولاد، ہی نہ رہی تو نام نسل کیسے باقی رہے گی، چنانچہ اس پر آپ ﷺ کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل ہوئی، ”إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ“ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، کوثر ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے، یعنی خیر دنیا بھی مثلاً بقاء دین، ترقی اسلام وغیرہ، اور خیر آخرت بھی مثلاً درجات علیماً کا حصول، اور تقرب خداوندی وغیرہ، لہذا بیٹھے کی وفات پر یہ کفار و مشرکین اگر مذاق اڑاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ دلتیں عطا فرمائی گئی ہیں۔

فائدہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے اور وہ میدان محشر میں ہو گی اور بعض احادیث میں ہے کہ کوثر نام کی نہر جنت میں ہو گی، چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق بایں طور ہو سکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ باذن الہی میدان محشر میں جو حوض کوثر ہے اس میں دو پرنسالوں کے ذریعہ سے جنت کی نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا۔ ”فَصَلِّ لِرِبِّكَ وَ انْحِرْ“ سو آپ مذکورہ نعمتوں کے شکر میں اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے (کیونکہ سب سے بڑی نعمت کے شکر میں سب سے بڑی عبادت ہونی چاہئے اور وہ نماز ہے) اور تمہیں شکر کے لئے جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی ہونی چاہئے لہذا آپ اسی کے نام کی قربانی کیجئے، اور رہایہ سوال کہ دوسری آیات مثلاً أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ اتُوا الزَّكُوْةَ وَغَيْرَه میں تو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے تو اس آیت میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر کیوں کرہے تو جواب یہ ہے کہ شاید ذکر قربانی اس لئے اختیار کیا گیا کہ قربانی میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ مشرکین کی مخالفت بھی ہے کہ وہ بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے، ”إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبَدُ“ اس آیت میں حضور ﷺ کو مزید تسلی دینا مقصود ہے کہ مشرکین جو آپ کو مقطوع نسل ہونے اور بے نام و نشان رہ جانے کا طعنہ دیتے ہیں تو ایسا ہر گز نہیں بلکہ بالقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے، یعنی اس دشمن کی ظاہری نسل خواہ چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا برخلاف آپ ﷺ کے کہ آپ کا نیک نام قیامت تک باقی رہیگا، اور پرسی اولاد آپ کی نہ سہی مگر اولاد سے جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے یعنی نیک نامی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ظاہر ہے کہ آپ کی روحانی اولاد بلکہ بچہ بچہ آپ کے نام سے واقف ہی نہیں بلکہ بچے اور بڑے سب کے سب نہایت حسن عقیدت اور غایت درج عظمت و محبت کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں، (اور دختری اولاد تو حضور ﷺ کی ملکوں میں بکثرت پھیلی ہوئی ہیں)

لغات أَغْطِيَنَا، باب افعال سے ماضی جمع متکلم، أَغْطِي فلاتا الشيئ: دینا، عَطَا الشيئ واليه (ن) عَطْوَا: لینا۔ الكَوْثَرُ، بروزن فَوْعَلُ، صيغة مبالغة مشتق من الكثرة شئ كثير، مراد خير کثیر کثیر (ک) کثرة۔ زیادہ ہوتا۔ النَّحْرُ، (ف) امر حاضر کا واحد ذکر حاضر، نَحْرَه، (ف) نَحْرًا: گلے پر مارنا، مراد قربانی کرنالے۔ شَانِيٌّ، دشمن، (ف) اسم اونٹ کی قربانی کو تحریر کہا جاتا ہے عرب میں چونکہ قربانی عموماً اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے یہ لفظ استعمال ہوا، بعض اوقات لفظ تحریر مطلقاً قربانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

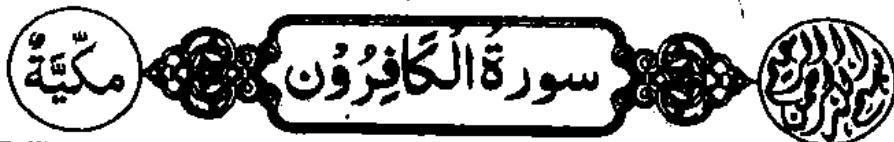
فاعل واحد ذکر، شناه (ف) شنا و شنانا: دشمنی کرنا، بغض رکھنا۔ الابتر صفت مشہد، بے نام و نشان کہ اس کا ذکر خیر باقی نہ رہے، بترا: کٹ جانا، مراد بے نام و نشان رہ جانا۔

ترکیب إِنَّ أَغْطِيَنِكُ الْكُوَثُرٍ... اِنْ حَرْفُ مُشَهَ بِالْفَعْلِ ضَمِيرًا اِسْمَ أَغْطِيَنِكُ الْكُوَثُرٍ جَمْلَهُ هُوَ كَبْرٌ (الکوثر) مفعول بے ثانی) حرف مشہد بالفعل مع اپنے اسم وخبر کے جملہ اسمیہ خبر یہ ابتدائیہ ہوا۔ فَصَلْ لِرَبِّكَ وَالْمُخْرِجِ اِنْ شَانِكَ هُوَ الْأَكْبَرُ... فَاِحْرَفْ عَطْفَ بِرَائِتِیْبَ (روح المعانی) بالفاظ ادیگر فاسہیہ (تفیر مظہری) صلّ فعل ضمیر انت فاعل لربک متعلق (اوڑ ضمیر سے لفظ رب کی جانب التفات تعظیم رب اور اداء فراغت کی ترغیب و تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے لآن مَنْ يَرِيْكَ يَسْتَحْقِقُ الْعِبَادَةُ، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف اِمْخَرْ فعل بافاعل جملہ انشائیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل ملا کر جملہ مستانہ (صلّ چونکہ انشاء ہے، لہذا جملہ انشائیہ کا عطف جملہ انشائیہ پر کرنے کے لئے فصل سے پہلے معطوف علیہ مخدوف مان لیا جائے، آئی اِنْتِیْهَ لِهَذَا فَصَلْ اِنْ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِنْ شانک اخ اِنْ حرف مشہد بالفعل شانک مرکب اضافی ہو کر اسم اِن، هو ضمیر فعل الابتر خبر، حرف مشہد بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

اولاً در رسول ہاشمی | آں حضرت ﷺ کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تمن صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ قاسم، عبد اللہ۔ (جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ صاحبزادیوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق چار تھیں، حضرت ابراہیم آپ کی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، حضرت ابراہیم کے سوا تمام حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہیں (سیرۃ المصطفی)

قولہ آغطینک: آیت میں لفظ آغطینک استعمال ہوا، آئینا نہیں، کیوں کہ اغطا کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں وہ چیز کی خدمت وغیرہ کا معاوضہ اور صلح نہیں ہوتا، برخلاف ایماء کے کروہ عام ہے کسی چیز کا صلح ہو یا محض برہنے کرم اور رفت، لہذا آیت میں لفظ اعطاء کے استعمال سے پتہ چلا کہ کوڑ کا آپ ﷺ کو عطا کیا جانا محض فضل خداوندی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ آغطینکا ماضی کا مسینہ لایا گیا کہ مختار کا تودہ اس بناء پر کہ ماضی و قوع اور تحقیق پر دلالت کرتی ہے گویا یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ایسا یقینی ہے کہ گویا آپ کو دے دیا گیا۔ نیز اعطیناک کا مفعول اول کاف ضمیر ہے (نه کہ لفظ الرسول وغیرہ تو اس میں اس بات کو بتلانا ہے کہ یہ اعطای غیر معلل ہے یعنی بوجہ رسالت نہیں بلکہ محض اللہ کی مشیت اور اس کے فضل کی بناء پر ہے۔ (روح))



قُلْ يَا أَيُّهَا الْكُفَّارُ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَ لَا أَنْتُمْ عَبْدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَ لَا

آپ کہ دیجئے کرائے کا منزوں! وہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں ۝ اور نہ تم میسرے معبود کی پرستش کرتے ہو ۝ اور نہ

أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ فَوَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدُ ۝ لَكُمْ دِینُكُمْ وَلِيَ دِینِي ۝

میں تمہارے معبودوں کی پرسش کروں گا ۰ اور نہ تم میرے معبود کی پرسش کرو گے ۰ تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا ۰

ذکر والضھی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے مسئلہ تو حید اور شرک سے برآت ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تفسیر و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار چند روزاء کفار نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آئیے ہم اور آپ صلح کر لیں، کہ ایک سال تک ہمارے معبودوں کی آپ عبادت کیا جائے، اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کیا کریں، اس طرح دو تو فریق دین میں شریک رہیں گے تو جو ناظریقہ ٹھیک ہو گا اس سے سب کو کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں کفار کے اعمال اور باہم مشارکت سے برآت کا اظہار ہے۔

فُلْ يَا يَهُآ الْكَفَرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدُ ۝ ”ام محمد آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرسش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرسش کرتے ہو، یعنی مطلب یہ ہے کہ میرا اور تمہارا طریقہ ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ توفی الحال ایسا ہو رہا ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں، اور تم میرے معبود کی عبادت کرو، (گویا لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدُ ۝ میں زمانہ حال میں عبادت کی نظری مراد ہے) ”**وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ فَوَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدُ ۝** ”اس میں آئندہ زمانہ میں عبادت کی نظری ہے کہ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرسش کروں گا، اور نہ تم (شرک پر قائم رہتے ہوئے) میرے معبود کی پرسش کرو گے، مطلب آیات کا یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا، نہ اب اور نہ آئندہ، اور تم شرک رہ کر موحد نہیں قرار دئے جا سکتے نہ اب اور نہ آئندہ، یعنی تو حید اور شرک جمع نہیں ہو سکتے، آگے **لَكُمْ دِینُكُمْ وَلِيَ دِینِي ۝** ”اس میں تو حید و شرک کا انجام مذکور ہے کہ تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ، (اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سنادی گئی کہ جیسا کرو گے ویسا ہی بھگتو گے)“

لغات الكافرون، الكافر کی جمع (دیکھئے ویقول **الكافر** سورۃ النبأ میں) لا عبد (ن) مضارع منفی واحد مشکلم، عبد اللہ (ن) عبادۃ و غبیوڈیۃ: عبادت کرنا، تعبدون، جمع مذکر حاضر از باب نصر، غابدون، اسم فاعل جمع مذکر، از باب نصر، دین بدلہ، (۲) دین (مزید تفصیل در سورۃ الانفطار)

ترکیب **فُلْ يَا يَهُآ الْكَفَرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدُ... قُلْ** فعل امر، ضمیر انت فعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر قول (الاصل لہا) یا حرف ندا اپنی **مبدل** منه، ہا برائے تشبیہ **الكافر**ون بدل، **مبدل منه** اپنے بدل سے ملکر منادی، حرف ندا اپنے متادی سے ملکر ندا، لا عبد فعل منفی، ضمیر انا فاعل، ما اسم موصول تعبدون فعل با فاعل، (اور عائد مخدوف ہے ای تعبدونہ) جملہ فعلیہ صلة، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل

اور مفعول بے سے ملکر معطوف علیہ (المحل لہا) واو حرف عطف لا نافیہ انتہم مبتداعاً عابدوں صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل، ما عبد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بے، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے مل کر خبر، مبتداً اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف۔ وَلَا أَكَا غَيْلٌ مَا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَبِيدُونَ مَا أَعْبَدْ... واو حرف عطف لا نافیہ ادا مبتداعاً عابد صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہو فاعل ما عبد انتہم اسم موصول مع صلہ کے مفعول بے، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے ملکر خبر، مبتداً اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف لا نافیہ انتہم مبتداعاً عابدوں صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل ما عبد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بے، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بے سے ملکر خبر، مبتداً اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر جواب ندا، ندا اپنے جواب ندا سے ملکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلَنِّ دِيْنِ... لکم جار مجرد رکائز کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دینکم مرکب اضافی ہو کر مبتداً موزر، مبتداع جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، لی جار مجرد رکائز کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دین (در اصل دینی تھا وہ مرفوع و علامہ الرفع الضمۃ المقدّرة علی ما قبل الیاء المحدوفة للتخفیف) مرکب اضافی مبتداً موزر پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فضیلت سورۃ حضرت علیؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو پچھونے کا شک لیا تو آپ نے نمک اور پانی منگایا آپ ﷺ نے قل یا ایها الکافرون، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے رہے اور اس جگہ پر پانی ڈال کر ہاتھ پھیرتے رہے۔ (منظیری)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کلمہ بتاؤں جو تم کو شرک سے نجات دے دے؟ سوتے وقت قل یا ایها الکافرون پڑھا کرو۔

سورۃ النَّصْر

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَ الْفَتْحُ ۚ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۖ

جب خدا کی مدد اور فتح آئے ہے ۰ اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جو حق داحصل ہوتا ہوا دیکھ لیں ۰

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْ لِذِنْهَ كَانَ تَوَابًا ۖ

تو اپنے رب کی شیع و تمجید کیجئے ۰ اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے ۰ وہ بڑا قبول کرنے والا ہے ۰

۱۔ قوله ما تعبدون، اگر کہ موصوف، اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اگر مصدریہ ہو تو عبارت ہو گی لا اعبد عباد تکم المبنیۃ علی الشک، ولا انتہم تعبدون مثل عبادتی المبنیۃ علی اليقین، گویا تم مصور تم جائز ہیں (۱) چاروں ما بعین الذی (۲) چاروں ما مصدریہ (۳) پہلے دو بعین الذی اور آخر کے دو مصدریہ (اعراب القرآن)

ربط والضھی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے تجھیل فیوض کی نعمت کاشکرا دا کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریف اس سورت میں حضور ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے اس سورت کو سورۃ التودیع بھی کہا گیا ہے، (تودیع کا معنی ہے کسی کو رخصت کرنا) مقابل کی روایت میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی، جن میں حضرت ابو بکر، عمر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ موجود تھے، سب اس کوں کروش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباسؓ رونے لگے، حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اس میں تو آپ ﷺ کی وفات کی خبر مضر ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی، "اذا جاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَ الْفَتْحُ" جب خدا کی مدد اور فتح آپنے یعنی اے محمدؐ (ﷺ) جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح آپنے اور اس فتح کے آثار، وعلامات یہ ہوں گی کہ "وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللَّهِ أَفْوَاجًا" اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جو حق درجوق داخل ہوتا ہوادیکھے یہیں۔ اللہ کے دین سے مراد دین اسلام ہے چنانچہ قرآن میں ہے ان الدین عند الله الاسلام، لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے ایک بڑی تعداد تھی جو رسالت و اسلام کی حقانیت کا تو یقین رکھتی تھی مگر قریش کی مخالفت کے خوف سے اسلام میں کھلم کھلا داخل نہ ہو سکتی تھی ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا مگر فتح مکہ کے بعد مقابل کے مقابل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آگے اذا کا جواب ہے یعنی "فَسَيَخُ بِحَمْدِ رَبِّكَ" تو اپنے رب کی تسبیح و تمجید کیجئے یعنی اے محمدؐ جب فتح مکہ کے یہ آثار ظاہر ہونے لگے تو اس وقت یہ سمجھئے کہ آپ کی بعثت کا مقصد جو کہ تجھیل دین ہے ختم ہوا اس پر خدا کا شکردا بکھجئے اور یہ سمجھئے کہ اب بس سفر آخرت قریب ہے اس کی تیاری بکھجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تمجید کیجئے۔ "وَاسْتَغْفِرْ" اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ یعنی خلاف اولیٰ امور واقع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے، کیوں کہ اللہ توبہ ہے، فرمایا "إِنَّهُ كَانَ تَوَابًا" وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔ (انہ کان توابا، یہ امر بالاستغفار کی علت ہے)

تنبیہ: خلاف اولیٰ امور مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عبد اللہ بن ام مکتوم ناپینا صاحبی آئے اور آپ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر زور دیا جبکہ آپ روسائے کفار کو سمجھا رہے تھے۔ جس کا مکمل واقعہ سورۃ عبس میں گز رچکا، اگرچہ آپ کا فعل بھی عبادت تھا۔ مگر جو متروک ہو گیا وہ اس سے زیادہ عبادات تھا۔ بس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے۔

فائدہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اذا جاءَ نصر اللہ وَ الْفَتْحُ میں فتح سے فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں، لفظ اذا جاءَ سے بظاہر فتح مکہ سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ایک روایت اس کے موافق نقل کی ہے جس میں اس سورت کا نزول، غزوہ خیبر سے لوٹنے کے وقت بیان کیا ہے اور خیبر کی فتح، فتح مکہ سے مقدم ہونا معلوم و معروف ہے۔ (فتح خیبر ۷ حادثہ خیبر میں ہوئی اور فتح

مکہ رمضان ۸ھ میں ہوئی)

فائدہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے گویا ہر وقت یہ دعاء پڑھتے تھے سبحان اللہ وَحْمَدُهُ اسْتَغْفِرَةُ اللّٰهِ وَاتُوبُ إِلَيْهِ۔

ذات نصر، باب نصر کا مصدر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا وَنَصْرَةً: مدد کرنا، الفتح کامیابی (مراد فتح کہ) بطور ام مستعمل ہے، فتح الباب (ف) فتحا: دروازہ کھولنا، النَّاسُ (مرفی سورۃ المطففين) یدخلون (ن) مغارع جمع مذکر غائب، دخل (ن) دخولا: داخل ہونا، دین دین، مذہب، (دیکھنے سورۃ الانفطار میں لفظ الدین) افواجا، فوج کی جمع، بمعنی گروہ، جماعت، جمع الجمَعَ افَاوِجَ وَأَفَاوِيْجَ، سَبِّيْحَ صیغہ امر از باب تفعیل، خدا کی پاکی بیان کیجئے، یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص سے بر ترا اور پاک ہے۔ (دیکھنے سبج سورۃ الاعلیٰ میں) حَمْدٌ، تعریف، شنا، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، حمد، (س) حمد: تعریف کرنا، (یعنی اللہ تعالیٰ تمام خوبیوں اور صفات کمال سے متصف ہے) استغفار (استفعال) امر کا واحد مذکر حاضر، بمعنی معافی چاہتا، غفران اللہ لہ ذنبہ، (ض) غَفْرًا وَغُفْرَانًا وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا، توابا، اسم مبالغہ، از باب نصر، (مرا دتو بہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا، قرآن شریف میں جتنی جگہ بھی تواب کالفاظ آیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی صفت کے لئے آیا ہے) مزید معلومات سورۃ البروج میں ثم لم یتوبوا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

تركيب إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّيْحُ مُحَمَّدٍ رَّبِّكَ وَاسْتَغْفِرُهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَآءِيْلًا..... اذا ظرفیہ، مضاف، متضمن بمعنی الشرط، جاء فعل نصر مصدر مضاف، اللہ مضاف الیہ فاعل، (اور مفعول به مخدوف ہے ای ایا ک والمومنین) مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول به مخدوف سے ملکر معطوف علیہ (محل جر میں) واو حرف عطف، الفتح معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف رأیت فعل با فاعل، الناس ذوالحال یدخلون فی دین اللہ افواجا جملہ ہو کر حال (محل نصب میں) افواجا حال از ضمیر یدخلون) ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول به افعل اپنے فاعل اور مفعول به سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف ہوا اپنے جواب و جز اسیج کا، فارابی طسبیح فعل، ضمیر انت ذوالحال، بِمُحَمَّدٍ رَّبِّكَ مَلْتَسِيْساً مَخْدُوفَ کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر معطوف علیہ، واو حرف عطف، استغفار فعل با فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا جو اذا کا جواب و جزا ہے (لا محل لها جواب شرط غير جازم)

انہ کان توبا..... ان حرف مشہہ بالفعل ہاء ضمیر اسم کان فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم توابا خبر، جملہ فعلیہ خبر حرف مشہہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشہہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیمیہ ہوا۔

قولہ یدخلون انج اگر رأیت میں رویت بصیری مراد نہ ہو بلکہ رویت علمی مراد ہو تو پھر یدخلون انج مفعول بہ ثانی ہو گا۔

اختیاری مطالعہ

قوله إِنَّكَ أَنْتَ تَوَابًا: اس سے پہلے ہے واستغفرہ تو قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تو اب کے، عما نَعْفَأْ إِنَّكَ أَنْتَ تَوَابًا تو بعض لے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ استغفار کرنے والے کو توبہ بھی کرنی چاہیے، بعض نے کہا کہ مہارت اس طرف تھی واستغفرہ انه کان غفار آوت بالیہ انه کان توابا۔ یعنی یہاں صنعت احتباک ہے کہ معطوفین میں ہر ایک طرف میں احد المتعالین اور حذف اور احد المتعالین کو ذکر کر دیا گیا تاکہ مذکور مخدوف پر دلیل بن سکے۔



تَبَّثُ يَدَا آئِي لَهَبٍ وَ تَبَّثُ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا كَسَبَ ﴿٦﴾ سَيَضْلُلُ نَارًا ذَاتَ

ابولہب کے ہاتھوٹ جائیں اور وہ بر باد ہو جائے ۔ نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمالی ۔ وہ عنقریب ایک شعلہ زدن آگ میں
لَهَبٍ وَ امْرَأُهُ حَتَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٧﴾ فِي چِينِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدِي

داخل ہو گا ۔ وہ بھی اور اس کی بیوی بھی ۔ جو لکڑیاں لا دکرلاتی ہے ۔ اس کے گلے میں ایک ری ہو گی خوب ہی ہوئی ۔

لَهَبٍ والضھی کی تہمید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے مخالفت رسول سے بچنا ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت وَانِدْرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِینَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو جمع کر کے دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ میں تم کو ایک عذاب سے ڈرا تا ہوں جو کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، یہ سن کر ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا کہنے لگا تباہ لک الہذا جمعتنا، ہلاکت ہوتیرے لئے کیا تو نہ ہمیں اسی کام کے لئے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لئے پھر انھالیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس ابولہب کی ایک بیوی تھی جو خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھادیتی، گویا دونوں کو حضور ﷺ سے دلی عداوت تھی، چنانچہ اس سورت میں اس کی عورت کی بھی مذمت مذکور ہے۔

تَبَّثُ يَدَا آئِي لَهَبٍ وَ تَبَّثُ ﴿٨﴾ ابولہب کے ہاتھوٹ جائیں اور وہ بر باد ہو جائے ۔ دونوں جملے بد دعا کے لیے ہیں، اور پہلے جملہ میں يَدَا آئِي لَهَبٍ مرکب اضافی ہے دراصل يَدَا تھا بوجہ اضافت نون ساقط ہو گیا اور دونوں ہاتھوں سے کنایہ ذات سے ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے کاموں میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، اور یہاں ہاتھوں کی تخصیص کا نکتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہاتھوں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا مثلاً پھر وغیرہ مرتا تھا الہذا جب ہاتھ سے مراد ذات ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ابولہب ہلاک و بر باد ہو جائے پھر بطور تاکید کے فرمایا و تبت، اور وہ بر باد ہو جائے، اور اس بد دعا سے مراد اس کی ہلاکت کی خبر دینا ہے، بطور پیشین گوئی کے الہذا یہ کلام اس درجہ میں ہوا کہ وہ ہلاک ہو گا اور ہلاکت چوں

کہ یقین تھی اس لیے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ ذکر کر دیا۔ چنانچہ یہ ٹھیکن گوئی حرف بحر ف پوری ہوئی کہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کی گلدنی نکلی جس کو عربی میں عذستہ کہتے ہیں، اور اس خوف سے کہ مرض دوسروں کو نہ لگ جائے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گیا، اور تمیں روز تک اس کی لاش یوں ہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے انھوا کر اس کو دبوادیا گیا، مزدوروں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی کے ذریعہ اس کو اندر ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھردیئے، اس طرح بصد ذلت و رسالتی وہ ناری جہنم رسید ہوا، الغرض مذکورہ کلام اس درجہ میں ہے کہ گویا یوں کہا گیا کہ وہ ہلاک ہو گیا، اس پر یہ ٹھیکن رسول یہ شبہ کر سکتا ہے کہ میں اپنے مال اور تدبیر کی بدولت فتح جاؤں گا اس لیے آگے ارشاد ہے کہ: ”مَا آغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا كَسَبَ ط“ اور نہ اس کامال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ مال سے مراد اصل سرمایہ ہے اور ما کسب سے مراد اس اصل مال کا نفع ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ما کسب سے مراد اولاد بھی ہو سکتی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو ابوالعبہ نے یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ یہ میرا بحتجہ کہتا ہے اگر وہ حق ہی ہو تو میں اپنے مال اولاد کو فدیہ میں دے کر عذاب المیم سے اپنی جان بچا لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور یہاں ماضی سے مراد مستقبل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کامال اس کو ہلاکت سے نہ بچائے گا۔

الغرض یہ حالت تو اس کی دنیا میں ہوئی کہ گل سر کر مر گیا اور اس کے بیٹے ٹھیکنیہ کوشام کے راستے میں شیر نے پھاڑ کھایا (روح، صاوی) اور آخرت کا حال یہ ہے کہ ”سَيَضْلُّ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ط وَ امْرَأَتُهُ ط حَتَّالَةُ الْحَطَبِ ط وَ عَنْقَرِيبٍ ط“ (یعنی مرتے ہی، قبر میں یا قیامت میں) ایک شعلہ زان آگ میں داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لا دکر لاتی ہے (جبسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ وہ خاردار لکڑیاں جمع کر کے حضور ﷺ کے راستے میں بچھادیتی تھی (الخطب بطور جنس مستعمل ہے اور جنس قليل و کثیر ہر دو کو شامل ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا لکڑیاں۔ ”فِيْ جَيْدِهَا حَبْلٌ قِنْ مَسَدِيْ ط“ اس کے گلے میں ایک رسی ہو گی خوب ہی ہوئی جہنم کی زنجیر و طوق کو رسی سے تشبیہ دی گئی لہذا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں پہنچ کر اس عورت کے گلے میں دوزخ کی زنجیر اور طوق ہو گا کقولہ تعالیٰ: اذالاغلال فی اعنافهم والسلام گویا کہ وہ ایک رسی ہو گی خوب ہی ہوئی، (تشبیہ شدت استحکام میں ہے یعنی جہنم کی زنجیر اور طوق شدید درجہ متحكم و مضبوط ہوں گے)

ایک اعتراض امشبہ بد میں جو صفت ہوتی ہے وہ زیادہ معروف ہوتی ہے جیسے زید کا لاسد زید شیر کی طرح ہے دیکھئے یہاں شجاعت کے معنی شیر میں زیادہ معروف ہے یہاں جہنم کے طوق و زنجیر امشبہ ہیں اور بھی ہوئی رسی امشبہ بہ تو یہاں تو مشبہ صفت استحکام و مضبوطی میں زیادہ معروف ہے مشبہ بہ سے تو پھر اعلیٰ کوادنی سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس اعتبار سے مشبہ بہ زیادہ معروف ہے کہ حملۃ الخطب کے معنی سے حبل من مسید کی طرف جلدی ذہن منتقل ہوتا ہے۔

فائدة ابوالعبہ کا اصل نام عبد العزیز تھا، آگ کے شعلہ کی طرح اس کارنگ سرخ اور چمکدار ہونے کی بناء پر اس کی

کنیت ابو لهب مشہور تھی، اور قرآن شریف میں اس کا نام چھوڑ کر کنیت اختیار کرنا اس کے جہنمی ہونے سے کنایہ ہے، دوسری وجہ اس کا نام نہ لینے کی یہ ہے کہ عزی ایک بت کا نام ہے جس کا یہ بندہ بننا ہوا تھا تو ایسا شرکیہ نام قرآن میں ذکر نے کے قابل نہ تھا۔ حالتہ الخطب بعض نے کہا کہ حالتہ الخطب سے مراد چغل خور ہے کہ جیسے کوئی سوختہ کی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانے کا سامان کرتا ہے تو اسی طرح یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے چغل خوری کرتی تھی، اور اپنی چغل خوری کے ذریعہ خاندانوں اور افراد میں آگ بھڑکاتی تھی، اس کا نام اروہی بنت حرب تھا اور کنیت ام حمیل اور لقب عوراء (کافی)

لغات تبیت (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، ثبت الشیع (ض) بتبا و بتبا: ہلاک، ہوتا، ٹوٹنا، یہا، ید کا تشیہ، بوقت اضافت نون تشیہ ساقط ہو گیا، بمعنی ہاتھ، جمع ایڈ، اب، اب کے معنی باپ، اسماء ستہ مکبرہ سے ہے اور حالت جری میں یاء کے ساتھ مستعمل ہے، ابو لهب، عبد العزی ابن عبد المطلب نامی شخص کی کنیت ہے، لھب، شعلہ، ذات لہب، کا ترجمہ ہو گا شعلہ والی، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، لہبۃ الناز (س) لہبتا و لہبیا: شعلہ بھڑکنا، اغلبی، ماضی واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ اللیل میں وما یعنی) گستب، (ض) ماضی کا واحد مذکر غائب، گستب (ض) گشیا: کمان، سیصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ الانفطار میں یصلونہا) ذات، ذو کامؤنث، والی، صاحب، امرأۃ عورت، بیوی، جمع نساء، (من غیر لقطہ) حالتہ صیغہ مبالغہ، خوب اٹھانے والی، حمل الشیئی (ض) حملہ: اٹھانا، الخطب، لکڑی، ایندھن، جمع اخطاب، خطب (ض) خطبا: ایندھن جمع کرنا، جیل، اسم جامد، گردن، جمع آجیاد و جیود، حبل رسی، جمع آجیال و جبیول و جبیال، (مصباح اللغات) حبلہ (ن) حبلہ: رسی سے باندھنا، مسد، اسم جامد، خوب مضبوط بھی ہوئی رسی، جمع مساد و امساد، مسد (ن) مسد: رسی بٹنا۔

ترکیب تبکث یہا آبی لھب و تب... تبیت فعل یہا مضاف الیه مضاف، لھب مضاف الیه، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ، وامضاف کا، مضاف مع مضاف الیہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف، تب فعل، فاعل جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ ابتدائیہ (لا محل لہا) ما اغلى عنده قائلہ و قما گستب... ما اغنى فعل منقی عده اس کے متعلق مالہ مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ما کسب، اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ متنافہ (استیناف جوابا عما کان یقول انا افتدى بمالی) سیصلی تارا ذات لھب و امرأۃ حالتہ الخطب سین برائے استقبال، یصلی فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، دارا موصوف (والتنوین للتعظیم ای نار اعظمیة) ذات لھب مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ، واو حرف عطف امرأۃ مرکب اضافی معطوف ہے یصلی کی ضمیر فاعل پر (ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا ضروری ہے لیکن مفعول کے درمیان میں آنے کی بناء پر ضمیر منفصل کے ذریعہ فعل لانے کی ضرورت نہیں رہی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ متنافہ بیانیہ، حالتہ الخطب مرکب اضافی ہو کر منصوب علی الذم ای آدم

حالة الحطب، يا اعني فعل مخدوف كامفعول بـ۔

فی چیندِها حبْلٌ قِنْ مَسِّیٌ فی جیدِها متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم حبل موصوف من مسد جار مجرور کانن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا موزر، مبتدا مع خبر جملہ اسمیہ خبر یہ، ہو کر امرأۃ سے حال یا پھر جملہ مستانفہ۔

اختیاری مطالعہ

قولہ بتیداابی لہبوبت: کے متعلق فرازے کہا کہ پہلا جملہ دعا یہ ہے یعنی برائے بددعا اور دوسرا جملہ جملہ خبر یہ ہے (تفسیر ابن کثیر میں بھی اسی طرح ہے) اب و بت کے معنی میں خبر ہو گئی کروہ ہلاک ہو گیا۔

یعنی وہ بددعا اس کو لگ گئی، اور یہ جملہ بتیداابی لہب مسلمانوں کے غصہ کی تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کیوں کہ جس وقت ابو لہب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں بتتا کہا تو مسلمانوں کی ولی خواہش تھی کروہ (مسلمان) اس کے لیے بددعا کریں، حق تعالیٰ نے گویا ان کے دل کی بات خود فرمادی اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ یہ بددعا اس کو لگ بھی گئی۔

اچھے برے نام | قرآن نے ابو لہب کا نام نہیں لیا کیوں کہ وہ مشرکانہ نام ہے کیوں کہ عبد العزی کا معنی ہے عزی ناہی بہت کا بندہ، عبد کے معنی چوں کہ غلام کے بھی ہیں اس لیے غلام رسول، غلام محمد، نام درست ہیں مگر عبد الرسول، عبد النبی، نام رکھنا مکروہ ہے، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ عبد سے مراد خادم مطیع و غلام ہو مگر یہ بونے شرک سے خالی نہیں، اور عبد العزی تو کسی بھی طرح درست نہیں، ہر ایسا نام جس میں عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ہو شرعاً درست نہیں، اچھے نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہیں اسی طرح عبد الرحیم، عبد الحقیق، حارث ہمام، اور فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، وغیرہ۔ اور حدیث میں ہے کہ میرے نام پر تم نام رکھا کرو مگر میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو، مگر یہ ممانعت آپ ﷺ کے زمانہ حیات تک تھی ملاعلیٰ قاریٰ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح قول ہے۔ لہذا ابو القاسم کنیت پر اپنا نام رکھنا اب درست ہے امام شافعی اب بھی ممانعت کے قائل ہیں، بعض نام دنوں یا مہینوں کے نام پر رکھے جاتے ہیں وہ بھی اچھے نام نہیں جیسے پیرو، منگلو، بدھو، جمراتی، جما، بارو، اتواری، عیدا، رمضانی، ایسے ہی برے القاب سے پکارنا درست نہیں جیسے لمبو، الٹو، موٹو، لا لو، چھجو، گھسو، ٹونڈا، نکلا، کن کٹا، بھینگا، کالا، اٹھڑا، ہریل، سوہڑ، پھوہڑ۔

غلط نسبت: بعض لوگ عقیدت و محبت میں اپنی طرف غلط نسبت کرتے ہیں جیسے اپنے کو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں تلبیس و تدليس پائی جاتی ہے۔ سنن والی صحیحین گے کہ ان کا یہ نبی تعلق ہے اور غلط نسبت جتنا حرام ہے۔ اسی طرح بلا ثبوت اپنے کوشش، انصاری، مسلمانی، داؤدی، قریشی نہ کہا جائے۔

امل تفسیر مظہری میں فی جیدِها لغت کو جملہ کی ضمیر سے مال ہونے کو منع لکھا ہے باسی وجہ کہ حال و ذوالحال کے زمانہ میں اتحاد نہیں ہے لان حمل الحطب کان فی الدنيا، الا ان يقال معنی حمالۃ الحطب بانها تحمل حطب جهنم کا لزوم والضریع۔

مکیۃ سورةُ الأخلاص

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوَلَّدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے ۔ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے ۔

الصلوٰۃ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہماں کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے توحید ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشرییف و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے آپ سے کہا کہ اپنے رب کی صفات اور نسب بیان کیجئے (بعض روایات میں ہے کہ مشرکین کے سوال میں یہ بھی تھا کہ اللہ کس چیز کا بنایا ہوا ہے، سونے کا یا چاندی کا یا کسی اور چیز کا) اس پر یہ سورت نازل ہوئی ”**قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ**“ آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے (کمال ذات تو یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشور ہے گا، اور کمال صفات یہ ہے کہ علم، قدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط ہیں) لفظ اللہ کی تعریف آپ حضرات نے شرح تہذیب کے صفحہ اول پر پڑھ لی کہ اللہ نام ہے اس ذات کا جو واجب الوجود ہے اور تمام کمال کی صفتیں کا جامع ہے، یعنی اس کے اندر تمام صفات کمایہ موجود ہیں اس جملہ سے ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو اللہ تعالیٰ شانہ کے وجود ہی کے قاتل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو وجود کے تو قاتل ہیں مگر واجب الوجود ہونے کے قاتل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا کہ جو وجود اور واجب الوجود ہونے کے تو قاتل ہیں مگر کمال صفات کے منکر ہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو سب کچھ مانتے ہیں مگر عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہ ہراتے ہیں، ”**أَللَّهُ الصَّمَدُ**“ اللہ بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو حاجت ردا اور کار ساز اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں، ”**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوَلَّدْ**“ نہ اس نے کسی کو جنا یعنی اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے جنا کیا یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد نہیں، لہذا اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہو گیا جو اللہ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ہونے کے مدعا ہیں جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہودی قاتل تھے کہ عزیر کا پاپ تھا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ سچ اللہ کا بیٹا تھا۔ اور ان کا بھی جواب ہو گیا جنہوں نے نسب کے بارے میں سوال کیا تھا لہذا جواب ہو گیا کہ وہ مخلوق نہیں کہ اس کے نسب کا سوال پیدا ہو، (کیوں کہ ہر مخلوق و مولود حادث ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے) ”**وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ**“ اور نہ کوئی اس کی برابری کا ہے، اس میں مجوس کے قول کا رد ہو گیا کہ خالق دو ہیں ایک خیر کا خالق یعنی یزدان، اور ایک شر کا خالق یعنی اهرمن، نیز ہندو کی بھی تردید ہو گئی جو تینیں کروڑ دیوتاؤں کو خدا کی میں حصہ دار نہ ہراتے ہیں۔

فضیلت سورۃ الأخلاص | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ہو اللہ احمد اور موعذ تین پڑھ لے تو یہ

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلاسے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احمد (مرفیٰ سورۃ الفجر) الصمد، صفت مشبه، فَقُلْ بِمَعْنَیِ مَفْعُولٍ ہے (مقصود) ای المقصود فی^۱ الْحَوَائِجِ، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدَ الشَّيْءُ وَلَهُ وَالِّيَهُ (ن) صَمَدًا: قصد کرتا، لہر یلد (ض) نَفْيِ جَمْدٍ بِلَمْ وَاحِدَةٌ كَرْ غَاسِبٌ، وَلَدٌ (ض) وَلَادًا وِلَادَةً: بچہ جتنا، لہر یولد (ض) نَفْيِ جَمْدٍ بِلَمْ دَرْ فَعْلٌ مَضَارِعٌ مَجْهُولٌ كَا وَاحِدَةٌ كَرْ غَاسِبٌ، كَفُوا اَسْمَ بِمَعْنَىِ الْمَمَاثِلِ، مُثُلُّ، برابر، وَاوَّلَهُمْ زَهْرَةٌ سے بدل آہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فَعْلٌ ضَمِيرُ أَنْتَ فَاعِلٌ، فَعْلٌ اپنے فاعل سے مل کر قول، هو ضمیر شان مبتدا (والجملة بعد خبر مفسرة له ومثلها لا يكون له رابطه لانها عين المبتدأ في المعنى) اللہ احُد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، اللہ الصمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لہر یلد و لہر یولد و لہر یکن لہ کُفُوا احُد باہم معطوف و معطوف عليه ہو کر خبر ثالث (لہ متعلق ہو کر کُفُوا سے حال اور کُفُوا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور احُد، اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (الحال لها) لہ

۱۔ لفظ احمد کا استعمال اگرچہ میں ہو تو استغراق جہن کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جس کی نظر مقصود ہوتی ہے جیسے ما فی الدار احمد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ جمیع اور نہ متفرق، لہذا اس معنی میں احمد کا استعمال اثبات میں نہ ہو گا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نظر تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احمد کیونکہ اس مثال میں تھا ایک کے اثبات کے اثبات کے ساتھ ماقوم الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تھا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہو گا، اور اگر احمد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) وہاں کو کہا جائے میںے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضان یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احمد کما فیسفی ریہ خمرا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحمد، (۳) معنی و صفتی کے لئے (اکیا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہو گا جیسے قل هو اللہ احمد۔

۲۔ احمد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احمد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احمد، اشان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اشان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احمد کے لئے نظری میں عموم یعنی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محفل ہیں، لہذا ما فی الدار احمد کہا جائے گا اس کے بعد بدل اشان نہیں کہہ سکتے جبکہ ما فی الدار واحد کے بعد مل اشان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احمدیت میں جزیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا اختلال نہیں ہوتا یقان ماؤ احادہ ولا یقال ماؤ احمد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احمد کی اصل وحدت ہے بمعنی واحد، واو کو ہمڑہ سے بدل دیا۔

۳۔ ہو اللہ احمد میں هو ضمیر میں یہ بھی اختلال ہے کہ اس کا مرتع وہ ہو جس کے تعلق سوال کیا گیا ای الذی سأل عنونی ہو اللہ انہ اس صورت میں احمد اللہ سے بدل ہو گا یا ہو کی خبر ثالثی (مظہری)

۴۔ قوله اللہ یہ کُفُوا ممعنی معاپلہ کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن آخِذُ کُفُوا الہ ای مکافاتہ، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، ویجوز آنی کون الظرف (لہ) حالاً من احمد، قیدم علیہ رعایة للفاصلۃ و لنلایت بس بالصفۃ، قوله آخِذًا جاز الزمخشری ای زیکون آخِذ بدلًا من اللہ تعالیٰ على ما هو المختار من جواز ابدال النکرة من المعرفۃ ویجوز آنی کون خبرًا العبدًا محدود فی ای هُوَ اَخِذ، واجاز ابوالبقاء، آنی کون الاسم الاعظم بدلًا من هو وآخِذ خبرہ (روح المعانی) قوله الصمد قبیل الصندوقت والخبر ما بعدة (روح)

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بارے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احد (مرفیٰ سورۃ الفجر لـ) الصمد، صفت مشہد، فَعْلٌ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوانج، یعنی صد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدُ الشَّيْءٌ وَلَهُ وَالِّيَهُ (ان) صہدا: قصد کرتا، لہ میل (ض) نفی جحد بلم واحد نہ کر غائب، ولد (ض) ولادا ولادة: بچہ جتنا، لہ میولد (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد نہ کر غائب، کھوا اسم بمعنی المسائل، مثل، برابر، واکہزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فَعْلٌ ضَمِيرُ أَنْتَ فَاعِلٌ، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هو ضمیر شان مبتدا (والجملة بعده خبر مفسرة له ومثلها لا يكون له رابطة لانها عين المبتدأ في المعنى) اللہ احمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، اللہ الصمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لہ میلڈ و لہ میولڈ و لہ میکن لہ کھووا احمد باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (لہ متعلق ہو کر کھووا سے حال اور کھووا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور احمد، اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشا سیہ ابتدائیہ ہوا (اگل لہما) ۴۷

۱۔ لفظ احمد کا استعمال اگر نئی میں ہوتا استغراق بخشن کا فائدہ دے گا، یعنی پوری بخش کی نئی مقصود ہوتی ہے جیسے مافی الدار احمد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ صحیح اور نہ مفترق، لہذا اس معنی میں احمد کا استعمال اثبات میں نہ ہو گا کیونکہ دو متفاہد چیزوں کی نئی تصور درست ہے اگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہا جنہیں نہیں فی الدار احمد کیونکہ اس مثال میں تھا ایک کے اثبات کے ساتھ مافق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تھا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہو گا، اور اگر احمد کا استعمال اثبات میں ہو تو نہیں ہو سکتی ہیں (۱) وہاں کوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احمد عشر، احمد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احمد کما فیسفی وید خمرا (۳) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۴) معنی و مخفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہو گا جیسے قل هو اللہ احمد۔

فاظہ: احمد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احمد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احمد، اشان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اشان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احمد کے لئے نئی میں عموم یعنی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہذا مافی الدار احمد کہا جائے گا اس کے بعد بدل اشان نہیں کہہ سکتے جبکہ مافی الدار واحد کے بعد بدل اشان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احمدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا انتہا نہیں ہوتا یقال ماؤ احمد و لا یقال ماؤ احمد (روح العالی) تغیر مظہری میں ہے کہ احمد کی اصل وحدتے بمعنی واحد، واکہزہ سے بدل دیا۔

فاظہ: هو اللہ احمد میں هو ضمیر میں یہ بھی اختہل ہے کہ اس کا مرتعن وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمنی هو اللہ اخی اس صورت میں احمد اللہ سے بدل ہو گا یا ہو کی خبر ثالثی (مظہری)

۲۔ قوله لہ یہ کھووا بمعنی شما یا لہ کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لمیکن آخذہ کھوا لہ ای مکافحة، اعراب القرآن و صرف دیوان، ویجوز ان یکون الظرف (لہ) حالاً من اخذہ، قُدْمٌ علیه رعایة للفاصلۃ ولنلایلتبتیس بالصفۃ، قوله آخذہ اجاز الزمخشری ان یکون اخذہ بدلاً من اللہ تعالیٰ على ما هو المختار من جواز ابدال النکرة من المعرفۃ ویجوز ان یکون خبرًا المبتدأ مخدوفاً ای ھو آخذہ، واجاز ابوالبقاء ان یکون الاسم الاعظم بدلاً من ھو آخذہ خبرہ (روح العالی) قوله القصد قيل الصمد نعمتو والخبر ما بعده (روح)

اختیاری مطالعہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب اعتراض یہ ہے کہ لم یلد سے تو یہ پتہ چلا کہ اس نے کسی کو جانہیں یہ کہاں لازم آیا کہ وہ آئندہ بھی کسی کو نہیں جنے گا، جواب بے باک یہ ہے کہ اللہ کا والد ہوتا دوامی ہے، وہ ہر زمانہ میں جنے سے پاک تھا اور ہے اور رہ ہے گا۔ اور الہم تبلذ کا سینہ جو ماضی پر دلالت کرتا ہے وہ کافروں کے قول کی تردید میں فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد والا جملہ یعنی لَمْ يُؤَذْ بھی ماضی پر دال ہے اور اس کا ماضی ہونا ضروری ہے ورنہ بے معنی ہو جائے گا، اس کی رعایت میں پہلا صیغہ بھی ماضی پر دلالت کرنے والا استعمال کیا (مظہری)

سورۃ الفَلَق



**قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۚ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۚ وَ مِنْ شَرِّ
غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۚ وَ مِنْ شَرِّ
آپ کہنے کے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔ تمام مخلوقات کے شر سے ۰ اور انہیں رات کے شر سے جب وہ رات آ جادے ۰ اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر
النَّفَثَتِ فِي الْعُقَدِ ۚ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۚ**

پھونکنے والیوں کے شر سے ۰ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے ۰

الْمُضْحى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی پناہ لینا ہے اس سورت میں اور اس کے بعد والی سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح وشان نزول: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ساتھ ساتھ نازل ہوئیں اور ان کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ پر لمبیدا بن عاصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ ﷺ بیمار ہو گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں، جن کا مجموعہ گیارہ آیات ہیں، اور بذریعہ وحی آپ ﷺ کو سحر کی جگہ بھی بتلادی کئی، چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں لکھیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا مکرا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہر گرہ پر ایک ایک ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں، چنانچہ آپ کو بالکل شفاء ہو گئی، الغرض ان دونوں سورتوں میں مختلف شرور سے استعاذه اور سب امور میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم ہے، اول سورت میں دنیوی آفات سے اور دوسری سورت میں اخروی آفات سے (یعنی شیطانی و ساؤس سے) (بیان القرآن)، اور جادو کا اثر ہونا اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جانا ایک امر طبعی ہے اس سے پیغمبر اور انبیاء بھی مستغفی نہیں ہوتے، بس جس طرح آگ میں جلانے کی تاشیر ہے اسی طرح جادو میں بھی ایک تاشیر ہے، **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۚ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۚ** آپ کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، یعنی آپ اپنے استعاذه کے لئے بھی اور دوسروں کو استعاذه سکھانے کے لئے بھی جس کا حاصل توکل اور تعلیم توکل ہے، یوں کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہو تمام مخلوقات کے شر سے، (صبح کی تخصیص بایس وجہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح

حق تعالیٰ لیل کا ازالہ کر دیتا ہے اسی طرح اثر لیل یعنی سحر کا ازالہ بھی کر سکتا ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ رات کی اندھیری کہ جو اکثر شروع و آفات کا سبب بنتی ہے، زائل کر کے صبح کی روشنی نکالتا ہے اسی طرح سحر کا اثر بھی زائل کر سکتا ہے) ”وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ“ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے۔ من شر ما خلق میں ساری مخلوقات کا شر داخل تھا مگر پھر بطور خاص تین چیزوں کو علیحدہ سے بیان کیا گیا، نمبر ایک اندھیری رات کے شر سے پناہ جب کہ وہ رات آجائے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ رات میں شروع و آفات کا احتمال زیادہ ہے اور جادو کی تزکیب و ترتیب اکثر رات ہی کو ہوتی ہے تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے، اسی لئے عربی مثل ہے اللیلُ اخْفیٌ لِلْوَبِلِ رات ایسے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے، نمبر دو ”وَ مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ“ اور گروں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہی جادو کا واقعہ ہے، خواہ مردوں نے جادو کیا ہو یا عورتوں نے، پس نفاثات کا موصوف یا تونفس ہے کہ مرد و عورت دونوں کو شامل ہے یا پھر موصوف نماء ہے کہ جادو کا کام عموماً عورتیں کرتی ہیں، ”وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے تیری چیز جس کو بطور خاص بیان کیا وہ حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنا ہے جب وہ حسد کرنے لگے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ آپ پر جادو کرنے کا اقدام اسی حسد کی وجہ سے ہوا۔

اہم بات: حسد کہتے ہیں دوسرے کی زوال نعمت کی تمنا کرنا، آیت میں غاست کے ساتھ اذا وقب کی قید اور حاسد کے ساتھ اذا حسد کی قید اس لئے لگائی کہ رات کی مضرت اسی وقت ہوتی ہے جب اندھیری پوری ہو جائے، اسی طرح حاسد کے حسد کا نقصان محسود کو اسی وقت پہنچتا ہے جب وہ حسد کرنے لگے یعنی حسد پر اقدام کر کے ایذا رسانی کی کوشش کرنے لگے اور اگر حاسد ایذا پہنچانے کا اقدام نہ کرے تو اس وقت محسود کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حاسد کو ہی نقصان پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جلتا اور کڑھتار ہتا ہے۔

نکتہ: حاسد اور غاست کو نکرہ اور النَّفَّاثَاتِ کو جمع معرف باللام ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، وجہ یہ ہے کہ لمبید کی بیٹیاں جو نفاثات تھیں وہ معین تھیں، چنانچہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کا حکم بصیرہ خصوصیت (معرف باللام) دے دیا، لیکن غاست اور حسد میں نہ تھے، بلکہ حسد میں بے شمار تھے اس لیے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کا حکم بصیرہ عموم نکرہ ذکر کیا۔ (منظہری)

لغات **أَعُوذُ (ن)** مضرار و احد شکلم، عاذ بہ منْ كَذَا (ن) **عَوْذًا** و عیاذًا و مقعاذًا پناہ لینا۔ **الفلق** (صح) روح المعانی میں ہے کہ فلؤی روزن فقل صفت مشہہ ہے بمعنی مغلوق، **فَلَقِ الشَّيْء** (ض) **فَلَقًا**: پھاڑنا، صح کو فلؤی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر نمودار کیا جاتا ہے۔ **فَرَّ بِرَأْيِ**، فساد، جمع شروع۔ **غاسق** (اندھیری رات) باب ضرب سے اسم فاعل، **غَسَقُ اللَّيْلِ** (ض) **غَسَقًا**: رات کا تاریک ہونا، غشیق کے اصل معنی ہیں "بھر جانا" رات کو غاست اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تاریکی بھر جاتی ہے۔ (روح المعانی) **وَقَبَ** (ض) ماضی واحد ذکر غائب، **وَقَبَ** (ض) **وَقْبَةً**: آناء متوجہ ہونا (اس کے اصل معنی کھو دکرید کرنے کے ہیں پھر خول کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) **النَّفَاثَةُ النَّفَاثَةُ** کی جمع جو اس مبالغہ کا صیغہ ہے، نفث (ن، ض) **نَفَثًا**: پھونک مارنا، دم کرنا۔ **الغَدَدُ**

غَفَدَۃ کی جمع بمعنی گرد۔ حَسِدَ (ن) اسم فاعل واحد ذکر، حَسَدَ (ن) حَسِداً: حَسَدَ کرنا یعنی غیر کے زوال نعمت کی تمنا کرنا (اور یہ مذموم ہے البتہ اگر حَسَد بمعنی تنافس اور ت سابق بالثیرات ہو تو محمد ہے جیسے حدیث میں ہے لا حَسَدُ الا فی اثنین الخ اور غلط یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ تمنا کرے کہ وہ بھی فلاں صاحب نعمت جیسا ہو جائے یہ مذموم نہیں ہے)

ترکیب قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ^١ غَاسِقٍ إِذَا وَقَتَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ..... قُلْ فعل فاعل ہو کروں، أَعُوذُ فعل، ضمیر ان افاعل، برب الفلق متعلق اعوذ کے، مِنْ جارہ شر مضاف ما خلق اسکے مضاف الیہ (والعائد محدود فای خلقہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف مِنْ حرفا جر شر مضاف غاسق مضاف الیہ إذا ظرفیہ مضاف وَقَبَ فعل، ضمیر فاعل، جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا غاسق کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف، مِنْ حرفا جار شر، مضاف النَّفَاثَاتِ، شبه فعل مضاف الیہ (ای النفوس النفاتات او النساء النفاتات) فِي العَقدِ متعلق نفاثت کے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف مِنْ حرفا جار شر مضاف حاسِد شبه فعل مضاف الیہ، إذا ظرفیہ مضاف، حَسَدَ جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف مع مضاف الیہ کے ظرف ہوا حاسِد کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر متعلق آعُوذُ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (اعراب القرآن) بعض لوگوں نے اذا وقب اور اذا حسد کو شر کا ظرف مانا ہے۔

سورۃُ النَّاس مدنیۃ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ ۝

آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک ۰ آدمیوں کے باادشاہ ۰ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں ۰ وسوسہ اتنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے ۰

الَّذِي يُوَسِّعُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اتائی ہے ۰ خواہ وہ جن ہو یا آدمی ۰

ربط سورۃ الفلق کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

تشریح سورۃ الفلق کی تفسیر کے ضمن میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، اور اس سورت میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے یعنی شیطانی وساوس سے کہ جو تمام گناہوں کا سبب ہے اور گناہ آخرت میں آفت و عذاب کا سبب ہے، ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ

الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ الَّذِي يُوْسُسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسُ^۱ آپ کہنے کے میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں و سوسہ ذاتے والے، یچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جلوگوں کے دلوں میں و سوسہ ذاتا ہے خواہ وہ و سوسہ ذاتے والاجن ہو یا آدمی، عبارت بالامیں پچھے ہٹنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے شیطان یچھے ہٹ جاتا ہے اور یہ بات شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں اس طرح ہے کہ و سوسہ ذاتے والانسان اپنے کو ناصح اور شفق ہونا ظاہر کرتا ہے مگر جب اس کو زجر کر دیا جائے تو پھر و سوسہ سے باز آ جاتا ہے اور یچھے ہٹ جاتا ہے، دوسری بات عبارت بالامیں یہ تحریر کی گئی کہ خواہ و سوسہ ذاتے والاجن ہو یا انسان، یعنی و سوسہ جن اور انسان دونوں ذاتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت و كذلك جعلنا لکل نبی عدوآ شیاطین الانس والجن میں جنات اور انسان دونوں میں شیاطین ہونے کا ذکر ہے، الہذا "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ^۲" کا مطلب یہ ہے کہ میں شیاطین الانس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شیاطین الجن سے بھی۔

انسان کا و سوسہ ذاتا انسانی شیاطین اکثر ایسی باتیں جو کہ غیر واضح ہوں دوسروں کے سامنے کہتے ہیں جن سے ان کے دل میں کسی معاملہ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اور مخاطب حیران و مضطرب ہو جائے۔ اہم بات: سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ کی صرف ایک صفت ذکر کر کے کئی چیزوں کے شرور سے پناہ مانگی گئی، اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کی گئیں اور پناہ صرف ایک چیز سے مانگی گئی یعنی شیطان کے شر سے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا شر جملہ شرور سے بڑھا ہوا ہے۔

لغات **النَّاس** (مرّ فی سورۃ المطففين) مالک بادشاہ، صفت مشبه جمع ملُوٹ۔ إِلَهٌ مَعْبُودٌ، جمع آیہتہ **الْوَسْوَاسُ** اسم مصدر، یعنی **الْوَسْوَسَةُ** جیسے **الْزَلْزَالُ** یعنی **الزَّلْزَلَةُ**، کثرت و سوسہ کی وجہ سے مبالغہ شیطان پر اس کا حمل کر دیا گیا کہ وہ خود و سوسہ ہے، اور و سوسہ کا معنی ہے "صوت خفی" یعنی پوشیدہ آواز جیسے زیور کی ہلکی جھنکار، اور اصطلاح شرع میں و سوسہ کے معنی ہیں، دل میں خیال بد ذاتا (الْوَسْوَاسُ بکسر الواو رباءی مجرد کا مصدر ہے و سوسہ اور و سوسہ دونوں) الخناس باب ضرب سے اسم مبالغہ، یچھے ہٹ جانے والا۔ ختنس (ض) خَنْسَا وَخُنُسَا: یچھے ہونا۔ **يُوْسُسُ** باب فعلله (ربائی مجرد) سے مضارع واحد ذکر غائب۔ صُدُور، صَدُور کی جمع، سینہ۔ **الْجِنَّةُ** جنوں کا گروہ، جنتی کی جمع (لغات القرآن)

ترکیب قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوْسُسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسُ... قُلْ فَعْلٌ، صِيرانَتْ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، اعوذُ فعل، تمیر انا فاعل برب **النَّاس** اخ بارہ فجرت الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل منه ملک الناس مرکب اضافی ہو کر بدل اول لہم الله الناس مرکب اضافی ہو کر بدل ثانی، مبدل منه اپنے دونوں بدلوں سے مل کر مجرور، جارا پنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اعوذ فعل کے، مِنْ شَرِّ اخ و من حرفا جر شهر مضاف الْوَسْوَاس موصوف الخناس صفت اول،

۱۔ یامفت یا عطف بیان، قوله من الجنۃ والناس میں ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے، الہذا یو سوس کے متعلق ہو گای یو سوس فی صدورهم میں جہة الجنۃ و من جہة الناس (اعراب القرآن) من الجنۃ والناس، کاتنا کے متعلق ہو کر یو سوس کی تمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المغان)

الذی اسم موصول، یوسوس فعل (ال محل لها) ضمیر هو فاعل، فی صدور الناس متعلق یوسوس فعل کے، من حرف جر، الجنة والناس معطوف عليه ہو کر مجرور پھر متعلق یوسوس کے یا الذی یوسوس کا بیان اور من بیانیہ (روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلی، اسم موصول مع صلی کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتیں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جاری مع مجرور متعلق اعود فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

انسان و شیطان دونوں دشمنوں کا الگ الگ علاج [شیطان کے شر سے بچنے کا علاج اللہ کا ذکر، اور اللہ کی پناہ مانگنا اور لا حول ولا قوۃ الا بالله پڑھنا ہے، اور انسانی دشمن کو اول تو حسن خلق اور مدارات اور ترک انتقام و صبر کے ذریعہ مغلوب کیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے خذ العفو و امر بالعرف و اعراض عن الجاهلین، ادفع باللئی هی احسن الخ۔ اور اگر ان تدبیروں سے باز نہ آئے تو اس کے ساتھ چہاد و قتال کا حکم ہے۔ (معارف) دشمن کی نگاہ سے کیسے بچا جائے | کتب تقاضیر میں لکھا ہے کہ اگر جانی دشمن اور شریر انسان سے خطرہ لاحق ہو تو تین آیتوں کو پڑھ لیا جائے۔

(۱) إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكْثَرَهُمْ أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي أَذْانِهِمْ وَقُرْءَانٌ (پارہ: ۱۵، رکوع: ۱۹)

(۲) أُولَئِكَ الَّذِينَ ظَبَّعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمِعَهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ (پارہ: ۱۳، رکوع: ۲۰)

(۳) أَفَرَأَيْتَ مِنْ أَنْخَذَ اللَّهُ هَوَاهُ وَأَضْلَلَ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِ وَخَشَقَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرَهُ غِشَاوَةً؟ (پارہ: ۲۵، رکوع: ۱۹) نکته: زرب الناس کے بعد ملک الناس اور اس کے بعد الله الناس کیوں بڑھایا گیا، رتب کے معنی مرتبی اور مالک کے ہیں، اور مرتبی کا اطلاق باب پر بھی ہوتا ہے اور سر پرست پر بھی مگر مرتبی بایس معنی نہ ملک ہوتا ہے نہ معبدو، اس لیے ملک الناس بڑھایا کہ وہ مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ اور جوں کہ بادشاہ معبودو نہیں ہوتا اس لیے الله الناس بڑھایا کہ وہ معبدو بھی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مرتبی ہے اور نہ صرف مرتبی بادشاہ بلکہ معبود بھی ہے۔ (منظہری)

نکته: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں استعمال ہوا ضمیر کیوں نہیں لائی گئی (علماء نے کہا کہ ہر جگہ الناس کا مصدق اس جداجد ہے اگر ضمیر استعمال کی جاتی تو ایک ہی مفہوم مراد ہوتا پہلے الناس سے مراد ہے ہیں جو حقائق پرورش ہوتے ہیں لہذا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے الناس سے مراد جوان ہیں جو راہ خدا میں بھجاؤ کرتے ہیں لفظ ملک اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تیسراe الناس سے مراد بوڑھے ہیں جو اللہ کی طرف جمک جاتے ہیں اس پر لفظ الله دلالت کر رہا ہے جس میں عبادت کا مفہوم ہے چوتھی جگہ الناس سے مراد اہل صلاح و تقوی ہیں کیوں کہ شیطان ان ہی کا دشمن ہوتا ہے پانچویں جگہ الناس سے مراد مفسدین ہیں کیوں کہ یہ وہی خناس ہیں جن سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (منظہری)

اللہ تعالیٰ شانہ و محظوظ نوالہ کے بے پایاں فضل و کرم سے پارہ عم کی تفسیر مع ترکیب لغات و اختیاری مطالعہ مکمل ہو گئی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو مقبول عام و تمام بنائے، آمين۔

فرق بحسر محصیت ہوں آہ آہ ☆ انتشار معرفت ہوں آہ آہ